خطیبِ قرآن

نبیِّ آخر الزّماں صلی اللہ علیہ وسلم

حضورِ رسالت مآب صلّی علیہ وآلہ وسلّم کے
حالات وسوانح حیات قرآنی اسناد کے ساتھ

[اہم مقامات کے ۳۴ نقشے اور مرقعے بھی شامل ہیں]

از

سیّد مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی

ناشران

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، کشمیری بازار، لاہور

بندر روڈ کراچی ۔ ہسپتال روڈ حیدرآباد ۔ نذر باغ پشاور

خطیبِ قرآن

نبیِ آخر الزّماں صلی اللہ علیہ وسلم

حضورِ رسالت مآب صلّی علیہ وآلہ وسلّم کے
حالات وسوانح حیات قرآنی اسناد کے ساتھ

[اہم مقامات کے ۳۴ نقشے اور مرقعے بھی شامل ہیں]

از

سیّد مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی

ناشران

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، کشمیری بازار، لاہور

بندر روڈ کراچی　　ہسپتال روڈ حیدرآباد　　نذر باغ پشاور

خطیبِ قرآن

(نبی آخر الزمانؐ)

انبیائے قرآن

(جلد چہارم)

از

سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور
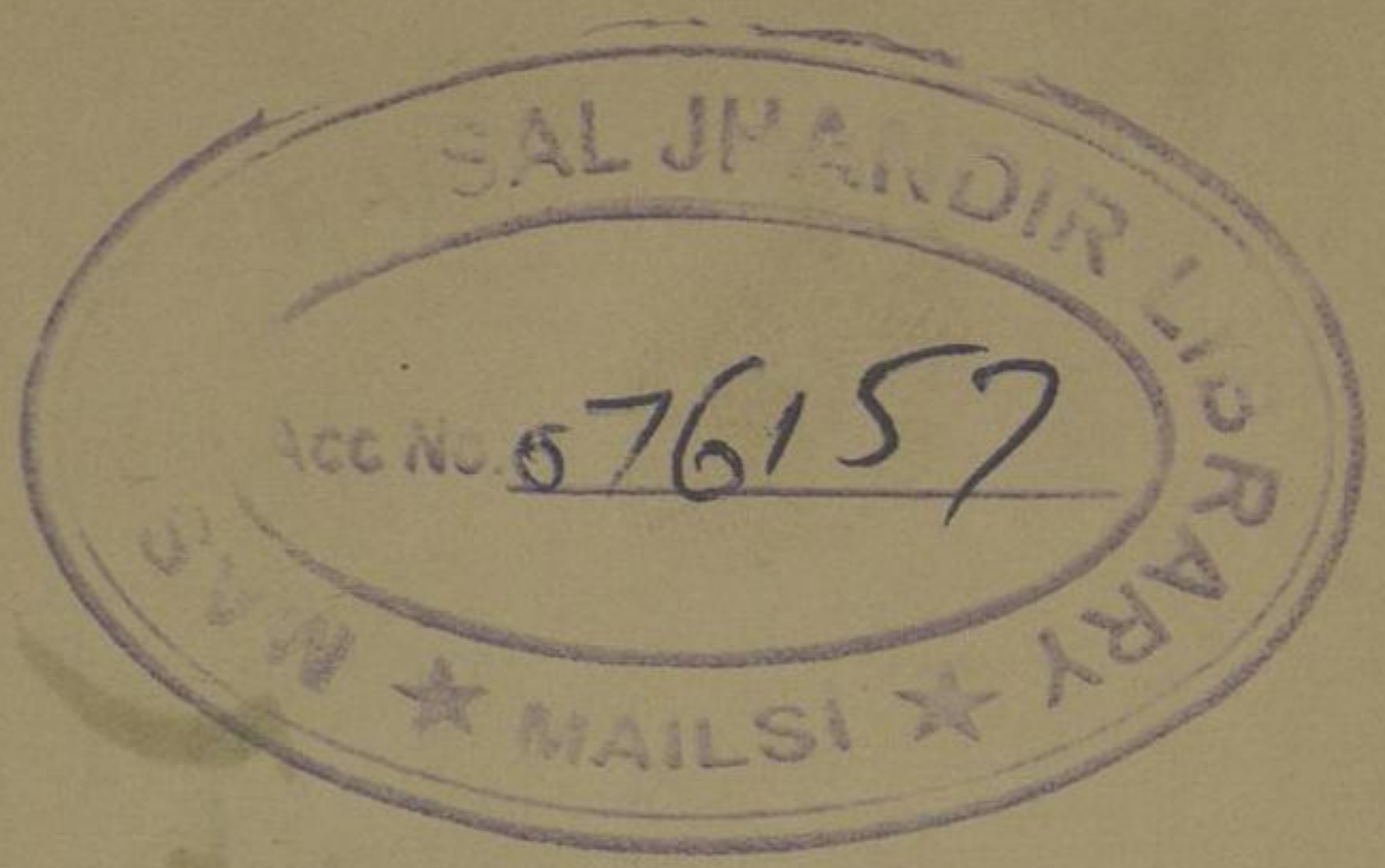
نام کتاب .. .. انبیائے قرآن
مصنف .. .. سید مرتضیٰ حسین فاضل
ناشر .. .. شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
طابع .. .. .. شیخ نیاز احمد
مطبع .. .. .. علمی پرنٹنگ پریس لاہور
قیمت 57/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ۝ الرحمن الرحیم ۝
مالک یوم الدین ۝ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۝
اھدنا الصراط المستقیم ۝ صراط الذین
انعمت علیھم ۝ غیر المغضوب علیھم
ولا الضالین ۝

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؀

پیرایۂ آغاز!

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتِ گرامی تاریخ عالم میں ہزارہا حیثیتوں سے بے مثال ہے، جن میں سے ایک حیثیت یہ بھی ہے کہ آپ سے پہلے کسی رشی منی، پیغمبر و مصلح کی سوانح حیات اس قدر مسلسل، باقاعدہ اور توجہ کے ساتھ قلمبند نہیں کی گئی جیسے پیغمبر آخر الزماںؐ کے پرستاروں نے لکھی۔

مقدس و اولوالعزم صحابہ سے لیکر آج تک لاتعداد مفکرین و علماء نے آپ کے سوانح، سیرت، واقعات، اقوال و آراء، احکام و احادیث کو قلمبند کیا، دفتر کے دفتر لکھے گئے، مگر کوتاہی قلم اور تشنگی بیان کا شکوہ رہا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں، آپ کی حیات مبارکہ تفسیر و بیانِ منشاء ایزدی ہے، آپ کے اقوال و اعمال دستورِ حیاتِ ابدی ہیں۔ آپ قرآن جیسی عظیم الشان آسمانی کتاب کے لانے والے، اور اسلام جیسے زندہ جاوید مذہب کے داعی ہیں۔ آپ نے عرب جیسے خطۂ بے آب و گیاہ، بے بصیرت و عرفان، جاہل ساز و حیوان پرور ماحول کو بارشِ علم و نور، داد و دہشِ بصیرتِ حکمت سے پورے کرۂ ارض کے لیے مسجود بنا دیا۔

فلسطین، یروشلم، مصر و شام کے قبلۂ محترم بیت المقدس کی ضیاء پاشیاں صدیوں انسان کے لیے راہیں روشن کرتی رہیں، لیکن اس کفور و عنید، سرکش و احسان ناشناس فرزندِ آدمؑ نے نشانات راہ گرا دیے، منزل منہدم کر دی، راستوں کو اتنا پھیلایا کہ صراطِ مستقیم کے ارد گرد لق و دق بیابان، ہولناک غار، گہرے کنوئیں بن گئے

آسمانی کتابیں مسخ کر دیں، الٰہی قانون تحریف کر کر کے بدل دیے۔

خانۂ کعبہ جس مقدّس سرزمین پر تعمیر ہوا تھا، وہاں سادگی کے بجائے پرکاری، تمثال سازی و بت تراشی ہونے لگی۔ سادہ سا مکان فقیرانہ وضع کے عظیم پیغمبروں کی مخلصانہ سعی کامیاب پر پانی پھیرنے کی کوششیں یہاں تک پہنچیں کہ چھوٹے سے ہال میں بتوں کی خدائی کا ڈنکا بجانے لگے۔ خون کے دیا، پتھروں کے معبود اور انسانوں کی بستی؟

جب غیر متمدن ملک میں یہ ہو رہا تھا تو شام و فلسطین ذکر ہی کیا صدیوں کی تہذیب قرنوں کے متمدن ملکوں سے تعلقات نے یہاں جو کچھ نہ کیا ہو وہ کم ہے۔

نسلِ ابراہیمؑ کے آدمِ عصر جدید نے "لا الٰہ الّا اللّٰہ" کے جامع اعلان، اور "توحید" کے ٹھوس پیغام سے ہر ذی ہوش انسان کو بیدار کیا، اس نے حبشہ جاکر اصول تبلیغ، اور بیت المقدس جاکر طریق تمدن کا مطالعہ نہیں کیا، اس نے بادشاہوں کو دعوت نہیں دی، اس نے متمدن شہروں میں نمایندے نہیں بھیجے، تاکہ لوگوں کو غور کرنے کا موقعہ ملتا کہ اس کے بعد دنیا کو اب یہ سمجھ لینا چاہیے کہ محمد مصطفیٰؐ کا مقصد، اور خلّاق عالم کا منشا یہ نہیں تھا کہ یہ پیغام فقط بڑوں کو دیا جائے، اونچی سطح اور بلند طبقے کو نظر میں رکھا جائے بلکہ اپنے گھر، اپنے شہر اور اپنے ملک میں آوازِ حق بلند کر کے غریبوں کو ہم نوا بنا کر بڑوں کے کانوں تک آواز پہنچائی تاکہ عظمت و برتری، غربت و کمتری کی درجہ بندی ختم ہو جائے۔

دل کی آواز، خلوص و سادگی سے نکلا ہوا پیغام سادہ و بے غرض کانوں تک پہنچ کر دلوں میں گھر کر لے تو پھر ایوان نشین و تخت و تاج کے مالکوں سے کہا جائے مان لیں تو ان کا فائدہ نہ مانیں تو ــــــ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ــــــ تم اپنی جگہ خوش رہو، ہم اپنے راستے پر گامزن رہیں گے۔

مکّے میں رہے تو جنگ نہ فرمائی، حبش جانے والے مسلمانوں سے فوجی امداد کے لیے پیش بندی کی فرمائش نہ کی۔ اگر محمد عربیؐ جنگ کے بعد ہجرت کرتے تو دنیا حکومت پسند کہہ سکتی تھی، اگر غیر ملکی امداد حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو مؤرخ کہہ دیتے کہ "اسلام عرب دشمن" حکومتوں کے منصوبے کا ایک کرشمہ تھا۔

آپؐ نے وحی کے اشاروں، خدا کے حکموں اور قرآن کے معیّن کردہ راستوں پر چلتے ہوئے اصلاح اخلاق، استواری عقائد، رہنمائی ایمان، خوف خدا، تقویٰ، انسان دوستی ہی کو روحِ پیغام قرار دیا۔ موٹے اور

پیوند دار کپڑوں سے ابتدا کی اور اسی لباس میں دنیا سے اُٹھے، مگر

تنِ مردِ مسلمان پائندہ است بنائے پیکرِ او استوار است

طبیبِ نکتہ رس دیدہ از نگاہش خودی اندر وجودش رعشہ دار است!

میں نے بھی اپنے شفیع، مخدومِ کونین، رحمۃ للعالمین، ختم المرسلین، جدِ حسنینؓ، سرکارِ مدینہ، سلطانِ آفاق و انفس سیدنا و مولانا ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کیا۔ زیرِ نظر دفتر اسی مطالعہ کا نقشِ اول ہے۔ کوشش کی ہے کہ قرآنی اشارات کی روشنی میں ان راستوں کو معلوم کروں جو منزل تک پہنچتے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حافظ فرمان علی مرحوم کے حواشی و تفاسیری نوٹس کی یہ خصوصیت ہے کہ دونوں نے تفسیری دفتر مختصر کر کے آیت کے متعلقات کو واضح کیا ہے۔ میں نے انہی کے مترجم و محشی قرآن سامنے رکھے پھر جہاں انتہائی ضرورت پڑی وہاں سابقین اولین کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا اور کوشش کی تفصیلی واقعات کے بجائے جامع اور منضبط عبارت میں تاریخ کو سمیٹ دوں۔

"عہد نامہ" کتاب مقدس کے اس ترجمے کو بھی بکثرت استعمال کیا ہے جس میں واقعات سے مربوط آیات و اشارات ہیں۔ یہ ترجمہ ہمارے ملک کے عیسائیوں میں عموماً رائج ہے۔ واقعات لکھتے اور حالات قلمبند کرتے ہوئے یہ خیال تھا کہ آنحضرتؐ کی حیاتِ مبارکہ کا روشن پہلو "نبیت"۔۔۔"تقویٰ"۔۔۔"ہدایت" پر پردہ نہ پڑنے پائے اور قاری لذت اندوزی کے خیال سے کہیں اصل مقصد کو مطالعہ کا ضمنی فائدہ نہ قرار دے کیونکہ آنحضرتؐ پہلے نبی تھے پھر اور کچھ ۔۔۔۔۔۔ اور اس "اور کچھ" میں بھی نبوت سے کبھی الگ نہیں ہوئے۔

بعض مقامات کے نقشے اور مرقعے شامل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تاریخی پس منظر اور واقعات کے سمجھنے میں فضا اور کچھ مدد مل جائے! افسوس ہے کہ بعض چیزوں کے حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہو سکی لیکن جو کچھ ملا وہ بھی سیرت کی کتابوں میں کم استعمال ہوا ہوگا ؎

سبک زجائے نہ گیری کہ بس گراں گہر است

متاعِ من کہ نصیبش مباد ارزانی!

محسن مکرّم جناب شیخ نیاز احمد صاحب کو خدا جزائے خیر مرحمت فرمائے کہ انھوں نے مجھے اس نیک کام کا مشورہ دیا۔

سوچتا تھا کہ کتاب مکمل ہونے کے بعد نام کیا ہوگا؟ سیرۃ النبی، اسوۃ الرسول، تاریخ ختم المرسلینؐ یا کوئی اور نام۔ یاد آیا کہ فرزند رسول، جگر گوشۂ امام حسینؑ علیہ السلام حضرت زین العابدینؑ نے دعائے ختم قرآن (صحیفہ کاملہ ص ۱۶۶ ترجمہ حقیر طبع لاہور) میں اپنے جد گرامی اور رسول آخر الزمان پر صلوات بھیجتے ہوئے "خطیب قرآن" کے سے معجز نما لقب سے یاد کیا ہے۔ میں نے یہی لقب کتاب کا نام تجویز کر لیا۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِاقْتِفَاءِ آثَارِہٖ وَاتِّبَاعِ

اَحْکَامِہٖ وَسُنَنِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَآلِہٖ

المستغفر لذنوبہٖ

مرتضیٰ حسین

فہرستِ مضامین

فہرست تصاویر ونقشہ جات

بمنزل کوش، مانندِ مہِ نو
دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰؐ رو

"اور خداوند نے ابرام سے کہا تو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں
کے بیچ سے اور اپنے گھر سے نکل کر اس ملک میں جا جو میں تجھے دکھاؤنگا
اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دوں گا اور تیرا نام
سرفراز کروں گا سو تو باعث برکت ہو ○ جو تجھے مبارک کہیں
ان کو میں برکت دونگا اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت
کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت
پائیں گے"

کتابِ مقدس

یعنی

پرانا اور نیا عہدنامہ

طبع لاہور — ص ۱۳

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝

(پ ۱۳ سورہ ابراہیم)

پروردگارا! میں نے بے کاشت اور بنجر زمین میں تیرے محترم گھر کے پڑوس میں اپنی اولاد کو آباد کیا ہے۔

پالنے والے! یہ نمازیں قائم کریں تو لوگوں کے دل ان کی طرف موڑ دے، انھیں مفید نتائج سے بہرہ ور فرما شاید یہ لوگ تیرا شکر ادا کرتے رہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرب

موجودہ دنیا میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے نام سے جو مذاہب پھیلے ہوئے ہیں ان کا مرکزی علاقہ "عرب" ہے۔ مصر و کنعان، شام و فلسطین عرب ہی کے ٹکڑے ہیں جہاں سے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، جناب ابراہیم و جناب یعقوب علیہم السلام نے اپنی اپنی دعوتوں کا آغاز کیا۔

پرستاران مذاہب میں جغرافیائی حدوں اور علاقائی لائنوں کو عبور کرکے آفاق پر چھا جانے والا مذہب، یورپ و افریقہ، ایشیا اور امریکہ تک پھیلا ہوا دین —— اسلام —— اسی عرب کی زمین سے چلا۔

شام و مصر، عراق و فلسطین کے علاقے اپنی شادابی و زرخیزی کی وجہ سے بڑی بڑی حکومتوں اور علمی و ثقافتی سرگرمیوں کے مرکز تھے۔ رومیوں اور ایرانیوں کا پڑوس تہذیب و تمدن کے پھیلاؤ کا سبب ہوا۔ آپس کے تعلقات نے ایک کو دوسرے سے اتنا قریب کر دیا تھا کہ تاریخ اسے عرب کہنے پر خوش نہیں۔

"عرب" کا تصور ذہن میں ایک عجیب سا نقشہ پیش کرتا ہے۔ ریت، اونٹ، گرم ہوائیں، بے آب و گیاہ سرزمین، کف دست میدان، خونی انسان، بادیہ نشین، خانہ بدوش، بت پرست جاہل اور چرواہے، ڈاکو اور لٹیرے، ثقافت، تفکر اور ترقیاتی تصورات سے بہت دُور۔

پُرانی تاریخوں میں یہ ہے کہ شہنشاہان فارس، روم و افریقہ کے سفیر و نمائندے عرب کے ان بادیہ نشینوں سے بھی ملا کرتے تھے۔ یہ بھی ملتا ہے کہ شام و مصر، ایران و افریقہ سے ان کے تعلقات تھے۔ مگر یہ سب باتیں صحیح ہونے کے باوجود عرب غیر مہذب جاہل اور انسانیت کے ابتدائی مراحل سے کچھ ہی آگے تھے وہ بس۔

عرب کا جغرافیہ

دنیا کے نقشے میں جہاں پاکستان نظر آتا ہے وہاں بحیرۂ عرب کے دوسرے کنارے پر نظر دوڑائیے تو شمال مغرب میں ایک جزیرہ نما دکھائی دے گا یہ مثلث نما سا ٹکڑا "عرب" کہلاتا ہے۔

شمال میں صحرائے شام، مشرق میں خلیج فارس و خلیج عمان جنوب میں بحیرۂ عرب اور مغرب میں بحیرۂ قلزم (ریڈ سی) ہے۔ شام کے صحرا کو اگر ریت کا سمندر یا سراب اعظم مان لیا جائے تو عرب ایک جزیرہ ہوگا۔ جیسا کہ خود عربوں کا خیال ہے۔ لمبائی میں پندرہ سو میل اور چوڑائی میں چھ سو میل کے علاقے میں نسلی، لسانی، مذہبی، جغرافیائی اختلافات کی وجہ سے یکسانیت کا خیال بھی نہ کرنا چاہیے۔ عراق و شام متمدن قوموں اور ترقی یافتہ ملکوں کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے طاقتور اور صاحب وقار علاقے تھے۔ یمن اپنی جغرافیائی خصوصیات اور پیداوار اور مصنوعات کی بنا پر خوشحال علاقہ تھا۔

نجد و تہامہ، یا حجاز تاریخ قدیم میں ایک غیر دلچسپ خشک، بنجر اور گرم علاقہ بتایا جاتا ہے۔ طائف، مدینہ خیبر، فدک کے بارے میں محکمہ آثار قدیمہ نے جو کچھ بتایا ہے وہ بھی حیرت انگیز اور روشن نہیں صرف ایک گراں قدر اشارہ اور قرآن مجید کا بیان ہے کہ

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ

مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ آل عمران

بلاشبہ لوگوں کے لیے جو پہلا گھر بنایا گیا وہ بکّہ میں ہے یہ گھر مبارک بھی ہے اور سارے زمانے کے لیے ہدایت بھی ہے۔

مکّہ کی تاریخ | مکّہ ام القریٰ یا قدیم زبان میں بکّہ پہاڑیوں کے ہلالی دائرے میں گھرا ہوا ایک شہر ہے جو بندرگاہ عرب جدّہ سے چھیاسی میل مشرق کی طرف باب المندب اور خلیج عقبہ کے تقریباً وسط میں واقع ہے سطح سمندر سے ایک ہزار فٹ کے قریب بلند ہے جنوب میں اس شہر کی لمبائی دو میل اور ابو قبیس سے جبل قعقعان تک ایک میل ہے جنوب ہی میں طائف آباد ہے اور شمال میں مدینہ۔ ۱۹۷۳ء میں یہاں کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔

نقشہ ملک عرب

حواله صفحه نمبر ۲۴

کعبۂ معظمہ

حواله صفحه نمبر ۲۵

خریطة مکّة المکرّمة

شمال
غرب
شرق
جنوب

حواله صفحه نمبر ۲۷
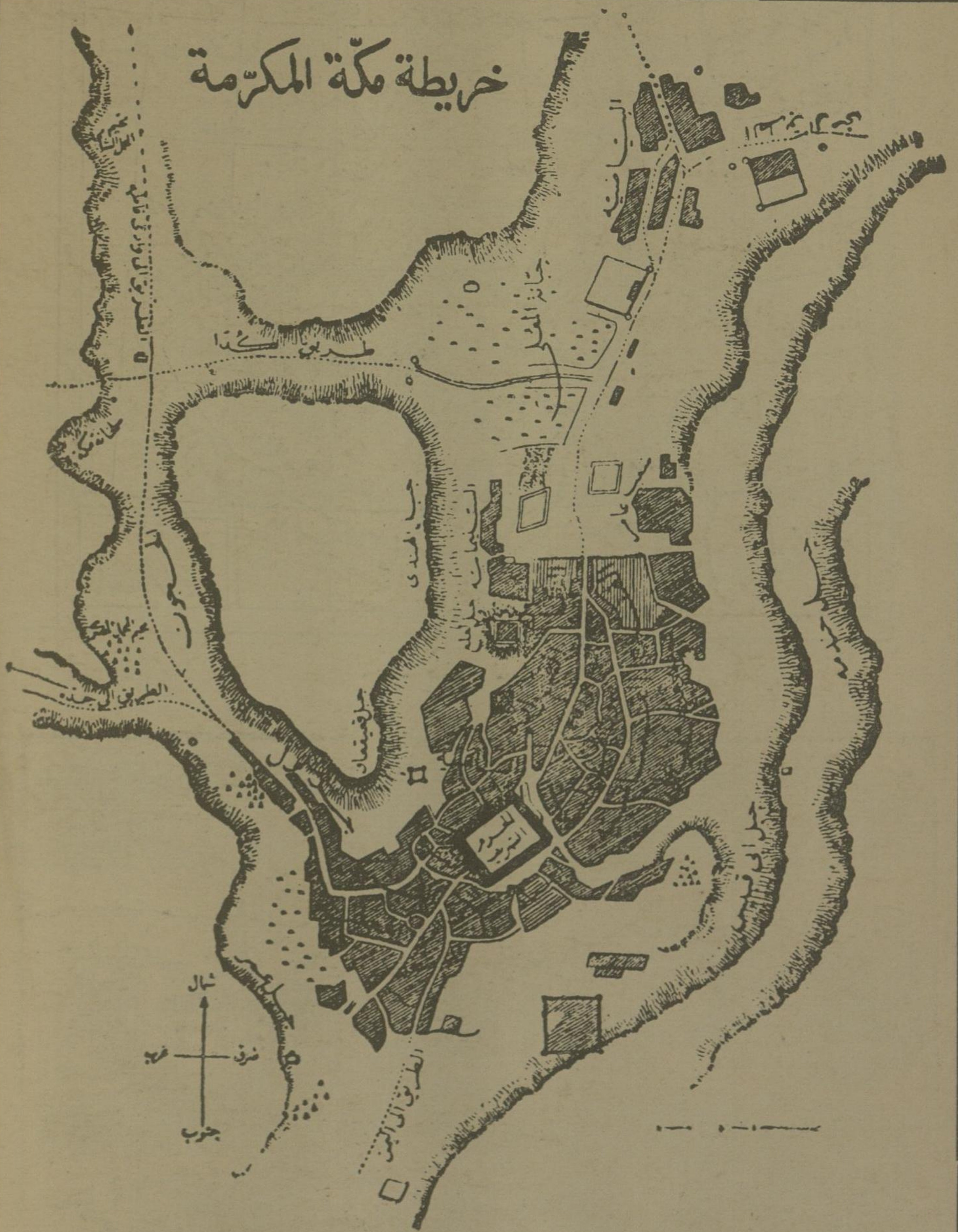
یہاں کی ہوا گرم اور دامن کوہ میں ہونے کی وجہ سے زمین ناہموار ہے اگر کبھی بارش ہو جاتی ہے تو شہر سیلاب کی زد میں آجاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام جناب ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو لے کر یہاں تشریف لائے تھے اور کچھ دن قیام کر کے اہل وعیال چھوڑ کر وطن چلے گئے جہاں حضرت کی اہلیہ جناب سارہؓ اور فرزند جناب اسحاق رہے۔ حضرت ابراہیمؑ یہاں کبھی کبھی آجاتے تھے۔ اور جناب اسماعیل عبادت و یاد الٰہی کے ساتھ دن گذارتے رہے۔

کعبہ کی تعمیر

آخر ایک دن وہ آیا کہ عہد آدمؑ کی تعمیر از سر نو بنائی جائے خلیل خداؑ کے مقدس ہاتھ اور ابراہیمؑ کے پاکیزہ دل نے خانہ کعبہ کی تجدید شروع کی۔ خشک پہاڑیوں کے دامن اور پتھریلے ٹیلوں کے نشیبی حصے میں گرمی کی شدت، تنور سے زیادہ شعلہ فشانی میں باپ بیٹے مل کر جلتے پتھروں اور دہکتے سنگریزوں پر کھڑے دیواریں بنا رہے تھے۔ پاک نیت اور صاف دل کی طرح چار دیواری مکمل کر لی، لیکن کوئی نقش و نگار، کسی قسم کی محراب، معمولی سی بھی کمان و قوس نہ بنا کر بتایا کہ جہاں دل میں خلوص و وفا ہو، وہاں زینت کو اظہار تکلف سے آلودہ کرنا معصیت ہے۔ یہ سبق تھا کہ دین اور صاحب دین اور اس کے ساتھی سیاسی پروپیگنڈے، فریب کارانہ ہنگامے، یادگش نما کے نہیں بناتے وہاں حق و صداقت و خلوص کی چٹانوں پر جھونپڑیاں بنا کر آباد کی جاتی ہیں مگر ان ویرانی نما آبادیوں کو الٰہی جمال و جلال عطا ہوتا ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ
وَإِسْمَاعِيلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۱۲۷ - البقرۃ

اور وہ وقت یاد رہے جب ابراہیمؑ و اسماعیل خانۂ
کعبہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے۔

اور کہہ رہے تھے کہ ہمارے پروردگار ہماری یہ خدمت
قبول فرما۔ کیونکہ تو سننے اور جاننے والا ہے۔

اینٹ اور گارے کی حقیقت ہی کیا، وہ بھی غیر معمار یگندوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چار دیواری؟ مگر

بوڑھے ابراہیمؑ اور جوان اسماعیلؑ نے خدا جانے کس دل سے یہ دعا کی تھی کہ اسی گھر کو لازوال اہمیت حاصل ہو گئی اور "قرآن" نے "بیت" کو "البیت" اور "بیت اللہ" کہا۔ اور ارشاد ہوا کہ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط
وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط
وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ
طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَ
الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ

۱۔ ہم نے اس خاص گھر کو لوگوں کے لیے منزل ثواب و پناہ بنایا۔
۲۔ حکم دے دیا کہ "منزل ابراہیم" کو نماز کی جگہ قرار دیں۔
۳۔ ہم نے اسماعیلؑ و ابراہیم سے عہد لے لیا کہ دونوں میرے گھر کو طواف و اعتکاف و رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھیں گے۔

حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔

۱۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۞ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ ج فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ج وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ ۱۳۶	خداوندا! اس آبادی کو محفوظ رکھنا مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے بچانا۔ پیدا کرنے والے ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔ اب جو بھی میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہو گا اور جو نافرمانی کرے گا اس کے بارے میں تو غفور رحیم ہے۔
۲۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً	پروردگارا! میں نے اپنی ذریت غیر مزروعہ زمین میں آباد کی ہے۔ ان کے قریب تیرا محترم گھر ہے تاکہ یہ تیری نماز قائم کریں۔ اس لیے لوگوں

مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ (ابراہیم ۳۷)	کے دل ان کی طرف موڑ دے اور انھیں میووں کی روزی دے شاید وہ شکر ادا کریں۔
۳- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (البقرہ ۱۲۹)	اے ہمارے پالنے والے ان میں سے ان ہی کے لیے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ انھیں پاک نفس رکھے۔ کیونکہ تو ہی صاحب اقتدار و صاحب حکمت ہے۔

ان تمام دعاؤں اور قبولیتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذریت ابراہیمؑ یہاں آباد ہوئی، شاداب ہو کر پھلی پھولی، مکہ سے طائف پچاس میل اور مدینہ اس سے کچھ زیادہ دُور ہے۔ دونوں آبادیاں سرسبز و شاداب ہیں۔ طائف اور مکہ کا فاصلہ چونکہ زیادہ نہیں اسلیے یہاں وادی غیر ذی زرع" نے ایک منڈی کی حیثیت اختیار کر لی۔

مکے کی تجارتی اور مذہبی اہمیت

صدیاں بیت گئیں اور آبادیاں پھیلیں۔ اسحٰق کی اولاد شام و فلسطین میں اور اولادِ اسماعیل "وادی غیر ذی زرع" کے ارد گرد آباد ہو گئی تاریخ نے ریگ زاروں اور پہاڑوں میں رہنے والوں کو قابل توجہ نہ سمجھا اور یہاں کے باشندوں نے کھلی دنیا سے رشتہ نہ جوڑا۔ صرف اتنا تھا کہ مکے سے طائف اور طائف سے مکہ یا مدینہ و یمن سے مال لاتے اور کچھ دُور تک لے جاتے رہے۔ بعض ساربان ہمت کبھی کبھی ہند و ایران و شام بھی نکل جاتے ہونگے۔

اولادِ ابراہیم و نسلِ اسماعیلؑ میں قصی نے اس خاندان کو تاریخی عظمت بخشی۔ انھوں نے مکے کی مذہبی اہمیت کو قانونی شکل دی اور خاندان اسماعیلؑ کے عروج و اقتدار کو باقاعدہ و مستقل درجہ عطا کیا عرب کے تمام قبائل کے علاوہ پڑوس کے ملکوں نے ان کی برتری تسلیم کی۔

بیت المقدس اسرائیلیوں اور ان کے علاوہ عیسائیوں کا کعبۂ عقیدت و قبلۂ مذہب تھا، وہ اولوالعزم پیغمبروں کا مرکز رہ چکا تھا لیکن نجران میں عیسائیوں نے ایک بہت بڑا چرچ بنا لیا تھا، جس

سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلیوں کی زیادتیوں، ناجائز حرکتوں، بے اصول بالا دستیوں نے لوگوں کو بدظن کر دیا تھا۔ اولاد حضرت اسماعیلؑ سے انھوں نے اس حد تک مخالفت کی کہ آج بھی تاریخ میں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں ہاجرہ و اسماعیل علیہما السلام کا ذکر نہیں کرتے۔ شاید انھیں معاملات نے اسماعیلی اولاد کو "دین حنیف" "ملت ابراہیمی" یا "اسلام کا محافظ" بنا دیا۔

قدیم ترین واقعات شاہد ہیں کہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ کے عہد سے سارے عرب کا مرکز چلا آ رہا ہے، لوگ دور دراز سے "حج" کرنے آتے اور سعادت اندوز ہو کر جاتے تھے۔ زمزم کا پانی، حجر اسود اور مصلائے ابراہیمؑ کا احترام عام تھا۔

متولیان کعبہ

اسی تقدس کی وجہ سے منتظمین "بیت اللہ" کا بڑا احترام تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کی شادی بنو جرہم نامی خاندان میں ہوئی۔ اس لیے بنو جرہم نے موقع پا کر نگرانی کعبہ کا کام سنبھال لیا۔ اولاد اسماعیلؑ کو ہجرت و گمنامی کے دن بسر کرنا پڑے۔ ابھی تک خلیل خدا اور ذبیح اللہ کے پاکیزہ ہاتھوں، اور معصوم ارادوں سے تعمیر یافتہ کعبہ توحید کا مرکز تھا۔ لیکن متولیوں کی غلط کاری، کلید برداروں کی بدنیتی نے یمن کے خاندان خزاعہ کو فاتح بنا دیا۔ اللہ کے گھر کو بت خانہ، لاشریک سے نسبت رکھنے والے مکان کو شریکوں کا ملجا و ماوا بنا دیا۔

عرب کا پہلا مصلح

آخر قیدار فرزند حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے عدنان نامی شخص ادھر ادھر پھر پھرا کر دوبارہ وادی غیر ذی زرع میں پہنچا اور یہیں خیمے ڈیرے ڈال دیے اسی عدنان کے یہاں فہر اور فہر کی اولاد میں قصی پیدا ہوئے انھیں دونوں کے لقب سے آیندہ نسل "قریش" کہلائی۔

حضرت ابراہیمؑ سے قصی تک ہزار پانچ سو سال کا وقفہ ہوگا کیونکہ قصی اور جناب اسماعیلؑ میں ۲۶ پشتوں کا فاصلہ ہے چنانچہ مسعودیؒ کے بقول نسب نامہ یہ ہے۔

(۱) قصی (۲) کلاب (۳) مرہ (۴) کعب (۵) لوی (۶) غالب (۷) فہر (۸) مالک (۹) نضر (۱۰) کنانہ۔ (۱۱) خزیمہ (۱۲) مدرکہ (۱۳) الیاس (۱۴) مضر (۱۵) نزار (۱۶) معد (۱۷) عدنان (۱۸) اد (۱۹) ادو (۲۰) ناحور (۲۱) یعور (۲۲) یعرب (۲۳) یشجب (۲۴) ثابت (۲۵) اسماعیل (۲۶) ابراہیم علیہ السلام

مسعودی: مروج الذہب ص ۳۹۴ ج ا طبع مصر ۱۳۴۶ھ

یہ لوگ خانہ کعبہ کے محافظ تھے۔ اور خانہ کعبہ نے دین ابراہیمی، پھر دوسرے قبائلی مذاہب کا مرکز عقیدت ہونے کی وجہ سے "قبلہ" کا درجہ حاصل کر لیا۔ موحّدوں کے ساتھ بت پرست اور مومنوں کے ساتھ مشرک بھی اس پر صدقے ہونے لگے۔ کسی نے بت لا کر رکھے، کسی نے نظم کے نشہ کار آویزاں کیے، سونے چاندی کی سوغاتیں اور دور دراز کے تحفے اور ہدیے یہاں چڑھائے جانے لگے۔

قصّی پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے مکہ اور خانہ کعبہ کی اہمیت کے پیش نظر باقاعدہ آبادی قائم کی اور خانۂ کعبہ کے گرد مکانات بنوا کر اپنے خاندان کو آباد کیا۔

قصی پہلے شخص ہیں جنھوں نے بیت اللہ کے احترام کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں کعبے کی کنجی بنی خزاعہ کے ایک شخص حلیل بن حبشیہ کے پاس تھی۔ حلیل نے اپنی لڑکی حبی کا نکاح قصی سے کر دیا اور کعبے کی کنجی بھی اسے دینا چاہی لیکن اس نے کہا کہ "عورت ہوں، مجھ سے یہ خدمت انجام پانا دشوار ہے"۔ ——— حلیل نے ابو غبشان سلیم بن عمرو کو بلا کر یہ امانت اس کے حوالے کر دی لیکن ابو غبشان نا اہل نکلا اور قصی نے اس سے وہ کنجی خرید لی (طبری ۲/۱۸۲ مقصد الطالب ص ۱۲) سیرۃ النبی صفحہ ۱۶۳ کی عبارت یہ ہے کہ :

"اس زمانے میں حرم کے متولی خلیل خزاعی تھے، قصی نے حلیل کی صاحبزادی سے جن کا نام حبّی تھا، شادی کی تھی۔ اس تعلق سے حلیل نے مرتے وقت وصیت کی کہ حرم کی خدمت قصی کو سپرد کی جائے، اس طرح یہ منصب بھی ان کو حاصل ہو گیا"۔

قُصّی نے شام جیسے دُور دراز مقامات کے سفر کیے اسی وجہ سے ان کا اصلی نام "زید" "قصیّ" سے بدل گیا۔ اور جب انھوں نے اپنی قوم کو اجتماعی شکل دی تو تاریخ نے اُن کا نام "قریش" رکھا۔

(طبری $\frac{182}{2}$)

معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں تمدّنی برتری، شہری زندگی، قانونی و مذہبی زندگی کا آغاز یا احیاء انھی سے ہوا۔

حذافہ بن نصر بن غانم نے کہا ہے :

اَبُوکُمْ قُصَیٌّ کَانَ یُدْعیٰ مُجَمِّعاً
بِہٖ جَمَعَ اللّٰہُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِہْرٍ

تمہارے جد بزرگوار قصیؔ ہی وہ ہیں جن کے ہاتھوں خدا نے فہر کی اولاد اور خاندانوں کو یکجا کیا۔ اس لیے انھیں مجمّع یا قریش کہتے ہیں ——— ان کی تنظیم میں

۱۔ زائرین کعبہ کے خیر مقدم کے لیے پانی پلانے، کھلانے کا انتظام، روشنی کرنے کے لیے الگ الگ شعبے قائم کیے۔ چمڑے کے حوضوں میں پانی بھروایا۔ زمزم کو نا کافی سمجھتے ہوئے "عجول" نامی ایک اور کنواں کھدوایا (کامل ۲/۹)

۲۔ مشورے، شادی بیاہ، اور خصوصی اجتماعات کے لیے ایک ہال بنوایا جو "دار الندوہ" کے نام سے مشہور ہوا۔

۳۔ جنگی معاملات کے لیے باقاعدہ عہدے دار معیّن کیے

۴۔ تجارت کے لیے قافلوں کی آمد و رفت کے لیے زمانے مقرر کیے۔

۵۔ قبائلی اختلافات کے فیصلوں کا انتظام کیا۔

علامہ دیار بکری نے لکھا ہے کہ

فکان امرہٗ فی حیاتہ و بعد موتہ کالدین المتّبع لا یعمل بغیرہ (تاریخ خمیس ۱/۱۷۵)

ان کے احکام ہمیشہ کے لیے قابل اتباع دین بن گئے اور لوگ اس کے خلاف عمل نہیں کرتے تھے۔

شیخ صدوق نے لکھا ہے:

اَوْصٰی قصی بن کلاب بنیہ: یا بنیّ ایاکم و شرب الخمر فانّھا ان صلحت الابدان فسدت الاذھان (امالی صدوق طبع ایران ص ۲)

قصیؔ نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی: بیٹا! شراب نہ پینا، یہ مانا کہ اس سے جسم کو فائدہ ہوتا ہے لیکن دماغ بہر حال خراب ہو جاتے ہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قصی کس قدر رفاہ پسند، منتظم اور بلند اخلاق، صاحب احترام بزرگ تھے طبری ۲/۱۸۱ و خمیس ۱/۱۷۶ میں ہے کہ ان کی ایک اہلیہ عاتکہ بنت فالخ تھیں اور چھ فرزند جن میں سے بڑے فرزند عبدالدار باپ کی وصیت کے مطابق ان کے جانشین ہوئے۔ لیکن عبد مناف نے اپنی فطری صلاحیتوں کی وجہ سے قیادت سنبھال لی۔

قصی نے ۴۸۰ء میں انتقال کیا اور "حجون" میں دفن ہوئے۔ عرب کے مختلف قبائل نے ان کی قبر کو زیارت گاہ قرار دے لیا تھا۔ (تاریخ المہ ص ۸۴ تاریخ کامل ۲/۹)

عبد مناف

عبد مناف نے باپ کے اعزاز کو آگے بڑھایا۔ ان کے ماننے والوں نے قومی خدمات کے صلے میں "قمر البطحا" کا لقب دیا۔ عبد مناف کا نام و لقب و کنیت دیکھیے تو ان کی تاریخی عظمت کا اندازہ ہو گا۔

"مغیرہ نام ابو عبد شمس کنیت - عبد مناف عرف - قمر لقب"

گویا عبد مناف پوری وجاہت کے مالک، حسین و با اخلاق سردار تھے اسی بنا پر کسی شاعر نے کہا تھا:

كَانَتْ قُرَيْشٌ بَيْضَةً فَتَفَلَّقَتْ

فَالْمُحُّ خَالِصَةً لِعَبْدِ مَنَافِ

قریش یوں تو پہلے بھی سردار تھے لیکن اس کی رُوح و جوہر خالص "عبد مناف" ہی ہیں۔

خداوند عالم کا کمال اہتمام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت کا اس سے بڑھ کر اور مظاہرہ کیا ہو گا کہ ان کے اجداد میں رہنمائی و اصلاح، عظمت و سرداری کے وہ جوہر ودیعت تھے کہ سارا ماحول اس سے متاثر تھا۔ ابن خلدون و مصنف سبائک الذہب کے بقول

"عبد مناف صاحب شان و شوکت اور ستون اعزاز و احترام تھے"

کہتے ہیں کہ انھوں نے پتھر پر یہ عبارت کندہ کرائی تھی۔

وَاَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ قُصَي :	میں مغیرہ بن قصی
آمُرُ بِتَقْوَى اللهِ وَبِرِّ الرَّحِمِ	تقویٰ الٰہی اور صلہ رحم کا حکم دیتا ہوں۔

(مقصد الطالب ص ۱۰۸- تاریخ خمیس ۱/۱۷۶)

تعلیم و اخلاق، اصلاح پسندی اور رہنمائی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو گی کہ زندگی میں اچھی قدروں کو ابھارا جائے اور مرنے کے بعد ستونوں پر اچھی باتیں کندہ کر کے منزل کے لیے نشانات راہ نصب کر دیے جائیں۔

عبد مناف نے عاتکہ بن مرّہ بنی سلیم کی لڑکی سے عقد کیا تھا۔ مختلف قسم کا تجارتی مال لے کر لمبے لمبے سفر کرتے تھے۔ عالی ہمت۔ فراخ حوصلہ۔ دل و جگر کے مضبوط، سرداری کے لیے موزوں ترین شخص تھے۔ ان کا ایثار زبان زد خاص و عام تھا۔ محنتی آدمی تھے چنانچہ ایک سفر شام میں "غزّہ" پہنچے وہیں بیمار ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ عبد مناف کے چار فرزند تھے:

عمرو (ہاشم) عبد شمس مطّلب نوفل

ہاشم — ابو نضلہ کنیت، عمرو نام اور ہاشم، قمر اور زاد الرکب لقب پایا۔ اولاد اسماعیلؑ اور عدنانیوں میں قصی کی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہاشم سے بہتر اور ہاشم سے پہلے کوئی نہیں۔ ہاشم نے بزرگوں کے نام کو چار چاند اور ان کی شہرت کو گوش فلک تک پہنچا دیا۔ لوگ ہاشم کا نام سُن کر یوں گردنیں جُھکا لیتے تھے جیسے انسانیت و بزرگی کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔

ہاشم پیدائشی سیر چشم، سخی، بہادر، مہمان نواز، ہمدرد عوام، منتظم اور بلند مزاج تھے۔ عبد الدار اور عبد مناف کے اختلافات نے انھیں بچپنے ہی سے تجربہ کار بنا دیا تھا —— چونکہ باپ کے عہد سے گھر ہی میں تھے اور حاجیوں کا استقبال ان کو کھانا پلانا اور مہمان رکھنا انھی کے فرائض میں تھا اس لیے جوہر کھلے اور عوام کی محبت بڑھی۔

ہاشم عرب کے پہلے خطیب و مقرر ہیں جن کی شہرت ہمہ گیر تھی۔ حج کے موقع پر ان کی تقریر دل میں جوش ادب اور روانی و اثر کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اپنے بیگانے، دوست دشمن سب ان کی تجویزوں کی حمایت کرتے تھے۔ خلوص، للّٰہیت اور تعلیم اخلاق کی مثال ملاحظہ کیجیے:

مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اَنْتُمْ سَادَةُ الْعَرَبِ اَحْسَنُهَا

وَجُوهًا وَاَعْظَمُهَا اَحْلَامًا وَاَوْسَطُ الْعَرَبِ اَنْسَابًا وَ
اَقْرَبُ بِالْعَرَبِ اَرْحَامًا۔

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اِنَّكُمْ جِيْرَانُ بَيْتِ اللّٰهِ عَزَّ
وَجَلَّ اَكْرَمَكُمُ اللّٰهُ بِوِلَايَتِهٖ وَاخْتَصَّكُمْ بِجِوَارِهٖ
دُوْنَ بَنِيْ اِسْمٰعِيْلَ وَحَفِظَ مِنْكُمْ اَحْسَنَ مَا حَفِظَ جَارٌ
مِنْ جَارِهٖ فَاَكْرِمُوْا ضَيْفَهٗ وَزَائِرَ بَيْتِهٖ فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَكُمْ
شُعْثًا غُبْرًا مِنْ كُلِّ بَلَدٍ

فَوَرَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ لَوْ كَانَ مَالِيْ يَحْمِلُ ذٰلِكَ
لَكَفَيْتُمُوْهُ وَلٰكِنِّيْ مُخْرِجٌ مِنْ طَيِّبِ مَالِيْ وَحَلَالِهٖ مَا لَمْ
يُقْطَعْ فِيْهِ رَحِمٌ وَلَمْ يُؤْخَذْ بِظُلْمٍ وَلَمْ يَدْخُلْ فِيْهِ
حَرَامٌ فَوَاضِعُهٗ فَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَفْعَلَ مِنْ ذٰلِكَ
مَا قَدَرَ عَلَيْهِ وَاَمْكَنَهٗ فَعَلَ

وَاَسْئَلُكُمْ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ اَنْ لَا يُخْرِجَ
رَجُلٌ مِنْكُمْ مِنْ مَالِهٖ لِكَرَامَةِ زُوَّارِ الْبَيْتِ وَمَعُوْنَتِهِمْ
اِلَّا طَيِّبًا لَمْ يُؤْخَذْ ظُلْمًا وَلَمْ يُقْطَعْ فِيْهِ رَحِمٌ۔

(مقصد الطالب صفحہ ۱۹)

شمس العلماء نذیر احمد نے ہاشم کی اسی تقریر کا ترجمہ لکھا ہے جسے ہم انھی کے مقدمے کے ساتھ یہاں نقل کرتے ہیں:

”ہاشم نے جو فطرۃً فیاض اور سیر چشم تھا اہل موسم کی نگرانی کی خدمت شاہانہ عظمت کے ساتھ ادا کی۔ وہ بڑا دولت مند تھا اور قبائل قریش کے بہت سے عمائد اور رؤسا نے اس کے پاس ایک معقول رقم چندے کی جمع کر دی تھی کہ حاجیوں کی تواضع اور مدارات میں حسب موقع اپنے ہاتھ سے

خرچ کرے۔

جس رات ذی الحجہ کا چاند دکھائی دیتا ہاشم اس کی صبح کو تمام قبائل قریش کو جمع کر کے اور خود کعبہ کی دیوار سے پیٹھ لگا کر دروازے کے سامنے منہ کر کے کھڑے[1] ہو جاتے اور ایک نہایت موثر خطبہ دلکش لہجہ میں پڑھتے۔ خطبہ میں عمائد قریش کو مخاطب کر کے نہایت زوردار لفظوں میں کہتے:

معاشر قریش! تم عرب کے سردار ہو۔ تمہاری وجاہت اور شرافت نسب اور ہوش مندی کا شہرہ عرب کے کونے کونے میں پڑا گونج رہا ہے اور تمہاری فضیلت و بزرگی سارے حجاز کو تسلیم ہے۔ تم خدا کے مقدس معبد کے ہم سایے ہو اور اس کے محافظ قرار دیے گئے ہو۔ خدا نے اپنی ولایت اور اپنے حق وجوار کی وجہ سے تمام بنی اسماعیلؑ میں تمہیں ممتاز فرمایا اور اپنے معزز گھر کی محافظت و خبر گیری کی خدمت تمہارے ہاتھ میں دے کر تمہیں خصوصیت کا تمغہ عنایت کیا ہے۔ جو لوگ اس تقدس مآب گھر کی زیارت کو آتے اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کے مہمان ہیں اور خدا کے مہمانوں کی خاطر مدارات کرنے کے سب سے پہلے تم مستحق ہو۔ پس خدا کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائروں کی خوش دلی سے تعظیم و تکریم کرو اور ان کو پیٹ بھر کر کھانا پانی دو۔

میں اس مقدس معبد کے پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میرے پاس اس قدر دولت ہوتی جس سے یہ سارے کام کاج چل جاتے تو میں تمہیں ایک درم کی بھی تکلیف نہیں دیتا اور بے دریغ اپنی ساری دولت خدا کے مہمانوں کی خدمت میں خرچ کر ڈالتا۔

میں اپنی حلال کمائی اور طیب مال میں سے وہ رقم نکال کر چندے

---

[1] دیکھیے ہماری کتاب "نہج البلاغۃ کا ادبی مطالعہ"

میں دیتا ہوں جس میں نہ تو قطع رحمی کا شائبہ ہے اور نہ ظلماً جمع کی گئی ہے
تو تم میں سے بھی جو شخص چاہے تنگ دلی سے نہیں بلکہ خوش دلی کے
ساتھ ایسا کرے لیکن ساتھ ہی میں تمہیں بھی اس مقدس معبد کی
حرمت و عظمت کی قسم دلاتا ہوں کہ جو مال خانۂ خدا کے زائروں کی مہمانی
اور ان کی خاطر و مدارات کے لیے نکالو بالکل پاک اور بے لوث ہو۔"

(تاریخ امّہ بحوالۂ امہات الائمہؑ صفحہ ۴۳)

تقریر اتنی واضح ہے کہ مزید شرح کی ضرورت نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق و خلوص کا یہ مجسمہ خدا، خانۂ خدا، اصلاح قوم اور احترام ملت کا فدائی تھا۔

ہاشم عظیم مصلح ہاشم پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے تاریخ عرب میں چند مثالی ابواب کا اضافہ کر کے حیات جاودان حاصل کی۔

۱۔ مہمان نوازی عرب کا خاصہ ہے لیکن تنگ دستی و قحط کے زمانے میں ہر ایک معذور سمجھا جاتا ہے لیکن ہاشم (عمرو علا: سربلند عمرو) کی ہمت پر آفرین کہ سنگین قحط اور ہمہ گیر کال کے زمانے میں حجاز سے شام کا سفر کیا اور وہاں سے آٹے اور روٹیاں خرید کر وطن آئے۔

قریش اور مکے کی آبادی بھوک سے جان بلب تھی۔ ہاشم کی آمد دعوت عام کی خوشخبری نے سوکھے دھانوں پر پانی کا کام کیا۔ دم توڑتے بھوکے زندہ ہو گئے۔ قمر بطحا کے فرزند نے اونٹ ذبح کیے اور شام سے لائے ہوئے غلے کی روٹیاں پکوا کر عمرو کی خصوصی دعوت کا انتظام کیا۔ گوشت میں روٹی چور کر ڈالی اور سیر چشمی سے ایک ایک کو سیر و سیراب کیا، جب تک درآمد کیا ہوا اناج رہا کھانا کھلانے اور غریبوں کا پیٹ بھرنے میں کمی نہ کی۔

چونکہ "ھَشم" کے معنی توڑنا اور "ھشیم" کے معنی ہیں ثرید، تورمہ روٹی کا کھانا۔ یا نمکین ٹکڑے، اس لیے ھشیم کھلانے والے "عمرو علا" کو ھاشم کہا جانے لگا۔

ہاشم کے بھتیجے اُمیّہ بن عبد شمس نے چاہا کہ وہ بھی اس کے مقابلے میں دعوتیں کریں لیکن کامیاب نہ ہو سکا، خفت اٹھانا پڑی، شرمندگی و ناکامی کے ملے جلے جذبات نے دل میں گرہ ڈال دی لیکن اعزاز و شرف نیت کے خلوص اور خدا کی دین پر موقوف ہے کہ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۲- ہاشم نے خاندانی و وطنی اعزاز حاصل کرنے کے بعد بیرونی ریاستوں اور حکمران افراد سے تعلقات پیدا کیے۔ وہ روم و غسّان کے حکمرانوں سے ملے۔ شیوخ قبائل، سرداران ریاست سے معاہدے کیے، یہود و نصاریٰ کے زعماء ان سے ملنے آتے تھے، اکابر قوم و ملّت ان سے رشتے قائم کرنا چاہتے تھے۔

روم کے فرمانروا نے ایک مرتبہ ان سے درخواست کی تھی کہ اس کی دامادی قبول کریں لیکن انھوں نے اس کی تجویز مسترد کر دی۔

شام، فلسطین، یمن و حجاز کے تمام قبائل و شیوخ ان کی عزت و حرمت کرتے تھے۔

———:(۰):———

عربوں میں تجارت

غیر مہذّب ملکوں میں سمجھدار، جہاندیدہ اور ہوشیار قومیں تجارتی منڈیاں قائم کرتی ہیں، اہل وطن کو مزدور و حمّال بنا کر بیگاریں پکڑتے، خود نفع کماتے ہیں۔ ان کو ذلیل کرتے ہیں۔

مکّہ، طائف، جدّہ اور یمن کی وجہ سے مکے کی جاہل آبادی ترقی کے بجائے تنزّل اختیار کرتی گئی۔ یہودیوں کی زراندوزیوں اطراف وجوانب کے آنے والوں نے اپنے اپنے نفع کے لیے ان محنت کوش، سخت جان پہاڑیوں کو بدویت میں رکھا، شہر کے سرمایہ دار بنی عبدالدار و اُمیہ نے قبائل کو لڑا لڑا کر اپنی سرداری چمکائی۔ کسی نے یہ نہ سوچا کہ مرکز کو مضبوط اور مکہ کو ترقی یافتہ شہر بنایا جائے۔

رؤساء عرب کا دستور تھا کہ وہ لوگ اپنے کمائے ہوئے پیسے عیش وعشرت شراب نوشی وعیاشی اور خون ریزی میں ختم کرنے کے بعد پہاڑیوں پر خیمے لگاتے اور وہیں فاقے کرتے اور مر جاتے تھے کبھی کبھی لوگوں کو رحم آجاتا تو ان کی مالی امداد ہو جاتی تھی۔ یہ دستور ان کی زبان میں اِحْتِفَاد کہلاتا تھا۔

ہاشم نے سوچا میرے بزرگوں نے مکّے کے رفاہی و نظامی معاملات کو درست کیا۔ رفادہ، سقایت قیادت، حجابت و حکومت کے لیے قوانین وضع کیے۔ آوارہ گرد خاندانوں کو موزوں طریقے سے آباد کیا۔ مضافاتی آبادیوں سے تعلقات پیدا کیے۔ اخلاقی ضابطے بنائے اس لیے مجھے بھی موجودہ مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے یہ سوچ کر ہاشم نے ایک دورہ کیا۔ قبائلی سرداروں کی عادت تھی کہ راہگیروں اور مسافروں، تاجروں کے قافلوں اور امیروں کے کارواں کو لوٹ کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔ ہاشم ان سرداروں سے ملے، راستے دیکھے ان سے معاہدے کیے۔ پھر یمن و روم و شام کے فرماں رواؤں سے ملے ان لوگوں نے خیر مقدم کیا کہ مکہ کا متولّی اعظم اور قریش کا سردار عرب کا عظیم رہنما آرہا ہے۔ ہاشم نے ان سے تجارتی مال کی درآمد برآمد، سرکاری ٹیکس کے بارے میں معاملات طے کیے۔

وطن واپس آکر انھوں نے قبائلی نمایندوں کو جمع کیا اور کہا:

يا معشر قريش! ان العز مع الكثرة وقد اصبحتم اكثر العرب اموالاً واعزهم نفراً۔ وان هذا الاحتفاد قد اتى على كثير منكم وقد رأيت رأياً

قالوا!

رأيك راشد فمرنا۔ نأتمر

قال

رأيت ان اخلط فقراءكم باغنيائكم۔ فاعمد الى رجل غنى فاضم اليه فقيراً عياله بعدد عياله فيكون يوازره فى الرحلتين۔ رحلة الصيف الى الشام ورحلة الشتاء الى اليمن۔

فما كان فى مال الغنى من فضل عاش الفقير وعياله فى ظله وكان ذلك قطعاً للاحتفاد

قالوا:

نعم ما رأيت

(تفسیر درمنثور سیوطی ۶/۳۹۷)

سرداران حضرات! اکثریت میں عزت کا راز ہے۔ آپ لوگ عرب کی اکثریت ہیں دولت مند ومعزز ہیں۔ لیکن یہ احتفاد ایسی بڑی بلا ہے کہ آپ میں سے اکثر خاندان تباہ ہو گئے ہیں۔

اگر آپ کہیں تو اس سلسلے میں میں آپ حضرات کی خدمت میں ایک تجویز پیش کروں۔

لوگوں نے کہا۔ سبحان اللہ! بہترین تجویز ہوگی فرمایئے ہم اس پر کاربند ہونے کو تیار ہیں۔

ہاشم نے کہا:

میری رائے ہے کہ تمھارے غربا امراء کے ذمے کر دیے جائیں، یعنی ہر سرمایہ دار اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھر والوں کی تعداد کے مطابق ایک غریب خاندان کو سمیٹ لے اور اس کی خبر گیری کی جائے اور گرمیوں میں سب لوگ شام چلا کریں اور جاڑوں میں یمن۔ پھر ان سفروں سے جو فائدہ ہو اس سے غرباء کے اہل وعیال کو حصہ دیا کریں۔

اس طرح "احتفاد" کا سلسلہ ختم ہو سکتا ہے

لوگوں نے کہا

بڑی اچھی تجویز ہے ہم مانتے ہیں۔

موسمی سفروں نے ایک تو عربوں کو ترقی یافتہ ملکوں کے حالات و تہذیب سے آشنا کیا دوسرے مکہ میں مال کی رنگارنگی نے تجارتی اہمیت بڑھائی اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ فاقوں سے مرنے والوں، غریب گھرانوں لاوارث و تباہ حال لوگوں کی حالت سدھر گئی۔

قرآن مجید نے اس تدبیر کو قریش کا اعزاز مانتے ہوئے مدحیہ انداز میں ہمیشہ کیلئے قابل ذکر قرار دیا۔

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ۝ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝	اس لیے قریش کو مانوس کر دیا ۔ یہ مانوسیت جاڑے اور گرمی کے سفروں سے متعلق تھی ۔ لہذا اس خانہ کعبہ کے پروردگار کی عبادت کرو جس نے انھیں بھوک میں روزی اور خوف میں امن عطا کیا۔

اپنے اور زائروں کے لیے غلے کی فراوانی ۔ معاہدوں کی وجہ سے راستوں کی حفاظت ۔ تولیت کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں اعزاز نصیب ہوا ۔ اب عبادت کے مواقع زیادہ ہیں لہذا عبادت میں بھی اطمینان اور زیادتی ہونی چاہیے ۔

۴ ۔ امراء و حکام نے ہاشم کے اعزاز میں تجارتی قواعد اور ٹیکس کم کر دیے آسانیاں محسوس کر کے جلبیوں کی تعداد بڑھ گئی ۔ لوگ جوق در جوق وادی غیر ذی زرع کی زیارت کو آنے لگے ۔

۵ ۔ انھوں نے پانی کی کمی دیکھ کر ایک کنواں کوہ خندمہ کے قریب کھدوا کر گویا وقف عام کر دیا۔ (السیرۃ ۱/۱۵۶)

۶ ۔ ہاشم کی ایک خصوصیت یہ بھی یادگار ہے کہ قریش نے اپنی بالادستیوں کے باوجود ہاشم کو حق حکومت دیا اور ہاشم پہلے باقاعدہ مہتمم حج قرار پائے (دیکھیے مقالہ : القضاء فی الاسلام : عارف النکدی طبع مصر ۱۹۲۲ء ص ۶ -

ناموری کی اس معراج، عزت کے اس عروج اور عوامی خدمت سے انتہائی اعزاز حاصل کرنے کے ابتدائی مراحل یعنی زندگی کے بیسویں پچیسویں سال سفر شام میں "غزہ" پہنچ کر ہاشم نے انتقال کیا۔

"غزّہ" شام کی سرحد اور مصر کے قریب ہے عسقلان سے غزہ کا فاصلہ دو فرسخ کے لگ بھگ ہے۔

(حاشیہ ابن ہشام ص ۱۴۴) یہیں اس سردار عرب کا مقبرہ تعمیر ہوا۔

اولادِ ہاشم

جناب ہاشم نے بنی نجار کی لڑکی سلمیٰ سے شادی کی انھی سلمیٰ کے بطن سے جناب شیبہ کی ولادت ہوئی لیکن اس وقت جناب ہاشم وفات پا چکے تھے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ سلمیٰ اپنے قبیلے کی معزّز ترین عورت تھیں۔

ایک اور فرزند اسد تھے جو حضرت علیؑ کے نانا ہیں۔

سبائک الذّھب فی معرفۃ قبائل العرب ص ۷۱ پر ہے کہ ان کے فرزندوں کے نام یہ ہیں:
عبدالمطّلب (شیبہ) (۲)۔ اسد (۳) نضلہ (۴) صیفی (۵) ابو صیفی۔

ہاشم کی موت عرب کا ایک بڑا سانحہ تھا، شعراء نے بہت سے مرثیے لکھے۔

شیبہ

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ

ہاشم بن عبد مناف کسی موقعہ پر مدینہ تشریف لے گئے جہاں سلمیٰ بنت عمر نجّار سے عقد کیا۔

سلمیٰ اس سے پہلے اُجیحہ بن جُلاح سے شادی کر چکی تھیں۔ لیکن اس کے بعد انھوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس رئیس قوم سے شادی کریں گی جو ان کی یہ شرط مان لے کہ "وہ خود مختار رہیں گی اور اگر تعلّقات میں ناہمواری آ سے گی تو وہ الگ ہو جائیں گی" (سیرۃ ص ۱۴۵)

سلمیٰ کا اعزاز اور اس کی ریاست کسی کو مخالفت یا جبر کی بھی اجازت نہ دیتی تھی۔

آخر اس نے اپنی پسند سے ہاشم سے عقد کیا اور شیبہ نامی فرزند کی ولادت ہوئی۔ بظاہر سلمیٰ نے مکّہ جانا گوارا نہ کیا کیونکہ ہاشم کی وفات کے بعد شیبہ کی ولادت کا حال مکّے والوں کو معلوم نہ ہو سکا۔ اور نکاح کے وقت شرط تھی کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو سلمیٰ اپنے میکے ہی میں رہیں گی۔

شیبہ کی ولادت ہوئی تو سر کے سفید بال، چہرہ نورانی اور خط و خال دیکھ کر ہر شخص کہتا تھا کہ

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

لوگوں نے اسی زمانے میں "شیبۃ الحمد" —— قابل تعریف سفید سر —— کہنا شروع کر دیا۔ باپ انتقال کر گئے تو ماں نے پرورش شروع کی۔ بچہ نے دنوں کے ساتھ ترقی شروع کی جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو تیر اندازی و شمشیر زنی سیکھی۔

مدینہ سرسبز و شاداب شہر تھا، مکہ کی پتھریلی زمین کے بجائے نرم، ملکی بدویت کے بجائے شہری تمدن تھا۔ خاندان کا ماحول رئیسانہ باپ سردار قریش، بیٹے نے امیرانہ خصائل، شریفانہ مزاج، اور بہادرانہ تیور نکالے۔ ایک مرتبہ بچوں کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے جوان اور بڑے بوڑھے بچوں کا نشانہ دیکھنے کھڑے ہو گئے۔ ایک بچے کا تیر نشانے پر لگا اور نشانہ باز نے پکار کر کہا۔

انا ابن سید العرب! میں سردار عرب کا فرزند ہوں —— تیر اندازی کا مشغلہ بچہ کی چابکدستی، بھولے پن کے ساتھ جوش آفرین نعرہ سن کر ایک بزرگ آگے بڑھے اور پوچھا:

بیٹے تمہارا نام؟ ——

بچہ : شیبہ

اور تمہارے باپ کا نام؟ ——

بچہ : ہاشم بن عبد مناف!

بزرگ نے جواب سنا مکے آیا تو مطلب کو سارا قصہ سنایا مطلب باغ باغ ہو گئے کہ مردہ بھائی کی نشانی اور مرحوم بھائی کا لال مل گیا۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ مطلب مدینہ اس نیت سے آئے کہ بھتیجے کو گھر لے جائیں۔ لیکن ماں راضی نہ ہوتی تھیں آخر ماں بیٹے کو راضی کیا اور بھاوج سے کہا:

"اِنَّ ابْنُ اَخِیْ قَدْ بَلَغَ، وَھُوَ غَرِیْبٌ فِیْ غَیْرِ قَوْمِہٖ وَنَحْنُ اَھْلُ بَیْتِ شَرَفٍ فِیْ قَوْمِنَا، نَلِیْ کَثِیْرًا مِنْ اُمُوْرِھِمْ وَقَوْمُہٗ وبلدہ وعشیرتہ خَیْرٌ لَہٗ، مِنَ الاقامَۃِ فِیْ غَیْرِھِمْ"

میرا بھتیجا اب سمجھ دار ہو گیا ہے یہاں بے وطن و بے خاندان ہے

ہم ایک معزز گھرانے کے سردار ہیں۔ قوم کے بہت سے معاملات ہم سے

متعلق ہیں۔ اس لیے اس بچہ کا اپنے خاندان، اپنے عزیزوں، اپنے قبیلے میں

رہنا بہتر ہو گا۔ (سیرۃ ص ۱۴۵)

غرض چچا بھتیجے کو لے کر وطن آئے تو لوگوں نے شور مچا دیا کہ مطّلب ایک غلام خرید لائے مطّلب نے سمجھایا کہ نہیں یہ میرا چاند، اور میرے بھائی کا فرزند ہے۔ مگر "عبد المطلب" نام کچھ ایسا مشہور ہوا کہ قریش کے مرد و زن اس یتیم بچے کو اسی نام سے پکارنے لگے۔

مُطّلِب ایک سفر یمن میں بمقام ردمان وفات پا گئے اور کسی شاعر نے ان لفظوں میں ان کا ماتم کیا:

قَدْ ظَمِیَ الْحَجِیْجُ بَعْدَ الْمُطَّلِبْ

بَعْدَ الْجِفَانِ وَالشَّرَابِ الْمُنْشَعِبْ (سیرۃ ۱/۱۴۵)

عبد المطّلب اور ریاست

ہاشم کا دُرِّ یتیم، اب مطّلب کا جانشین تھا مکّہ کی آبادیوں میں شیبۃ الحمد کے اوصاف، جرأت و سخاوت، حسن و کمال، دانشمندی داعیانہ نے روز افزوں ترقی شروع کی۔ ابن ہشام کے الفاظ ہیں:

ثُمَّ وَلِیَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ هَاشِمٍ السِّقَایَةَ وَالرِّفَادَةَ، بَعْدَ عَمِّهٖ الْمُطَّلِبِ۔ فَأَقَامَهَا لِلنَّاسِ، وَأَقَامَ لِقَوْمِهٖ مَا كَانَ آبَاؤُهُ يُقِيْمُوْنَ قَبْلَهُ لِقَوْمِهِمْ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَشَرُفَ فِيْ قَوْمِهٖ شَرَفًا لَمْ يَبْلُغْهُ أَحَدٌ مِنْ آبَائِهٖ وَأَحَبَّهُ قَوْمُهُ وَعَظُمَ

پھر عبد المطلب بن ہاشم، سقایت و رفادت کے نگران اعلیٰ مقرر ہوئے۔ انھوں نے اپنے چچا کے بعد عوام کی اسی انداز میں رہنمائی کی۔ جیسے ان کے آباؤ اجداد کا طریقہ تھا۔ اور ان تمام معاملات کے اسی طرح ذمّہ دار تھے جیسے اسلاف تھے عبد المطلب نے ساری قوم میں وہ اعزاز حاصل کیا جو ان کے اجداد کو بھی حاصل نہ ہوا تھا۔

خطرہ رفیہم۔ (ص ۱۵۰)

وہ قوم میں معزز و محترم بھی تھے اور محبوب و عزیز بھی۔

سرداریوں کا تاج، اعزازات کے تخت، بزرگانہ اخلاق اور کریمانہ عادات نے محبوب خاص و عام بنا دیا گھر کی ریاست اور قریش کے اعزاز حاصل کرکے حاجیوں کا خیر مقدم اور خانۂ کعبہ کی حفاظت نے انھیں خلیل اللہ کا جانشین بنا دیا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام بھی مہمان نواز اور خانۂ کعبہ کی آبادی کے طلب گار تھے۔ انھوں نے فوج کشی اور سرداری ظاہری کیلئے نہیں صرف کعبے کی آبادی اور انسانیت کی خدمت کے لیے اپنی اولادیاں بسائی تھی۔ وہ ملکوں کے بجائے دلوں پر حکمرانی چاہتے تھے کیونکہ ع

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

عبد المطلب اور بُت پرستی

عبد المطلب (جنھیں شیبۃ الحمد ہی کہنا چاہیے) ابتدا ہی سے مشرکانہ رسوم سے بیزار تھے انھوں نے اپنے بزرگوں کی طرح بت پرستی کو عیب سمجھا۔

زمزم کی برآمدگی

وہ اس فکر میں تھے کہ دین حنیف زندہ و عام ہو جائے انھیں آبادی خانۂ کعبہ کا شوق تھا چنانچہ کعبہ کا ایک تاریخی جز "چاہ زمزم" ایک مدت سے ناپید تھا۔ بنی جرہم نے جہاں اور چیزوں کو نقصان پہنچایا تھا، جس طرح انھوں نے کعبہ میں بُت رکھوائے تھے اسی طرح زمزم کو بھی پاٹ دیا تھا۔

یوں تو مکّے میں دو تین کنوئیں تھے لیکن جناب اسمٰعیل و ہاجرہ کی یادگار چاہ زمزم نہ تو موجود تھا، نہ کسی کو اس کا پتہ معلوم تھا۔ عبد المطلب کے دل میں بارہا خیال آیا ہوگا اور معززین شہر نے بھی یہ سعادت حاصل کرنا چاہی ہوگی کہ ایک مرتبہ

آپ کو بشارت ہوئی کہ جاؤ چاہ زمزم کھودو اور بشارت بھی عجیب عنوان سے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح جناب اسماعیل علیہ السلام کی بشارت ملی تھی۔

خواب میں دیکھا کہ کوئی حکم دے رہا ہے:

اِحْفِرْ طِیْبَۃً[1] ! طیبہ کھودو!

انھوں نے پوچھا: طیبہ کیا ہے؟ اب نہ جواب تھا نہ آواز۔ دوسرا دن ہوا۔ آج پھر عبدالمطّلب نے ایک حکم سُنا۔

اِحْفِرْ بَرَّۃً برّہ برآمد کرو

فوراً سوال کیا: "برّہ کیا؟"

مگر صدائے برنخواست۔ تیسرے دن آرام گاہ میں آئے اور حسب معمول آرام فرمایا، آج پھر وہی ہوا۔ کہ کسی نے تحکّمانہ لہجے میں کہا:

اِحْفِرِ الْمَضْمُوْنَۃَ ! ابوطالب مضمونہ برآمد کرو

عبدالمطّلب نے آج بھی کوشش کی کہ لفظوں کا مطلب اور حاکم کے حکم کی تفصیل معلوم کریں۔ لیکن روز کی طرح آج بھی کوئی نتیجہ خیز بات نہ ہوئی، رات گذر گئی۔ دن اسی ادھیڑ بن میں کاٹا رات آئی اور سوتے ہیں پھر ایک صدا آئی:

اِحْفِرْ زَمْزَم۔ زمزم کھودو۔

پُوچھا زمزم کیا؟ جواب ملا:

"لَا تَنْزِفُ اَبَدًا وَلَا تُذَمُّ، تَسْقِی الْحَجِیْجَ الْاَعْظَمَ، وَھِیَ بَیْنَ الْفَرْثِ وَالدَّمِ۔ عِنْدَ نَقْرَۃِ الْغُرَابِ[2] الْاَعْصَمِ، عِنْدَ قَرْیَۃِ النَّمْلِ" !

---

[1] طِیْبَۃً: کیونکہ وہ ابراہیمؑ کی طیب، اولاد کے لیے تھا۔
بَرَّۃ: اس لیے کہ اس سے ابرار مستفید ہوں گے۔
مضمونہ: اس لیے کہ منافقین اس سے صحیح فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

[2] اَعصم: وہ کوا جس کے بازو سفید ہوں۔ (حاشی سیرت ابن ہشام ۱/۱۵۰)

زمزم، جو نہ سوکھے نہ پانی کم ہو۔ حاجیوں کے بڑے سے بڑے
مجمع کو سیراب کرے۔ یہ کنواں خون اور غلاظتوں میں ہے۔ جہاں گدھ
چونچیں مارتا ہے جہاں چیونٹیوں کی بستی ہے۔[1]

جہاں آج زمزم ہے وہیں اساف اور نائلہ نامی دو بُت نصب تھے۔ عرب بُت پرست ان دونوں بتوں کے درمیانی میدان میں اپنے خداؤں کے لیے قربانی کیا کرتے تھے۔ یہ میدان خون اور جانوروں کی غلاظتوں کا مرکز تھا۔ گدھ اور مردار خور جانور منڈلایا کرتے تھے عبدالمطلب صبح کو اُٹھے، اپنے اکلوتے بیٹے حارث کو بلایا، کہا بیٹا چلو ایک حکم کی تعمیل کرنا ہے۔

اساف اور نائلہ کی قربان گاہ میں بتلائی ہوئی نشانیوں کے مطابق کدال اور پھاوڑا چلانا شروع کیا۔ کچھ دیر بعد لوہا پتھر سے ٹکرایا اور سمجھ میں آیا کہ وہ پتھر نکل آیا جس سے کنوئیں کا منہ بند کیا گیا تھا ——— بے ساختہ منہ سے نکلا ——— "اللہ اکبر"

حریفوں کو فکر تھی، دشمن تاک میں تھے۔ ہر ایک کو خیال تھا کہ عبدالمطلب کو گنج شائگان ملے گا تو ہم چھین لیں گے۔ تکبیر کی آواز سنتے ہی لوگ دوڑے۔ مگر یہاں ہاتھ نہ رکا۔ پہلے سونے کے دو ہرن نکلے کوئی غیر مخلص ہوتا تو سونا پا کر مہم ختم کر دیتا مگر یہ دل کے غنی آفتاب و ماہتاب کو نظر بھر کر نہ دیکھتے تھے سونے کی زردی پر نظر کیا جماتے۔ غرض تلواریں اور دوسری چیزیں جو کنوئیں سے برآمد ہوئیں انھیں قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کرنا چاہا۔

قرعہ نے بھی حریفوں کو ناکام کیا اور وہ سارا ذخیرہ خانہ کعبہ اور عبدالمطلب میں تقسیم ہو گیا۔[1]
اب قریش بضد ہوئے کہ اس کنوئیں میں سب کا حصہ ہے۔ بات بڑھی اور یہ ٹھہری کہ شام کی پہاڑیوں پر فلاں کاہنہ جو فیصلہ کرے وہی سب مان لیں گے۔ فریقین چلے راستے میں عبدالمطلب کا پانی ختم ہو گیا۔ حریفوں سے جو سوال آب کیا گیا تو وہاں سے سوکھا جواب ملا۔ عبدالمطلب نے کہا آؤ دوستو! قبریں بنالیں کہ جب ہم میں سے کوئی مرے تو دوسرے اُسے دفن کر دیں تاکہ مرنے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۵۰ — ۱۵۵ طبری ۲/۱۷۸ کامل ۲/۶

کے بعد سب کی لاشیں پڑی نہ رہ جائیں۔ آخر میں زیادہ سے زیادہ ایک ہی آدمی کی میت رہ جائے گی

دوسرے دن فیصلہ ہوا کہ اب آگے بڑھیں۔ خدا کا کرنا اور عبدالمطّلب کی عظمتِ تقویٰ کا اثر، ابھی دو چار ہی قدم چلے تھے کہ پانی کے آثار نظر آئے اب جو زمین کھودی تو پانی تھا۔ دشمن جان بلب تھے اور ساتھی بھی دم توڑنے والے تھے۔ کنواں کیا ملا سوکھے دھانوں پر پانی پڑ گیا اپنے بیگانے، دوست دشمن سب دوڑے، عبدالمطّلب کے ساتھی ذرا چیں بہ جبیں ہوئے لیکن "شیبۃ الحمد" نے دریادلی دکھائی۔ ادھر دشمنوں نے اخلاق و قلب کی یہ وسعت دیکھی ادھر اپنی شکست مان کر واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ زمزم حضرت عبدالمطّلب کی تحویل میں آگیا اور ع

حق بحق دار رسید

قریش کا معاہدہ

عبدالمطلب اپنے اقبال و تدبّر کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں کھٹکتے تھے۔ قریش نے انھیں بہت چھیڑا ان کا خیال تھا کہ سقایت و رفادت کے علاوہ ہاشم کا ترکہ اور عبدالمطلب کی زمین بھی چھین لیں چنانچہ خانۂ کعبہ کے قریب کی ملکیتی زمینیں دبا لیں۔ حضرت عبدالمطّلب نے اپنے عزیزوں اور ننھیالی رشتے داروں کو جمع کر کے دشمنوں کے منصوبے خاک میں ملا کر ان سے ایک عہد نامہ لکھوایا اور اپنی زمینوں پر قبضہ حاصل کر لیا (طبری ۲/۱۷۷)

ابرہہ کا حملہ

حجاز میں عیسائیوں کا زور تھا۔ یمن عیسائی حکمرانوں اور رومی اقتدار کی وجہ سے مذہبی حیثیت رکھتا تھا یمن ہی میں صنعاء کے اندر ایک بہت بڑا گرجا بنا ہوا تھا۔ عیسائیوں کی تمنّا تھی کہ خانۂ کعبہ کے بجائے عرب والے اسے پوجیں مگر انسانی تدبیریں خدائی مشیت سے کہاں ٹکر کھا سکتی ہیں؟ جب ان لوگوں کا کچھ بس نہ چلا تو ابرہۃ الاشرم (نجاشی حبشہ کا نمایندہ و گورنر یمن) کی کمان میں ایک فوج دے کر قسمت آزمائی چاہی۔ عرب کے سادہ لوح بہادر، ابرہہ کی منظّم فوج، پھر سپہ سالار ہاتھی جیسی عجیب الخلقت اور حجازیوں کے لیے نئی سواری پر سوار ہو کر جو چلا تو قریش نے منصوبہ بندی شروع کی۔ قریش کا فوجی کمان کرنے والا خاندان ہی حقدار تھا کہ فوج تیار کرتا اور حریف سے مقابلہ کرتا۔ مگر نہ معلوم کس بنا پر طے یہ کیا گیا کہ سارا شہر

خالی کر دیا جائے" ابرہہ سے مقابلہ موزوں نہیں"۔

عبدالمطلب قریش کے صرف دو معاملات کے آئینی سربراہ تھے: رفادت اور سقایت یعنی حاجیوں کی مہمانداری، یا پھر وہ ان لوگوں کے اندرونی اختلافات میں فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔ فوجی و دفاعی معاملات کے ذمہ دار افراد کے فیصلے نے ان کو بھی خاموش کر دیا۔ مگر دل دھڑک رہا تھا۔ کعبہ کا خیال انھیں بے چین کیے ہوئے تھا۔ ابرہہ نے پیغام بھیجا کہ ہمیں شہر سے کوئی مطلب نہیں ہم تو خدا کا گھر، اور ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی تعمیر گرانے آئے ہیں۔

حملہ آور شہر میں داخل ہوئے تو خلاف اعلان عوام و خواص کے مال و متاع پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگے اور جناب عبدالمطلب کے اونٹوں کا گلہ بھی قبضہ میں کر لیا۔ شیبۃ الحمد نے یہ خبر سُن کر ابرہہ سے ملاقات کی اور اپنے اونٹوں کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے کہا۔ عبدالمطلب! تعجب ہے کہ تمھیں اپنے مال کا تو خیال آیا۔ ہم تو سمجھے تھے کہ تم خانہ کعبہ کی حفاظت کے بارے میں گفتگو کرو گے آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے مال کی حفاظت کی خدا اپنے گھر کی کس طرح حفاظت کرتا ہے اسے تم دیکھ لینا۔

ادھر کچھ لوگوں نے طے کر لیا کہ جان رہے یا جائے جب تک ہم زندہ ہیں کعبۃ اللہ کو آنچ نہ آنے دیں گے۔ عبدالمطلب نے بڑھ کر در کعبہ کو پکڑ کر مناجات کی۔:

یَا رَبِّ لَا اَرْجُوْ لَھُمْ سِوَاکَا ۔۔۔ یَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنْھُمْ حِمَاکَا

اِنَّ عَدُوَّ الْبَیْتِ مَنْ عَادَاکَا ۔۔۔ اَمْنَعْھُمْ اَنْ یُخْرِبُوْا قُرَاکَا

پروردگارا! میں ان دشمنوں کے مقابلے میں تیرے سوا کسی سے آسرا نہیں رکھتا۔ پروردگارا! اپنے گھر کو ان سے بچا۔ جو تیرے گھر کا دشمن ہے وہ تیرا دشمن ہے انھیں اپنے مہمان خانے کو تباہ کرنے سے باز رکھ!

(طبری ۱۱۱/۲ وبعد)

غرض ابرہہ طوفانی لشکر لیے آگے بڑھا اور آسمان سے ابابیلوں کے ہوائی دستے کعبہ کی حفاظت کو چلے۔ قرآن مجید کے الفاظ میں۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ ۔۔۔ تمھیں یاد نہیں کہ ہاتھی والی فوج کے ساتھ تمھارے

الفيل ؟	پروردگار نے کیا کیا ؟
اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝	کیا ہم نے ان کی تدبیر ناکام نہیں کی ؟
وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝	اور کچھ ابابیلوں کو اڑایا جو ان کنکروں کے چھوٹے چھوٹے ڈھیلے پھینک رہے تھے۔ اس فوج کے حملے نے انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

عبدالمطلب کی دعا مقبول بارگاہ ہوئی، آسمانی پرندے اور وہ بھی چھوٹے چھوٹے ان کا وجود ہی کیا، پھر سارے جسم میں ان کی منی منی چونچیں ان چونچوں میں پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اب جو فضا سے گرے تو دھوئیں اڑادیے۔ حملہ آوروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ طاغوتی قوتیں اپنے جاہ و جلال سمیت خاک میں مل گئیں

ع۔ نہ نادر بجا ماند نہ نادری

واقعہ اپنے نتائج کے لحاظ سے بہت اہم تھا، مگر ہم نے اختصار کی وجہ سے جمال پر اکتفا کی لیکن یہ ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ مکہ کی تاریخ میں ۵۷۰ء کا یہ ناکام حملہ تاریخ جدید کا سنگ میل بنا عربوں نے اپنی تاریخ کا شمار سنہ فیل سے شروع کیا۔

عربوں نے یقیناً اس حملہ کو اپنی طاقت کے لیے چیلنج تصور کیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ اس کے بعد داحس و غبرا جیسی خطرناک لڑائیاں چھوڑ دیں۔

خانۂ کعبہ کی حفاظتِ خداوندی اور عبدالمطلب کی قبولیتِ دعا نے قریش پر کافی اثر کیا ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب اپنے اجداد کی طرح دین ابراہیمی کے پرستار اور ربّ کعبہ پر یقین رکھتے تھے۔ زمزم کی برآمدگی نے ان کے دینی شغف کو جو ترقی دی تھی اُسے ابرہہ کی شکست نے اور معراج دی ہوگی۔

عبدالمطلب کی وفات

مؤرخین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب نے کافی عمر پائی علامہ مجلسیؒ نے کم سے کم ۸۲ سال کی عمر تحریر فرمائی ہے۔ بیاسی برس میں عبدالمطلب نے

---

[1] عبدالمطلب کے تاریخی اعزاز اور مقبول بارگاہ ہونے پر مولانا علی حیدر صاحب نے تاریخ ائمہ اور محمد ابراہیم سیالکوٹی نے سیرت مصطفیٰ جلد اول میں تفصیلی گفتگو کی ہے نیز طبری ۲/۲۱۲

پورے جاہ وجلال سے دن گذارے آخر ۸ شہ عام الفیل یا ۵۷۸ء میں حالت بگڑی۔ بیماری کی شدت اور مرض کی نزاکت آخری منزلوں پر پہنچی تو اپنی لڑکیوں کو جمع کیا۔ اطلاع پاتے ہی چھ لڑکیاں حاضر ہوئیں :
صفیہؓ۔ برّہ۔ عاتکہ۔ ام حکیم البیضاء۔ اُمیمہ۔ اُروی ——— عبدالمطّلب نے اپنے جگر گوشوں سے کہا :

اَبْکِیْنَ عَلَیَّ حَتّٰی اَسْمَعُ مَا تَقُلْنَ قَبْلَ اَمُوْتُ (سیرت ابن ہشام ۱/۱۷۸ و مابعد)	میرے مرنے سے پہلے میرے اوپر رو لو کہ میں تمھارے بَین سُن لوں۔

لڑکیوں نے بینیہ نظموں میں رونا شروع کیا۔ مرثیے اور نوحے پڑھے (دیکھیے سیرت ۱/۱۷۹ و مابعد) عبدالمطلب اس کے بعد چپ ہو گئے، چند دنوں کے بعد دنیا کو خیر باد کہا اور "حجون"[1] میں دفن ہوئے۔ بھرے گھر، وطن، غریبوں، بیواؤں اور معززین شہر نے مرثیے کہے۔

اولاد عبدالمطّلب نے پانچ عورتوں سے عقد کیا اور بہت سی اولادیں پائیں جن کے نام یہ ہیں[2] :

لڑکے ۱۔ حارث ۲۔ زبیر ۳۔ ابوطالب ۴۔ حمزہ ۵۔ ابولہب ۶۔ غیداق ۷۔ مقوّم ۸۔ ضرار ۹۔ عباس ۱۰۔ قثم ۱۱۔ جحل یا مغیرہ ۱۲۔ عبدُاللّٰہ

لڑکیوں کے نام ۱۔ عاتکہ ۲۔ امیمہ ۳۔ بیضام ۴۔ برہ ۵۔ صفیہ ۶۔ اروی۔

اخلاق وعادات سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد بزرگوار اور حضرت عبداللّٰہ کے والد گرامی قدر بنی ہاشم کے تاج اقبال کے سب سے زیادہ تابدار جوہر اور خزانہ نسل ابراہیمی کے درِ شہوار تھے۔

ان کے بزرگوں میں ماموؤں نے مدینہ میں بڑے اہتمام سے پالا۔ ماں نے پورے لاڈ پیار سے پرورش کی اور جب مکّے میں آئے تو ان کے چچا عبدالمطّلب نے سرداران عرب کے انداز پر رکھا۔ ان کے لیے خانہ کعبہ کے قریب مسند بچھائی جاتی تھی، مطّلب اپنے لڑکوں کو ان کے سامنے ادب سے بٹھاتے تھے۔

---

[1] محشی سیرۃ ابن ہشام نے لکھا ہے : جبل باعلی مکّۃ عند مدافن اھلھا حاشیہ ص ۱۴۶ ج ۱
[2] تاریخ ائمہ ص ۹۳۔

محمود شکری آلوسی نے "بلوغ الارب فی احوال العرب" میں عبدالمطلب کا جو نقشہ لکھا ہے اسے محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی زبان سے سنیے :

" قد کے لانبے، بدن کے سڈول، خوب صورت و وجیہ، صاحب ہیبت و وقار تھے۔ چہرے سے جلالت و عظمت کی شعاعیں نور افشاں تھیں بڑے سے بڑا آدمی بھی انھیں دیکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔"

(سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۹۶)

وہ ڈاڑھی رکھتے تھے اور آخری عمر میں اسے خضاب سے رنگین بھی فرمانے لگے تھے۔ بت پرستی، زنا، ناحق خوں ریزی، جنگ دوستی اور ظلم سے ہمیشہ بیزار رہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنا، محرموں سے نکاح نہ کرنا، نذر کی وفا، لڑکیوں کو زندہ دفن نہ کرنے کے مفید ترین احکام جاری کیے اور حکم دے دیا کہ اب کوئی شخص خانہ کعبہ میں برہنہ طواف نہ کرے (تاریخ امہ ص ۸۰ سیرت طیبہ ۱/۴) انھوں نے اپنی جائداد کے ضائع ہونے اور دشمنوں کے شدید ترین اقدامات کے باوجود نہ جنگ کی نہ جنگی تیاریاں، زمزم کا معاملہ، نوفل کی زبردستیوں اور ابرہہ کی لشکر کشی کے وقت بھی انھوں نے صبر و حلم سے کام لیا اور کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

وہ منصف و عادل جج، نیک دل، رحیم سردار، اور دریا دل مہمان نواز تھے۔ خانہ کعبہ کے زائرین کے لیے کھانے پینے اور ٹھہرنے کا انتظام اس خوش اسلوبی سے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ مداح ہی رہے۔ زمانہ زیارت کے علاوہ بھی غربا ان کے گھر سے خالی ہاتھ نہ جاتے تھے۔ وہ خود دوسروں کے گھروں پر جا کر ان کی امداد کرتے تھے۔ زمزم کے معاملے میں شام جاتے ہوئے دشمنوں کو پانی دینا اور ان کے جواب سے درگذر کرنا ان کی بلند فطرتی اور عالی حوصلگی پر بے مثال دلیل ہے۔

مکہ میں تجارت کے علاوہ ان کے پاس اونٹوں کے گلے بھی تھے اور بکریاں بھی۔ زمین بھی تھی اور کنوئیں بھی۔ یہی سرمایہ ایک امیر کا معیار امارت تھا۔ اس کے باوجود نہ کسی پر بالادستی جتائی نہ اپنے اعزاز سے

۱؎ علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بدا کے قائل تھے۔ آپ نے سب سے پہلے مال زمزم سے خمس دی۔ طواف خانہ کعبہ کے لیے سات شوط مقرر فرمائے مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے حیات القلوب ج ۲ ص ۱۰ طبع نولکشور ۱۹۱۶ء)

ناجائز فائدہ اٹھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی موت نے ہزاروں آنکھوں کو رُلایا اور سینکڑوں شاعروں سے مرثیے لکھوائے جو آج بھی تاریخ و ادب میں محفوظ ہیں۔

یمن، شام، مدینہ، بحرین وغیرہ کے امراء سے معاہدے تھے اور وہ لوگ ان کا احترام کرتے تھے عبدالمطلب پوری نڈری، جرأت و خلوص سے قوم کی خدمت گزاری کے لیے ان سے ملتے تھے۔

عبدالمطلب پڑھے لکھے شخص تھے۔ ابن ندیم نے ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک تحریر بھی دیکھی تھی جس کی عبارت تھی :

"حقّ عبد المطلب بن هاشم من اهل مَكَّةِ
عَلىٰ فلانٍ بن فلان مِنْ اهل وذل صنعاء - عليهِ
الف درهم فضّه كيلا بالحديدة و متى دعاه
بها اجابَهَ - شهد الله والملكان"

عبدالمطلب مکی نے فلاں شخص کو چاندی کے ایک ہزار درہم
تول کر دیے ہیں اور وہ جب مانگیں گے ہم دین دار ہوں گے ——
اللہ اور دو فرشتے گواہ ہیں۔"

ابن ہشام، طبری اور کتب تواریخ و ادب میں عبدالمطلب کے اشعار بتاتے ہیں کہ وہ کامیاب شاعر بھی تھے اور شعلہ نفس مقرر و خطیب بھی

غرض عبدالمطلب کی موت قریش کے لیے ایک سانحہ اور اسلام کے لیے سخت ترین آزمائش کا دور تھا جسے اللہ نے ہی طے کرایا تو ہوا۔ ورنہ دشمن تو منصوبہ بندی نتیجے میں کامیابی کے خواب دیکھ چکے تھے۔

———— :؛(*):؛ ————

پیغمبر آخر الزّمان کے والد ماجد

عبد اللہ

بن

عبد المطّلب

بن

ہاشم

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر بروں

قمر البطحاء، ماہ عرب، زہرہ جبین و نورانی جلوہ اجداد کو دیکھ کر لوگ حیران تو ضرور ہوتے ہوں گے مگر معمّہ حل نہ ہوتا ہوگا کہ ابراہیمی نور عبد مناف کی اولاد کو کیسے ملا۔ لیکن ابوطالب و عبد اللہ کی ولادت نے جلوے کی تمام رعنائیاں، نور کی تمام جلوہ پاشیاں ان دو ذاتوں میں اپنے نکھار پر آ گئیں تو سب کی آنکھیں عبد المطلب کے یہ دونوں فرزند تاریخ میں دو بڑے بیٹوں کے باپ اور عالم کے عظیم ترین رہنما کے محافظ قرار پائے قرآن مجید نے کہا تھا کہ "وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ" (س ۲۷، ی ۲۱۹) مذکورہ بالا آباء و اجداد کی دین پرستی و خدا دوستی نے اس کی تفسیر کر دی۔

حضرت عبد اللہ، عبد المطلب کے چھوٹے فرزند اور محبوب ترین اولاد تھے۔ تاریخیں اتنی فراخ حوصلہ نہیں کہ عظیم شخصیتوں کے سوانح حیات آنے والوں کے لیے محفوظ کر سکیں۔ زمانہ عوام کے شعور کا ساتھ دیتا ہے اسے حال سے سروکار ہے مستقبل کا تحفّظ قوموں کے اختیار میں ہوتا ہے۔ شخصیتیں اپنے عہد سے ٹکّر لیتی ہیں انھیں رسم و رواج کے مطابق سست رفتاری نہیں بھاتی۔ ماحول کے موٹے پردے، دستور و قوانین کے

بندھن، ماضی و مستقبل کے پیمانے ان کی وسعتوں، پہنائیوں اور توانائیوں کے سامنے ہیچ ہوتے ہیں۔ وہ گزر جاتے ہیں اور لوگ منزلِ اوّل کا سُراغ، نقشِ قدم کی پیمائش، نفسیات و شخصیت شناسی کی دوربینیں لیکر نکل آتے ہیں۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ پہلا رہنما منزل پہ پہنچ کر راستے ہموار کر دیتا ہے۔ بعد میں آنے والا اگر خود بھی صاحب کردار ہے تو اپنے نقوش نمایاں، اپنے چراغ فروزاں اپنے نشانات قدم گہرے بناتا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ کب پیدا ہوئے؟ ایسا سوال ہے جس کا جواب تاریخ میں نہیں ملتا۔ میرا اندازہ ہے کہ آپ کی ولادت ۵۵۰ء کے بعد ہونا چاہیئے[1]۔ عبداللہ خوب صورت، موزون قامت، تنومند و طاقتور تھے سن کے ساتھ ان کے چہرے کا نور کھلتا گیا۔

جناب عبدالمطلب قریش میں نو وارد سمجھے گئے لوگوں نے کوشش کی کہ ان کے اجداد کا اعزاز ان سے چھین لیں۔ ان کی زمینوں پر قبضہ کیا اور جناب عبدالمطلب اپنے ننھیال رشتے داروں سے امداد لینے پر مجبور ہوئے۔ پھر زمزم کا واقعہ پیش آیا اور انھوں نے خاندان کے تیور دیکھے اپنی مجبوریوں کا اندازہ کیا ایک لڑکا تھا اور سیکڑوں حریف۔ انھوں نے شریف قبیلوں سے رشتے کیے اور پانچ شادیاں کیں۔ خدا سے دعا کی، تاکہ کثرت اولاد کی بنا پر طاقت بھی حاصل ہو اور اپنے مقصد کو مکمل کرنے کے لیے معاون بھی ملیں چنانچہ یہ نذر مانی کہ :

"خدا اگر دس لڑکے دے گا تو ایک کو راہِ خدا میں قربان کر دوں گا۔"

عبدالمطّلب مستجاب الدعوات، مقبولِ بارگاہ و خدا دوست تھے۔ دعا قبول ہوئی اور دس لڑکے مرحمت ہوئے۔

قربانی عبداللہ

عبداللہ ان کے سب سے چھوٹے اور سب سے پیارے فرزند تھے۔ ابوطالب و عبداللہ، زبیر، عبدالکعبہ، بیضاء، امیمہ، برّہ اور عاتکہ فاطمہ بنت عمر مخزومیہ کے بطن مبارک سے تھے۔

بچوں نے ہوش سنبھالا اور عبداللہ سمجھدار ہوئے تو عبدالمطلب نے نذر کو پورا کرنے کی ٹھانی۔ بھرا گھر۔ بچے جوان، انرواج صاحب حیثیت، شہر والے محبت کرنے لگے تھے۔ اب جو یہ خبر پھیلی کہ

---

[1] اس سلسلے میں بحث آگے آئے گی، جہاں ہم وفات کا تذکرہ کریں گے۔

عبدالمطلب سنّتِ خلیلی کی تاسی میں ایک فرزند ذبح کرنا چاہتے ہیں تو سب دوڑے۔ آخر یہ طے پایا
کہ اسماعیل علیہ السلام کے لیے دنبہ کا فدیہ آیا تھا ذبح ہونے والے فرزند کے لیے بھی فدیہ دیا جائے۔
جناب عبدالمطلب نے قرعہ پر بنا کی تاکہ فرزند کی تعین ہو جائے قرعہ ڈالا گیا تو جانشینی ذبیح اللہ
میں عبداللہ کا نام نکلا عبدالمطلب کو ضد کہ محبوب ترین بیٹا ذبح کرکے سرخرو ہوں اور سب بضد کہ نہیں،
جب ہمارا دستور رہے کہ ایسے موقعہ پر دس اونٹ ذبح کرتے ہیں تو عبداللہ کے بجائے دس اونٹ
کیوں نہ ذبح کیے جائیں ؟

ابوطالب نے بڑھ کر محترم پدر بزرگوار کو اس پر راضی کرنا چاہا، لڑکے کے ماموں نے زور
دیا اور اب دس اونٹ اور عبداللہ کے نام پر قرعہ پڑا۔ عبدالمطلب خانہ کعبہ سے چمٹے دعائیں کر رہے ہیں اور
قرعہ انداز دس دس کے اضافے کرتے جاتے ہیں۔ قدرت اپنے محبوب کی قیمت بڑھانا چاہتی ہے۔ دس
کے مقابلے میں اُونٹ خالی جاتے ہیں اور عبداللہ کا نام آتا ہے بیس سے تیس اور تیس سے چالیس ہوئے
اور لوگوں کی محبت اور عبداللہ کی محبوبیت و عزّت بڑھنے لگی۔ باپ چپ ہیں اور قرعہ انداز آوازوں
پر تیر ڈالتا جاتا ہے۔ آخر سو اونٹ اور عبداللہ کے نام پر قرعہ پڑا۔ اور اب کی مرتبہ قدرت نے عبداللہ
کا فدیہ قبول کر لیا۔

دریں صحرا گذر افتاد شاید کاروانے را
پس از مدّت شنیدم نغمہ ہائے ساربانے را
اگر یک یوسف از زندانِ فرعونے بروں آید
بغارت می تواں دادن متاعِ کاروانے را (زبورِ عجم)

حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزندوں سے کہا تھا :

يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ	بیٹا سارے ایک شہر میں ایک دروازہ سے نہ جانا اور نہ نظر لگ جائے گی) بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا۔

حاسد، صاحبِ عزت کو زندہ نہیں دیکھ سکتے اور عرب کے کینہ دوزوں کا تو کہنا ہی کیا!
وہاں تو ہر حاسد فرعونِ زمانہ تھا، یوسفِ عرب عبداللہ کو زندانی کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ خدا علیم وخبیر ہے۔ وہ اپنے آخری نبی کو متاعِ عزیز بنا کر دنیا میں بھیجنا چاہتا تھا اس کی مشیّت یہ تھی کہ عبدالمطلب کا اعزاز، عبداللہ کی گراں ارزی اور قریب ترین پشتوں کا احترام ہر کس وناکس پر ظاہر ہو جائے۔ دوست دشمن سب گردنیں جھکا لیں تو میرا فیصلہ سامنے آئے۔
عبدالمطلب کتنے ہی تونگر سہی، مگر دس بیس گز مکی زمین، اور چالیس پچاس اونٹوں کے گلے سے زیادہ ان کے پاس رہ کیا سکتا تھا۔ ان کی قناعت پسندی وسخاوت، غربا نوازی وضیافت، دس لڑکوں اور کم وبیش اتنی ہی لڑکیوں کا خرچ، خود اپنی حیثیت کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے یمن وشام کے خزانے تھوڑے تھے، خاندان اور شہر کے لوگ یہ جانتے تھے اور جب قرعہ میں اونٹوں کے عدد بڑھے تو دوسروں نے بڑھ کر ہدیے پیش کرنا شروع کیے۔ کیونکہ تاریخ نے عبداللہ بن عمرو بن مخزوم میں نفیظہ کی یہ آواز تو بہر حال ہم تک پہنچائی ہے کہ:

واللہ لاتذبحہ ابداً حتٰی نعذر فیہ،
فان کان فداءٌ بأموالنا فدیناہ۔

ہم بقسم کہتے ہیں کہ عبداللہ کو بلا کسی واقعی حجت کے ذبح نہ ہونے دیں گے۔ اگر اس کے فدیہ میں ہمیں اپنا مال دینا پڑا تو ہمیں وہ بھی عزیز نہ ہوگا۔"

قریش نے بھی بنی مخزوم اور جناب عبداللہ کی ننھیال کے مقابلے میں اپنے وقار کو ٹھیس نہ لگنے دی تھی (سیرۃ[1] ابن ہشام ۱/۱۶۲)

عشق اندر جستجو افتاد و آدم حاصل است
جلوۂ او آشکار از پردۂ آب و گل است

---

[1] نیز طبری ج ۲ ص ۱۷۴۔ روایات اہل بیت کے لیے حیوۃ القلوب ج ۲ ص ۲۶ تا ۳۱ خصوصاً مناقب طبع بمبئی ج ۱ ص ۱۳

آفتاب و ماہ را انجم می تواں دادن ز دست

در بہائے آں کفِ خاکے کہ دارائے دل است (زبورِ عجم)

قرعہ نکلا اور قریش و حاضرین نے بڑھ کر عبدالمطلب کو مبارک باد دی۔ ابن شہر آشوب فرماتے ہیں۔ عبدالمطلب بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے کہا "قبل الفداء، و نفذ القضاء وان ظہور محمد المصطفیٰ"۔ "فدیہ قبول ہوا، فیصلہ خداوندی ہو چکا اب ظہورِ محمدی کا وقت آ گیا"۔ ابن ہشام نے اس مبارکباد کو یوں لکھا ہے:

قد انتھیٰ رضاء ربک یا عبد المطلب!

"لو عبدالمطلب! تمہارے خدا نے سو اونٹوں کا فدیہ قبول فرما لیا"

ادھر وفائے نذر اور خوفِ خدا، پاس عہد کرنے والے نے جواب دیا۔ "لا واللہ! حتیٰ اضرب علیہا ثلاث"!

خدا کی قسم یوں نہیں مانوں گا۔ بات تو جب پختہ ہو گی کہ تین مرتبہ اس فیصلے کی توثیق ہو۔ سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۶۴ طبری ۲/۱۷۴۔

لوگوں کی ہمت و محبت دیکھیے کہ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا، اب فیصلہ اٹل تھا، آزمائش ہو چکی تھی، عبداللہ ذبیح ثانی قرار پا چکے تھے۔ تعمیر براہیمی کے قریب ذبیح کے بجائے پھر فدیہ کی قربانی ہی خدا کو منظور تھی اور عبدالمطلب نے گردن جھکا لی۔ گویا

سُنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر

جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہوگا

دلوں نے بڑھ کر عبداللہ کے قدم لیے۔ عبدالمطّلب بیٹے کو کعبہ پر سے صدقہ اُتار کر گھر لے آئے۔ بھرے مجمع نے دیکھ لیا کہ نورِ جبینِ عبداللہ آسمانی شعاعوں اور خداوندی سرچشموں سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ عبداللہ نے بھی سوچا ہوگا کہ میں کسی غیبی امانت کا خزینہ دار ہوں جبھی تو یہ سب کچھ ہوا۔

حجاز میں کون معزز گھرانا ایسا نہ ہوگا جس کی تمنا عبداللہ کو اپنانے کے دھن میں سرشار نہ ہو بڑے گھرانوں کی لڑکیاں خود رشتے بھیجنے لگیں، اچھا شوہر پسند کرنے والے گھرانوں میں عبداللہ کے چرچے، اور جناب عبداللہ ہر ایک سے انکار کرکے کہہ رہے تھے۔

جس کی چمک ہے پیدا، جس کی مہک ہویدا
شبنم کے موتیوں میں، پھولوں کے پیرہن میں
صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بن کر
ہنگامہ جس کے دم سے کاشانۂ چمن میں
ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا
آنکھوں میں ہے سلیمٰیؔ، تیری کمال اس کا

عقدِ حضرت عبداللہ

بنی زُہرا کا ستارہ یاوری کر گیا۔ وہب بن عبد مناف بن زہرہ نے جناب عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے نسب و شرف کا تاج پیش کیا۔ وہب کی حسین و معززؑ، عرب لڑکیوں کی سرتاج آمنہ کا رشتہ عبدالمطّلب رد نہ کر سکے۔

مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ عبداللہ علیہ السلام یہود کی نظروں میں کھٹکنے لگے تھے۔ انھوں نے قتلِ عبداللہ کے لیے کوشش کی تھی، لیکن

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
کسے گر پف زند ریشش بسوزد

امینِ عالم کے پدرِ بزرگوار کا نکاح کوئی معمولی تقریب نہ ہوگی، لیکن عام تاریخیں خاموش ہیں۔ حیات القلوب میں ہے کہ جناب عبدالمطلب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور تین چار دن تک مکّے والوں نے وسیع دسترخوان پر کھانے کھائے۔

خصوصی انعامات، جنّتی نعمتوں، رُوحانی لطافتوں کے امتزاجِ لطیف سے نورِ محمدیؐ بطنِ آمنہؑ میں منتقل ہوا۔

عبداللہؑ تجارت کے لیے گھر سے "شام" روانہ ہوئے۔ نوجوانی کا عالم، نئی نئی شادی، آباد گھرانا چھوڑ کر جانے والا، ناسازیٔ مزاج کی بنا پر جلد ہی واپس آیا۔ مکہ کے بجائے مدینہ میں ٹھہرنے پر مجبور ہوئے یہاں ان کی ننھیال تھی، گھر پہ خبر پہنچی تو لوگ خبر گیری کے لیے دوڑے مدینے آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت انتقال فرما چکے۔

سنہ ۱ عام الفیل ۵۷۰ء کے لگ بھگ کا یہ واقعہ عبدالمطلب کے لیے جس قدر غم انگیز ہوگا وہ تو ناقابل بیان ہے، لیکن مکہ کے چاہنے والوں نے کہرام کر بپا کر دیا ہوگا، بھائی اور بہنوں نے اپنے عزیز ترین چھوٹے بھائی کا سوگ منایا۔

قبر مدینہ سے ۲۳ میل دُور ابوا میں نابغہ کے گھر کے اندر بائیں طرف دفن کیے گئے (دیکھیے خمیس و طبری و روض الانف)۔

عمر مبارک مولانا علی حیدر صاحب نے تاریخ ائمہ میں ابن اثیر جزری سے ۲۵۔ اور ۲۸۔ اور زرقانی سے سترہ سال سے کچھ زیادہ کا قول نقل کیا ہے لیکن مشہور اٹھائیس سال کی عمر ہے (امیر علی: ترجمہ تاریخ ص ۱۷) اس لیے ۵۷۰ء سے اگر اٹھائیس کم کر لیے جائیں تو ۵۴۲ء اور ۳۰ قبل فیل سال ولادت قرار پاتا ہے۔ والعلم عند اللہ

اخلاق و عادات واقعاتِ مذکورہ نے یہ واضح کر دیا ہوگا کہ عبداللہؑ محبوب خاص و عام، خوش اخلاق، فراخ حوصلہ، ہمدرد خاص و عام تھے۔ وہ تجارت بھی کرتے تھے اور اپنے والدِ محترم کے مال تجارت کے ساتھ شام و یمن بھی گئے۔

ان کی پاک دامنی زبان زد تھی۔ عرب کی ہر عورت ان کی پیشانی کی چمک دیکھ کر ان سے ملنے کی تمنا کرتی تھی مگر عبداللہ اخلاق، عفت و برتری کردار کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ آسمانی روشنیاں ہر کس و ناکس کے لیے نہیں اُترا کرتیں۔

انھوں نے اپنے بعد اونٹ، بکریاں اور ایک کنیز برکہ یا ام ایمن ترکے میں چھوڑی۔ (سیرت النبی شبلی ص ۱۶۹ بحوالہ طبقات ابن سعد ج اقسم اول ص ۶۲، زرقانی ج ۱ ص ۲۲) اس سے بڑھ کر ان کی یادگار جو ہمیں اور انسانیت کو حاصل ہوئی وہ نورِ الٰہی رہنمائے انسانیت، بانیٔ اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے

اندھیرے ہی اندھیرے

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۱۳۶

پیداوار اور جانوروں کے بارے میں ان کے مزعومات

یہ لوگ خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپایوں میں سے حصہ قرار دیتے ہیں اور اپنے خیال کے موافق کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کا حصہ ہے اور یہ ہمارے اپنائے ہوئے شرکائے خدا کا پھر جو خاص ان شریکوں کا ہے وہ تو خدا تک نہیں پہنچتا، ہاں جو حصہ خدا کا ہے وہ ان کے شریکوں کو مل جائے گا ـ کس قدر غلط فیصلے کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳۸

"یونہی بہت سے مشرکوں کے لیے ان شریکوں نے اولاد کا قتل کرنا حسین بنا دیا ہے، تاکہ انھیں ابدی ہلاکت میں ڈال دیں اور ان کے مذہب کو مشتبہ کر دیں۔ اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ ایسے کام نہ کرتے۔ لہذا انھیں اور ان کے افتراء و بہتان کو چھوڑ دو۔"

۱۔ مذہبی قاعدہ اور ملکی رسم تھی کہ کھیتوں اور چوپایوں میں سے کچھ حصے دیوی دیوتاؤں کے لیے مخصوص ہوتے تھے اور اس میں عجیب عجیب وہم و خیالات تھے۔

۲۔ کچھ کھیت اور جانور دیوی دیوتاؤں کے نام پر چھوڑ دیے جاتے تھے۔ انھیں کوئی کھا نہیں سکتا تھا،

جانوروں پر سواری اور بوجھ نہ لادتے تھے۔ ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیتے تھے۔

۳- ان جانوروں کے بچے عورتوں پر حرام اور مردوں کو حلال تھے اور مردہ بچے مرد و زن ملکر کھاتے تھے۔

۴- اولاد کو قتل کرتے تھے اور انھیں نعمات الٰہی سے محروم رکھتے تھے۔

(ترجمہ آیات انعام از ۱۲۷ تا ۱۴۱)

۵- جانوروں کے کان چیر دیتے تھے (النساء ۱۱۸)

ماؤں سے نکاح

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا (نساء ۲۵)

جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں ان سے تم نکاح نہ کرو۔ گذشتہ واقعات مستثنیٰ ہیں — یہ بات بہت بری، بہت غصے کی اور بہت بری راہ ہے۔

لڑکی سے نفرت

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ (النحل ۶۰، ۶۱)

جب کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تو ان کا چہرہ سیاہ ہو جاتا، وہ زہر کا گھونٹ پی کر رہ جاتا، قوم سے منہ چھپاتا تھا۔ کہ اسے ایک بری خبر ملی ہے۔ وہ سوچنے لگتا کہ اس لڑکی کو ذلتوں کے ساتھ پالے یا زندہ درگور کرے۔

۱- لڑکیاں خدا کی اور لڑکے اپنے سمجھتے تھے۔ (قرآن)

۲- فرشتوں کے بارے میں بھی ایسے ہی خیالات تھے (〃)

۳- لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے (〃)

خانہ کعبہ میں مذاق

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ○ (انفال ۳۵)

خانہ کعبہ کے پاس ان کی نماز تو صرف تالیاں اور سیٹیاں بجانا ہے۔ ان لوگوں کے کفر کا بدلہ عذاب کا مزہ ہے

۱۔ نسی۔ مہینوں میں ادل بدل (قرآن)

۲۔ بتوں کی پوجا (قرآن)

۳۔ خون خواری (قرآن)

۴۔ بداخلاقی، آوارگی، سود خوری۔ چوری۔ جیسے اخلاق و عادات میں سارا عرب مشہور تھا۔ حضرت علیؑ نے اس دور کی بہترین تصویر کشی فرمائی ہے۔

وَاَهْلُ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُتَفَرِّقَةٌ وَ اَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ وَطَرَائِقُ مُتَشَتِّتَةٌ : بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلْقِهٖ۔ اَوْ مُلْحِدٍ فِي اسْمِهٖ اَوْ مُشِيْرًا اِلٰى غَيْرِهٖ۔ (نہج البلاغہ ۱۰۶)

اہل زمین ان دنوں متفرق فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کے خیالات منتشر، راستے پھیلے ہوئے تھے۔ کوئی خدا کو مخلوق کے مانند مانتا تھا۔ کوئی اس کے نام میں شرک کر رہا تھا۔ کوئی کہتا "اللہ" تھا۔ مگر مراد لیتا تھا لات وہبل کو۔

———— وَالنَّاسُ فِي فِتَنٍ انْجَذَمَ فِيهَا حَبْلُ الدِّيْنِ وَتَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِيْنِ، وَاخْتَلَفَ النَّجْرُ وَتَشَتَّتَ الْاَمْرُ وَضَاقَ الْمَخْرَجُ وَعَمِيَ الْمَصْدَرُ فَالْهُدٰى خَامِلٌ وَالْعَمٰى شَامِلٌ وَعُصِيَ الرَّحْمٰنُ وَنُصِرَ الشَّيْطَانُ وَخُذِلَ الْاِيْمَانُ، فَانْهَارَتْ دَعَائِمُهٗ وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهٗ وَ دَرَسَتْ سُبُلُهٗ وَعَفَتْ شُرُكُهٗ

———— اَطَاعُوا الشَّيْطَانَ فَسَلَكُوا مَسَالِكَهٗ، وَ وَرَدُوْا مَنَاهِلَهٗ —— بِهِمْ سَارَتْ اَعْلَامُهٗ، وَقَامَ

لِوَائُہٗ - فِیْ فِتَنٍ دَاسَتْھُمْ بِاَخْفَافِھَا وَ وَطِئَتْھُمْ بِاَظْلَافِھَا وَقَامَتْ عَلٰی سَنَابِکِھَا -

—— فَھُمْ فِیْھَا تَائِھُوْنَ حَائِرُوْنَ جَاھِلُوْنَ مَفْتُوْنُوْنَ -

فِیْ خَیْرِ دَارٍ وَشَرِّ جِیْرَانٍ

نَوْمُھُمْ سُھُوْدٌ وَکُحْلُھُمْ دُمُوْعٌ

بِاَرْضٍ عَالِمُھَا مُلْجَمٌ وَجَاھِلُھَا مُکْرَمٌ -

(نہج البلاغۃ ص ۱۱۱)

لوگ ان فتنوں میں مبتلا تھے جن میں دین کے رشتے پارہ، اور یقین کے ستون لرزاں، بنیادوں میں اختلاف اور معاملات میں انتشار تھا، راستے تنگ اور منزلیں اندھیرے میں تھیں -

نتیجہ یہ کہ ہدایت گم نام، بے بصیرتی عام، رحمٰن کی نافرمانیاں اور شیطان کی ہمّت افزائیاں تھیں -

ایمان بے یار و مددگار تھا اس کے ستون گر گئے، اس کے نشانات دھندلے اور راستے مٹ گئے، شاہراہیں بے نشان ہو گئیں -

لوگوں نے شیطان کی فرمانبرداری کی، اسی کی راہوں پر چلے اسی کے گھاٹ پر اترے پھر انھیں لوگوں کے سہارے اس کی فوجیں بڑھیں اور اس کا پرچم اٹھا وہ تباہیاں تھیں جنھوں نے اپنے پیروں سے سب کو روندا اور ٹاپوں سے پامال کیا پھر اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے -

اب سارے عوام بے حواس، حیران، جاہل اور مبتلائے فساد تھے -

۱- مکّہ جیسا بہترین وطن مگر برے پڑوسی

۲- جاگنا ان کا سونا اور آنسوؤں کا سرمہ تھا

۳- سرزمینِ عرب کے عالم زبان بندی اور جاہل محترم حالات میں تھے -

"عالم تمام مطلعِ انوار ہو گیا"

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن

حضرت داود علیہ السلام کی ایک مناجاتِ منسوب کا پیراگراف کتابِ مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ صفحہ ۵۶۴ پر ملاحظہ ہو:

۶۸ - میر مغنی کے لیے داؤد کا مزمور

خدا اُٹھے اس کے دشمن پراگندہ ہوں

اس سے عداوت رکھنے والے اس کے سامنے سے بھاگ جائیں

جیسے دھواں اڑ جاتا ہے ویسے ہی تو ان کو اڑا دے۔

جیسے موم آگ کے سامنے پگھل جاتا ہے۔

ویسے ہی شریر خدا کے حضور فنا ہو جائیں

لیکن صادق خوشیاں منائیں - وہ خدا کے حضور شادماں ہوں

بلکہ وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں

خدا کے لیے گاؤ اس کے نام کی مدح سرائی کرو

صحرا کے سوار کے لیے شاہراہ تیار کرو

اس کا نام یاہ ہے اور تم اس کے حضور شادماں ہو

خدا اپنے مقدس مکان میں

یتیموں کا باپ اور بیواؤں کا دادرس ہے

خدا تنہا کو خاندان بخشتا ہے

وہ قیدیوں کو آزاد کر کے اقبال مند کرتا ہے

لیکن سرکش خشک زمین میں رہتے ہیں۔

الخ

ایوانِ انوار یا کاشانۂ آمنہ

دنیا کا طور بے طور تھا، فضا پر ہلکی ہلکی رنگینی جھلک رہی تھی۔ افق کی روشنی آمنہ کی پیشانی سے مس ہو کر خنک و لطیف ہو گئی تھی۔ مکّے کے سوکھے پہاڑوں کے قریب "شعب ابو طالب" اور کوہ صفا کے نزدیک ایک مکان تھا بنی ہاشم انھیں مکانوں میں رہا کرتے تھے۔ حضرت آمنہ آج کل یہیں فروکش تھیں، جنت کی حوریں اور ارواح مریم و حوا کے لیے قبلۂ زیارت و کعبۂ عقیدت بنی ہوئی تھیں۔

(حاشیہ سیرت ج ۱ ص ۱۶۷۔ مناقب ج ۱ ص ۹۳)

ابرہہ اور اس کی فوج کو ناکام ہوئے ایک مہینہ گذر چکا تھا۔ انتظار کی حدیں ختم ہو رہی تھیں کہ حضرت آمنہؑ کو بشارتیں ملنے لگیں، گھر میں رونق نظر آنے لگی۔ ملائکہ کے شورِ مسرّت سے جو آنکھیں کھلیں تو ایک رشکِ ماہتاب چمک رہا تھا ——— اللّٰھمّ صلّ علی محمّدٍ وّ آلِ محمّد

ہاشم کے گھر میں عبداللہ کا لال یعنی محمدؐ کا جمال جہاں آرا چمکا۔ ۱۷ یا ۱۲ ربیع الاوّل [۱] عام الفیل کو لوگوں نے ۲۹ اگست اور ۲۰ اپریل ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء کے مطابق بتایا ہے۔ ائمہ اہل بیتؑ سے ۱۷ ر کی روایت ہے اور عام طور سے ۱۲ ر کو ولادت مانی گئی ہے (علامہ ابن شہر آشوب نے واقعہ فیل (۱۷ ربیع الاول) کے ۵۵ دن بعد یوم جمعہ صبح سویرے کے وقت ولادت ہوئی)

کوئی کہتا ہے کہ جمعہ کا دن تھا، کوئی کہتا ہے منگل، یہ بھی طے نہیں کہ حضرت عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے فوت ہوئے یا بعد ولادت سرور کائنات۔ [۲]

---

[۱] الایمان والعلم الحدیث لمحمد حسین الادیب، طبع نجف ص ۱۲۲۔

[۲] مزید اقوال کے لیے دیکھیے حاشیہ سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۷۔ اور مناقب ج ۱ ص ۹۲۔ اصول کافی باب مولد النبی میں مکان ولادت کی تفصیل کے ساتھ تاریخ تعمیر کا ذکر کیا ہے۔
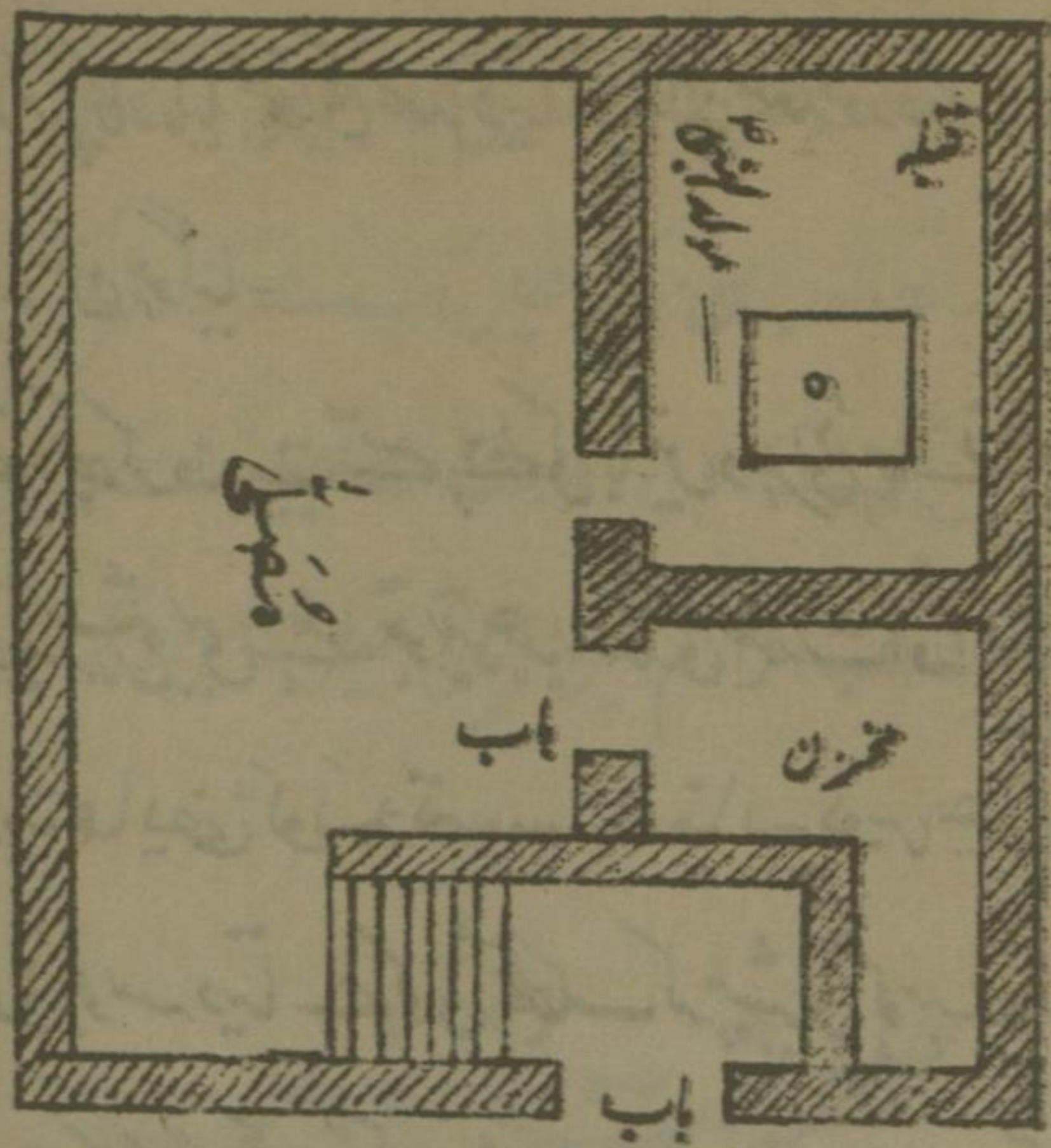
نقشہ مکان مولد النبیؐ جو موجودہ سوق اللیل میں تھا اور اب منہدم ہو چکا ہے۔ یہاں پر لائبریری ہے

عبدالمطلبؓ سا خوش نصیب بزرگ موجود تھا، لوگوں نے جا کر خوش خبری دی تو دل باغ باغ ہو گیا۔ سمجھے کہ کعبے کا محافظ آ گیا اب فیل و اصحاب فیل کے ادھر آنے کا امکان نہیں۔ خدا نے میری دُعا قبول کر لی۔ ادھر خلیل اللہؑ فرما رہے ہوں گے نہیں یہ میری دعا ہے اور عیسیٰؑ فرما رہے تھے ہاں ہاں یہ میری پیشین گوئی ہے:

بہار آئی ہوائیں لے اڑیں خوشبو گلِ تر سے
اُٹھا علیؑ علیؑ کا شور عالم میں ہر اک گھر سے

سارے گھر میں عید تھی عورتیں خوشی کے مارے ایک ایک کو مبارکباد دے رہی تھیں۔ روض الانف کی روایت ہے کہ عباسؓ بن عبدالمطلب تین سال کے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے ولادت آنحضرتؐ یاد ہے میری عمر تین سال کی تھی جب عورتیں کہتی سنائی دے رہی تھیں — لو بھائی کو چومو، لو ننھے بچے کو پیار کرو۔ اور میں نے محمدؐ کا بوسہ لیا۔ (حاشیہ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۱)

محدثین و مورخین کہتے تھے کہ مختون کلمۂ شہادت بر زبان سُن کر گود میں اٹھایا اور خانۂ کعبہ میں لا کر

شکرِ نعمت ادا کیا پھر گھر لائے اور ماں کی گود میں دے کر اشارۂ قدرت پایا اور محمدؐ نام رکھا۔ اب جو بڑا بوڑھا آتا تھا وہ یا احمدؐ کہہ کر پکارتا یا محمدؐ کی صدا دیتا تھا۔ ابن سعد اور دوسرے مؤرخین کا بیان ہے کہ وقت ولادت فضا ایسی منوّر، گھر روشن ہو گیا۔

بچّے کے طور طریقے دیکھ کر ولادت سے پہلے کی باتیں دہرائی جانے لگیں ہر شخص کہتا تھا کہ واقعاً تصویرِ دعائے خلیلؑ و نمونۂ نوید مسیحؑ یہی ہے۔ ہو بہو عبداللہؑ کی صورت اور آدمؑ سے عبدالمطلبؑ تک کی پیشانیوں کا نور ضوفشاں کہ "یکاد زیتھا یضئ ولو لم تمسسہ نار۔ نور علیٰ نور"۔ حمزہ و ابوطالب و جعفر و عباس دوڑے کوئی بوسہ دیتا ہے کوئی جھک کر پیشانی کو پیٹ سے مس کرتا ہے کوئی مسکرا رہا ہے۔ ہر ایک کی تمنا ہے کہ بچہ مجھے دیکھ لے ——— آمنہ اور فاطمہ بنت اسد۔ (مناقب ج ۱ ص ۱۸ و مابعد)

ابوطالب نے بڑھ کر بھتیجے کو اٹھا لیا اور سینے سے لگایا تو بچے نے سینے سے چمٹ کر بتایا چچا آپ ہی تو میرے لیے راحت ہیں۔

ثوبیہؓ دودھ پینے کے دن تھے عرب کے دستور کے مطابق کچھ دن تک ماں نے دودھ پلایا۔ پھر ثوبیہ نے چونکہ حضرت حمزہؓ بھی ثوبیہ کا دودھ پی چکے تھے اس لیے رسالت پناہؐ سے رشتہ[1] برادری بھی قائم ہوا۔

آنحضرتؐ نے ثوبیہؓ کا ہمیشہ احترام کیا اور ہجرت کے بعد مدینہ سے امداد دیا کرتے تھے۔ فتح مکّے کے بعد مکہ والوں سے ثوبیہ کا حال پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ انتقال کر گئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ۷ھ میں انتقال کیا۔

ثوبیہ ابولہب کی کنیز تھیں۔ کہتے ہیں کہ ابولہب نے انھیں مژدہ ولادت حضرت رسالتمآبؐ سنانے کے انعام میں آزاد کیا تھا۔

---

[1] مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے علامہ شبلی کے غلط قیاسات میں سے یہاں بھی ایک غلط فہمی سے بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یہ رشتہ رضاعت حلیمہ کی وجہ سے نہیں تھا۔ دیکھیے سیرۃ المصطفیٰ ج ۱ ص ۵۹ حاشیہ حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۶۷

یہ اعجاز نبوت و قدرت خدا ہے کہ ابولہب کافر رہا اور ثویبہ مسلمان ہوگئیں۔

ام ایمن ام ایمن یا برکت نامی معظمہ حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں۔ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے کچھ دنوں تک ان کا بھی دودھ پیا تھا اور جوان ہو کر انھیں آپ نے آزاد فرما کر زید بن حارثہ سے نکاح فرما دیا تھا۔ ہجرت کے وقت ام ایمن آپ کے ہمراہ روزے سے تھیں، راستے میں پیاسی ہوئیں تو حضورؐ نے دعا فرمائی۔ آسمان سے ایک ظرف آب اترا۔ امّ ایمن فرماتی تھیں کہ اس کے بعد کبھی پیاسی نہ ہوئی (سیرت المصطفےٰ ص ۶۲۰ بحوالہ اصابہ)۔

حلیمہ بنت ابی ذویب

ابھی کچھ ہی دن گذرے تھے کہ مکّے کی قبائلی آبادیوں سے ایک اعلیٰ خاندان خاتون قحط و پریشان حالی سے مجبور ہو کر مکّے میں آئیں اور عرب دستور کے مطابق بڑے گھرانوں، شہر کے معزز محلوں میں شیر خوار بچّوں کو دریافت کیا۔

لوگوں نے عبدالمطّلب کے گھر پہنچا دیا۔ عبدالمطّلب نے خاتون کی شرافت و اخلاق کو دیکھا ہوگا پھر کہا:

"میرا ایک یتیم پوتا ہے، اگر پسند کرو تو وہ بچّہ تمھاری رضاعت میں دیدیا جاوے۔"

سوکھے دھانوں پر پانی پڑا۔ امّیدوں کے کھیت لہلہانے لگے۔ حلیمہ نے مسکرا کر بچّے کی خدمت کرنے پر اظہار رضامندی کیا۔ عبدالمطّلب نے آمنہؓ سے کہا۔ آمنہ نے ہوازن کی اس عورت کو دیکھ کر اپنا لال آغوش میں دے دیا۔ آنحضرتؐ کو حلیمہ نے دیکھا تو جلووں کی تابناکی اور نور کی شدّت نے آنکھیں جھپکا دیں۔ بیٹھنے والی ماں نے چھاتی بڑھائی اور محمدؐ عربی نے داہنی طرف سے دُودھ نوش فرمایا۔ ادھر راتوں کی بھوکی اور جاگی ہوئی پریشان حلیمہ نے محسوس فرمایا کہ سینے میں دودھ کے چشمے پھوٹ آئے ہیں۔ اپنے شوہر سے کہا جاؤ ذرا ناقے کو دوھ کر ان بچوں کو بھی کچھ پلا دو۔ ناقے کے تھن بھی بھرے تھے سب نے سیر ہو کر دُودھ پیا اور آرام کیا۔ حلیمہ سمجھ گئیں کہ گود میں آنے والا بچہ بڑی برکتوں کا مالک ہے۔

گھر والے بچے کو مطمئن دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔ کچھ دن بعد حلیمہ (آبادی بنی سعد) جانے کے لیے تیار ہوئیں تو ماں دادا اور چچا نے گلے لگا لگا کر فرزند کو رخصت کیا۔ راستے میں حلیمہ کی ساتھی عورتوں نے کہا، حلیمہ ذرا آہستہ چلو۔ مانا کہ سردار عرب کا بچہ تمھاری گود میں ہے مگر ہم بھی سرداروں کے بچے گود میں لیے ہیں حلیمہ نے بہت کوشش کی کہ اپنی سواری روکیں مگر وہ مرکب آہستہ ہونے کے باوجود صبا رفتار رہا۔ قافلے والیوں نے پھر طعنہ دیا کہ ابھی کل آئی تھیں تو یہی گدھا ہنکنے میں تکلف کر رہا تھا اور آج ہوا سے باتیں کر رہا ہے!

حلیمہ نے جواب دیا: ہاں یہ وہی مرکب ہے۔

سب کہنے لگیں: نہیں آج یہ کسی اور عالم میں ہے۔[1]

یہ لوگ وطن پہنچے تو گھر کی بکریاں سوکھے میدانوں سے بھرے تھن لے کر واپس آتی تھیں۔

بچہ اپنی برکتوں کی وجہ سے نظر فروز قبائل بن گیا، صحت و نشو و نما میں سب کے لیے حیرت خیز تھا تین مہینے کی عمر میں بیٹھے، نو مہینے کے ہوئے تو بچوں کے ساتھ چلنے لگے اور دسویں مہینے بکریاں لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ سوا برس کی عمر میں تیر پھینکنے والوں کے مقابلے میں شریک ہوئے سوا دو برس کی عمر میں کشتی کے مقابلے میں شرکت فرمائی (ابن شہر آشوب ۱/۲۰)

خدا کے نبی، خلقت نوری، روح مجسم محمد مصطفےٰ کی دو سالہ زندگی یقیناً اسی انداز کی ہو گی۔ آپ کے ابتدائی شعور و قوت نے ہم سنوں کو جتا دیا ہو گا اور دیکھنے والے سن رسیدہ لوگوں نے محسوس کیا ہو گا کہ فرزند عبداللہ، رضیع حلیمہ ایک دن آسمان کی بلندیاں طے کر جائے گا۔ حلیمہ نے تو فرشتے قربان ہوتے دیکھے جہاندیدہ لوگوں کو جھکتے پایا، سمجھداروں سے سُنا۔

"یہ وہی بچہ ہے جس کی خبر کلیم اللہ و روح اللہ نے دی ہے"

بلاد بنی سعد سے پھوٹی ہوئی خبر ہوازن و غطفان، کلب و طے، نجران و خیبر تک پہنچی ہر جگہ نبی موعود کا چرچا تھا۔ راہب و کاہن، احبار و شیوخ تردد میں تھے۔

---

[1] مناقب ۱/۱۹ سیرۃ ۱/۱۵۳

موقع بموقع حلیمہ مکے آتیں تو حضرت کو بھی ہمراہ لاتی تھیں اور بزرگان قریش بھی بنی سعد جاتے اور
یتیم عبداللہ کو دیکھ آتے، گھر والوں میں کون ایسا ہوگا جو سال میں دو ایک مرتبہ فرزند عزیز کو نہ دیکھ آتا ہو۔
۲ عام الفیل میں آپ دو سال کے ہوئے تو حلیمہ آپ کو لیکر مکے آئیں۔ لوگوں کا خیال تھا کہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا جائے لیکن شہر کی آب و ہوا خراب ہونے کی وجہ سے حلیمہ نے دوبارہ طائف لے
جانے کی درخواست کی لوگوں نے اجازت دے دی۔

حلیمہ کے گھر میں کئی بچے تھے لیکن ان کی بڑی صاحبزادی "شیما" حضرت سے بہت محبت کرتی تھیں
ابن ہشام کہتے ہیں۔

ویذکرون ان الشیماء کانت تحضنه مع امها اذا کان عندهم (سیرت ۱/۷۰)	جب آنحضرت طائف میں ہوتے تھے شیما اپنی والدہ کے ساتھ حضرت کو گود میں لیتیں اور پرورش میں ماں کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

نرالا بچہ، بھولی صورت، نہ رونے والا، نہ عام بچوں کی طرح ضدی اور گندہ، صابر، ہنس مکھ طیب
وطاہر، نہ کھیلنے کا شوق، نہ فضول گھومنے کی عادت (سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۸۲)

خاتمۂ رضاعت اور مکہ میں آمد

۵۷۴ء کے بعد آپ مکے آگئے۔ پانچ سال کی عمر، سرداری و رہنمائی کے انوار ضوفشاں، بلند
نگاہی و خوف الٰہی کے آثار نے درّ یتیم کی قدر پیدا کر دی۔ پہاڑیوں کے دامن میں عظمت و اقتدار کے
پروانے ایوان شعب ابو طالب و خانۂ عبد المطلب جمال جہاں آراء سے چمکنے لگے۔ عبد المطلب سا محترم
سردار، ابو طالب جیسا با اقتدار عم نامدار بچے پر پروانہ وار قربان تھا۔ گھر والوں کی روز افزوں قدر دانی اور
محمد مصطفیٰ کی آسمانی فضیلتوں نے مکے والوں کو گرویدہ بنا دیا۔ زمزم کا پانی اور عبد المطلب جیسے موحد کامل
کی تجارت سے حاصل کی ہوئی حلال کمائی سے جو مل جاتا اسے شکر کر کے نوش فرماتے۔ فطرت کے جوہر چمکے
بولنا شروع کیا تو لوگوں نے صادق، راست گو، سچا — عرفیت قرار دے دی۔

اس عہد کے مشاغل

سچا جھوٹوں میں کیا کھیلتا؟ محمدؐ جیسا قابلِ تعریف انسان بدکار، بد اخلاق لڑکوں سے کیونکر ملتا، لیکن خانہ نشینی کاہلی ہے، جو آفاق پر چھانے کے لیے پیدا ہوا تھا اس کا زمین پر چلنا پھرنا بھی ضروری تھا۔

طائف میں گھر کی بکریاں چرانے والوں کے ساتھ، تیر اندازی کے مقابلوں اور کشتی و شجاعت آفرینی کے میدانوں میں جانا، رفعت نگاہی و بلندی ہمت کے مظاہرے تھے۔ مکے میں آئے تو دادا، اور چچا تجارت پیشہ تھے، اونٹوں اور بکریوں کے گلے ملکیت میں تھے۔ غلام اور نوجوان لڑکے گلے لے کر نکلتے تھے، حضرت عیسیٰؑ و موسیٰؑ و داؤدؑ اور دوسرے انبیاء بھی یہ کام کر چکے تھے۔ ہمارے نبی بھی اس کام کو فخر سمجھتے تھے، مگر جب دھوپ کی تیزی سے سب لوگ پہاڑیوں کے سائے میں بیٹھ کر گیت گاتے تھے تو آپ قدرتِ خدا کے مشاہدات سے محظوظ ہوتے اور جب ہم سن بچے بوڑھوں سے قبیلوں کی خونین داستانیں سنتے تو حضرتؐ حمد خدا کی تسبیح پڑھتے تھے۔

۵۷۶ء میں آپ کی عمر شریف چھ برس تھی۔ حضرت آمنہؑ اپنے محترم شوہر کی یاد میں صبر کیے تھیں مگر اب صبر نہ کر سکیں معلوم نہیں موت کی کشش تھی یا فرزند کو باپ کی قبر دکھانے کی تمنا کہ سامان سفر تیار ہوا، ناقوں پر پالان کسے گئے اور ایک چھوٹا سا قافلہ زیارت قبر عبداللہ کے لیے مکے سے مدینہ چلا۔ مدینے پہنچ کر خاتون گرامی نے قبر پر پہنچکر کیا کہا؟ تاریخیں نہیں جانتیں مگر زبان حالی بتاتی ہے کہ آمنہ نے اپنے جلیل القدر شوہر کی قبر پر فخر و سرور غم و حسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ عبداللہ کی امانت پیش کر کے کہا ہوگا :

> "اے حیاتِ ابدی کی نیند سونے والے خدا رسید لیجیے۔ یہ آپ کا فرزند محبت ہے جو آنسوؤں کے پھولوں اور مرتیوں کی سدا بہار چادر چڑھانے آیا ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا قبر کی زیارت سے مانع نہ ہوا اور محمدؐ مصطفےٰ کے نزدیک قبر کی حفاظت و زیارت ایک خوش قسمتی ہے۔

جناب آمنہؑ کی وفات

حضرت عبدالمطلب کی ننہیال مدینے کے قبیلہ بنی نجار و بنی عدی میں تھی، حضرت آمنہؑ بھی مدینے کی انھیں آبادیوں میں سے بنی نجار میں مقیم رہیں۔ یہیں آنحضرتؐ نے اتنے دن قیام فرمایا کہ لوگوں نے پانی میں تیرتے ہوئے بھی دیکھا (عہد نبوی۔۔ ص ۸۰ بحوالہ سیرۃ الشامی)

ایک طویل مدّت کے بعد مکّے واپس آنا چاہا، ام ایمن کنیز اور دو چار آدمیوں کے ساتھ سفر شروع ہوا مگر دل قبر عبداللہ کا طواف کر رہا تھا۔ یہ اطمینان تھا کہ ان کی یادگار اب خود کفیل ہے۔ مزاج ناساز ہوا، راستے ہی میں — ابواء[1] — کی آبادی تھی قافلہ یہاں ٹھہر گیا، کچھ دن بعد خاتون گرامی نے دنیا کو خیرباد کہا۔ طبری کے خیال میں جناب آمنہؑ کی قبر مکّے میں بمقام "شعب ابو ذر" ہے۔ آج کل منہدم شدہ جنت المعلّیٰ میں ایک قبر کو آپ ہی کی قبر کہا جاتا ہے۔

یتیم عبداللہ روحی لہ الفدا کے لیے سخت ترین آزمایش تھی جو صبر کے ساتھ طے ہوئی۔

آنحضرتؐ جناب عبدالمطلب کی گود میں

عبدالمطلب بزرگ خاندان تھے۔ ان کے فرزند، صاحب اولاد اور اپنا اپنا کاروبار کرتے تھے۔ جب تک جناب آمنہؑ حیات تھیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم براہ راست ماں کی آغوش مبارک میں تھے لیکن اب عبدالمطلب براہ راست ماں بھی تھے اور باپ بھی۔ آنحضرتؐ سے جد بزرگوار کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب سایۂ دیوار کعبہ میں جا کر بیٹھتے تو نبی اکرمؐ کو اپنے برابر مسند پر بٹھاتے خاندان کے چھوٹے بڑے سامنے حلقہ بنائے ہوتے۔ اور اگر کوئی کچھ کہتا تو آپ منع فرماتے اور کہتے کہ اس بچے کو تم بہت جلد پہچان لوگے، پھر پیشانی چومتے تھے۔ بنی ہاشم نے محمدؐ مصطفےٰ کا یہ اعزاز دیکھا، پھر اپنے بچے کو اس کا اہل دیکھ کر خود بھی تعظیم کی (ابن ہشام ج ۱ ص ۱۷۸)

---

[1] یہیں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ الابواء جحفہ سے تقریباً ۲۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے (تاریخ ائمہ ص ۱۳۱) آج کل یہ قبرستان جنت المعلیٰ میں داخل ہے۔ اس قبر انور کا قبہ سعود کبیر نے ڈھا دیا۔

عبدالمطلب کی وارفتگی

ایک مرتبہ جناب عبدالمطلب نے آپؐ سے فرمایا کہ اونٹ چرنے گئے ہوئے ہیں ذرا انھیں دیکھ آئیں اور لے آئیں۔ حضرتؐ باہر تشریف لے گئے، واپسی میں ذرا دیر ہوئی تو حضرت بے چین ہو گئے جیسے مائیں اپنے بچے کے لیے تڑپتی ہیں اس طرح گھبرا کر نکلے اور خانۂ کعبہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر دعا کرنے لگے۔

دو منٹ بعد رسول اللہؐ اونٹ لیے ہوئے آئے عبدالمطلب کی نظر پڑی تو دوڑ کر گلے لگایا، رخساروں کو چوما اور فرمایا:

"بیٹا میں قربان! آج سے تمھیں باہر نہ بھیجوں گا کہیں یہ نہ ہو کہ کوئی تمھیں نقصان پہنچا دے۔"[1]

دارالندوہ اور حرم کعبہ میں سردار قریشؓ کی محبت کے مظاہرے سب نے دیکھے تھے، ہر ایک جانتا تھا کہ عبدالمطلب خاندان میں سب سے زیادہ اس فرزند سے محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ

عبدالمطلب کی وفات

۵۷۸ء میں جب آپ کا وقت آخر تھا تو تمام گھر والوں سے وصیت کی کہ —— میرے محمدؐ سے خبردار رہنا —— ابو لہبؓ عباسؓ حمزہؓ غرض ہر فرزند نے بڑھ کر محمدؐ کو پالنے کی درخواست کی لیکن آپ نے ابو طالب کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا بنی قد علمت شدۃ حبی لمحمدؐ و وجدی بہ، انظر کیف تحفظنی فیہ

بیٹا تمھیں معلوم ہے کہ محمدؐ سے مجھے کس قدر تعلق خاطر و محبت ہے دیکھنا ہے تم میرا خیال کس حد تک رکھتے ہو۔

جناب ابو طالب نے عرض کی والد محترم!

لا توصینی بمحمدؐ فانہ ابنی و ابن اخی (مناقب ۱/ ۲۱)

محمدؐ کے بارے میں وصیت نہ فرمائیں، وہ تو میرا بیٹا، میرے بھائی کی نشانی ہے۔

---

[1] مناقب ۱/ ۲۰

اس کے بعد سردار قریش نے رحلت فرمائی۔ انرزقی کہتا ہے کہ آنحضرتؐ جنازے کے ساتھ ساتھ روتے ہوئے جارہے تھے یہاں تک کہ حجون میں سپرد خاک کیے گئے (مقام ابراہیم تالیف محمد طاہر بن عبدالقادر ص ۸۳) ہمارے نبیؐ پر یہ تیسرا سانحہ گذرا لیکن ابوطالبؑ حقیقی عم بزرگوار تھے اس لیے خداوند عالم نے اس بھیانک ماحول کو پھر بدلا۔

ابوطالب بن عبدالمطلب

قریش کی تاریخ میں ابوطالب آخری سردار ہیں ان کے بعد عرب کا قبائلی نظام بدل گیا، سرداری میں قبائلی طریق کار ختم ہو گیا۔ حضرت محمد مصطفےٰؐ اور جناب علی بن ابی طالبؑ اگرچہ قریش ہی سے متعلق تھے۔ دونوں سرداران عرب کی یادگار تھے مگر ان کی سرداری خداوندی منصب سے بدل دی گئی، اس لیے تاریخ کا مطالبہ تو یہ ہے ابوطالب پر مبسوط بحث کی جائے مگر طول کے خیال سے ہم اس باب کو سوانح امیر المومنین علی علیہ السلام کے لیے مخصوص کرتے ہوئے بہت جلد سوانح سرکار رسالتؐ پر آرہے ہیں۔

حضرت ابوطالب ۵۳۷ء کے لگ بھگ مکے میں پیدا ہوئے اور جناب عبداللہ سے سن میں بڑے تھے آپ کی (اور عبداللہ کی) والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومی ہیں۔ فرزندان عبدالمطلب میں سب سے زیادہ باوقار راست باز، بہادر، مقبول خاندان شخصیت کے مالک یہی ابوطالب تھے۔

عبدالمطلب بھی اپنے اس فرزند سے بے حد محبت فرماتے تھے، ابوطالب حجاز کی تجارت کے سربراہ کار، (بالفاظ قرآن رحلۃ الشتاء والصیف) موسمی قافلوں کے قائد بھی تھے سب سے بڑی خصوصیت جو ابوطالب کے بارے میں میری نظر سے گذری وہ یہ ہے آپ عرب کے بہت بڑے قاضی — حکم — اور چیف جسٹس تھے۔

آپ بہت بلند شاعر بھی تھے چنانچہ آپ کا دیوان عربی ادب کا قیمتی سرمایہ[1] اور دیوان کا مشہور لامیہ سبعہ معلقہ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ قصیدہ کا پہلا شعر ہے۔

خلیلیّ[2] ما اُذنی لاوّلِ عاذلِ

بصغواء فی حقٍّ ولا عند باطلِ

دیوان اور تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو طالب بڑے سخی، دریا دل دولت مند تاجر تھے حلف الفضول کے موقع پر عرب کے سرداروں، قبیلوں کے رولوار آدمیوں نے پکار کر کہا تھا کہ

"ابو طالب جیسی عظیم شخصیت کا مالک سردار ایک بھی نہیں"۔

ابو طالب اور محبتِ رسول

بقول ابن ہشام یوں تو ابو طالب اپنے والد بزرگوار کی زندگی میں بھی رسول خدا کی محبت میں سرشار تھے مگر والد کے بعد تو یہ عالم تھا کہ کثیر الاولاد ہونے کے باوجود ہر وقت آپ ہی کی فکر رہتی تھی۔ ہر وقت — محمدؐ — کا دھیان تھا۔ حد یہ ہے کہ حضرتؐ کو اکیلا سلانے کی بجائے اپنے ساتھ سلاتے تھے۔

ابو طالب نے سایہ دیوار کعبہ اور اپنے گھر میں اول سے آخر تک بھتیجے کے حالات و انداز دیکھے تھے "شیخ الاباطح" کو یقین تھا کہ یہ فرزند قسمتیں بنانے آیا ہے۔ توحید کے عقیدے اور دین حنیفی کی پیروی نے انھیں ہمیشہ کو بتوں سے باجبر کر دیا تھا۔ اپنے خیالات ظاہر کرنا۔ کوئی کہتا تھا "اسے یہودیوں سے بچانا" کوئی کہتا تھا "یہ آخری نبی کے علامات و صفات کا حامل ہے" ایک کی رائے تھی:

"ابو طالب بڑے خوش نصیب ہیں، اتنا جلیل القدر انسان ان کی ولایت میں ہے"

---

[1] ابی ہفان عبداللہ بن احمد مہزمی عبدی نے عفیف بن اسعد کے واسطے سے عثمان بن جنی متوفی ۳۹۲ھ کی روایت دیوان مرتب کیا۔ زیر نظر نسخہ "دیوان شیخ الاباطح" کے نام سے سید محمد صادق آل بحر العلوم کی شرح کے ساتھ بغداد سے ۱۳۵۶ھ میں شائع ہوا۔

[2] میرے دوستو میرے کان کسی پہلے ہجو گو، اور ملامت کرنے والے کے لیے متوجہ نہیں ہو سکتے۔ نہ میں کوئی غلط بات سن سکتا ہوں۔

یہ قصیدہ دیوان کے صفحہ ۲ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص۔ ۷ حماسہ ابن شجری ص ۱۸ کے علاوہ اکثر ماخذ ادب میں ملتا ہے۔

اسے ایک دن ناچار عالم ہونا ہے۔"

فاطمہ بنت اسد

ابوطالب اپنے فرزند کو ان لوگوں سے بچاتے تھے نگہداشت و حفاظت سے ایک آن بھی غافل نہ تھے۔ آپ کی اہلیہ جناب فاطمہ بنت اسد باوجود کثیر العیال ہونے کے بھتیجے کی خبر گیری و خدمت گذاری میں شب و روز ایک یکسے رہتی تھیں اپنے شوہر کی طرح محمد مصطفیٰؐ پر نثار تھیں۔ پھر بچے کے دلکش اخلاق، خداترس صفات نے اس گرویدگی میں اور اضافہ کر رکھا تھا۔

کہنے کو تو فاطمہ بنت اسد، عبدالمطلب کی حقیقی بھتیجی ہونے کی وجہ سے رسالتمآبؐ کی چچی بھی تھیں اور پھوپھی بھی لیکن عبدالمطلب و ابوطالب کے مقابلے میں ان کی خدمت کو درخور اعتنا اور لائق توجہ نہ ہونا کوئی خلاف قیاس بات نہ ہوتی مگر حضرت رسالت پناہ کے لیے خداوند عالم کا یہ اہتمام قابل غور ہے کہ فاطمہ اپنے کردار و اخلاق مزاج و فطرت کے لحاظ سے اتنی بلند مرتبہ ثابت ہوئیں کہ رسالت مآبؐ انھیں اپنی حقیقی ماں سمجھتے رہے۔

مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے لکھا ہے :

"حضرت علیؑ انہی کے بطن بابرکت سے تھے ان کی طبع فیاض، اور دل مہر و شفقت والا تھا۔ آنحضرتؐ کی حسن تربیت میں اس نیک چچی کو بھی بڑا بھاری دخل تھا۔ کیونکہ تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مرد اپنے رشتہ داروں سے جو بھی حسن سلوک یا مہمانوں کی خاطرداری اور مدارات کرتا ہے اس کا دارومدار زیادہ تر اس کی نیک بیوی کی حسن سیرت اور فیاض طبع پر ہوتا ہے ورنہ تنگ دل اور چھچھوری عورت، مرد اور اس کے رشتہ داروں کو ایک دوسرے کے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتی"

نیک چچی کو آنحضرتؐ سے ماں جیسی محبت تھی تو آنحضرتؐ کو بھی ان سے نہایت الفت تھی۔ آپ ان کی عزت و محبت ماں کے برابر کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے طبقات ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ :

"یہ حضرت فاطمہؓ (زوجہ ابو طالب) ایک صالحہ خاتون

تھیں۔ آنحضرتؐ ان کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور ان

کے گھر میں (دوپہر کا) قیلولہ کیا کرتے تھے۔"

حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ:

"جب حضرت علیؑ کی والدہ فوت ہوئیں تو آنحضرتؐ نے ان کو (کفن کے ساتھ) اپنا کرتہ بھی پہنایا اور (جب قبر میں رکھا گیا تو) آپ قبر میں ان کے ساتھ لیٹ گئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضورؐ! آج تک ہم نے اس سے پہلے (کسی میت کے ساتھ) آپ کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا:

"ابو طالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ نیکی کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے ان کو اپنا کرتہ اس لیے پہنایا ہے کہ ان کو جنت کے حلے پہنائے جائیں اور (قبر میں) ان کے ساتھ اس لیے لیٹا ہوں کہ ان پر (قبر میں) آسانی کی جائے[1]۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ذکر کیا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے (اپنی شادی کے بعد) اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا (اماں جی!) آپ بنت رسول اللہؐ کے لیے پانی لانے اور کام کاج کے لیے باہر جانے میں کفایت کریں۔ وہ آپ کے لیے (گھر کے کام کاج) غلہ پیسنے اور آٹا گوندھنے میں کفایت کریں گی[2]۔

گویا آپ نے تقسیم کار کے اصول پر جو کام جس عمر کے لائق تھا۔ وہ

---

[1] استیعاب جلد دوم ص ۵۲، کرتا پہنانے اور ان کے حسن تربیت کا ذکر اصابہ ج ۸ ص ۲۳۱ میں بھی ہے۔ (راقم محمد ابراہیم) [2] اصابہ ج ۸ ص ۲۳۱، منہ،

تجویز کیا۔ وَاللّٰہُ دَرُّ عَلِیٍّ مَا اَعْقَلَہٗ ۔

تنبیہ : ہم نے حضرت علیؓ کی والدہ کا ذکر اس تفصیل سے اس لیے کیا ہے کہ اردو زبان میں سیرت نبوی پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ان کی خصوصیت اور حسن تربیت کا ذکر نہیں کیا گیا حالانکہ آنحضرتؐ کے قلب پاک میں ان کی مہر و الفت اور حسن تربیت و شفقت کا نقش نہایت گہرا تھا۔ پس یہ ایک فروگذاشت تھی جسے خدا کے فضل سے پورا کر دیا گیا ہے واللہ الحمد علیٰ حسن توفیقہ" (انتہیٰ سیرت المصطفےٰ ج ا ص ۱۹۴ تا ۱۹۸)

کم سنی میں آنحضرتؐ کی سیرت

سخاوت یہی چاہنے والی ماں کہتی ہیں کہ :

محمد مصطفےٰؐ اس کمسنی میں فطری سخاوت و ایثار کے مظاہرے فرمایا کرتے تھے بچوں کو کھجوریں بانٹنا آپ کو اچھا معلوم ہوتا تھا۔

سوکھے درخت ہلاتے تو تازہ کھجوریں گرتی تھیں۔

غذا بچپنے کے اس عہد میں ہمیشہ بسم اللہ کہہ کر کھانا نوش فرماتے تھے اور بعد فراغت الحمد للہ کہتے۔

عموماً آب زمزم پیتے تھے اور کبھی فقط اسی پر اکتفا کرتے تھے گھر والے کہتے بھی کہ کچھ کھا لو تو آپ شکم سیری کا عذر کرتے تھے۔

بچے" ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے اور جب تک آنحضرتؐ سیر نہ ہوتے آپ دوسروں سے انتظار کرواتے تھے۔

دسترخوان پر آپ کے بیٹھنے سے برکت ہوتی تھی اور کھانا بچ جایا کرتا تھا۔

نور افشانی و عصمت حضرت ابو طالب فرماتے تھے۔

وکنت ربما اتیتُ غفلۃً	جب میں اچانک آیا آسمان سے لے کر ان کے

نادی من لسن راسہ نور اممن واقد بلغ السماء۔ ثم لم ادمنہ کذبۃ قط ولا جاھلیہ قط و لا رایتہ یضحک فی موضع الضحک ولا وقفا صبیان فی لعب و لا التفت الیھم وکان الوحدۃ احب الیہ والتواضع

تک ایک عمود نور پایا۔ میں نے کبھی معمولی سی غلط بیانی ذرا سی بھی جاہلیت کا اثر نہیں پایا۔ نہ ہنسنے کے موقعہ پر قہقہہ لگاتے دیکھا نہ لڑکوں سے کبھی کھیلتے اور دل بہلاتے دیکھا۔ محمدؐ کو تنہائی اور انکساری پسند تھی۔

(مناقب ۱/۲۲)

بتوں کی طرف رخ کرنا تو کجا۔ حرام و مشتبہ کھانا بھی نوش نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے امتحاناً صدقے کی اور چرائی ہوئی مرغی پکا کر بعض لوگوں کے سامنے رکھی لیکن حضرت نے دونوں مرغیوں سے ہاتھ روک لیا۔

قحط پڑا۔ تو حضرت عبدالمطلب دعا کے لیے آنحضرتؐ کو بھی ساتھ لے گئے۔ سب لوگوں نے دعا شروع کی تو آنحضرتؐ دیوار کعبہ سے لگ کر کھڑے ہوئے اور آسمان کی طرف رخ کر کے انگلی سے اشارہ کرتے رہے یہاں تک کہ بادل آئے اور جھوم کے آنے والی گھٹا خوب ٹوٹ ٹوٹ کے برسی۔

آنحضرتؐ کے تجارتی سفر

سرکار رسالتؐ نے اس چھوٹی سی عمر میں کئی سفر فرمائے مثلاً طائف گئے۔ مدینہ میں قیام فرمایا، لیکن بارہ برس کی عمر میں آپ نے ایک طولانی سفر فرمایا۔ ۵۸۲ء میں آپ کے عم بزرگوار شام تشریف لے جانے لگے تو چاہنے والے بھتیجے کو بھی ساتھ لے لیا۔ یہ طولانی سفر موسمی تجارت کے

سلسلے میں ہو رہا تھا۔ عرب کے متموّل و تاجر سرداروں اور بیوپاریوں کا یہ قافلہ چلا تو ابوطالب نے آنحضرتؐ کا ناقہ سب کے آگے رکھا۔ راستے میں ان کو متعدد مقامات پر رکنا پڑا۔ راہبوں اور احبار یہود، کاہن اور قیافہ شناس تجربے کار اور جہاندیدہ لوگوں نے روک روک کر ابوطالب کو معصوم ساتھی کی عظمت و جلالت سے باخبر کیا۔ پورے سفر اور قیام بصریٰ میں ابوطالب نے آنحضرتؐ کو حاسدوں، دشمنوں اور کاہنوں سے بچایا اور بخیر و عافیت واپسی فرمائی۔

اس سفر نے توریت و انجیل کے ماننے والوں میں ہل چل ڈال دی ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ جس نبی کی خبر دی گئی تھی وہ پیدا ہو چکا ہے۔

میرے خیال میں اس سفر میں غیر معمولی کامیابی ہوئی اور پیغمبر کی برکت سے دوسرے ساتھیوں اور بیوپاریوں کا مال زیادہ پسند کیا گیا۔ ابوطالب نے اس کے بعد جو سفر کیے ان میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ساتھ لیا ہوگا۔ کیونکہ بیس برس اور پندرہ برس کی عمر میں سفر کی روائتیں موجود ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ آپ اس زمانے میں صادق و امین کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

حربِ فجار

عرب کی خطرناک قبائلی جنگ

خانہ کعبہ کی مرکزی حیثیت اور ایام حج کی بین القبائلی اہمیت کے ساتھ قومی میلے، حرام مہینوں کا مشترک وقفۂ امن، لوگوں کو میل جول کے مواقع فراہم کرتا تھا۔ دُور دُور کے لوگ دوکانیں لگانے آتے تھے۔ اوباش و بدمعاش شرارتیں کرنے اور بہادر و شاعر اپنے کارنامے سُنانے جمع ہوتے تھے۔ کسی کے منہ پر نقاب ہوتی تھی۔ کوئی اپنا قصیدہ گا رہا تھا۔ کہیں نوجوانوں کا جمگھٹا ہوتا تھا۔ ہنسی مذاق میں مستیاں دکھائی جاتی تھیں۔ ایک کنارے لڑکیوں کے خیمے ہوتے تھے۔ ایک میدان میں بازار قصہ خوانی منعقد تھا۔ بقول جسٹس امیر علی مرحوم عکاظ[1] کا بازار عرب آج کا اولمپیا تھا۔ یہاں رقاصہ عورتیں، شرابی اور آوارہ گرد بھی دل کی پیاس بجھانے آتے تھے۔

۵۸۵ء میں جبکہ آپؐ کی عمر مبارک پندرہ بیس[2] کے اندر تھی کچھ لوگ میلے کے اس اجتماع میں پرانی داستانیں، شاعروں کے قصیدے سُن رہے تھے کہ بدر بن معشر غفاری بنی کنانہ کا ایک شریر دبہادر کھڑا ہو گیا ادھر ادھر کی باتیں کر کے شعر پڑھتے پڑھتے کہنے لگا۔

نحن بنو مدرکہ بن خندف

من یطعنوا فی عینہ لا یطرف

یکونوا قومہ یغطرف

---

[1] عکاظ کا محل وقوع طائف و نخلہ کے درمیان ہے۔ جاہلیت میں ذی القعدہ کے دنوں میں یہاں اجتماع ہوتا تھا۔

[2] طبقات الکبیر ۱/۸۱

کَانّھُم لُجّة بحر مدف

(یعنی ہم مدرکہ بن خندف (اہلیہ الیاس بن سفر) کے فرزند ہیں۔ وہ جس پر نیزہ لگاتے ہیں اُسے موت کی نیند سونا پڑتا ہے۔ ان کی قوم میں جو بھی ہے وہ فخر سے گردن فرازنہ۔ وہ اتنی بڑی اکثریت میں ہیں کہ جب چلتے ہیں تو طوفانی سمندر موجیں مارتا نظر آتا ہے)

بدر نے یہ شعر پڑھتے ہوئے اپنے پیر مجمع کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

اَنَا اعز العرب فمن زعم انه اَعَزُّ مِنی فلیضرِبھا بالسَّیف۔

"میں عرب کا سب سے زیادہ معزز آدمی ہوں۔ اگر کسی کو مجھ سے زیادہ معزز ہونے کا غرہ ہو تو اُسے تلوار سے کاٹ دے۔"

مجمع میں ایک شخص احمر بن مازن نامی نوجوان بھی بیٹھا تھا۔ بدر کا یہ چیلنج سُن کر اس کا خون گرمایا اور تلوار چمکا کر اٹھا۔ مجمع نے دیکھا کہ بدر لہولہان ہے اور احمر کی آواز فضا میں گونج رہی ہے۔

خذھا ایھا المخندف

لیجئے جناب خندف کے صاحبزادے

نحن بنو دھمان ذوالتغطرف

بحر بحر زاخر لم ینزف

نبنی علی الاحیاء بالمعرف

(ہم بھی بنو دہمان کے سربلندوں میں ہیں۔ ہم اس طوفانی سمندر کے ٹکڑے ہیں جو خشک نہیں ہوتا۔ ہمارا وطیرہ ہے کہ قبیلوں پر احسان کرتے ہیں)

اب دیر کیا تھی ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ سارا میلہ درہم برہم ہو گیا۔ چھوٹے بڑے سب دوڑے کوئی خوش تھا کہ چلو تلوار چلی۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ حرمت کا مہینہ اور کام کے دن بھی ان لونڈوں نے تباہ کر دیے

آخر بڑوں نے مل کر صلح صفائی کرادی۔ اور اس سال بات ٹل گئی لیکن دوسرے سال پھر اسی محترم مہینے میں قریش وکنانہ اور تیسرے سال ہوازن وکنانہ میں جھڑپ ہوئی۔[1]

ایک آدھ سال کے وقفہ کے بعد اسی عکاظ کے میلے میں گڑبڑ ہوئی اور کنانہ و قریش میں ہنگامہ ہوا، لڑائی ہوئی، آخر میں یہ طے ہوا کہ اچھا آئندہ سال میلے میں دیکھا جائے گا۔ دوسرے سال پھر اسی محترم زمانے میں شمطہ نامی جگہ پر سارے حریف قبیلے آئے۔ قریش وکنانہ کا سردار حرب ابن امیہ ہوازن وسلیم کا سپہ سالار مسعود بن معتب ثقفی تھا۔ یہ مقابلہ بڑا سخت تھا اور قریشیوں کو بڑا نقصان پہنچا تیسرے سال پھر اسی زمانہ امن واجتماع میں عبلاء نامی مقام پر بنی قیس، کنانہ اور قریش میں جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں زبیر بن عوام کے والد عوام بن خویلد کھیت رہے۔

یومِ عکاظ

نئے سال کے میلے میں ایک زبردست جھڑپ لڑنے کے لیے براض[2] (بن قیس بکری) نامی بدمعاش نے ایک تجارت کے سلسلے میں شرارت کی اور امن کے دنوں کو بھی جنگ کے دنوں میں بدلنے کی ٹھانی۔ اسی لیے مورخین وادیب ان لڑائیوں کو فجار، عہد شکنی، بداخلاقی اور بے ضابطگی کے رن کہتے ہیں۔ عکاظ کا بازار اور قریب قریب کی آبادیاں جو کبھی رقص وطرب، کاروبار، جلسوں اور کھیلوں کا مرکز تھیں۔ اب کے سال یہ بستیاں آباد تو تھیں مگر خوف وہراس کی وجہ سے یہ ویران معلوم ہوتی تھیں۔ لوگ تھے مگر یا جوش جنگ لیے ہوے یا خوف جان سے لرزاں معلوم نہیں دور دراز ملکوں

---

[1] انوار المنتخبہ وایام العرب فی الجاہلیت تالیف محمد احمد ومحمد ابوالفضل طبع دوم ۱۱۴۶ء ان تینوں معرکوں کو حرب الفجار اول اور دوسری پانچ لڑائیاں فجار ثانی کہلاتی ہیں۔

[2] یہ جھڑپ عکاظ کے قریب نخلہ نامی جگہ ہوئی تھی اس لیے یوم نخلہ کہلاتی ہے

[3] قصور یہ تھا کہ عروۃ الرجال نے نعمان بن منذر کے تاجر عطر سوداگر کو پناہ دے دی۔ اس پر براض بن قیس بگڑ گیا۔ اور موقع پاکر عروہ کو قتل کر دیا۔
(دیکھیے ایام العرب وتاریخ خمیس جلد ۱ ص ۲۵۹)

کے قافلے اور سوداگروں کا کیا عالم تھا۔ حجاز میں مکے، مدینے اور متعلقہ آبادیوں کے لوگ ہتھیاروں سے لیس آئے تھے لیکن اور لوگ نہتے بھی تھے۔

عبداللہ بن جدعان بنی کنانہ کے ایک ہزار ناقہ سوار لیے عکاظ میں پہنچا تو قریش تھرا اُٹھے ان کے سرداروں میں حرب اسفیان، ابوسفیان نے قسم کھائی کہ

لا نبرح حتی نموت مکاننا او نظفر

(ہم یا تو مر کر اپنی جگہ چھوڑیں گے یا فتحیاب ہو کر)

قریش کے قبیلوں نے بھی اپنا پورا انتظام کیا۔ چنانچہ بنی ہاشم زبیر بن عبدالمطلب کے پرچم تلے تھے۔ بنی امیہ کی سرداری حرب بن امیہ کر رہا تھا۔ عبدالدار کا خاندان عکرمہ بن ہاشم کی سرکردگی میں تھا۔ بنی اسد پر خویلد بن اسد سردار تھا۔ بنی مخزوم ابوجہل کے باپ ہشام بن مغیرہ کی کمان میں تھے اور عبداللہ بن جدعان بنی تیم کا سردار بنا ہوا تھا۔

رسولِ خداؐ کی شرکتِ جنگ

فجار کی لڑائیوں میں یہی لڑائی ہے جس میں رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت ثابت ہے ایام العرب فی الجاھلیۃ کے فاضل مولفین کا کہنا ہے کہ رسولؐ اللہ، ابوطالبؑ، حمزہؓ اور عباسؓ اس لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔

مولفین[1] ایام العرب فی الجاہلیت نے صرف اتنا لکھا ہے کہ یہ فجار کی تمام لڑائیاں ۵۸۹ء میں ختم ہوئیں گویا آنحضرتؐ اس وقت تقریباً اٹھارہ انیس[2] برس کے تھے۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری نے لکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجار کی کسی	وشهد رسول الله صلى الله عليه

---

[1] محمد احمد جاد۔ علی محمد بجادی، محمد ابوالفضل ابراہیم۔ جنھوں نے ایام عرب کو مختصر طور پر بڑی عمدگی سے مرتب کیا ہے۔

[2] کیونکہ آخری لڑائی سنہ ۲ عام الفیل ۵۸۵ء میں ہوئی اور یہ لڑائی ۸۳/۸۴ھ شوال میں ہوئی۔

وآله وسلم بعض ایامهم وهو یوم
النخلة وهو من اعظم ایام الفجار
وکذا فی اسد الغابة لابن اثیر
اخرجه اعمامه معهم وقالَ
رسول الله صلی الله علیه وآله و
سلم کنت انبل علی اعمامی یوم
الفجار- ای کنت اناولهم النبل
وارد علیهم نبل عدوهم وقالَ
رسول الله یومئذ اربع عشرة سنة
ویقال عشرین سنة -کذا فی دلائل
النبوة -

ایک جنگ میں شریک ہوئے اور وہ جنگ نخلہ تھی
جو فجار کی لڑائیوں میں سب سے معرکے کی جنگ ہے
ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بھی لکھا ہے - آنحضرت ؐ
کے چچا آپ کو ہمراہ لے گئے تھے - خود حضرت ؐ نے
فرمایا ہے کہ میں اپنے اعمام کو تیروں کی مدد دیتا تھا
یعنی انھیں تیر بھی دیتے تھے اور دشمنوں کے تیر
بھی روکتے تھے اور سامان کی نگہداشت بھی -
رسول اللہ ؐ کی عمر چودہ سال تھی اور بقولے بیس
سال جیسا کہ دلائل النبوۃ میں ہے -

قال ابن اسحاق جت حرب
الفجار ورسول الله صلی الله علیه
وسلم ابن عشرین سنة وقد
حضره ورمی فیه مع اعمامه
باسهمهم وانما سمی حرب
الفجار بما استحل هذان الحیان
یعنی کنانه وقیس عیلان فیه
من المحارم بینهم وکان قائد
قریش - - - - - - - - -

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جنگ فجار کے وقت
آنحضرت ؐ کی عمر بیس سال تھی - آپ ؐ اس
لڑائی میں شریک تھے اور اپنے چچا کے ساتھ
انھی کے تیروں سے دشمنوں کو نشانہ بناتے
تھے - اس لڑائی کو حرب فجار صرف اس لیے
کہتے ہیں کہ قیس وعیلان کے خاندانوں نے
محترم مہینوں میں خون ریزی کی تھی - قریش
وکنانہ کا سردار . . . .

حتی اذا کان وسط النهار کان

آخر شام ہوتے ہوتے کنانہ نے قیس

الظفر لكنانه علیٰ قیس

قال ابن اسحٰق کان الفجار الآخر بعد الفیل بعشرین سنة فلم یکن فی الحرب یوم اعظم و لا اذهب ذکرا فی الناس منه وقع بین قریش والفہامن کنانه و بین قیس عیلان

عیلان کو مار لیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ فجار ثانی سنہ ۲۰ عام الفیل میں ہوئی اور اس جنگ سے عظیم اور اس سے زیادہ مشہور لڑائی قریش وکنانہ وقیس عیلان میں کوئی نہیں ہوئی۔

فالتقوا بعکاظ کذا فی شفا الغرام

یہ جنگ عکاظ میں ہوئی۔ دیکھو شفا الغرام

وقیل انه شهد یوم شمطه ایضاً وهو اعظم ایام الفجار (صفحه ۳۶۰)

ایک قول ہے کہ آنحضرتؐ یوم شمطہ میں بھی شریک ہوئے۔ جو فجار کی بڑی لڑائی تھی۔

طبری، ابن ہشام و دیار بکری کی تمام روایتوں اور تحقیقوں کا نتیجہ یہی ہے کہ حضرتؐ کی عمر اٹھارہ بیس برس تھی۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ فجار کی لڑائی میں یوم عکاظ ہی میں شریک ہوئے۔ اگرچہ تاریخ خاتمہ جنگ کے لحاظ سے آخری لڑائی یوم الحریرہ ہے۔ جس میں قریش کو تاوان ادا کرنا پڑا تھا اور ابوسفیان بن حرب۔ نضر بن حارث کلدی، حارث بن عوف بطور یرغمال قیس عیلان کے سپرد کیے گئے تھے۔

لیکن جس طرح یوم شمطہ کی روایت کسی نے نہیں لکھی اسی طرح ۵۸۵ء کی آخری لڑائی یوم الحریرہ میں کسی نے حضرتؐ کی شرکت کا ذکر نہیں کیا۔

حرب فجار کا ایک اہم واقعہ یہ بھی شنیدنی ہے کہ صلح کی کوشش کرنے والے عتبہ بن ربیعہ قرشی اور ابوطالبؑ کی عظمت کی جے کار ہوئی (سیرت المصطفےٰ جلد ا ص ۱۴۱) اسی لڑائی میں خویلد کے

کے والد جناب حدیمہ قتل ہوئے۔

نوعیتِ شرکت

ابن ہشام اور خمیس وغیرہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ اس لڑائی میں شریک تو ہوئے لیکن بطور سپاہی اور جنگ جو کے نہیں۔ صرف عباسؓ و حمزہؓ وغیرہ کی نجی امداد اور سامان کی اعانت و نگہداشت کے لیے۔ اس کے علاوہ جو تفصیل ہے کہ دشمن پر بھی تیر برسائے غلط ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ بطور دفاع آنے والے تیروں کا جواب دیا ہو جیسا کہ کنت انبل علی اعمامی میں تیر اندازی میں اپنے خاندان کی مدد کرتا تھا اس سے مراد ہے ای ادد نبل عدو ھم بھا یعنی ان پر آنیوالے تیروں کا جواب دیتا تھا (ابن ہشام)، لیکن یہ خیال مورخین کا ہے خود روایت میں تفصیل ناپید ہے۔

نتائج

علامہ شبلی اور دوسرے سیرت نگاروں نے اس سلسلے میں زیادہ بحث نہیں کی ہے حالانکہ یہ لڑائیاں اپنی خونریزی، زبان و قوع، قریش کی شرکت اور شکستوں کی بنا پر بہت زیادہ تاریخی اہمیت کی مالک ہیں۔

آنحضرتؐ کی عمر دس سے بیس برس کی تھی اور لڑائیاں بھی مکے میں ہوئیں۔ اس طولانی خونی پس منظر میں رسول اللہؐ کی امن پسندی کی عظمت واضح ہے اور ایک مفکر عالم نفسیات و مورخ یہ ماننے پر مجبور ہے کہ عبداللہ کا فرزند صحرائی درندگی و سخت دلی، قبائلی عصبیت اور عربی کینہ دوزی سے کوسوں دور تھا اتفاق یہ کہ عبدالمطلبؑ اور ابوطالبؑ بھی مکے میں سب سے زیادہ امن پسند تھے۔ جیسا کہ ادب کی تاریخیں گواہ ہیں۔ خود حضرت ابوطالبؑ کا دیوان ہمارے سامنے ہے جس میں جنگ دوستی کا ذکر تو ہے لیکن فساد پسندی کا شائبہ نہیں بلکہ اس کے برعکس یہ ہے:

فما اورکوا ذحلاً ولا سفکوا دماً   وما خالفوا الا شرار القبائل

اسی اہم اخلاقی پس منظر میں ماننا پڑتا ہے بلا شبہ وسیع الاخلاق، رحمدل، صابر اور صادق و امین محمد صلعم امن پسند ہی تھے اور خاندان کے ساتھ اس لڑائی میں نیزہ دینے تلواریں صاف کرنے اور جوش دلانے کے بجائے صرف امانت و حفاظت کے لیے ساتھ ہو لیے تھے۔ اگر جنگ میں امداد مقصود ہوتی تو تیر دینے کے بجائے خود تیر چلاتے۔ نیزہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ میگزین اور ذخیرہ آلات حرب کی نگہبانی میں جسے سامان کی ضرورت ہوتی ہوگی حضرتؐ اسے وہ سامان دیتے ہوں گے۔ چونکہ تلوار دیر تک سپاہی کے ہاتھ میں رہتی ہے اور تیر اندازی کے وقت تیر جلدی ختم ہوتے ہیں اس لیے لوگوں کو تیروں کی ضرورت پڑتی رہی اور حضرتؐ تیر دیتے رہے۔

حلف الفضول

امین عرب، صادق اللسان، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کا فیض مانیے، یا خونی واقعات کے تسلسل کا نتیجہ کہ شوال میں حرب فجار ختم ہوئی، لوگ اپنے نقصانات، ملکی خلفشار اور بدعہدیوں کے خطرناک نتائج پر گردنیں ڈالے سوچ رہے تھے کہ یکایک پھر ایک سانحہ ہوا بنی القائن کا ایک شاعر حنظلہ قریش کے مشہور سردار عبداللہ بن جدعان کی حمایت و پناہ میں مکے آیا مگر بھرے بازار میں بدمعاشوں نے لوٹ لیا (اسپرٹ آف اسلام) بقول مسعودی یمن کے قبیلہ زبید کا تاجر مکے آیا! اور عاص بن وائل سہمی سے کوئی سودا ہوا لیکن عاص نے قیمت میں اتنی گڑبڑ کی کہ سوداگر مایوس ہوگیا مگر اس نے سوچا کہ سرداران مکہ کو عزت کی ماری جائے وہ کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ پہاڑ کے نیچے سایہ کعبہ تک مختلف مقامات پر قریش کے سردار اپنی اپنی انجمنوں میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ انھوں نے پہاڑ کی بلندی سے فضا میں گونجتے ہوئے لہجے میں یہ شعر سنے[۱]

یا للرجال لمظلوم بضاعۃ
ببطن مکۃ نادی الحی والنضر

---

[۱] مولوی ابراہیم میر نے یہ شعر یوں لکھا ہے۔

یا آل فہر لمظلوم بضاعتہٗ ببطن مکۃ نائی الدار والنفر

"مکے کی وادی میں جمع ہوئی محفلوں کے خاندانی سردارو! کیا اس مظلوم کی بھی سنوگے جس کی مایہ بساط لوٹ لی گئی"۔

إنّ الحرام لمن تمت حرامته

ولا حرام لثوبی لابس الغدر

"حرم کعبہ تو اس کے لیے حرم ہے جو یہاں محفوظ رہ جائے میرے لیے حرم حرم نہیں ہے کہ آج میرے ساتھ عہد شکنی کی گئی اور یہاں کے ایک باشندے نے مجھے لوٹ لیا"۔

اس آواز نے ہاشم کے خاندان کو بے چین کر دیا اور زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک پر قریش کا یہ معزز و امن پسند شریف و شرافت نواز خاندان اپنی غیرت کے تقاضوں سے متاثر ہو کر اٹھا اور عبداللہ بن جدعان، بنو ہاشم کے علاوہ بنی زہرہ اور بنی تیم کے علاوہ دوسرے قبائل کا کیا ذکر۔ بنی امیہ تک شریک نہیں تھے۔ یہاں طے ہوا کہ

"مکے میں ہر شخص مکی ہو یا اجنبی، آزاد ہو یا غلام، محفوظ رہے گا۔ اس کی جان و مال پر کوئی دست درازی نہ ہو گی۔ اور اگر اتفاقاً کسی آوارہ مزاج اوباش نے اسے نقصان پہنچایا تو یہ شریک معاہدہ قبائل اس کے نقصان کی تلافی کریں گے"۔

مظلوم کی حمایت ظالم کی ہمت شکنی۔ مکہ کی روایتی عظمت کے تحفظ کے سلسلہ میں یہ معاہدہ ایک قدیم معاہدہ کی تجدید تھا۔ چونکہ اس سے پہلے معاہدے کے داعی فضل۔ فضال۔ مفضل اور فضیل تھے لہذا معاہدے کا نام "حلف الفضول" رکھا گیا تھا۔ دوسری مرتبہ جو معاہدے کی تجدید ہوئی تو اسے بھی یہی نام دیا گیا۔

قریش کے بزرگوں کے ساتھ جواں سال محمدؐ بن عبداللہ بھی شریک تھے اور اس شرکت پر حضرتؐ کو ناز بھی تھا۔ تاریخوں نے آپ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

ما احبّ ان لی بحلف حضرته	عبداللہ بن جدعان کے گھر منعقد شدہ
فی دار عبد اللہ بن جدعان	حِلفُ الفضول کے عوض اگر مجھے سُرخ رنگ

حمر النعم۔ وَاِنّی اعن دة هاشم
وزهرة وتیم وتحلفوا
ان یکونوا مع المظلوم۔ وَ لَو
دعیت به لَاَجَبْتُ۔ وَ هُوَ
حلف الفضول (طبقات ص ٨٢)

اونٹ دیے جاتے تو میں نہ لیتا۔ اس میں
بنی ہاشم و بنی زہرہ و تیم نے عہد کیا تھا کہ
مظلوم کا ساتھ دیں گے۔ اور اگر آج بھی
میں اس عہد کے لیے بلایا جاؤں تو ضرور
جاؤں۔
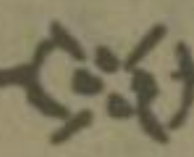
عہدِ شباب

اے سمندر پر گذرنے والو، اور اس میں بسنے والو! اے
جزیرو اور ان کے باشندو!
خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ، زمین پر سرتاسر اس کی
ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں
اپنی آواز بلند کریں۔

(یسعیاہ ب ۴۲: ۱۰ و ۱۱)

اب محمد عربی (روحی لہ الفداء) کی عمر بیس برس کے قریب تھی۔ گھر میں تجارت جیسا معزز پیشہ پسند کیا جاتا تھا۔ ابوطالب قاضی عرب ہونے کے باوجود بڑھاپے میں اپنے اجداد کے قائم کردہ اصول تجارت پر کاربند تھے۔ حضرت رسالتمآب بچپنے میں چچا کے ساتھ تجارت میں اپنی صلاحیتوں سے سب کو متاثر کر چکے تھے۔ مکے کے کاروباری لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ ——— م ح م د ——— امانت، صداقت، ہوشمندی اور بابرکت ہاتھوں کے لحاظ سے بے مثال ہیں اس لیے اکثر سفر کے وقت آپ کی امداد لی جاتی ہوگی۔ آپ اپنا اور دوسروں کا مال لیکر مختلف موقعوں پر تجارت کے لیے تشریف لے گئے ہوں گے۔

شام، بصریٰ، جماشہ، جرش، بحرین، مدینہ و طائف میں تجارت کی غرض سے تشریف لے جانے کے قرائن موجود ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ نے متعدد سفر کیے۔ بہت سے لوگ آپ کی شخصیت سے متاثر ہو چکے تھے۔ جناب ابوبکر، قیس بن سائب مخزومی، سائب بن

ابی مسائب کی زبانی آپ کی درست معاملگی، اچھا ساجھا، ایماندار شریک ہونے کی گواہی ایک طرف رکھیے اور یہ اہم ترین واقعہ پڑھیے کہ

مال خدیجہ لیکر بصری تشریف لیجانا اسی زمانے میں ملکۂ عرب خدیجہؓ بنت خویلد نے آپ سے درخواست کی کہ ان کا مال تجارت لے کر شام تشریف لے جائیں اور مزید امداد کے لیے اپنا غلام میسرہ ساتھ کر دیا۔ جناب ابوطالب کو یہود سے خوف تھا مگر کاروبار کی بات اور حجاز کی ضروریات، اور فرزند کے رجحانات دیکھ کر اس رائے پر قائم رہے (حاشیہ سیرۃ ج ۱ ص ۲۰۰)

پیغمبر مال لے کر شام تشریف لے گئے، راستے میں لوگوں نے قدرت خدا کا جلوہ اور اعجاز پیغمبر کی شان دیکھی کہ دھوپ کی تیزی میں آنحضرتؐ کے فرق اطہر پر ابر کا ایک سفید ٹکڑا سایہ کیے رہتا تھا۔ میسرہ کہتا ہے کہ دو فرشتے سایہ فگن رہتے تھے۔

راستے میں ایک درخت کے نیچے جا کر ٹھہرے تو وہاں کے رہنے والے راہب نے پوچھا:

یہ نوجوان کہاں کا رہنے والا ہے؟

لوگوں نے کہا "حرم" سے آئے ہیں۔

اس نے کہا:

اس درخت کے نیچے تو نبی ہی اترا کیے ہیں۔

غرض اس کاروبار میں کافی فائدہ ہوا، جب قافلہ پلٹ کر آیا تو سب کو حیرت تھی خدیجہ و ابوطالب کی خوشی کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ میسرہ نے آکر پیغمبر کے اخلاق و عادات، معاملہ فہمی و راست بازی، ایمان داری و درست کاری کو اس طرح بیان کیا کہ عرب کی ملکہ گرویدہ ہو گئی ع۔

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و نیاز نیست!

جناب خدیجہ رضؓ سے عقد

پاک دامن جوانی، باعزت و باشرف شباب، اعجاز و کرامات سے بھرپور پچیس برس جن کششوں کا سبب ہو سکتے تھے وہ ہوئے۔

خاندان قریش میں ہر شخص چاہتا تھا کہ محمدؐ کسی غیر گھرانے میں نہ بیاہے جائیں ادھر خدیجہؑ کو یقین ہو گیا تھا کہ مجھ لاوارثی کا وارث محمدؐ سے اچھا کوئی نہیں۔

خدیجہؑ

ادھر خدیجہؑ اپنے اوصاف و خصائل و دولت کے لحاظ سے ہر دل کی تمنا تھیں۔ اس وقت ان کی عمر مبارک چالیس کے قریب تھی۔ لیکن سرداران قریش ان سے رشتے کے لیے بےچین تھے۔ کیونکہ حجاز کی عورتوں میں طاہرہ و سیدہ نسوان قریش کے لقب سے صرف انھیں کو یاد کیا جاتا تھا۔ دولت کے لحاظ سے ہر قافلہ میں ان کا مال ہر تاجر سے زیادہ ہوتا تھا۔ پھر ان کے بزرگ بھی باوقار و معزز تھے۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے:

خدیجہ
|
خویلد
|
اسد
|
عبدالعزیٰ
|
قصی

ان اسباب نے جناب خدیجہ کو پیش قدمی پر ابھارا لیکن ابھی بات نہ ہوئی تھی کہ عید[1] کا دن آگیا، قریش کی بہت سی عورتیں خانہ کعبہ کے قریب جمع تھیں کہ ایک یہودی نے باتوں باتوں میں کہا۔

یُوشَکُ اَنْ یُبْعَثَ فِیْکُنَّ نَبِیٌّ فَاَیَّکُنَّ — قریب ہے کہ تم میں ایک نبی اعلان نبوت کرے

---

[1] مناقب ج ۱ ص ۴۴۶ میں یہ واقعہ آنحضرت کے سفر شام سے پہلے کا بتلایا گیا ہے۔ مرتضٰے

إِسْتَطَاعَتْ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ أَذْ خَاً يَطَأُهَا فَلْتَفْعَلْ ۔ فَحَصَّنَتْهُ وَقَرَّ ذٰلِكَ الْقَوْلُ فِيْ قَلْبِ خَدِيْجَه ۔	اگر تم میں کوئی ایسی خوش نصیب ہے جو اس کی زوجہ بن سکے تو موقع نہ جانے دے۔ خدیجہ نے یہ بات گرہ میں باندھ لی۔

آخر وہ دن آیا جب خدیجہ نے خود پہل کی ۔ بعض مورخین کا خیال ہے ۔ انھوں نے خود آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا ۔ بعض کہتے ہیں نہیں نفیسہ بنت منبہ نے پیغام رسانی کی ۔ ممکن ہے دونوں باتیں ہوئی ہوں ۔ (حاشیہ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۰۰)

جناب خدیجہ نے جن لفظوں میں آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا وہ بقول ابن ہشام یہ ہیں :

یاابن عمّ ! إِنِّيْ قَدْ رَغِبْتُ فِيْكَ لِقَرَابَتِكَ ، وَسِطَتِكَ فِيْ قَوْمِكَ وَأَمَانَتِكَ وَحُسْنِ خُلُقِكَ وَ صِدْقِ حَدِيْثِكَ	فرزند عم محترم ! سابقہ قرابت، قومی اعزاز، امانت داری، خوش اخلاقی اور راست گوئی کی وجہ سے میں اپنے عقد کرنے کی خواہش مند ہوں۔

(السیرۃ ج ۱ ص ۲۰۰ ۔ طبریؒ[1] ج ۲ ص ۱۹۶)

نگاہِ خدیجہ

مرد کو پہچاننے میں کم سن عورت کو جتنا دھوکہ ہوتا ہے بالغ عورت اسی قدر صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتی ہے ۔ عورت، اور وہ بھی عرب کی عورت، جس کے پاس ناموری بھی تھی، اخلاق بھی، دولت بھی تھی اور وسائل آسائش بھی ۔

خدیجہ نے ایک یتیم نوجوان کے لیے جو رائے ظاہر کی ہے وہ دونوں کے لیے جاذب توجہ ہے ۔ خدیجہؑ نے کہا :

۱ ۔ ہمارا تمھارا خاندان ایک ہے

۲ ۔ تم قوم میں باوقار اور باشرف ہو ۔

۳ ۔ امانت داری ۔

---

[1] طبری نے ابن ہشام کا حوالہ دے کر بعینہٖ عبارت نقل کر لی ہے ۔

۴- خوش اخلاقی

۵- سچائی

جیسے اخلاق میں کوئی بات ایسی نہیں جو نفسیاتی نقطۂ نظر سے ہوس و خواہشات کا سرچشمہ ہو سکے۔ گویا جناب خدیجہؑ نے آنحضرتؐ کی کرداری بلندیوں کا نچوڑ معلوم کر لیا تھا۔ ان کی نظر غربت و دولت، جوانی و قوت، حسن و شہرت پر نہیں تھی۔ وہ مافوق البشر کی علامتیں دیکھ کر دل و جان، عزت و جان نچھاور کرنے کی نیت سے آگے بڑھیں اور آنحضرتؐ نے ان جذبات کا احترام کیا۔ ان احساسات کو کلیجے سے لگایا۔ حضرت ابوطالب سے ذکر کیا۔ ابوطالب خدا سے چاہتے تھے، فرزند جوان تھا معیاری رشتہ تھا اور وہ بھی بلا درخواست و کوشش۔

خطبۂ نکاح ۵۹۶ء کے کسی مہینے کو جب آنحضرتؐ کو سفر شام سے آئے ہوئے تین مہینے ہوئے تھے، عقد کی تاریخ آئی تو قریش کے اکابر جمع ہوئے اور ابوطالب نے خطبۂ نکاح[1] پڑھا:

الحمد للّٰہِ الذی جعلنا من ذرع ابراھیم الخلیل، ومن ذریۃ الصّفی وصیصی معد، وعنصر مضر وجعلنا حضنۃ بیتہ۔ وسوّاس حرمہ وجعل مسکننا بیتاً محجوجاً وحرماً آمناً وجعلنا احکام الناس۔	اس اللہ کی حمد، جس نے ہمیں نسل ابراہیم خلیل اللہ ذریت پاک اولاد معد در مضر میں پیدا کیا۔ ہمیں اپنے گھر کی حفاظت اور حرم کی نگہبانی بخشی، قابل حج و زیارت گھر کا پڑوسی اور محفوظ و پر امن وطن بخشا۔ اس کے بعد ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا۔
	- - - - - - - - -
ثمّ ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللّٰہ لا یوازنُ برجلٍ من قریش	میرے بھائی کا فرزند محمد وہ ہے کہ قریش کا جو آدمی بھی مقابلے میں لا کر دیکھا جائے گا وہ

[1] یہ خطبہ اکثر ماخذ ادب و تاریخ و تفسیر میں موجود ہے۔ دیکھیے ہماری کتاب "نہج البلاغہ کا ادبی مطالعہ" ص زیر نظر متن ہم مناقب ج ا ص ۲۵ سے نقل کر رہے ہیں۔

إِلَّا رَجَحَ بِهِ۔ وَلَا يُقَاسُ بِأَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا عَظُمَ عَنْهُ

وَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ مُقِلًّا، فَإِنَّ الْمَالَ وَرَقٌ حَائِلٌ، وَظِلٌّ زَائِلٌ وَلَهُ وَاللّٰهِ خَطْبٌ عَظِيمٌ وَنَبَاءٌ شَائِعٌ۔

وَلَهُ رَغْبَةٌ خَدِيجَه وَلَهَا فِيهِ رَغْبَةٌ فَزَوِّجُوهُ۔

وَالصَّدَاقُ مَا سَأَلْتُمُوهُ مِنْ مَالِي عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ

اس سے سبک اور مرتبہ میں کم تر ہو گا۔

اس کے پاس فراوانی دولت تو نہیں۔ مگر مال کی حقیقت ڈھلتے سایے، گمتے پتے کی ہے اور یہ فرزند تو بڑا عظیم المرتبت ہے اس کے لیے پیشین گوئیاں تو مشہور ہیں۔

اس فرزند کے لیے خدیجہ نے خواہش ظاہر کی تھی اور خدیجہ کو ان سے محبت ہے اس لیے یہ عقد کر دیا جائے۔

رہا مہر تو وہ اپنے سرمایے میں سے ادا کرونگا خواہ ابھی لو یا دیر میں اور جس قدر تجویز کیا جائے۔

خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی طرف سے کسی نے قبول کیا اور یہ مبارک تقریب مسرتوں کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔ طرفین کے آدمیوں نے مبارکبادیں پیش کیں۔

ولیمہ سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہؑ نے الگ الگ دعوتیں کیں۔

جناب ابوطالب نے اسی دن اونٹ ذبح کیا اور عام دعوت دی (حیات القلوب ۹۲/۲) آنحضرتؐ کی دعوت میں قریش نے شرکت کی اور جناب خدیجہ کی طرف سے دعوت میں اکابر کے علاوہ خود آنحضرتؐ بھی شریک ہوئے۔

دولت خانہ خدیجہؑ طبری کا بیان ہے کہ جناب خدیجہ کا مکان اس زمانے تک محفوظ ہے اور اسے لوگ "بیت خدیجہ" ہی کہتے ہیں۔

فاشتراه معاوية فيما ذكر فجعله

یہ مکان بنا بر مشہور معاویہ نے خرید کر مسجد بنا

یصلی فیہ الناس وبناہ علی الذی ھو علیہ الیوم لم یغیر (طبری ۲/۱۹۷) دیا۔ اب لوگ یہاں نماز پڑھتے ہیں۔ موجودہ تعمیر اسی عہد کی ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے بعد اس مکان کی تفصیلات مجھے نہیں مل سکے۔ ۱۹۲۴ء ۲۵ء میں حکومت سعود نے اس مکان کو نقصان پہنچایا۔ اسی زمانہ میں وفد حجاز نے اس مکان کا فوٹو لیا تھا جو نیچے نظر آتا ہے۔

طبری کا بیان ہے کہ اس مکان میں داخل ہونے کے بعد بائیں طرف جو پتھر ہے وہ بھی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔

مکان کے پہلوؤں میں ابولھب، عدی بن عمراء ثقفی کے مکان تھے۔ یہ لوگ اپنے مکانوں سے ڈھیلے پھینکا کرتے تھے اس وقت آنحضرتؐ اس کی چھت کے اوپر تشریف رکھتے تھے۔ یہ پتھر تقریباً ایک گز کا ہے۔ (طبری ۲/۱۹۷)
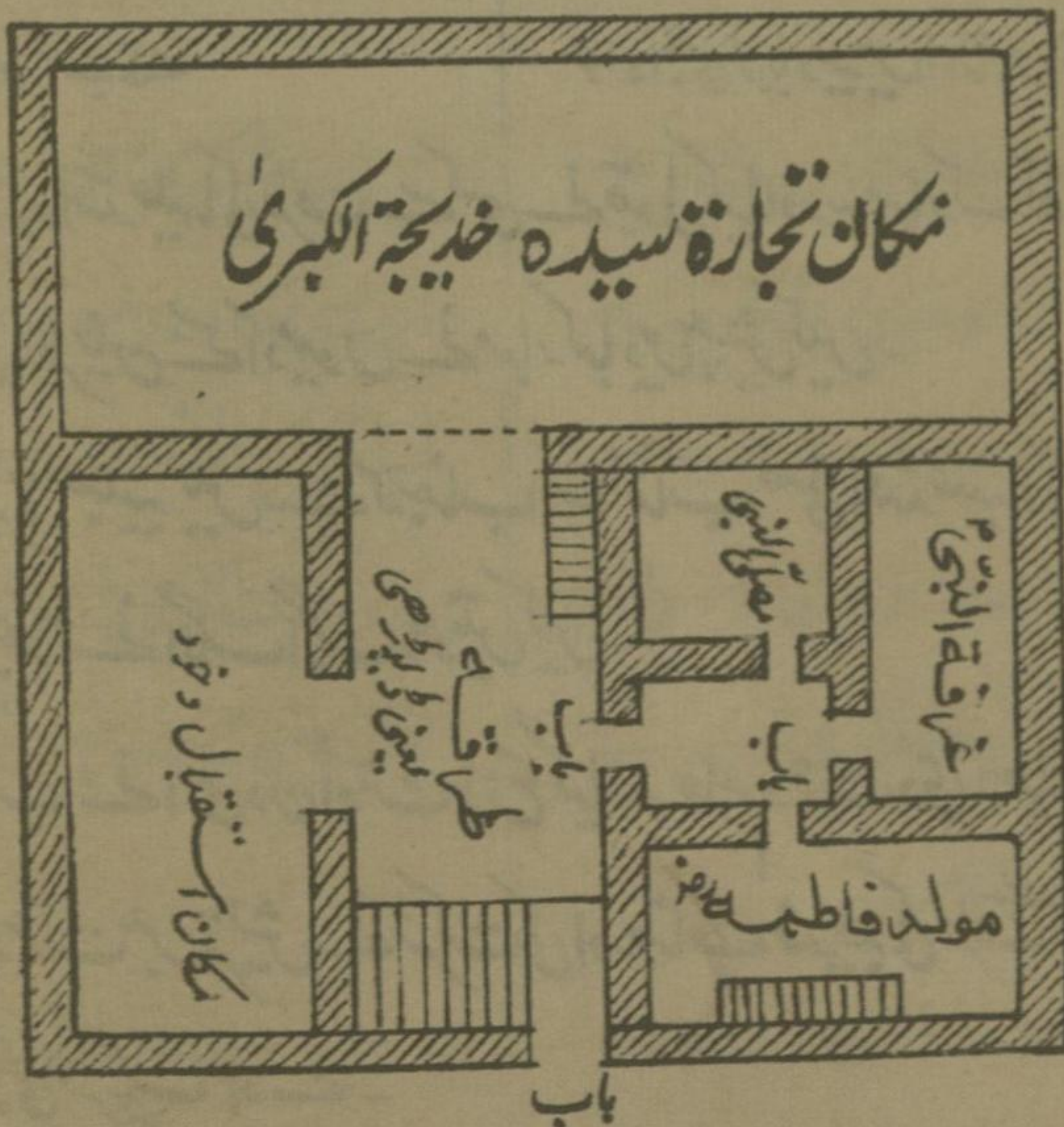
موجودہ زمانے میں یہ مکان (محلہ) زقاق الحجر میں تھا، جس کے تین طرف مکانات اور ایک رُخ گلی میں تھا۔ سعود کبیر نے اپنے دور میں اس کے قبہ وغیرہ کو گرادیا

گھریلو زندگی

مکے میں مشہور ترین سخی خاندان ہاشم کا تھا، ابوطالب کثیر الاولاد ہونے کے باوجود جو کچھ کماتے وہ غریبوں کی نذر کر دیتے تھے۔ خدیجہ طاہرہ خود بھی کریم النفس تھیں اس لیے داد و دہش میں کمی نہ ہوتی ہوگی۔ میسرہ غلام موجود تھا۔ اس کے ذریعے کاروبار جاری ہوا۔ آخر گھر میں ابوطالب جیسے تجربہ کار بزرگ موجود تھے۔

گھر کے کام کاج کرنے والوں، چاہنے والی فاطمہ بنت اسد ایک، پھوپھیاں، پھر گھر کے چھوٹے اور بڑے بچے، جیسے عقیل، لیکن میں خصوصیت کے ساتھ ام ایمن کا نام لوں گا۔

آپ کے مزاج کا تو خیر کہنا ہی کیا، غریب دوست، مسافر نواز، فقیر پروری کے ساتھ، خاموش ہنس مکھ، ہر ایک کا خیال رکھنے والے، راہگیروں کا بوجھ بٹانے اور مصروفیتوں میں کام آنے والے۔

گھر میں بھی یہی عالم تھا۔ آٹا پیسنے کا وقت آیا تو خود بھی چکی چلانے لگے کبھی آگ دھونک رہے ہیں کبھی پانی لا کے رکھ دیا۔ گویا لونڈی غلام اپنے آقا میں بوئے سربلندی و تکبر محسوس ہی نہ کر سکتے تھے۔

پھر بیوی کے دل کا عالم کوئی کیا بتائے۔ گھر والوں میں بیوی ہو یا باپ ماں ہو یا اولاد۔ ہر ایک دولتمندی و تنگدستی کے عالم میں ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے پر راضی ہو سکتا ہے مگر گھر والا با اخلاق ہونا چاہیے۔ اور اگر گھر کا مالک بداخلاق، بدمزاج اور خشک ہے تو دھن دولت سب بیکار ہے۔ ہمارے نبی امین کے لیے قدیم ترین پاکیزہ کتاب قرآن مجید نے لکھا ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ — اے پیغمبر آپ صاحب خلق عظیم ہیں۔

اس ایک جملے سے آپ کی نجی زندگی، نفسیاتی افتاد طبع، لوگوں سے تعلقات کی نوعیت معلوم کی جا سکتی ہے۔

دلیم میور نے "لائف آف محمد" میں لکھا ہے:

"حضرت محمد (صلعم) کبھی بھی مال و دولت کے خواہش مند نہیں ہوئے یا اپنی زندگی کے کسی زمانے میں بھی اپنی ذات کی خاطر دولت کمانے کے پیچھے آپ نے سرگرمی کی ہو (یہ بھی کبھی نہیں ہوا)"

(لائف آف محمد ص ۱۶۱ ج ۱ بنقل سیرت المصطفےٰ ج ۱ ص ۳۲۲)

ان پُرسکون حالات و خوش نصیب خانوادے میں یکے بعد دیگرے دو ولادتیں ہوئیں۔

۱۳۔ رجب ۳۰ عام الفیل یعنی سنہ ۶۰۰ء کے قریب جان نثار عم بزرگوار کے یہاں خوشی منائی گئی کہ فاطمہ بنت اسد دعا کے لیے کعبہ گئی تھیں اور وہیں خدا نے فرزند عطا فرمایا (مروج الذھب ج ۲ ص ۳۵۸، مطالب السؤل ص ۳۰ وغیرہ)

حضرت علیؑ کی ولادت گھر کی دوسری بڑی خوش قسمتی اور اقبال کی یاوری تھی۔ سرکار رسالتؐ اور جناب خدیجہؓ دونوں نے بھائی کی پیدائش کو خوش قسمتی سمجھا۔ شاید گھر میں ہونہار بچہ اس وقت موجود نہ تھا۔

اولادِ خدیجہ

پھر جناب خدیجہ کے یہاں قاسم نامی فرزند کی ولادت ہوئی۔ اب چونکہ پانچ سال گزر چکے تھے اس لیے ممکن ہے کہ قاسم پہلے پیدا ہوئے ہوں اور علیؑ بعد میں۔

قاسم آنحضرتؐ کے پہلے فرزند ہیں اور ایسے صاحب عظمت کہ وہ باپ جواب تک لاابن تھا، اس کی کنیت ابوالقاسم بھی پڑ گئی۔ بچے کے گود میں آنے سے گھر کی رونق بڑھ گئی لیکن نا ئد سے زائد دو سال کی عمر پا کر وفات کی۔ قاسمؑ کے بعد عبداللہ ہوئے مگر ع

پھول تو اپنی بہار جان فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

حضرت خدیجہ کا عالم یہ تھا کہ فرزند کی یاد میں روتی تھیں کبھی فرماتی تھیں دیکھیے سینے میں دودھ بھی آ گیا اور حضرت فرماتے تھے:

"خدیجہ صبر کرو، خداوند عالم ان بچوں کا غم دے کر درجات بلند کرتا ہے" (حیات القلوب ۲۰/۹۲)

کعبہ کی تعمیر جدید

خانہ کعبہ اس وقت تک بہت خستہ تھا، گارے بغیر پتھروں کی چھوٹی چھوٹی دیواریں، چھت ندارد تھی۔ ماضی کے گذشتہ حادثات نے ان دیواروں کو بھی نقصان پہنچایا تھا اس لیے بہت دنوں سے یہ بات موضوع بحث بنی ہوئی تھی کہ جد بزرگوار خلیل خدا، ابراہیم علیہ السلام کی نسل کا فرض ہے۔ ہم پر اس کی موزوں و مناسب تعمیر لازم ہے۔

۶۰۰ء (۳۵) میں قریش کے معزز گھرانے اور حجاز کے محترم سردار جمع ہوئے اور تعمیر بیت اللہ کا منصوبہ تیار ہوا۔

۱۔ اس تعمیر میں حلال و جائز کمائی، صحیح نیت ارادے کو استعمال کیا جائے۔

۲۔ مختلف حصوں کی تکمیل فلاں فلاں قبیلوں کے ذمہ ہوگی۔

۳۔ دیواریں گارے اور پتھروں سے بنائی جائیں، پھر چھت بھی بنائی جائے گی۔ دوران تعمیر میں اور لوگوں کے ساتھ آنحضرتؐ بھی شریک تعمیر تھے۔ جب دیواریں بلند ہو چکیں اور سنگ اسود کی نوبت آئی تو رؤسا و سرداران عرب میں اختلاف ہو گیا۔

عبدالدار کے خاندان نے ایک پیالے میں خون بھر کر پیش کیا اور کہا جو خاندان اس شرف کے لیے ہم سے پیش قدمی کرے گا اس سے جنگ کی جائے گی، جسے ہمارا ساتھ دینا ہو وہ اس خون سے ہاتھ رنگین کرے۔ بنو عدی ان کے ساتھ حلیف ہوئے۔ حالات بگڑ گئے تھے اس لیے خانہ کعبہ کا بننا چار پانچ دن تک ملتوی رہا۔

پانچویں دن معمر ترین مخزومی ابو امیہ نے کہا "بھائیو! یہ تعطل کب تک۔ چلو اب یہ کرو کہ باب بنی شیبہ کی طرف جو شخص پہلے داخل ہو اسی کو حکم مان لو۔"

ولیم میور نے تاریخ کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں:

"اس تجویز کو سب نے بخوشی منظور کیا اور انتظار کرنے لگے حضرت محمدؐ جو اس موقعہ پر اتفاق سے غیر حاضر تھے۔ اس دروازے سے سب سے پہلے داخل ہونے والے دیکھے گئے وہ سب کہنے لگے وہ ایمان دار، منصف (امین صاحب) آرہے ہیں۔ ہم ان کے فیصلے پر سب کچھ چھوڑنے کو راضی ہیں۔

حلیم و ضابط محمدؐ نے اس امر کو منظور کر لیا اور اپنی غیر معمولی دانائی سے فوراً ایسی تدبیر کی، جو سب کے لیے مناسب ثابت ہوئی۔

اپنے اوپر کی چادر اتار کر زمین پر بچھائی اور حجر اسود کو اس پر رکھ کر لوگوں سے کہا:

تمھارے چاروں گروہوں سے ایک ایک صاحب آگے بڑھیں اور چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر اٹھائیں۔

چار سردار آگے بڑھے اور انھوں نے ایک ایک کونہ پکڑ کر بالاتفاق اس پتھر کو (چادر سمیت) اٹھایا۔ جب پتھر اپنے محل کی بلندی تک پہنچا تو آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اس کے موقعہ پر لگا دیا۔

اس فیصلے نے حضرت محمدؐ کے کیریکٹر کو بلحاظ دانائی و انصاف بہت بلند کر دیا۔"

(لائف آف محمدؐ ۲/۳۸ و ۳۹۔ از ترجمہ سیرت المصطفےٰؐ ج ۱ ص ۲۹۶، ۲۹۷ نیز طبری ۲/۲۰۱۔ سیرۃ ج ۱ ص ۲۰۹ و مناقب وغیرہ)

———:o(☆)o:———

رسم الحرم المكّي والطّريق بين الصّفا والمروة

المروة
سوق القشاشية
سوق الليل
مساكن مكّة
شارع المسعى
باب الزيادة
باب القطبي
باب الباسطية
باب الزمامية
باب عمرو بن العاص
باب العمرة
باب الدريبة
باب المدرسة
باب السلام
باب النبي
باب العباس
باب علي
باب بغلة
باب بني مخزوم
باب الصفا
باب الرحمة
باب جياد
شارع جياد
باب مجاهد
باب أم هاني
باب الوداع
باب إبراهيم
الكعبة
المطاف
مقام إبراهيم
مصلى الحنبلي
التكية المصرية
ديوان الحميدية
الصفا

حواله صفحه نمبر ۱۰۰

شمال
جنوب
شرق
غرب
الباب الشامی
المنشیة الجدید
الحرم الشریف
السوق
البقیع
نخیل و بساتین
الطریق الی قبا

نقشہ مدینہ منورّہ

حوالہ صفحہ نمبر ۲۱۵

روشنی

اس دور پر طائرانہ نظر

جسٹس امیر علی کہتے ہیں :

"آیندہ پندرہ سال آنحضرتؐ نے بڑی خاموشی سے بسر کیے۔ آپ نے مشکل سے ایک دو مرتبہ پبلک زندگی میں حصہ لیا۔

آپ نے اس انجمن کو پھر سے زندہ کیا، جو چند سال پہلے بیواؤں یتیموں اور بے سروسامان مسافروں کی امداد کے لیے بنائی گئی تھی۔

آپ نے اپنی ذکاوت سے اس تنازع کو ختم کیا جس کے نتائج بڑے خطرناک ثابت ہونے والے تھے۔

اگرچہ ہم صرف آپ کی زندگی کے اُن پبلک واقعات سے واقف ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ نے اس زمانے میں اپنی رحمدلی، پاکبازی، دیانت اور فرض شناسی کی وجہ سے اپنے شہر والوں سے "امین" کا خطاب حاصل کر لیا تھا۔ آپ بچوں سے پیار کرنے میں بہت ممتاز تھے۔ آپ جب کبھی اپنے گھر سے باہر تشریف لیجاتے تو بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کبھی محبت بھری مسکراہٹ بغیر ان بچوں کے پاس سے نہ گذرتے۔

آپ ہر سال مکے کے قریب "غار حرا" میں ایک مہینہ غور و فکر اور یادِ الٰہی میں گذارتے"۔

حضرت ابوطالب فرماتے تھے :

اِنَّ الامین محمدا فی قومہ
عندی یفوق منازل الاولاد

(امین، محمدؐ، قریش میں مجھے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہے)

قدیم ترین مورخین سے لیکر "فلپ کے ، حتی تک متفق ہیں کہ بارہ سال کی عمر سے لے کر بعثت تک لوگ آپ کو الامین و صادق کہتے رہے۔ تاریخ کا قدیم ترین ماخذ دیوان شیخ الاباطح ہے جس میں جناب ابوطالب نے فرمایا ہے :

ودعوتنی و زعمت انک ناصح
فلقد صدقت وکنت قبل امینا

(آپ نے ہمیں دعوت اسلام دی، اور یہ سمجھ کر کہ ناصح انسانیت ہیں۔ یہ درست ہے کہ آپ صادق بھی ہیں اور امین بھی)

یمن و شام کے سفروں، مدینہ و طائف کے شہروں میں لوگوں نے الھڑ نوجوانوں، لڑنے والے سانڈنیوں، فسادپسند سرداروں کے مجمع میں مکے والوں نے ان کے کردار کو دیکھا، عبدالمطلب کے ساتھ مسند صدارت پر اور بچوں کے ساتھ ریت کے ٹیلوں پر محمدؐ کے نفسیات کا ٹھہراؤ، خدائی جلال و جمال کا منظر تھے۔

حرب فجار، حلف الفضول، تجارت خدیجہ، حجراسود نصب کرتے وقت، عقد خدیجہ اور تعاون خاندان، پرورش قاسم و علی بن ابی طالب کے معاملات، ابوطالب و فاطمہ بنت اسد سے محبت کے مظاہروں میں آپ کے مزاج، اخلاق، کرم و استقلال نے ثابت کر دیا کہ یتیم عبداللہ روحی لہ الفدا غیر معمولی شخصیت اور آسمانی نور و بلندی کے مالک ہیں۔
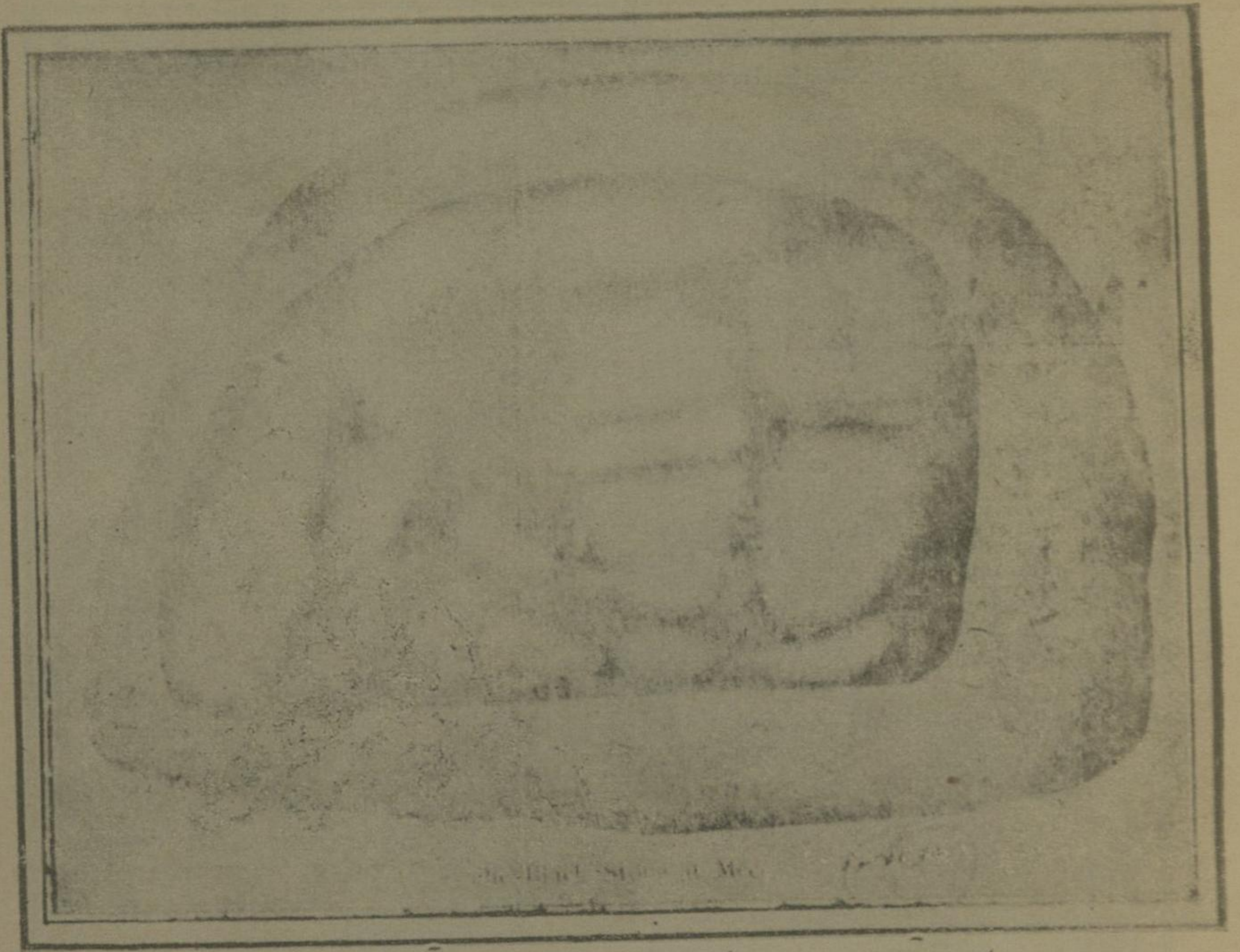
حجرِ اسود:- اندر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے حجرِ اسود کے ٹکڑے ہیں۔ یہ پتھر سُرخی مائل سیاہ ہے۔
جو قرمطیوں کے ہاتھوں شکستہ ہو کر موجودہ شکل میں ایک چاندی کے خول میں محفوظ و دیوارِ کعبہ میں نصب ہے۔

حوالہ صفحہ نمبر ۱۰۲

غارِ حراء:- رسالت مآب ﷺ قبل بعثت عبادت فرماتے تھے

حوالہ صفحہ نمبر ۱۰۲

جبلِ نور

حرم مبارک سے تقریباً ۲½ میل کے فاصلہ پر

مکے سے قریب شمال مشرق میں جبلِ حراء میں ایک صاف اور موزوں سا غار تھا، جہاں کبھی کبھی عبد المطلب و ہاشم یادِ خدا میں بیٹھا کرتے تھے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عبادتِ خدا کے لیے اکثر تشریف لے جاتے تھے اور کبھی تو کئی دن وہیں گذر جاتے۔ دن و رات کی عبادت توجہ الی اللہ کے اس عمل نے مکے والوں کو سمجھا دیا کہ امین و صادق، حجت خدا اور نمائندہ الٰہی ہے۔

آپ نے اکثر یہ کیا کہ جو کھانا اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں وہ لوگوں میں تقسیم کر دیا اور خود روزہ رکھ لیا۔ احبار و رہبان محسوس کرنے لگے کہ محمد مصطفےٰ، عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کی طرح فطرتاً نوری اور خلقی طور پر معرفت الٰہی کے معلم ہیں۔ وہ روزِ اول سے حکمت و دانش کی فوق الفطرت قوتیں لے کر آئے ہیں۔ ان کے دل سجدوں کے لیے تڑپ رہے تھے مگر سرکشی گردن جھکانے سے روکتی تھی۔

مکے کے خشک پہاڑوں اور گرم فضاؤں میں دامن کوہ حراء ایک پر سکون مسجد و سجدہ گاہ بنا کر نزولِ رحمت باری کا ایک اور مرکز بنا دیا گیا۔ جب نوجوان دولت و قوت کی زیادتی کے لیے کوششیں کر رہے تھے اس وقت آپ سراپا عبودیت بنے بھرپور جوانی کے دن اور راتیں عبادتوں پہ نثار کرتے تھے۔

آدم کی تخلیق کے وقت منصب نبوت سے سرفراز پیغمبر اولاد و ازواج دولت و اعزاز کے مقابلے میں حراء کے غار میں بیٹھا دنیا کو بتا رہا تھا کہ

اللہ بس باقی ہوس !

یا

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

یاد رکھو! صرف یادِ خدا سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

اگر مکی خونخوار نہ ہوتے، اگر عرب صاحبِ بصیرت ہوتے، اگر قریش گوشِ حق نیوش کے مالک ہوتے تو صبح کو نور کی پہلی کرن دیکھتے ہی سراپا بندگی بن جاتے لیکن جن کی آنکھوں کو سراب نے مسحور کر دیا ہو، وہ ساحلِ دریا کے روح افزا مناظر کو کیا دیکھے۔ جو ہاتھوں کے میل سے چرک آلود پتھروں کو لبوں سے چومنے میں لذت محسوس کرتے ہوں، انھیں نوری پہاڑ کی لطیف تسبیح کیسے متاثر کر سکتی تھی، لیکن فلک کے ملک اور لامکان کی فضا سے پیام چلا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جلوہ دیکھا اور الواح پائے تھے اور محمد روحی لہ الفداء پر اسی گوشۂ نور و سرور میں وحی آئی اور قرآن اُترا ؛

اٹھو بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

اب زندگی کے چالیس مرحلے گذر چکے تھے، حراء کا غار نامعلوم آوازوں سے گونج چکا تھا۔ راتوں کو سروشِ غیب الہام سے سرفراز فرما رہا تھا۔ دن و رات کے واقعات تمہید سمجھیے، یا اعلانِ نبوت کے وقت کی اطلاع۔ بہر حال اب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گھر والوں کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ پیغمبروں کی پیشین گوئیاں، علماءِ احبار و رہبان کے اطلاعات، نور کی تابناکی اپنا پرتو ڈالنے والی ہے۔

خداوندِ عالم اپنے نبی کے نفسیاتی خصوصیات اور اخلاقی عظمت کو ظاہر کر چکا تھا، وہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ —— محمدؐ —— جب تک خاموش رہا تم اس کے سامنے جھکتے رہے۔ اب یہ دیکھو کہ خدا کے سامنے جھکنے والے کتنے ہیں؟ دنیا کے سردار اپنی شخصیت کے سامنے خدا کے جلال و کمال سے کہاں تک متاثر ہونے کو تیار ہیں۔

تاریخ بعثت | ۲۷ رجب المرجب [1] ۶۱۹ء ۴۰ عام الفیل کو حکمِ الٰہی پہنچا:
محمدؐ اب خاموشی کے دن ختم ہو چکے، اٹھو، اپنے منصب کا اعلان کر دو!

آپ نے خاموش تبلیغِ اخلاق کے بعد، انقلابِ افکار و دعوت الی اللہ کے لیے علانیہ کمر چست کر لی، گھر والے ساتھ تھے۔ ابوطالب سا مددگار، غم نامدار، علی بن ابی طالب سا برادر برخوردار، خدیجہ سی اہلیہ غم گسار نے ساتھ دینے کا اقرار کیا۔ خدا نے نصرت و کامیابی کا یقین دلایا۔

لا الٰہ الا اللہ —— عنوانِ دعوت تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ چاند سورج ستائے

---

[1] حافظ کبیر محمد بن علی م ۵۸۸ھ نے مناقب ج ۱ ص ۹۳ پہ روایات و اقوال کو جمع کر دیا ہے مولانا غلام رسول مہر نے تاریخ اسلام ج ۱ ص ۵۴ میں ۹ ربیع الاول ۱۲ فروری ۶۱۰ء کو تاریخ بعثت اور ۱۷ یا ۱۸ رمضان ۱۷ یا ۱۸ اگست ۶۱۰ء کو تاریخ نزول قرآن لکھا ہے۔

عناصر، افراد و اشخاص، بت اور پتھر معبود نہیں۔ ان کے سامنے گردن نہ جھکاؤ۔ کسی کی قوت کو قوت، کسی کی طاقت کو طاقت نہ مانو، صرف ایک طاقت و قدرت، معبود و اللہ ہے، اور بس۔

"وہ ایک ہے، بے نیاز ہے، نہ کسی کے ذریعہ پیدا ہوا، نہ کوئی اس کا فرزند، نہ کوئی اس کا شریک و غمگسار و مددگار"

صدیوں کے گرفتار اوہام، مدتوں کے تراشے ہوئے اصنام، بجھ کے جلنے والے آتش کدے ہل گئے، دشت و در جدھر سے بھی آپ گذرتے تھے،

السلام علیک یا رسول اللہ — کی صدا آتی تھی۔

غارِ حرا سے نکل کر کعبۃ اللہ کے سامنے نمازیوں کی صف کھڑی ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ امام ہیں اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور علی ابن ابی طالب ماموم و مقتدی۔
(طبری ج ۲ ص ۲۱۲)

نزولِ قرآن

رمضان کے آخری عشرے کے ابتدائی دنوں کے لگ بھگ خداوند عالم نے چلتے پھرتے معجزوں، پتھروں کی تسبیح، درختوں کے سلام، فرشتوں کی صداؤں کے ساتھ ایک زندہ جاوید معجزہ، ایک مثالی کرشمہ قدرت، کبھی نہ مٹنے والا نور عطا کیا۔

جبریل نے کہا، نبی اکرمؐ آج سے آپ کو ایک خصوصی پیغام ملے گا جس کی تازگی گردشِ فلک و حرکت زمین سے کم نہ ہو، بس لیجیے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	خدائے رحمٰن و رحیم کے نام کے ساتھ
اِقرأ باسم ربّک الّذی خلق ط	اس خدا کا نام لیجئے اور پڑھیے جس نے
خلق الانسان مِنْ علقٍ ط اِقرأ	انسان کو لوتھڑے سے شکل و صورت بخشی،
وربُّک الاکرم الّذی علّم بِالْقلمِ	کہیے کہ آپ کا پروردگار تو وہ بلند مرتبہ ہے جس

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ـ

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ٥

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ٥

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ٥

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ٥ عَبْدًا

اِذَا صَلّٰى ٥

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ٥

اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ٥

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ٥

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ٥

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِا

لنَّاصِيَةِ ٥

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ٥

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ٥

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ٥

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ٥ ۱۹

(سجدہ واجب) (پ ۳۰ سورہ ۹۶)

نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، اسی نے انسان کو
وہ باتیں سکھائیں جسے وہ جانتا ہی نہ تھا۔

ہوتا یہ ہے کہ انسان سرکش ہوتا جاتا ہے۔

جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ دولت مند ہے۔

بلاشبہ اپنے رب کی طرف سب کو جانا ہے۔

کیا تم نے اس روکنے والے کو بھی دیکھا ؟

جو ایک بندے کو منع کرتا نماز سے۔

کیا تمھاری رائے میں وہ درست کار ہے ؟

یا وہ تقویٰ کا حکم دے رہا تھا ؟

کیا تم نے سوچا کہ اس نے جھٹلایا بھی اور
روگردانی بھی کی۔

کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

دیکھو اگر وہ باز نہ آیا، تو ہم ماتھے پر کے
بال پکڑ کر کھینچیں گے۔

وہ پیشانی جھوٹی اور خطا کار ہے۔

وہ اپنے ہم نشینوں کو بلا لے!

ہم اسے جہنم کے فرشتوں کو حکم دیں گے۔

خبردار اس کا کہنا نہ ماننا۔ سجدے کرو اور قرب
خدا حاصل کرو۔

سورہ موجودہ ترتیب قرآن میں باعتبار نزول اپنی جگہ نہیں، ورنہ شاید مدارج دعوت و
انداز تدریج وحی کے بارے میں کچھ کہا جاسکتا۔ سردست اسی قدر کہنا ہے کہ

ان آیات میں آنحضرتؐ کو خوف زدہ ہونے اور "پاک صاف کرنے" سے لے کر راہبوں کے پاس جانے تک کے واقعات میں سے کسی بات کا ذکر نہیں۔ البتہ

- ایک ایسے شخص کا بیان ہے جو نماز نہیں پڑھنے دیتا
- عبادت سے روکنے والے دولت مند، سرکش و بدمزاج کو تنبیہ ہے۔
- آنحضرتؐ کو حکم ہے کہ قربِ باری وسجدہ ریزی میں کمی نہ ہو۔

ابوجہل، ابولہب، حمزہ، عباس، ابوطالب گھر کے آدمی تھے۔ ابوطالب علیہ السلام نے آنحضرتؐ کو پالا تھا اور اب اپنا فرزند انھیں دے دیا تھا، آنحضرتؐ نے علی کو اولاد کی طرح گودیوں میں پالا۔ اپنی چاہنے والی چچی فاطمہ بنت اسد کے ساتھ علیؑ کی پرورش میں دل وجان سے توجہ کی۔ اس لیے ابوطالب علیہ السلام، فاطمہ بنت اسد، علیؑ اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں اختلاف رائے کا سوال ہی نہیں۔ سب نے آپ کو اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ حمزہ وعباس بھی چونکہ آتے جاتے رہتے تھے اس لیے زیادہ مخالف نہ ہوئے، البتہ ابوجہل وابولہب نے پہلے ہی دن سے اندا دھند لنا شروع کیے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ
کوششیں کہ نورِ الٰہی پھونکوں سے بجھادیں

ابوطالب کی بندگی کا خیال کر کے ابوجہل وابولہب سنگ باری سے آگے نہ بڑھے مگر پتھروں کی بارش بھی کوئی بار رعایت طریقہ سے نہیں بلکہ راستے، گلیوں اور گھر میں بھی؛ یہاں تک کہ حضرتؐ کو گھر میں ڈھیلوں سے بچنے یا نماز پڑھنے کے لیے ایک پتھر لانا پڑا۔ اس بڑے سے پتھر کی چھت بنا کر حضرتؐ عبادت خدا کرنے لگے لیکن خانہ کعبہ میں جانے کی ممانعت، دادا، اور چچا کے ساتھ جہاں کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوتے تھے آج وہاں بندگی وعبادت کے لیے کھڑے ہونے

میں مشکلیں تھیں۔

قرآن مجید نے اسی سورۃ میں اسی واقعہ پر تنبیہ فرمائی ہے اور ابوجہل و ابولہب جیسے دشمنوں کو یقین دلایا ہے کہ:

ان اعمال بد کی سخت سزا دی جائے، دوسروں سے خطاب ہے
کہ ان کی طرح دلآزار باتیں اور احمقانہ حرکتیں اچھی نہیں۔ پھر یہ بھی نفسیاتی
نکتہ بتا دیا کہ جب دولت بڑھ جاتی ہے تو آدمی سرکش ہو جاتا ہے۔

ان سب قوتوں کے باوجود وہ سرکش اپنے
حمایتی احباب و انصار سمیت میرے نبی کے
خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔

آنحضرتؐ توکل کی سپر، اور تقویٰ کی تلوار لیے سرگرم عمل تھے۔ نہ غیبی طاقتوں سے امداد مانگی، نہ خدا سے ان عربوں اور وحشیوں کی فطرت بدلنے کے لیے کوئی اعجاز انگیز مطالبہ کیا بلکہ روز بروز ان سے قریب ہوتے گئے، ان کا یہ عالم تھا کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ایک دن کوہ صفا پر اعلان فرمایا:

لوگو آؤ، ایک بات کہنا ہے

اکابر قریش آگئے، آپ نے فرمایا:

بت پرستی چھوڑ دو، فسق و فجور ترک کر دو۔ خدائے وحدہٗ
لاشریک کو مانو، ورنہ روز حساب نقصان اٹھاؤ گے۔

سب بڈھے ہنسنے لگے کہ عجیب بات کے لیے جلسہ کیا تھا؟ مذاق اڑا کے چلے گئے۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَ
اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾

اپنے قریب ترین رشتے داروں کو عذاب سے ڈرائیے جو مومنین فرمانبرداری

کر رہے ہیں ان سے تواضع کیجیئے۔

آنحضرت نے دعوت کے وعدے کے لیے ۔ایک روز طے کرکے سب کو جمع کیا۔ بڑے چھوٹے

اکابر کے منتخب مجمع میں آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا،

حضرات! اگر یہ کہا جائے کہ اس شعب یا اس پہاڑ کی اوٹ میں دشمن بیٹھا ہے اس سے

بچیں، تو کیا آپ باور فرمائیں گے؟

لوگوں نے کہا آپ کے سچے اور امین ہونے میں کسے شک ہے؟ آپ نے فرمایا۔

"خدا نے مجھے پیغمبر کیا ہے اور تمام عالم کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ سب سے

پہلے اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کو حق کی طرف بلاؤں عذاب سے ڈراؤں۔ تم میں سے کون

ہے جو میری مدد کا وعدہ میری دعوت پر لبیک کہتا ہے۔ یاد رہے جو بھی آج اس کا عہد کرے گا۔

وہ میرا بھائی، وزیر، وصی و خلیفہ ہو گا۔

مجمع خاموش تھا کہ "پروردۂ کنار رسولِ خدا" علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں

حاضر ہوں۔ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کروں گا، آپ کی مدد کروں گا۔

آنحضرتؐ نے دوبارہ مجمع کو مخاطب فرماتے ہوئے اپنی تقریر دہرائی۔ اور علی ابن ابی طالب

پھر اٹھے۔ تیسری مرتبہ بھی جب حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی نہ اٹھا تو آپ نے پہلے بیعت لی پھر فرمایا:

تم لوگوں میں یہی علی میرے بھائی، میرے وزیر، میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں تم سب ان

کی بات ماننا ان کی اطاعت کرنا[1] (طبری ۲/۷ ۲: کامل ۲/۲۲ وغیرہ تاریخ ائمہ صفحہ ۱۳۶)

قریش نے اس اعلان کا تمسخر کیا اور اعلان کرنے والے کو ناکام بنانے کی کوششوں کے لیے کمر بستہ ہو گئے

---

[1] مولانا شبلی نے ج ۱/۱۱۲ پر یہ واقعہ لکھا ہے لیکن مولانا سلیمان کو ناگوار گزرا اور حاشیہ میں اس کی رد کر دی۔ مورخین کا یہ پرانا اسلوب ہے کہ بعض شخصیتوں پر ورق رنگے جاتے ہیں مگر ربیب رسول پر سیاہی قلم خشک ہو جاتی ہے۔

اس دور کے بارے میں حضرت علیؑ بن ابی طالب کا بیان

نہج البلاغہ میں سید رضیؒ نے امیرالمومنین کا خطبۂ قاصعہ نقل فرمایا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے :

"تم لوگوں کو رسالت مآبؐ سے میری خصوصیتوں کا علم ہے کہ قریب ترین رشتہ اور منزل خاص حاصل تھی، حضرتؐ نے مجھے پیدا ہوتے ہی آغوش مبارک میں لیا، سینۂ اقدس سے لگایا۔ اپنے بستر پر لٹایا۔ اپنے گلے سے لگایا۔ اپنی خوشبو سے سرفراز کیا اپنے دہن سے نوالے چبا چبا کر کھلائے۔

میری کسی بات میں جھوٹ، میرے کسی عمل میں غلطی ہوئی۔

آنحضرتؐ کے سوانح

جس دن سے آپ کی دودھ بڑھائی ہوئی اسی دن سے خداوند عالم نے آپ کے لیے ایک فرشتہ خاص مخصوص فرمایا۔

آپؐ شب و روز اعلیٰ ترین اخلاق، اور دنیا بھر سے اچھے اوصاف کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ ان باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیتے تھے۔

آپؐ ہر سال غار حرا تشریف لے جایا کرتے تھے جہاں میرے سوا کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔

اس عہد میں آپ کے گھر کے علاوہ اسلام کسی گھر میں نہ تھا اس دین کے پرستاروں میں یا آپ تھے یا جناب خدیجہ یا میں۔

میں وحی و رسالت کا نور، اور نبوت کی خوشبو محسوس کرتا تھا۔

وحی نازل ہوتے وقت میں نے شیطان کی آہٹ سنی تو دریافت کیا،

سرکار یہ آواز کیسی ہے ؟

حضرتؐ نے فرمایا :

یہ شیطان ہے جو اپنی کامیابی سے مایوس ہو چکا ہے۔ علیؑ تم بھی وہی سنتے ہو جو میں سنتا ہوں وہی دیکھتے ہو۔ تم نبی نہیں لیکن وزیر ہو اور راہ نیک پر گامزن ہو۔

میں آنحضرتؐ کے ساتھ اس وقت بھی تھا جب قریش کے سردار آئے اور انھوں نے کہا۔

محمدؐ تم نے بہت بڑا دعویٰ کیا یہ دعویٰ تو تمھارے گھر والوں اور اجداد میں سے کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔ اب ہم ایک بات کہتے ہیں۔ اگر وہ بات مان لی اور وہ کام کر دکھایا تو ہمیں یقین آجائے گا کہ تم نبی و رسول ہو، ورنہ ہم سمجھیں گے کہ معاذاللہ جادوگر اور غلط گو ہو۔

حضرت نے فرمایا :

کیا چاہتے ہو ؟

انھوں نے کہا :

سامنے کے درخت کو بلاؤ، یہ اپنی جڑوں سمیت یہاں آکر کھڑا ہو جائے۔

حضرت نے فرمایا :

خیر خدا تو ہر چیز پر قادر ہے مگر یہ بتاؤ کہ اگر ایسا ہو گیا تو ایمان بھی لاؤ گے، حق کی تصدیق بھی کرو گے ؟

انھوں نے کہا :

کیوں نہیں،

آپ نے فرمایا:

خیر جو کہتے ہو وہ تو ابھی تم دیکھ لوگے، مگر مجھے معلوم ہے کہ تم میں کون[1] ہے جو (بدر کے) کنوئیں میں پھینکا جائے گا۔ اور کون ہے جو جنگ احزاب کے لیے فوجیں جمع کرے گا۔

اس کے بعد آپ نے درخت کو خطاب کر کے فرمایا:

"اگر تجھے خدا کا یقین ہے۔ اور قیامت آئے گی تو سمجھ لے کہ میں اللہ کا رسول ہوں حکم خدا سے جڑوں سمیت میرے سامنے آجا"!

قسم اس کی جس نے پیغمبر کو حق کا داعی بنا کر بھیجا۔ میں نے دیکھا۔ درخت جڑوں سمیت سنسناتا چلا، جیسے کوئی پرندہ اپنے پروں کو ہلائے۔ اور آنحضرتؐ کے سامنے ایستادہ ہوگیا، اس کی شاخیں ہل رہی تھیں۔ بڑی اور اونچی شاخیں آنحضرتؐ پر اور چھوٹی ٹہنیاں مجھ پر سایہ فگن تھیں۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو سرکشی و زبردستی سے کہنے لگے اچھا اب حکم دیجئے کہ

آدھا درخت اپنی جگہ رہے اور آدھا آپ کے پاس آجائے ـــــ

حضرتؐ نے یہ حکم دیا تو نصف درخت اپنی جگہ ٹھہر گیا اور آدھا حصہ آپ کی طرف زوردار آواز کے ساتھ تیزی سے آگے آیا اور بالکل حضرتؐ کے قریب آگیا۔

انھوں نے پھر انکار و زبردستی دکھائی۔ کہنے لگے اچھا اب تمہارا خدا اسے

---

[1] عتبہ، شیبہ، امیہ بن عبد شمس، ولید بدر کے کنوئیں میں پھینکے گئے اور جنگ احزاب کے سرغنہ ابوسفیان عمرو بن عبد ود تھے۔

بھی واپس کردے۔

حضرتؐ نے حکم دیا، وہ حصۂ درخت بھی واپس چلا گیا۔

میں نے عرض کی کہ

یا رسول اللہؐ میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں اور سب سے پہلے اقرار کرتا ہوں کہ درخت نے جو مظاہرہ کیا وہ خدا کا حکم اور آپ کی نبوت کا ثبوت اور آپ کی بات بلند کرنے کا معجزہ ہے۔

سب لوگ کہنے لگے

ارے یہ تو ....

تمھاری تصدیق اس کے علاوہ کون کر سکتا ہے۔

——"اس" سے ان لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا——

(نہج البلاغۃ ص ۶۸۰ تا ۶۸۳)

چاروں طرف طوفانی ہوائیں تھیں۔ قرآن جیسا معجزہ سامنے تھا، مگر تعصب آنکھیں بند کر دیتا ہے۔

——:(×):——

برائی کے بدلے بھلائی

مخالفتوں کی شدت میں امداد خدا کی فراوانی سے دل مڑے اور ہمدرد لوگوں کی تعداد بڑھی۔ حضرت ابوبکر اسلام لائے اور آپ اس عہد کے صاحب اثر جمعیت تاجر تھے مورخین نے ان کے اسلام کو بہت اہمیت دی ہے۔ زید ایمان لائے عمار یاسر حلقہ ارادت میں آئے۔ خباب نے کلمہ پڑھا اور دیکھتے دیکھتے متعدد خاندانوں کے باحیثیت لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے

غیبی امداد کے بدلے صبر

ایک مرتبہ حرم کعبہ میں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کہنے کے جرم میں لوگوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر سخت تکلیفیں دیں

حارث بن ابی ہالہ مدد کو آئے تو دشمنوں نے شہید کر دیا۔ حارث کو رسول اللہؐ نے پالا تھا۔ پروردہ آغوش کی موت کوئی معمولی سانحہ نہیں مگر آپ نے عذاب کی دعا، انتقام کی تیاری غیبی امداد حاصل کرنے کے بجائے صبر و ثابت قدمی کا وہ حیرت انگیز مظاہرہ کیا کہ دنیا حیران ہے۔

ابوجہل، ابولہب، ابوسفیان جیسے دشمن گھر میں ڈھیلے پھینکتے تھے راستے میں کانٹے بچھاتے تھے، سر پر کوڑا ڈالتے تھے مگر آپ جوش و غصے کے بجائے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

پروردگارا، ان کو توفیق ایمان عطا فرما،

جن لوگوں کو اپنا اندوختہ کھلایا، جن گھروں پر مال خدیجہ کی بارش ہوئی، جن خاندانوں کے خون بچائے جن سرداروں کی آن بچائی انہی کے ہاتھوں ظلم کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے اور آپ کوہ صبر و سکون بنے انہی سے فرما رہے تھے:

"دیکھو خدائے وحدہٗ لاشریک کا کلمہ پڑھو گے تو کامیاب ہو گے۔"

تبلیغی مرکز

ارقم بن ارقم آنحضرتؐ کے پڑوسی اور پہلے اسلام لانے والے گروہ کے آدمی تھے حضرتؐ نے ان کے گھر کو تعلیمی اصول کا مرکز قرار دیا۔ یہ مدرسہ ——— دارالاسلام ——— کہلایا گیا۔ اشاعت اسلام کے بعد ارقم نے یہ مکان وقف کر دیا تھا۔ وقف نامے کی عبارت یہ تھی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھٰذَا مَا قَضٰی الْاَرْقَمُ فِیْ رَبْعِہٖ، مَا جَاوَرَ الصَّفَا اَنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ بِمَکَانِھَا مِنَ الْمُحَرَّمِ لَاتُبَاعُ وَلَاتُوْرَثُ

(طبقات سیرت المصطفیٰ ج ۲/۳۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جس کا ارادہ ارقم نے اپنے مکان کی نسبت کیا ہے جو کوہ صفا کے کنارے پر ہے کہ وہ مقدس جگہ کے طور پر ہبہ کیا گیا ہے۔ اب نہ اس کی خرید و فروخت ہو سکے گی نہ بطور وراثت ملکیت میں آ سکے گا۔

آپ اسی سادہ زندگی، امانت داری و غم گساری کے ساتھ پیغام پہنچانے چاہتے تھے انہیں عبرتوں، آیتوں اور قدرت کے اہم ترین واقعات یاد دلاتے تھے۔ ان سے کہا:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۝

(س الفیل - ۱-۵)

کیا تم نے "ہاتھی والوں" کے ساتھ اپنے پروردگار کا سلوک نہیں دیکھا؟ کیا خدا نے ان کی تدبیروں کو ناکام نہیں کیا؟ اس نے ان لوگوں پر ابابیلوں کا ایک جھنڈ بھیجا جو حملہ آور دل پر چھوٹے چھوٹے سنگریزے پھینک رہی تھیں۔ (ان ابابیلوں کے سنگریزوں کی وجہ سے وہ چبائے ہوئے بھوسے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

سرداروں کو یاد دلا دیا کہ قدرتِ خدا کا مکمل ترین واقعہ تمہارے سامنے ہے مگر تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہیں۔ اٹھو اور بتوں کو ٹھکرا کر خدا کو سجدہ کرو۔ کعبہ کے گرد رہنے والے قریش کی

عظمت اور مالک کعبہ کے احسان کو یاد رکھو۔ پھر اس کے شکریے میں رب الارباب کی بندگی کرو۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝

قریش کے سفر گرما و سفر کی بنا پر تمہیں اس گھر کے مالک (اللہ) کی عبادت کرنا چاہیے کہ اس نے تمہیں بھوک میں شکم سیر اور خوف سے امان میں رکھا۔

لوگوں نے یہ باتیں سن کر مشورے کیے، شرارتیوں سے مدد حاصل کی اوباشوں کو مالی مدد دے کر آپؐ کے خلاف ابھارا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝

(حم السجدہ ع۲۶)

کفار نے کہنا شروع کیا۔ اچھا اس قرآن کو نہ سنا کرو، بلکہ اس کا پڑھنے سنو تو شور کرو۔ ممکن ہے یونہی تم کامیاب ہو جاؤ۔

حج کا زمانہ آیا تو لوگ پریشان ہوے کہنے لگے کہ اگر محمدؐ نے باہر سے آنے والوں کے سامنے یہ باتیں کیں تو ہمارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ آؤ مل کر کوئی بات طے کریں۔ ولید بن مغیرہ کی دعوت پر ابوجہل، ابولہب، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ جمع ہوئے صلاح مشورے ہونے لگے۔

ولید: کل لوگ آئیں گے۔ تو اس نبی کے بارے میں ضرور پوچھیں گے اب بتایئے کہ ان سے کیا کہا جائے؟

ابوجہل: میں تو کہوں گا دیوانہ ہے۔

ابولعب: میں شاعر بتاؤں گا۔

عقبہ بن ابی معیط: میں لوگوں سے کہوں گا یہ شخص کاہن ہے۔

ولید : میں لوگوں کو بتاؤں گا یہ شخص جادوگر ہے، بیوی کو شوہر سے بھائی کو بھائی سے بیٹے کو باپ سے جدا کر دیتا ہے۔

اسی سلسلے میں آیت اتری :

نٓ ، وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۞ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۞ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۞ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۞ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۞ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۞

(قلم ی : آخر رکوع)

ن اور قلم کی قسم، اور جو کچھ لوگ لکھتے ہیں اس کی قسم، تم اپنے پروردگار کی نعمتوں کی وجہ سے دیوانے نہیں تمھیں غیر منقطع اجر دیا جائے گا۔ اور تمھارا کیا کہنا تم خلق عظیم پر فائز ہو۔ عنقریب یہ لوگ دیکھ لیں گے اور تم بھی دیکھو گے کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے۔

ابوسفیان، ولید، عتبہ اور شیبہ نے نضر بن حارث سے پوچھا یہ محمدؐ کیا پڑھ رہے ہیں ؟

اس نے کہا :

وہی پرانے قصے جو ہم کبھی سنا کرتے ہیں۔ (مناقب ۱/۲۸)

درحقیقت ان لوگوں کی دولت و خودسری پر آنچ آ رہی تھی۔ ان کے اقبال اور من مانے اصول تباہ ہو رہے تھے، اس لیے وہ چراغ پا تھے۔ قرآن نے اس راز کو فاش کیا اور کہہ دیا کہ یہ تمھارے مظاہرۂ دولت اور مقابلۂ سرمایہ ہی نے خدا سے غافل کیا ہے۔

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۞ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۞ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۞ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۞ كَلَّا

تمھیں شوق فراوانی دولت نے غافل کر دیا ہے، یہاں تک کہ قبروں میں جاؤ۔ اس حال میں تمھیں عنقریب معلوم

لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ○ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ○ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○

(س ۱۰۲ مکیہ پ ۳۰)

ہو جائے - ہاں بہت جلد معلوم ہو گا - اور اگر یہ حال تمھیں ابھی واضح ہوتا اور مکمل یقین ہوتا تو تمھیں یقیناً جہنم نظر آئے گا - تمھیں وہ منزل یقینی آنکھوں سے نظر آئے گی اور اسی دن تم سے دنیا کی نعمت و دولت کے سلسلے میں سوال ہوں گے -

لیکن بقول اقبال ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

ضرورت تھی کہ لب و لہجہ بدلتا، کامیابیوں کی بشارت عذاب کی خبروں سے بدلتی -

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی

واقعات کے ساتھ وحی کے تیور بدلے ہوئے تھے، آواز آرہی تھی میرے نبی تم صبر کیے رہو، ہاں میرا پیغام ضرور سنادو :

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○

میرے نبی یہ کافر جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں —— "کیا یہی ہے وہ شخص جو تمھارے خداؤں کا تذکرہ کرتا رہتا ہے" —— حالانکہ یہ لوگ یادِ خدا کے منکر ہیں -

میرے نبی، انسان فطرتاً جلد باز ہے - ہم انھیں اپنی نشانیاں بہت جلد دکھائیں گے تم لوگ جلدی نہ کرو -

اور تو اور یہ لوگ کہتے ہیں "روز موعود" قیامت کا دن بتاؤ اگر سچے ہو؟

کاش ان کافروں کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ وہ وقت بھی آئے گا جب یہ اپنے منہ سے سامنے اور پس پشت سے آگ کے شعلے نہ خود ہٹا سکیں گے نہ اس وقت ان کی مدد کی جا سکے گی۔

قیامت اچانک آئے گی اور لوگ ہکا بکا رہ جائیں گے اس وقت نہ کوئی اسے ٹال سکے گا نہ وہ انہیں مہلت دے گی

—— اے رسول! تم سے پہلے بھی رسولوں کا تمسخر کیا گیا ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسا وہ مذاق کرتے تھے ویسا ہی انہیں عذاب نے گھیرا تھا۔

(الانبیاء رکوع ۲ ی ۳۶ - ۴۱)

پھر سورۂ فرقان کی آیتوں میں جو انداز بیان ہے اسے پڑھیے تو عجب نقشہ نظر کے سامنے پھر جاتا ہے۔

وَإِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ط	اور یہ لوگ جب تمہیں دیکھتے تو مذاق کرتے ہیں —— کہتے ہیں۔
اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَا اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ط	کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ اگر ہم اپنے خداؤں کی پرستش میں ثابت قدم نہ رہتے تو اس نے ہمیں گمراہ ہی کر دیا ہوتا۔
وَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ۝	—— اچھا —— تو جب یہ عذاب خدا دیکھیں گے اس وقت آنکھیں کھلیں گی کہ کون گمراہ تھا۔

رسول اللہ ان کے تمسخر، استہزاء اور آوازے کسنے سے نہیں، ان کی گمراہی سے کڑھتے تھے تو ارشاد ہوا:

"تم نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہشوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے
تو کیا تم اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہو؟
کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ان میں اکثریت سُننے اور سمجھنے والوں کی ہے،
نہیں یہ تو جانور ہیں، بلکہ ان سے زیادہ گرے ہوئے

اللہ اکبر! ایک طرف دشمنوں کی دشمنی، جان کے پیچھے پڑی ہے دوسری طرف نبی رحمت ان کی بدحالی و تباہ حالی پر بے چین، وہ صبر کرنے کے باوجود تصور انتقام تو کیا اپنا کلیجہ نکال کر رکھنے کو تیار ہیں، کہ کسی طرح یہ راہ راست پر آجائیں۔ انہیں احساس فرض بے چین کیے ہے کہ یہ کافر کیوں رہے جاتے ہیں۔ اور وحی تسلیاں دیتی ہے کہ ــــــ تمہارا کام ہے تبلیغ، ہدایت، رہ نمائی ــــــ ان جانوروں سے زیادہ وحشیوں کو انسانیت، اخلاق، امن و خدا پرستی سے کیا مطلب؟ ان کے دلوں پر پردے، آنکھوں پر پردے، عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

ذی المجنہ کے بازار، عکاظ کے میلے، حج کے دن گواہ ہیں کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ــــــ لاالٰہ الا اللہ کی صدائے حق سے دشمنوں کے دل و دماغ کو گرما رہے تھے۔

وہ دنوں کو آسمان، سورج، دریاؤں، سمندروں، قافلوں، ان کے اونٹوں کشتیوں اور ان میں لدے ہوئے سامانوں، بادبانوں اور ہواؤں لنگروں اور ساحلوں، پہاڑوں اور ریگ زاروں کی مثالیں دے دیکر نکتہ توحید بیان کر رہے تھے، وہ بے جان پتھروں، لات و مناۃ و عزّیٰ کے سامنے گردن جھکانے کی طفلانہ حرکتوں سے آگاہ کر رہے تھے اور راتوں کو ستاروں کی چمک دمک، آسمان کی تابناکی، زمین کی خاموشی کے مشاہدوں کی طرف نظر موڑ رہے تھے۔

وہ فرماتے تھے، اگر پڑھتے نہیں تو آنکھوں سے دیکھو، دیکھتے نہیں تو کانوں سے سُنو، سنتے نہیں تو ہواؤں کی خنکی اور پانی کی لطافت تو محسوس کرو۔

یہ نظام عالم کی باقاعدگی، یہ تمہاری راتوں کے انتظام، یہ موت و حیات، رزق و قحط کا سلسلہ دیکھو، خون ریزی کرتے ہو؟ امن کی طرف آؤ! خودسری کرتے ہو اپنی حقیقت پر غور کرو!

اور لوگ تھے کہ قتل کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔

ابوطالب کی حیثیت

ابوطالب اور ان کا شیر دل فرزند، دشمنوں کے سامنے سد سکندر تھے وہ بے بس تھے۔ خدا نے ان کے ہاتھ تھام رکھے تھے۔ دیوان ابوطالب گواہ ہے کہ وہ نبی رحمت کیلئے سپر سے زیادہ اور سایے سے فزوں، ہمدرد سے سوا اور جان نثار سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر قربان تھے۔

وہ شاعروں کا جواب شعر سے، پتھروں کا جواب پتھر سے، اور صاحبان حیثیت کو اپنی جلالت وہیبت سے چپ کرا دیتے تھے۔ انھوں نے اپنی دولت پہلے سخاوت کے ہاتھوں لٹائی اور اب اپنی تجارت حفاظت محمد مصطفےٰ پر قربان کر دی۔ وہ کہتے تھے محمدؐ! جسے تم صادق و امین کہتے تھے آج تمہارے ہاتھوں دکھ اٹھا رہا ہے۔ دیکھو آج بھی تمہاری امانتیں اس کے پاس ہیں۔ تم اسے دیوانہ کہتے ہو جس نے تم پاگلوں کے خون بچائے ؟

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ	فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَصَمِيمُهَا
وَإِنْ حصلت اشراف كل قَبِيلَةٍ	فَفِي هَاشِمٍ أَشْرَافُهَا وَقَدِيمُهَا
وَإِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا	هُوَ الْمُصْطَفَى مِنْ سِرِّهَا وَكَرِيمُهَا
تَدَاعَتْ قُرَيْشٌ غَثُّهَا وَسَمِينُهَا	عَلَيْنَا فَلَمْ تَظْفَرْ وَطَاشَتْ حُلُومُهَا
وَكُنَّا قَدِيمًا لَا نُقِرُّ ظُلَامَةً	إِذَا مَا ثَنَوْا صُعْرَ الْخُدُودِ نُقِيمُهَا

وَنَحْمِي حِمَاهَا كُلَّ يَوْمِ كَرِيهَةٍ

وَنَضْرِبُ اجحادها من يروسها

(مطلب) جب قریش کسی دن اظہار شرف و فخر کے لیے یکجا ہوتے ہیں۔ تو عبد مناف کی اولاد ان میں سب سے زیادہ خالص و بلند نسب ہیں — اور اگر عبد مناف کے معززین کا اجتماع ہو تو پھر ہاشم کی اولاد قدیمی اعزاز کی مالک نکلے گی۔ اور اگر بنی ہاشم میں معززین کا انتخاب کیا جائے تو محمدؐ منتخب ہوں گے، کیونکہ اس نسل

میں سب سے زیادہ حسب نسب میں ممتاز ہیں۔

—— آج کل قریش کے چند گم نام اوباش لوگوں

نے ہمارے خلاف سر اٹھا رکھا ہے، مگر انہیں کامیابی نہ ہوگی۔

ان کے تو دماغ خراب ہو گئے ہیں —— ہم گذشتہ زمانے

میں بھی ظلم و ذلت برداشت نہیں کرتے تھے اور جب بھی کسی

نے تکبر کیا تو ہم نے اسے سیدھا کر دیا ہے —— ہم نے ہمیشہ

جنگ کے وقت شرف کے قلعوں کی حفاظت کی ہے اور جو ہم

پر پتھر پھینکتا ہے ہم وہ پتھر اسی طرف پلٹا دیتے ہیں۔" [1]

ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ شعر ابوطالب نے اس جلسے میں پڑھے تھے جہاں قریش کے سردار اور بنی ہاشم کے زعیم جمع تھے ابوطالب نے حاضرین سے حالات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی امداد کے لیے سوال کیا تو ابولہب کے علاوہ سب نے حمایت کا وعدہ کیا'

ابوطالب کا دیوان' حماسہ ابن الشجری اور دوسری تاریخیں اس قسم کے اشعار سے پر ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پدر بزرگوار حضرت علی [ؑ] اس طوفان کو روکے ہوئے تھے ورنہ عمار یاسر [رض] کے گھر والوں پر بلال [رض] ابوذر [رض]، ابوفکیہہ [رض] پر جو ستم ڈھائے گئے ان میں سے کوئی ایک پیش قدمی آپ کے بارے میں بھی روا سمجھی جاتی۔

اسلام لانے والے کس مظلومی کے دن گذار رہے تھے؟ دشمنوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیے؟ مکہ کی زمین گرم' اور پہاڑوں کی چٹانیں کتنے نیم بسمل مومنوں کی قتل گاہ بنیں؟ ریت' پتھر' لوہا، گرمی کے زمانے میں آگ سے زیادہ گرم کر کے ان موحدوں' خداپرستوں کے خون پاک اور جسم اقدس کو اذیت دینے کے لیے استعمال ہوتا تھا، ان مظلوموں کی داستانیں عبرت ناک اور جرأت آفرین ہیں، انہی کے لیے کہا گیا تھا کہ:

---

[1] دیوان شیخ الاباطح ص ۲۴-۲۵ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۸۸۔

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝

ان بہادروں ان عاشقوں، ان عابدوں کو مردہ کہنے والے خود مردہ دل، بے بصر اور بے حس ہیں۔

ابوطالب ان لوگوں کی ہمتیں دیکھ رہے تھے، وہ نبی اکرمؐ کی حفاظت کی وجہ سے ورثہ کے لیے کچھ نہیں کر سکے۔ ابوطالب اور خاندانِ ہاشم امن دشمن نہیں تھا۔ یہ لوگ ہمیشہ سے صلح، اخلاق اور انسانیت کی زندہ قدروں کے حامی تھے۔ پھر اب ایک اور مشکل تھی کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ اپنوں کو لڑنے کی اجازت دیتے تھے نہ دوسروں سے کہتے تھے کہ جو تمھیں مارے تم اس کا سر توڑ دو۔ اس لیے کوئی اٹھتا تو کیسے اٹھتا اور بات بڑھتی تو کیسے، باوجود اس پابندی کے ابوطالب لوگوں کو دباتے رہے، یہاں تک کہ اُمراء و اشرار، سرداروں اور دشمنوں نے وفد بنا کر ابوطالب کے سامنے اپنے مطالبات پیش کیے۔

۱۔ اپنے بھتیجے کو سمجھایئے کہ وہ اس تبلیغ سے باز آ جائیں۔

۲۔ آپ بیچ سے ہٹ جائیں۔

حضرت ابوطالب نے معاملے کو رفع دفع کیا، اور آنحضرتؐ کو واقعہ سنایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"چچا، مجھے ایک بات بھی نہیں منظور، میرا حافظ خدا ہے۔"

کیونکہ:

لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَھْوَآءَھُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔	اگر حق عوام کی رائے کا پابند ہو جائے تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے۔
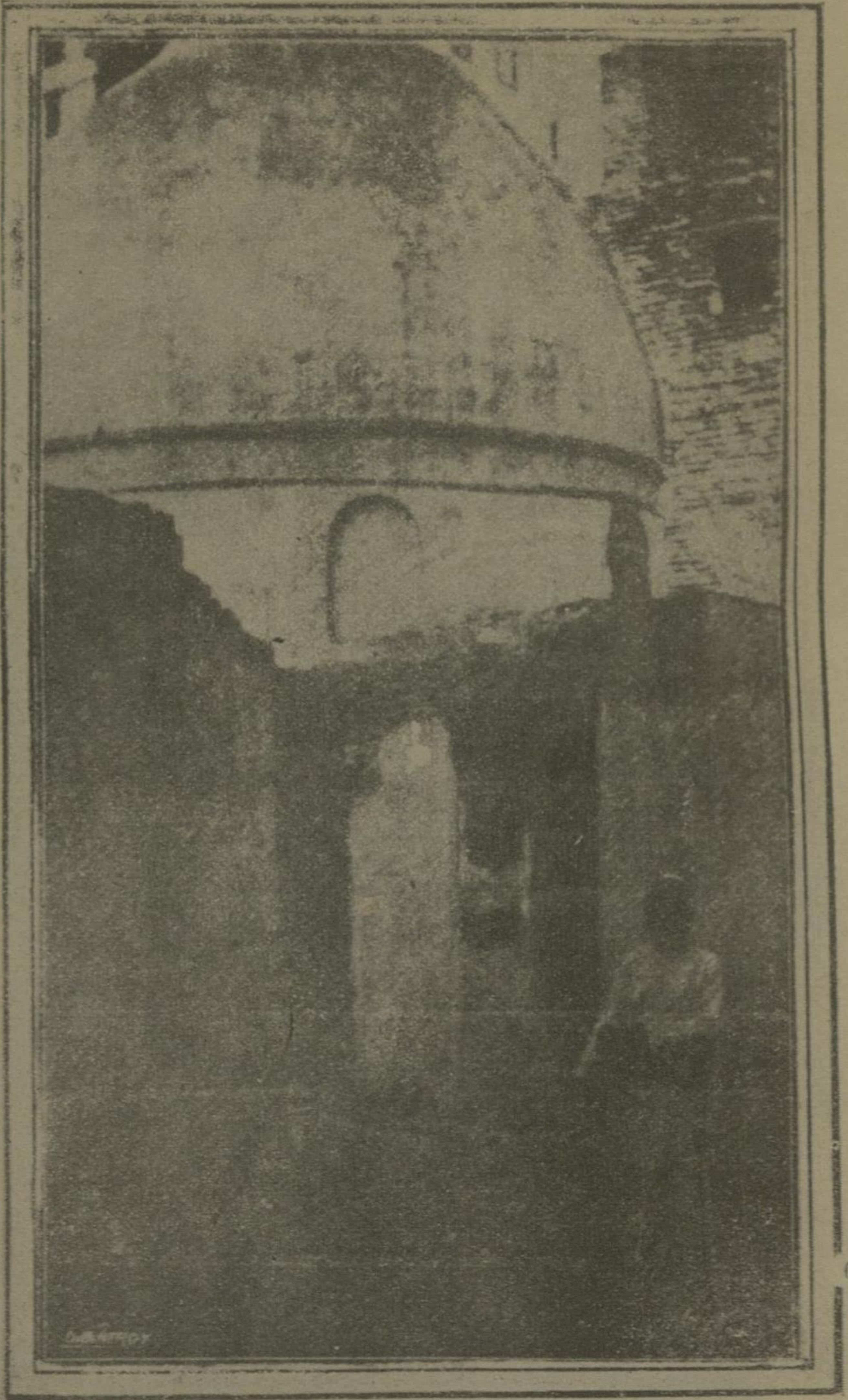
حوالہ صفحہ نمبر ۱۲۵

مولد فاطمہؑ اور دار خدیجہؑ واقع (مکہ معظمہ) گلی کے تنگ ہونے کی
وجہ سے پُورے مکان کا فوٹو نہیں لیا جاسکا۔ اِس فوٹو کے بعد
عمارت کو مزید نقصان پُہنچایا گیا ہے۔

جنّتُ المعلیٰ

(۱) مزار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ (۲) مزار حضرت آمنہ

حواله صفحه نمبر ۱۵۲
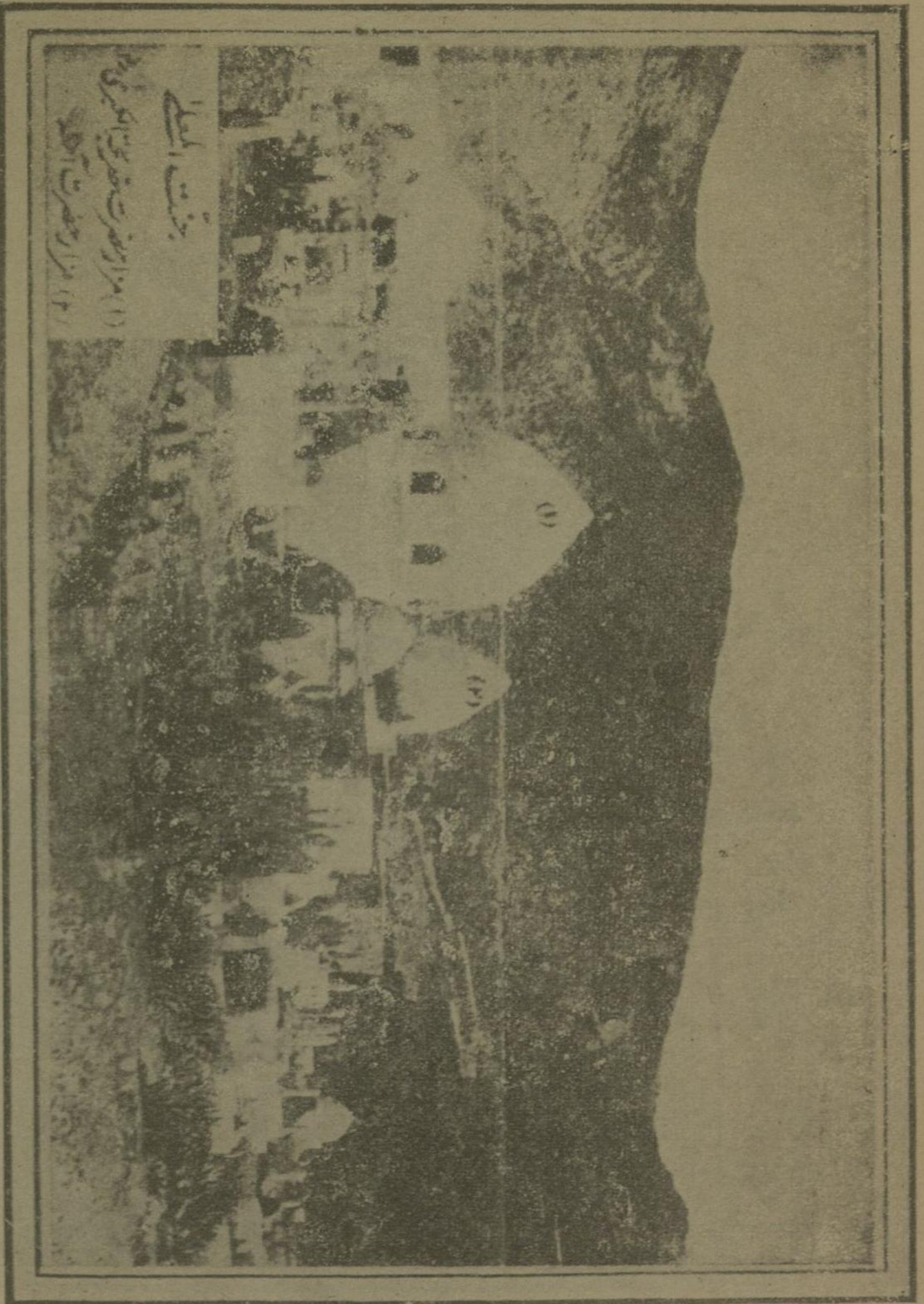
ولادتِ فاطمۂ زہرا

جناب قاسم دو سال کے ہو کر خدا کو پیارے ہو گئے، خدا نے اپنی امانت واپس لے لی۔ پھر کچھ دنوں بعد ۲۰ جمادی الثانی ۵ھ بعثت (۶۲۹ء) بیت خدیجہ میں پیغام عید لائی، ماں کی پاکیزہ سیرت، باپ کی عظمت و عصمت، مریم کی طہارت فطرت میں لے کر آئیں۔

سیدۂ خلاصہ جوہر نبوت بنیں کہ خدیجہ کی یادگار، اور نسل پیغمبرؐ کی ماں، انھوں نے ایسے حالات میں رسول کو خوشی کا موقع دیا جبکہ ابوطالب کے گھر میں پریشانیوں کا ذکر تھا۔

سیدہ کی ولادت نزول رحمت کہیے کہ نبی کا سراپا، نور کی صورت پاکیزگیوں کا مجموعہ آنحضرتؐ فرط محبت و قدر دانی کی وجہ سے "ام ابیہا" فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے انتہائی کم سنی میں اپنے گرامی قدر والدؐ کے ساتھ قریش کی سختیاں ہی برداشت نہ کیں بلکہ تین چار سال کی عمر میں نصرت و حفاظت بھی کی۔ صحاح کے علاوہ تاریخوں میں بھی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ خانہ کعبہ کے قریب مصروف نماز تھے اور مشرکین قریش حضرتؐ کو پریشان کر رہے تھے اسی دوران میں کسی نے شہ دی اور ایک شخص اونٹ کی اوجھڑی اٹھا لایا اور آنحضرتؐ کی گردن مبارک پر رکھ دی۔ حضرتؐ سجدے میں تھے اور لوگ ہنستے ہنستے لوٹ رہے تھے۔

شہزادی کونین نے خبر سُنی تو دوڑی ہوئی آئیں اور نبی آخر الزمانؐ کی مدد فرمائی، جب ہی آپ فرمایا کرتے تھے —— "فاطمہؑ میرا ایک جز ہے، جو اسے ستائے گا وہ مجھے دکھ دے گا۔"

مسلمانوں کی پہلی ہجرت

پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا، بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا جا چکا تھا لوگوں کے لیے زندگی دوبھر تھی، املاک ضبط کاروبار بند، عزت و ناموس تباہ، لوگ بے گھر بے در تھے۔

ابو طالبؑ، خدیجہؓ، علی بن ابی طالب آنحضرتؐ پر پروانہ وار نثار تھے۔ ارقم کے گھر میں بہت سے لوگ پناہ لیتے تھے مگر کب تک؟

مکہ والے حبشہ سے تجارتی تعلقات رکھتے تھے۔ وہاں کے فرمانروا اصحمہ کے اخلاق و عادات سے واقفیت تھی۔ کچھ صاحبانِ حیثیت لوگوں نے طے کیا کہ حبشہ چلو۔

رجب ۵ بعثت (۶۱۵ء) میں چند اکم سے کم دس مسلمانوں نے حضرتؐ کو خدا حافظ کہہ کر سامان سفر تیار کیا۔ ساحل پر پہنچے تو بندرگاہ پر جہاز تیار کھڑے تھے آنے والے پانچ پانچ درہم کرایہ ادا کر کے جہاز پر بیٹھے اور قافلہ حبش کے دور دراز ملک روانہ ہو گیا۔

قریش خبر پاتے ہی دوڑے لیکن ع

تیر از کمان جستہ بود

حضرت عثمانؓ[۱] کی سرکردگی میں یہ مہاجر مکہ سے افریقہ پہنچے۔ بقول آتش ؎

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

اہل حبشہ نے مہمانوں کا شایانِ شان خیر مقدم کیا لیکن ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ قریش نے آپس میں مشورے شروع کر دیے۔ آخر طے پایا کہ ہمارے دو نمایندے جلد از جلد نجاشی سے جا کر ملاقات

۱؎ ابن ہشام ۱/۳۴۵ عثمانؓ بن مظعون کو سرگروہ بتاتے ہیں۔ نیز ابن ہشام نے تمام مہاجرین کے نام بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ طبری ۲/۲۲۰ و مابعد

کہیں اور پناہ گیروں کے بارے میں بتایئں کہ یہ لوگ ایک نئے دین کے پرستار ہیں ان کو حبشہ سے نکال دیا جائے۔

مشرکین کے نمایندے

عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو[1] بن عاص بن وائل اس کام کے لیے نامزد ہوئے بادشاہ کے لیے موزون تحفے اور ہدیے جمع کیے گئے۔ مکہ کا بہترین مصنوعاتی نمونہ وہاں کی کھالیں تھیں۔ حبشہ کے فوجی سرداروں کے لیے ایک ایک کھال جمع کی۔ نمایندوں سے کہا پہلے بطریقوں[2] سے ملنا، ان سے ہمارے پر خلوص جذبات بیان کر کے نذرانہ ہائے عقیدت پیش کرنا، پھر بادشاہ سے ملاقات کرنا۔

وفد نے بندرگاہ پہنچ کر معززین مکہ کو الوداع کہی، حبشہ پہنچے تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مکے کے مظلوم یہاں آزادوں کی زندگی بسر کر رہے تھے، انہیں ہر جگہ عزت کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔

ارا کین سلطنت و امرائے شہر سے ملنے کے بعد جنگی افسروں سے ملے اور "خانہ برانداز چمن" خدا پرستوں کے خلاف خوب بھڑکایا۔ ابوجہل و ابولہب جیسے سرداروں اور سرمایہ داروں کے قیمتی تحفے پیش کر کے اپنے خیالات کی وکالت چاہی، حبشہ کے پادری اور مذہبی زعیم مکے کے حالات سے ناواقف تھے، دشمنوں نے خوب بھر دیا تھا۔

ادھر جناب ابوطالب نے اپنے خاندانی تعلقات کی بنا پر دشمنوں کی اس خطرناک مہم کے پیش نظر اپنے فرزند جعفر کو بھی بھیجا اور نجاشی کو ایک خط لکھ دیا کہ ہمارے شہر سے کچھ لوگ آپ کے شہر میں آ رہے ہیں ان کا خیال رکھا جائے۔

دشمنوں نے فوجی سرداروں کو کامیابی کا ذریعہ بنایا۔ ابوطالب کا تدبر دانشہ دیکھیے کہ بقول جوشؔ ؎

---

[1] جنگ صفین کے مشہور سیاسی مشیر۔ [2] بطریق۔ وہ ہزاری منصبدار فوجی سردار۔ معلوم نہیں مولانا شبلی نے "درباری پادری" کہاں سے لکھ دیا ہے۔

ذرات کو چھوڑ کر حریفوں کے لیے

خورشید پہ بڑھ کے ہاتھ ڈالا ہم نے

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابوطالب کا منظوم خط یہ تھا :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ فِي النَّأْيِ جَعْفَرٌ ... وَعَمْرٌو وَأَعْدَاءُ الْعَدُوِّ الْأَقَارِبُ

وَهَلْ نَالَتْ أَفْعَالُ النَّجَاشِيِّ جَعْفَرًا ... وَأَصْحَابَهُ أَوْ عَاقَ ذَلِكَ شَاغِبُ

تَعَلَّمْ أَبَيْتَ اللَّعْنَ، أَنَّكَ مَاجِدٌ ... كَرِيمٌ، فَلَا يَشْقَى لَدَيْكَ الْمُجَانِبُ

تَعَلَّمْ بِأَنَّ اللّٰهَ زَادَكَ بَسْطَةً ... وَأَسْبَابَ خَيْرٍ كُلُّهَا بِكَ لَازِبُ

وَإِنَّكَ فَيْضٌ ذُو سِجَالٍ غَزِيرَةٍ

يَنَالُ الْأَعَادِي نَفْعَهَا وَالْأَقَارِبُ

"کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ اس طولانی سفر میں جعفر و عمرو عاص میں کیا کیا مقابلے ہوئے؟ آیا نجاشی کے احسانات سے جعفر اور اس کا ساتھی فیضیاب ہوئے یا موانع کی وجہ سے ابھی تک یہ موقع نہ مل سکا؟

جناب والا! آپ سے آپ کے دشمن دور، آپ معزز و مکرم ہیں، آپ کی بارگاہ میں آنے والے کبھی ناکام نہیں ہوئے۔

واضح ہو کہ خدا نے آپ کو قدرت و قوت عطا فرمائی ہے اور ہر قسم کے احسان کرنے کے وسائل موجود ہیں۔

آپ سخاوت کا طوفانی سمندر ہیں، جس سے دوست دشمن سب فائدے اٹھاتے ہیں۔" ——— (سیرۃ ۱/۳۵۷ دیوان ندارد)

خط سے معلوم ہوتا ہے کہ حبش کے مہاجرین میں جعفر سربراہ تھے اور مخالفین کا سردار عمرو بن عاص تھا۔

نمایندگان قریش نے دربار میں حاضری کی درخواست کی۔ وقت ملا اور یہ لوگ

فَاسْئَلْهُمْ عَمَّا يَقُوْلُ هٰذَانِ فِيْ اَمْرِهِمْ فَاِنْ كَانُوْا كَمَا يَقُوْلَانِ اَسْلَمْتُهُمْ اِلَيْهِمَا، وَرَدَدْتُهُمْ اِلٰى قَوْمِهِمْ وَاِنْ كَانُوْا عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مَنَعْتُهُمْ مِنْهُمَا وَاَحْسَنْتُ جِوَارَهُمْ مَا جَاوَرُوْنِیْ ۔"

یں آئے ۔ بغیر اپنی صفائی پیش کیے ہوئے دشمنوں کے حوالے کر دیے جائیں ۔ میں پہلے انہیں بلا کر معاملات پوچھوں گا اگر واقعتاً ان دونوں آدمیوں کا کہا سچ ہوا تو ان کے سپرد کر دوں گا ورنہ ان کی حفاظت کی جائے گی ، ان کے اعزاز ضیافت میں زیادہ اہتمام ہو گا ۔"

اب حضور شاہ میں اہل سخن کی آزمائش تھی ۔ ساحر و مومن ، کاذب و صادق کا امتیاز ہونے والا تھا ۔ مذہبی جھگڑا تھا ۔ اس لیے بادشاہ نے عیسائی علماء کو مذہبی کتابوں کے ساتھ ، اور بے وطن مہمانوں کو اپنی دلیلوں کے ساتھ طلب فرمایا ۔ مکہ کا وفد ، فوجی سردار ، عیسائی علماء اور یہ مسلمان دربار میں موجود ہیں ، بادشاہ بنفس نفیس گفتگو شروع کرتا ہے :

نجاشی :

کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ دین جس نے تم سے آبائی مذہب چھڑوا دیا کونسا دین ہے ؟ کیا یہ دین نہ میرے مذہب جیسا ہے نہ موجودہ مذاہب کی طرح ہے ؟

ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد جعفر بن ابی طالب سامنے نظر آئے ۔ پادری کتابیں کھولے بیٹھے تھے ، بادشاہ خلعت دربار ، تاج بر سر جلوہ افروز تھا ۔ لیکن ابوطالب کا فرزند بے جھجک بول رہا تھا :

"شاہا ! عالی جاہا ! ہم جاہل قوم تھے ، بتوں کی پرستش ، مردار کا کھانا ، لالی بے ہودگیوں کا ارتکاب کرتے تھے ۔ پڑوسیوں کا حق فراموش کر دیا تھا ۔

طاقتور کمزوروں کو دبائے تھے ـــــ ان حالات میں ـــــ خدا نے ہماری قوم میں ایک نبی مبعوث فرمایا۔ اس کے نسب، سچائی، امانت و پاکدامنی میں کبھی کسی کو شک نہیں ہوا۔

اسلام کا پہلا تعارف

اس رسول نے توحید کی تعلیم دی۔ ہم سے کہا کہ پتھروں کی پوجا اور باپ دادا کا طریقہ چھوڑ دیں۔

۲۔ ہمیں سچ بولنے، امانت داری، صلۂ رحم، ہمسایوں سے حسن سلوک، عورتیں اور جان کی حفاظت کا حکم دیا۔

۳۔ فحشیات، جھوٹ، مال یتیم، باعزت عورتوں پر اتہام لگانے سے روکا ہے۔

۴۔ وحدہٗ لاشریک اللہ کو ماننے اور اس کی عبادت کا حکم دیا۔

۵۔ نماز، زکوٰۃ اور روزہ کا پابند کیا ہے۔

ہم نے ان باتوں کو مان لیا، ایمان لے آئے، جو کچھ خدا کے احکام آتے ہیں، اُن کی پیروی کرتے ہیں۔ وحدہ لاشریک اللہ کی عبادت کرتے ہیں، خدا کا کسی کو شریک نہیں مانتے۔ جو باتیں محمدؐ نے حرام بتائیں انہیں حرام، جو حلال کی ہیں انہیں حلال سمجھتے ہیں۔

ہماری قوم کو یہ باتیں ناگوار ہیں، وہ ہم پر ستم کرنے لگے ہمیں تکلیفیں دیں مذہب کی پابندی سے ہٹانا چاہا۔ ان لوگوں کی خواہش تھی کہ خدا کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کو پوجیں، بیہودہ باتوں کو حلال سمجھنے لگیں۔

ملکِ معظم! جب انھوں نے بہت ستایا، بہت ظلم کیئے زندگی دشوار کردی، دین میں رکاوٹیں پیدا کیں، تو پھر مجبوراً آپ کے ملک کی طرف رُخ کیا

دوسری حکومتوں سے آپ کی حکومت کو ترجیح دی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہاں کوئی زبردستی نہ ہو سکے گی۔"

تقریر کی لطافت و صفائی، واقعات کی ترجمانی، کچھ ایسے انداز میں تھی کہ بادشاہ حیران ہوگیا۔ کہنے لگا۔

اچھا، کوئی خدا کا پیام تمہیں یاد ہے؟

جعفرؓ نے کہا: جی ہاں!

نجاشی: سناؤ۔

جعفر نے سورہ مریمؑ کی تلاوت شروع کی:۔

"کٓھٰیٰعٓصٓ، ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا"......

کلام معجز نما کی تاثیر، واقعات جناب زکریا و یحییٰ و ابراہیم و عیسےٰ و مریم علیہم السلام کا بیان اسقفوں کا مجمع، کھلی ہوئی مقدس کتابیں، دربار کی ہیبت، کچھ ایسا سماں بندھا کہ نجاشی کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پادریوں کی آنکھوں کے آنسو ان کی کتابوں پر ٹپکنے لگے۔

اس پُرہیبت و وقار اجتماع کا سکوت ٹوٹا، نجاشی کہہ رہا تھا:

کتاب عیسیٰ کی قسم یہ کلام بھی اسی مرکز نور کا ہے جہاں سے رُوح اللہ کتاب لائے تھے ——— جاؤ ——— اب تم سے نہ کوئی بازپرس ہوگی۔ نہ کسی کے سپرد کیے جاؤ گے!

پھر سفراء قریش کو حکم دیا، آپ تشریف لے جائیں۔ ابن ربیعہ و عمرو عاص واپس آنے کو تو آگئے۔ لیکن شرمندگی و ناکامی نے زندگی وبال بنادی، ابن ہشام کی لفظوں میں:

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ دربار سے نکل کر دونوں میں یہ گفتگو ہوئی:

قال عمرو بن العاص: وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّهٗ غَدًا عَنْهُمْ

قسم ہے کل وہ داؤ چلوں گا، کہ

بِمَا استَأصِلَ بِهِ خَضْرَائَهُمْ

ان کے سبز باغ خاک میں مل جائیں گے

قالت ام سلمہ، فقال له عبد الله بن ابی ربیعة :

یہ سن کر عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا :

ذرا صاحب شرم تھا ...... لا تَفْعَلْ فَإِنَّ لَهُمْ أَرْحَامًا وَ إِنَّ

ہم سے تو یہ نہ ہوگا، آخر ہمارے ہی تو عزیز ہیں

كانوا قد خالفونا،

مخالفت کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے کے ہاتھوں ذلیل یا قتل کرائیں۔

عمرو عاص :

قسم ہے، میں دربار میں کہوں گا کہ "یہ لوگ عیسیٰؑ بن مریمؑ کو بندہ کہتے ہیں۔

دوسرے دن دونوں نمایندے پھر دربار میں حاضر ہوئے اور نجاشی سے عرض کیا :

"سرکار والا! یہ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں
بڑی سخت بات کہتے ہیں، کسی کو بھیج کر دریافت کیا جائے
کہ آخر اس سلسلے میں ان کا عقیدہ کیا ہے؟"

شاہی ہرکارہ مہمان خانے میں پہنچا، اور شاہی استفسار بیان کیا، ان لوگوں نے مشورہ کیا، اور دربار پہنچے۔

نجاشی نے پوچھا :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم لوگوں کا کیا عقیدہ ہے؟

جعفر بن ابو طالب :

ہمارے نبیؐ نے وحی کے ذریعے ہمیں جو کچھ بتایا ہے۔ وہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ہمارے نبیؐ نے فرمایا ہے :

"وہ بندۂ اللہ، اس کے رسول، روح الہٰی، کلمۃ اللہ ہیں جسے اللہ نے مریم بتول کو ودیعت فرمایا تھا۔

نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک لکڑی اٹھائی۔ اور کہا :

تمہارے عقیدے اور ہمارے عقیدے میں اتنا بھی تو فرق نہیں۔

فوجی سرداروں کو بگڑتا دیکھ کر، نجاشی نے کہا :

تمہارے تیوروں کی پروا نہیں۔

پھر مسلمانوں کی طرف رخ کیا :

آپ لوگ میرے ملک میں اطمینان سے رہ سکتے ہیں جو آپ کو برا کہے گا، سزا پائے گا۔ جو بھی نا سزا کہے گا اسے جرمانہ ہو گا۔ جو بے ہودہ بکواس کرے گا، سزا بھگتے گا۔ آپ کے کسی آدمی کو دکھ دینے کے بدلے اگر سونے کا پہاڑ ملے جب بھی میں نہ لوں گا۔

ملازمین سے متوجہ ہو کر :

ان کے ہدیے واپس کر دو، میں رشوت لینے کو تیار نہیں۔"

قریش کا وفد ناکام واپس ہوا۔

کچھ دنوں بعد نجاشی کو ایک مہم پیش آئی۔ مسلمانوں کی امداد و دعا سے کامیابی ہوئی تو نجاشی کا اعتقاد اور بھی مضبوط ہو گیا۔

---

[1] ابن ہشام ۱/۳۵۶ و ما بعد سلیمان ندوی نے مسند ابن حنبل و یعقوبی کا بھی حوالہ دیا ہے۔ نیز ابن کثیر ۳/۷۴

دگر از سر گرفتم قصۂ زلفِ پریشاں را

مکے میں حالات بدستور تھے، کہیں پتھروں کی بارش تھی کہیں طعن و تشنیع، نمازیوں کی نماز کا مذاق تھا۔ سجدہ ریز گردنیں، ادھیڑیوں اور غلاظتوں سے دبائی جاتی تھیں۔ غریب و صابر مسلمان سب کچھ جھیل رہے تھے، لیکن کبھی کبھی گھبرا کر کہتے تھے:

"ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیجئے اور دعا فرمائیے" یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر سختی اور ظلم کی انتہا کر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ:

تم سے پہلے ایک (زندہ) آدمی کو زمین کھود کر (کھڑا) گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر بیچ سے دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ بعضوں کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھرا کر چمڑہ اور گوشت ادھیڑ دیا جاتا تھا۔

تاہم یہ سختیاں انھیں دین سے نہ ہٹا سکیں۔

(علامہ شبیر احمد عثمانی حاشیہ حاشیہ ص ۵۱۳)

لوگ مضطرب تھے، وہ سمجھے تھے کہ محمد مصطفےٰ ؐ پر ایمان لائیں گے تو آسایش و آرام کی فراوانی ہو گی، لیکن یہاں ظلم و ستم کا طوفان تھا۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کے ذہنی عالم کا نقشہ کھینچا ہے۔

الٓمٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ

.... کیا یہ سمجھتے ہیں کہ چھوٹ جائیں گے۔ اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے۔ اور ان کو جانچ نہ لیں گے اور ہم نے جانچا ہے ان کو جو ان سے پہلے تھے، سو البتہ معلوم

الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۝
(ترجمہ شیخ الہند پ ۲۱ ص ۵۱۳)

کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا جھوٹوں کو۔

اس کے ساتھ کفار سے چند مکالموں کی مثال بھی معجزانہ الفاظ میں دیکھیے تاکہ واقعات کا صحیح ترین پس منظر سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ خداوند عالم نے اپنے نبی کو صبر کی تلقین، قوتِ برداشت کی افزائش و استقلال آفرینی کے جذبات ہی سے نوازا۔ فتوحات کے نعرے، پیش قدمیوں کی پیشین گوئیاں نہیں فرمائیں۔

کفارِ مکہ کے رجحانات

کاہن، ساحر، دیوانہ، مجنون، شاعر کہنے والوں کے مقابلے، ادب، اعجاز، نصیحت، تنبیہ و تلقین کا انداز یہ تھا:

فَذَکِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ۝ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝

اب تو سمجھا دے کہ تو اپنے رب کے فضل سے نہ جنون سے خبر لینے والا ہے اور نہ دیوانہ۔ کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے؟ ہم منتظر ہیں اس گردش زمانہ کے ـــ تو کہہ، تم منتظر رہو کہ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں! کیا ان کی عقلیں یہی سکھلاتی ہیں ان کو یا یہ لوگ شرارت پر ہیں؟ یا یہ کہتے ہیں یہ قرآن خود بنا لایا۔ کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے۔

فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۝ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ۝

پھر چاہیے کہ لے آئیں کوئی بات اس طرح کی اگر وہ سچے ہیں۔ کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ؟ یا وہی ہیں بنانے والے؟ یا انہوں نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو؟ کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ
اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝
اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ
فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ۝
اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ
مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ
الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝
اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝

کیا ان کے پاس خزانے ہیں تیرے رب
کے یا وہی داروغہ ہیں ؟
کیا ان کے پاس سیڑھی ہے ؟ جس
پر سُن آتے ہیں ۔ تو چاہیے لے آئے جو
سنتا ہے ان میں ایک سند کھلی ہوئی ۔
کیا اس کے یہاں بیٹیاں ہیں ؟ اور تمہارے
یہاں بیٹے ؟ تو کیا مانگتا ہے ان سے کچھ بدلا ؟
سو ان پر تاوان کا کچھ بوجھ ہے ؟ کیا ان کو
خبر ہے بھید کی ؟ سو وہ لکھ رکھتے ہیں ؟
کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا ؟ سو جو منکر
ہیں وہی آتے ہیں داؤ میں ۔

(س ۵۳ ۔ الطور، پ ۲۷ ص ۶۸۰ و ۶۸۱ ۔ ترجمہ محمود الحسن شیخ الہند)

مشرکوں کے نعرے کاہن و مجنون، شاعر وغیرہ کی لفظوں سے بدل گئے تھے وہ کہنے لگے تھے کہ یہ شخص اپنے دل سے باتیں گھڑ لاتا ہے ۔

ان کا عقیدہ تھا خدا کی لڑکیاں ہیں ۔

قرآن نے جواب دیا :

یہ شاعر کہنے والے ناکام ہوں گے ۔

"یہ راتوں کو خواب دیکھتے ہیں یا پردۂ غیب جاکر دیکھ آئے ہیں ان پر عذاب نازل ہوگا ۔ قیامت آنے دو، ان کے مکر و فریب انہیں کو نقصان پہنچائیں گے ۔ آج ان کے حلیف مدد کو تیار ہیں وہاں دیکھنا کیسے بے یار و مددگار ہوتے ہیں ۔

وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ ۙ

(الطور)

آپ ذرا ٹھہریں اور حکم خدا کا انتظار کریں۔ کیونکہ آپ تو ہماری نظر کے سامنے ہیں اور جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اس وقت اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد کیا کریں۔

یہودی اور آنحضرتؐ

شروع شروع میں مشرک و بت پرست، قریش اور اہل مکہ ہی آپ کی دعوت کے خلاف ہنگامہ و فساد کرتے رہے، لیکن جوں جوں حلقۂ تبلیغ بڑھتا گیا۔ یہود و نصاریٰ نے بھی مخالفت کے لیے اٹھنا شروع کیا، ان کی کتابوں میں "فارقلیط" کی آمد کا تذکرہ تھا، وہ "وادی فاران" کے داعی کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں وحی و الہام کی حقیقت معلوم تھی، وہ ایک اللہ کا تذکرہ اپنی کتابوں میں دیکھ چکے تھے۔ انھوں نے پیغمبروں کے سوانح پڑھے تھے، پیغمبر کی علامتیں جانتے تھے۔ حضرت آدم سے موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام تک کے سوانح سُنے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ کو پہچان رہے تھے اور لوگوں کو صحیح راستہ بتاتے تھے۔

وَمِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤى اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَـقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ ۝

(الاعراف ۱۵۹)

یہودیوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا اور اسی کے مطابق انصاف کرتا ہے۔

شیخ الہند ان لوگوں میں عبداللہ بن سلام کا نام لیتے ہیں۔

لیکن اکثر ایسے تھے جو مقدس کتابوں میں تحریف کر کے لوگوں کو بہکا رہے تھے، شرارتیں کرتے تھے، آنحضرتؐ سے عجیب و غریب مطالبے کرتے تھے۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً

(النساء ۱۵۳)

اہل کتاب آپ سے کہتے ہیں کہ ان پر آسمان سے کتاب اُتار دو۔

ان لوگوں نے موسیٰؑ سے اس سے بڑی بڑی باتوں کا مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں ان آنکھوں سے اللہ دکھا دو۔

اہل کتاب مشرکین سے آگے بڑھ گئے، مشرک فقط شور مچاتے، دکھ دیتے، آزار پہنچاتے تھے اور یہ لوگ بحثیں کرتے تھے۔ خدا و ملائکہ، صحف، جنت وغیرہ کے مسائل پر اُلجھتے تھے۔ ایک آکر رُوح کی حقیقت پوچھتا تھا دُوسرا فلسفہ توحید۔ ایک کہتا تھا بنی اسرائیل شریف ترین عالم ہیں ان کے ہوتے ہوئے غیر بنی اسرائیل میں نبی آنے کا کیا مطلب؟ کوئی اپنے مقدمے لے کر آتا تھا۔ غرض قلبی و ذہنی تکلیفوں کے علاوہ وقت بھی ضائع کرتے اور پھر ہنگامے بھی کرتے، دوسروں کو بھڑکاتے۔ وحی آتی، معجزے دکھائے جاتے۔ مگر وہ کسی کروٹ چین نہ لیتے۔ حد یہ ہے کہ قرآن نے اپنے پیغمبر کو تسلّی دیتے ہوئے کہا:

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اگر ہم کاغذ پر لکھی لکھائی کتاب بھی آپ پر نازل کر دیتے اور اس کتاب کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے جب بھی یہ منکر یہی کہتے کہ یہ تو جادو کے سوا کچھ بھی نہیں"

وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِىَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس پر فرشتہ کیوں نہیں اُترا۔ حالانکہ اگر ہم فرشتہ اتارتے تو بات ہی ختم ہو جاتی اور ان کو پلک جھپکانے کی بھی مہلت نہ ملتی۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا

پھر اگر فرشتہ اتارتے تو اسے بھی

وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

مردوں کے سراپا میں نازل کرتے اور وہ انسانوں ہی کے لباس میں ہوتا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (الانعام)

یہ لوگ تو آپ سے پہلے رسول کا مذاق اسی طرح اُڑا چکے ہیں۔ لیکن ان کا تمسخر ان کے آگے آیا۔

مگر لوگ ان آیتوں کو سننے کے بعد بھی اشتہ تو بڑی بات ہے پسیجتے بھی نہ تھے۔ دشمنی روز افزوں تھی۔ کوشش تھی کہ کسی طرح وجود مقدس کو ختم کر دیا جائے۔

ایک مرتبہ آپؐ یہودی محلے میں کچھ سودا خریدنے تشریف لے گئے۔ بلیسرہ ہمراہ تھے ایک یہودی نے آپؐ سے کہا۔ میرے گھر چلیے تو آپ کی پسند کی چیزیں مل جائیں گی۔ وہ ملعون گھر پہنچا تو بیوی کو بلا کر کہنے لگا:

"جلدی سے کوٹھے پر جا اور ایک پتھر کھینچ کے مار"

وہ کوٹھے پر گئی اور حضرت پر پتھر لڑھکایا۔ لیکن فرشتہ غیب نے وہ پتھر مکان کی دیوار پہ گرا دیا۔ اور وہاں سے ٹکرا کر وہ پتھر اسی ملعون کی گردن میں حلقہ بن گیا۔ پتھر کی گرج اور چوٹ کی شدت سے وہ یہودی بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش و حواس بجا ہوئے تو کہنے لگا:

"محمدؐ! مجھے پیسے کی ضرورت نہیں۔ نیت یہ تھی کہ تمہیں ختم کر دوں۔

تم خدا کے کرم ہو، عرب و عجم کے سردار ہو، مجھے معاف کر دو!

حضورؐ نے بڑھ کر پتھر گردن سے اتارا اور معاف فرما دیا۔

اس قسم کے بے شمار معجزات و واقعات ہیں۔ جنھیں دُہرا کر ہم کتاب کو طولانی نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن اتنا ضرور کہیں گے آپ کوہِ حلم، پیکرِ صبر، سراپا رحمت، مجسم دعا بنے ہوئے تھے۔ نہ فرشتوں سے مدد طلب کی نہ خدا سے عذاب مانگا، نہ اپنی قوم کے خیالات کو سیاسی اور جنگی نقطہ نظر سے ہموار کیا، نہ کوئی مدافعانہ جد و جہد فرمائی۔

پر کیا تھا؟ فرضِ دعوت، مقصدِ الٰہی، اور کردار کا مظاہرہ، اشتعال، انتقام، جنگ یا کمزوری کا احساس سے رونما ہوتی ہے یا شوقِ فرمانروائی، غیر معتدل قوتِ شجاعت سے۔

آدمی وہ ہے جو مقصد کو توانائی دے

مشرکوں، یہودیوں، صابیوں، عیسائیوں اور لامذہبوں کے مقابلے میں مظلوم بن کر دن گزارنے والا نبی، سو پچاس دوستوں کا سربراہ، پندرہ بیس ہاشمیوں کا محبوب اور اچھے خاصے سرمائے کا مالک تھا۔ ہو سکتا تھا کہ آپ بھی لوگوں سے برسرِ پیکار رہتے، ابو طالب کا اقتدار کام میں لاتے، مگر نہیں ——

حمزہؓ کا اسلام نماز پڑھ رہے تھے، حرم کی زمین تھی، ابو جہل اپنے گمراہ ساتھیوں کے ساتھ کھڑا مذاق اڑا رہا تھا۔ دکھ دے رہا تھا۔ جناب حمزہؓ شکار سے واپس آرہے تھے، گھر کے قریب پہنچے تو کنیز نے بڑھ کر عرض کی۔

"حضور! آپ کے عزیز محمد بن عبداللہ پر ابو جہل ستم ڈھا رہا ہے"

حمزہؓ جوان و بہادر، غیور و جسور تھے۔ انہیں اپنے بھتیجے کی عصمت و عظمت پر ناز تھا اسی لباس و حالت میں دوڑے آئے اور آکر دشمنوں کو سزا دی اور اسی وقت اعلان فرما دیا کہ

میں محمدؐ پر ایمان لایا۔ دیکھوں مجھے کون دکھ دیتا ہے!

حمزہؓ کا اسلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے خوش خبری ہی نہیں زیادتی قوت بھی تھی مگر ابو طالب کی خوشی سب سے زیادہ قابلِ دید ہو گی۔

حضرت عمرؓ کا اسلام کچھ ہی دنوں بعد اسلام کے دشمن، مسلمانوں پر قہر ڈھانے والے سخت مزاج بزرگ جو مسلمانوں کو سزائیں دے کر خوش ہوتے تھے جنہوں نے لبینہؓ کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ لبینہؓ بے ہوش جاتی اور آپ تھک جاتے تھے، فرماتے تھے لبینہؓ! مارنے سے دل نہیں بھرا، مگر کیا کروں تھک گیا ہوں۔ بالفاظ شبلی؛

"لبینہؓ" کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا تھا زد و کوب سے دریغ نہیں

کرتے تھے۔ لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جس کو چڑھ جاتا تھا، اُترتا نہ تھا۔ ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بددل نہ کرسکے آخر مجبور ہو کر (نعوذ باللہ) خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا۔ تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلے۔ کارکنان قضا و قدر نے کہا ؏

آمدن یارے کہ ما می خواستیم

راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ بن نعیم مل گئے، ان کے تیور دیکھ کر پوچھا، —— خیر ہے؟ —— بولے —— محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا —— پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمہارے بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ فوراً پلٹے اور گھر پہنچے۔ وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ ان کی آہٹ سُن کر چپ ہو گئیں۔ اور قرآن کے اجزا چھپا لیے۔ لیکن آواز ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا —— یہ کیا آواز تھی؟ بولیں۔ کچھ نہیں —— انہوں نے کہا —— میں سن چکا ہوں۔ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو ——

یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریبان ہوئے۔ اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی۔ یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہو گیا۔ لیکن اسلام کی محبت اس سے بالاتر تھی۔ بولیں۔ عمر! جو بن آئے کر و لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا۔"

ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر خاص اثر کیا۔ بہن کی طرف محبت سے دیکھا۔ ان کے جسم سے خون جاری تھا۔ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا، تم لوگ جو پڑھ رہے ہو، مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن

کے اجزا لاکر سامنے رکھ دیے اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی :

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (حدید[1])	زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب حکمت والا ہے۔

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (حدید[1])	خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔
تو بے اختیار پکار اٹھے :	
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ارقمؓ کے مکان میں جو کوہ صفا کی تلی میں واقع تھا۔ پناہ گزین تھے۔ حضرت عمرؓ نے آستانۂ مبارک پر پہنچ کر دستک دی۔ چونکہ شمشیر بکف گئے تھے صحابہؓ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت امیر حمزہؓ نے کہا۔ "آنے دو۔ مخلصاً آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا"۔ حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کے

---

[1] سیرت المصطفٰے ۲/۱۴۶ د مابعد میں ہے کہ آپ نے نہا کر قرآن کے اجزا اٹھائے۔ نہانے سے جوش بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر حاشیہ میں لکھا ہے بعض روایات میں سورہ طٰہٰ تکویر و حاقہ کا ذکر ہے جو ممکن ہے صحیح ہوں۔ لیکن شبلی نے الروض الانف سے سورہ الحدید مدنی کی آیتیں کیونکہ لکھی ہیں؟

فرمایا ـــ کیوں عمر! کس ارادہ سے آیا ہے؟ ـــ نبوت کی پُر جلال آواز نے ان کو کپکپا دیا ـ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا کہ ـــ ایمان لانے کے لیے ـــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ساختہ ـــ اللہ اکبر ـــ پکار اٹھے ـ اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے مل کر اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکے کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔"[1]

(سیرۃ النبی ۱/۲۲۶)

ان دونوں نامور حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ مشرف باسلام ہوے لیکن دشمنوں کی دشمنی بھی روزافزوں تھی ـ آنحضرتؐ کی ہمت و استقلال آفرین طبیعت نے ریت کی تپش، پتھروں کی آگ، کانٹوں کی نوکیں ـ دشمنوں کی دشمنی ناکام اور ٹھنڈی کر دی ابوطالب کی حمایت اور خدا کی مدد نے ساری تدبیریں خاک میں ملا دیں ٭

ـــــــ :(٭): ـــــــ

[1] انساب الاشراف بلاذری ـ طبقات ابن سعد ـ اسد الغابہ ـ ابن عساکر مکمل ـ

قریش کی منظم مخالفت

شعب ابو طالبؑ میں محصوری

دربار نجاشی سے ناکام آنے والے وفد کی خبروں نے لوگوں کے دلوں میں آگ لگا دی اب کی مرتبہ سب نے مل کر ایک جلسہ کیا جہاں طے کیا کہ ابو طالب کا خیال کہاں تک کیا جائے گا۔ ہمیں چاہیے کہ محمدؐ کو کھلم کھلا قتل کر دیں۔

کچھ لوگ حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہا۔

ہمارے سردار، محمدؐ کو بہت سمجھایا۔ آپ کے ساتھ ہم بھی تھک گئے۔ اب بہتر یہی ہے کہ انہیں ہمارے سپرد کر دیجئے۔ ہم انہیں قتل کر دیں۔ اس کے بدلے ہم میں سے جس کا فدیہ چاہیں لے لیجئے۔

حضرت ابو طالب نے بڑی سختی سے انہیں ڈانٹا اور ایک پر جوش نظم میں اپنے جذبات کو بیان فرمایا:

أرقت وقد تصوّبت النجوم

وبتّ وما تسالمك الهموم

(دیکھئے دیوان ابو طالب ص ۲۸، ۲۹) پندرہ سولہ شعروں کے بعد فرمایا:

أَرَادُوا قَتْلَ أَحْمَدَ ظالموہ ۔۔۔ وَلَيْسَ بِقَتْلِهِ فِيهِمْ زَعِيمٌ

وَدُونَ مُحَمَّدٍ منا نديّ ۔۔۔ هُمُ العرنين والأنف الصَّمِيمُ

وَإِنَّا سَوْفَ نوردهم حِيَاضًا ۔۔۔ يَكُونُ شرابهم منا الحميم

لوگوں نے احمد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے حالانکہ وہ ظالم و بے رہنما ہیں۔ محمدؐ کی حفاظت کے لیے بڑے بڑے سردار و بہادر سینہ سپر ہیں۔

میں ان کے مقابلے میں وہ جنگ لڑوں گا کہ انہیں گرم خون کے حوض سے پانی پینا پڑے گا۔

آخر یہ تجویز کیا گیا کہ ابو طالب کا بائیکاٹ کیا جائے۔ بنو ہاشم سے رشتہ، خرید و فروخت میل جول سب ختم اور چونکہ مطلب کی اولاد بھی بنی ہاشم کے ساتھ ہے لہذا ان سے بھی یہی سلوک کیا جائے۔

عہد نامہ کی عبارت | منصور بن عکرمہ عبدالداری نے معاہدہ لکھا:

اَنْ لَا یُکَلِّمُوْھُمْ وَلَا یُزَوِّجُوْھُمْ وَلَا یَتَزَوَّجُوْا اِلَیْھِمْ وَ لَا یُبَایِعُوْھُمْ، اَوْ یُسَلِّمُوْھُمْ رَسُوْلَ اللہِ (ص)

بنی ہاشم سے نہ بات کی جائے گی۔ نہ ان کی لڑکیاں کوئی لے گا نہ انہیں لڑکیاں دی جائیں گی نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت ہو گی یا پھر یہ ہے کہ وہ لوگ رسول اللہؐ کو ہمارے سپرد کر دیں۔

اس معاہدے پر چالیس آدمیوں نے مہریں لگائیں اور کاغذ لپیٹ کر مزید تاکید کے لیے خانہ کعبہ کی چھت میں لٹکا دیا۔[۲]

جناب ابو طالب نے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا اور واقعات حاضرہ پر بحث کر کے طے کیا کہ ہمیں اپنے بڑے محل "شعب" میں منتقل ہو جانا چاہیے وہاں گنجائش بھی زیادہ ہے اور آبادی سے ذرا ہٹ کر بھی ہے۔ چنانچہ چالیس پچاس آدمی جن میں سب

---

[۱] دیوان ابو طالب ص ۲۹ حماسہ ابن شجری طبع دکن اس نظم میں قریش کے منصوبہ قتل محصوری پر اپنے جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔ نیز دیکھیے مناقب ۱/۳۶ + [۲] طبقات ۱/۱۳۸ - سیرت ۱/۳۷۵ - مناقب ۱/۳۶ - طبری ۲/۲۲۵ تاریخ یعقوبی ۲/۲۵

بنی عبدالمطلب و بنی ہاشم تھے شعب ابوطالب میں آ گئے۔

ابولہب و ابوسفیان چونکہ ابتدا ہی سے مخالف تھے اس لیے انھوں نے ابوطالب کا ساتھ نہ دیا۔

محصوری | یکم محرم ۷ بعثت (۶۳۱ء) کو شعب ابوطالب قلعۂ حفاظت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قرار پایا (طبقات ۱/۱۴۰)

شعب کا محل وقوع | فرخی نے حقائق اسلام کے حاشیہ میں ۸۸ طبع چاپ خانہ اقبال تہران میں لکھا ہے:

"درۂ ابوقبیس درکنار شرقی شہر بیرون دروازہ کہ ابوطالب انجامی نشست" مکہ کی مشرقی سمت شہر کے بیرونی طرف ابوقبیس کی پہاڑی کے دامن میں غالباً کاروبار وغیرہ کے لیے ابوطالب نے ایک احاطہ بنا رکھا تھا یہیں جناب ابوطالب نے تمام پناہ گزینوں کو جمع کر کے کہا:

لَئِنْ شَاکَتْ مُحَمَّدً اَشْوَکَۃً لَاٰتِیَنَّ عَلَیْکُمْ یَا بَنِیْ ھَاشِمْ!

وَحَسِّنِ الشِّعْبَ!

بنی ہاشم! یاد رکھو! اگر محمدؐ کے ایک کانٹا بھی چبھا تو میں تم لوگوں کو سخت سزا دوں گا ——— شعب سے ہر وقت باخبر رہنا ———

(مناقب ۱/۳۶)

پہلی محرم سے آخر محاصرہ تک آپ دن رات قلعہ کی حفاظت فرماتے تھے، آنحضرتؐ کے لیے یہ خصوصی انتظام تھا کہ محفوظ ترین کمرے میں رہتے تھے اور رات کو جب آپ استراحت فرماتے تو ابوطالب کچھ رات گئے آتے اور آنحضرتؐ کو وہاں سے اٹھا کر اپنے فرزند کی جگہ لٹا دیتے اور علیؑ کو آپ کی جگہ آرام کرنے کا حکم دیتے تھے۔ گھر کے جوانوں کو محافظ بنایا تھا[۱]

---

[۱] مناقب ا ص ۳۴ نیز سیرۃ حلبیہ ۱/۳۴۲

خیال یہ تھا کہ کہیں کوئی دشمن سُراغ پا کر اچانک آپ کو قتل نہ کر دے۔ ایک روز حضرت علیؑ نے عرض کی بابا!

"میں کسی دن مارا جاؤں گا"!

ابوطالب نے فرمایا:

اِصْبِرَنْ یَا بُنَیَّ فَالصَّبْرُ اَحْجیٰ — کُلُّ حَیٍّ مَصِیرُہٗ لِشَعُوبِ

قَدْ بَلَوْنَاکَ وَالْبَلَاءُ شَدِیدٌ — لِفِدَاءِ النَّجِیبِ وَابْنِ النَّجِیبِ

بیٹا! صبر و استقلال سے کام لو، صبر بہترین چیز ہے اور موت تو ہر ایک کو آنی ہے۔ میں نے تمہیں آزمایا ہے، تم تو کریم ابن کریم پر خود ہی قربان ہو۔ تم تو اس پر قربان ہو جو نسب میں بلند، صاحب احترام و بلند مکان ہے —— اگر موت ہی آنے والی ہے تو تیروں کے نشانے پر بیٹھنے نہ بیٹھنے سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ہر زندہ آدمی چاہے کتنے ہی دن زندہ رہے، بہر حال اسے موت کا حصہ لینا پڑے گا، (پانچ شعر)

حضرت علیؑ نے باپ کے ہمت آفرین اشعار کے جواب میں عرض کیا:

اَتَاْمُرُنِی بِالصَّبْرِ فِی نَصْرِ اَحْمَدٍ — وَوَاللّٰہِ مَا قُلْتُ الَّذِی قُلْتُ جَازِعًا

وَلٰکِنَّنِی اَحْبَبْتُ اَنْ تَرَ نُصْرَتِی — وَتَعْلَمَ اَنِّی لَمْ اَزَلْ لَکَ طَائِعًا

وَسَعْیِی لِوَجْہِ اللّٰہِ فِی نَصْرِ اَحْمَدٍ

نَبِیِّ الْھُدٰی الْمَحْمُودِ طِفْلًا وَیَافِعًا[1]

بابا! آپ مجھے احمد مجتبیٰؐ کی نصرت کا حکم دے رہے ہیں؟ خدا کی قسم میں نے جو عرض کیا تھا وہ موت سے ڈر کر نہیں کیا۔ میرا مقصد تھا کہ میری جانفشانیاں ملاحظہ فرمائیں اور یہ سمجھ لیں۔ میں ہمیشہ سے آپ کا فرمانبردار ہوں۔ اور محمدؐ کی مدد صرف اللہ کے لیے کر رہا ہوں کہ وہ

---

[1] مناقب ۱/۳۷

ہدایت کے رہنما ہیں۔ بچپن سے لے کر اب تک"

اس ماحول میں گھر والے جہاں فروشیاں دکھا رہے تھے۔ چاروں طرف سے رسد بند تھی۔ جناب خدیجہؓ وابوطالب کے بعض اعزّہ اگر چھپے چوری کچھ بھیجنے کی کوشش بھی کرتے تھے تو اُسے قریش کے آدمی ناکام بنا دیتے اور سامان بھی ضبط کر لیتے تھے۔ لوگوں کا یہ عالم تھا کہ سوکھی کھال کے ٹکڑے کھانے پر مجبور ہوتے تھے۔ طلح کی پتیاں تو روز کا کھانا تھا۔

چھوٹے بچے، فاقوں اور تکلیفوں کی شدت سے بے چین ہو کر روتے اور فریاد کرتے تھے جس کے جواب میں دشمنوں کے قہقہے فضاؤں میں گونجتے تھے لیکن صبر و استقلال کا پہاڑ، حلم و وقار کا مجسمہ، اللہ کا نبی اسی پامردی سے مصروف دعوت و تبلیغ تھا۔ کبھی گھر کے مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرماتے، کبھی مشرکوں کو توحید کا سبق دیتے تھے۔

محمد ابن شہر آشوب کا بیان ہے :

"موسم عمرہ رجب، اور موسم حج ذی الحجہ میں یہ پابندیاں ہلکی ہو جاتی تھیں، اور شعب کے پناہ گزین بازاروں میں چلنے پھرنے کے مجاز ہوتے ـــ سب لوگ پس ماندہ اندوختے صرف کر کے غلّہ اور ضروریات خریدنے نکلتے اور آنحضرتؐ بازاروں اور جلسوں میں آیات کی تلاوت اور توحید پر تقریریں فرماتے تھے۔ بت پرستوں کے خیالات و عقاید، یہود و نصاریٰ کے رسم و رواج عوام کے اخلاق و اعمال پر مصلحانہ خطبے دیتے تھے۔

اور ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے کہتا تھا، "لوگو، ہوشیار، یہ میرا بھتیجا (نعوذ باللہ) ج .... اور ساحر ہے۔

اس کے باوجود لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے۔ مولف الاسلام علیٰ ضوء التشیع کا بیان ہے کہ نجرانی عیسائیوں کا ایک وفد مکہ آیا اور آنحضرتؐ سے مل کر متاثر ہوا اور اسلام قبول کر گیا۔

(ج ۱ ص ۳۰)

جب موسم ختم ہوتا تو یہ لوگ قلعہ بند ہو جاتے اور قریش ابوطالب سے مطالبہ پر مطالبہ کرتے کہ محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو، کیوں اپنی بزرگیوں کو خاک میں ملاتے ہیں؟ جس کے جواب میں آپ اپنے بھرپور جذبات اور استقلال مددگاری کا اعلان فرماتے تھے۔ ان اعلانات میں سب سے اہم وہ مشہور لامیہ ہے جسے تاریخ وادب میں بے مثال شہرت حاصل ہے جس میں آپ کے عقاید و جذبات اور آنحضرتؐ کے اخلاق وعادات، ماحول کی تاریکیوں کا تفصیلی خاکہ موجود ہے:

خَلِیْلَیَّ مَا اُذْنِیْ لِاَوَّلِ عَاذِلٍ

بِصَغْوَآءُ فِیْ حَقٍّ وَّلَا عِنْدَ بَاطِلٍ

(دیکھیے دیوان شیخ الاباطح ص ۱، ابن ہشام ۱/۲۹۱ تا ۲۹۹، اسنی المطالب ص ۱۱ ۔ تفسیر ابن کثیر ۱/۱۷۰ حماسہ ابن شجری ۱۸)

اور آنحضرتؐ کا یہ حال تھا کہ ہر وقت عبادت و تفکر میں مصروف تھے۔ حضرت خدیجہ، علی ابن ابی طالب تنہائیوں میں ہمدردیوں کا مجسمہ اور غمگساریوں کا سراپا تھے۔

ابن واضح یعقوبی لکھتے ہیں:

تین سال کے تعطل نے آنحضرتؐ کا تمام ذاتی سرمایہ، ابوطالب کی دولت اور خدیجہ کا سارا مال خرچ کرا دیا۔ وَصَارُوْا اِلٰی حَدِّ الضُّرِّ وَالْفَاقَۃِ (ج ۱ ص ۳۴۲) جس کے بعد یہ لوگ محتاج ومفلوک الحال ہو گئے۔

خاتمۂ محصوری

چھتیس مہینوں کے بائیکاٹ نے بعض قریش کو سوچنے پر مجبور کیا۔ بچوں کی کراہوں نے کچھ اہل دل کو ابھارا، اور ان مظلوموں کی رہائی کے لیے بات چیت کرنے لگے منصور کاتب معاہدے کے ہاتھ شل ہو جانے سے وہ خوف زدہ ہو رہے تھے، خطرہ تھا کہ کہیں واقعاً عذاب نازل نہ ہو جائے۔

ایک روز آنحضرتؐ نے جناب ابوطالب سے فرمایا:

عمّ محترم! قریش سے فرمائیے کہ ذرا اپنا عہد نامہ تو دیکھو! اس

کا کیا حال ہے۔ کاغذ دیمک چاٹ چکی ہے اور تم بیٹھے عہد نامہ عہد نامہ

کر رہے ہو۔

ابو طالب بیٹے پر ایمان رکھتے تھے، خوشی خوشی آئے قریش کے سرداروں

سے کہا:

میرا فرزند سچا ہے، اسے خدا کی طرف سے یہ علم مرحمت ہوا ہے

کہ تمہارا عہد نامہ کیڑے کھا چکے ہیں۔ اگر یہ صحیح نکلے تو تمہیں اپنی شکست

مان لینا چاہیے ۔۔۔ اگر نعوذ باللہ یہ بات غلط ثابت ہوئی تو محمدؐ

تمہارے حوالے ہوں گے اور تم انہیں قتل کر ڈالنا۔"

منصور کی حالت اور آخری جملے کی جیرتنا کی نے لوگوں کو عہد نامہ دیکھنے پر مجبور کیا، اب

جو پلندا آیا تو صادق و امین کے دہن مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ درست تھا۔ پوری تحریر

میں صرف "باسمک اللّٰھمّ" محفوظ تھا۔ (طبقات ۱/۱۴۰) سیکڑوں آدمیوں نے اسلام

قبول کیا (تاریخ یعقوبی ۱/۲۲)

یہ سب کچھ ہوا، مگر ان خودسروں نے پابندی اٹھانے سے انکار کر دیا۔ ابو طالب رسوائیوں

اور ذلتوں، بداخلاقیوں اور ضدوں کے یہ نمونوں سے الگ ہو کر واپس تشریف لے آئے۔

محرم ۱۰ بعثت کو مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابوالبختری بن ہاشم اور

زبیر بن ابی امیہ جیسے باہمت لوگوں کو غیرت آئی۔ ابوجہل وغیرہ کو بہت برا بھلا کہا، جوش دلایا،

رشتے اور خاندانی عظمتوں کے واسطے دیے۔ آخر آپس میں طے کر لیا کہ چاہے جان رہے یا جائے

ان نیم جانوں کو بچائیں گے۔ تلواریں باندھے دروازۂ شعب پر آئے اور پکار کر کہا:

"آپ لوگ باہر آئیں، اور اپنے اپنے گھروں میں آرام کریں۔"

بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نے جب یقین کر لیا کہ حالات سازگار ہیں تو باہر نکلے مرد و زن

کے چہروں کا رنگ اڑ چکا ہو گا۔ بچے تو خیر لوٹ پوٹ کر ٹھیک ہو گئے لیکن معمر ایسے لیٹے کہ پھر

نہ اُٹھے۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات

عمر کا تقاضا، زحمتوں کے دُکھ، غذا کی خرابی، افلاس کا عالم، نو مہینے تک ابوطالب زندہ رہے مگر بیمار، پھر جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کا جو حال بھی نہ ہوا ہو وہ کم ہے۔ بچوں کا غم، ایک طرف شوہر کے مصائب ناقابلِ برداشت، زندگی کا بہترین حصہ آرام و اطمینان، فارغ البالی و خوش حالی میں گذرا تھا۔ اب ۶۵ برس کی عمر اور بڑھاپے میں فقر و فاقہ کی یہ سختیاں، پتھر بھی نہ سہ سکتے تھے۔ بیمار ہوئیں۔ حضرت رسالت مآبؐ نے علاج میں کیا کسر اٹھا رکھی ہوگی۔ مگر مرضی داور۔ ۱۰ رمضان سنہ ۱۰ بعثت مطابق ۶۲۰ء کو رسول اللہؐ کی غم گسار نے مکہ سے جنت کی طرف ہجرت فرمائی۔

اللہ اکبر! کتنا سخت واقعہ تھا، پیغمبر اسلام کی رفیقۂ حیات فقط زوجہ ہی نہیں تھیں، برابر کی شریکِ غم و تبلیغ، بہترین معاون و مددگار، جان و مال کی قربانیاں پیش کرنے والی معظمہ مخدومہ تھیں، جن کی موت نے پیغمبر کا دل ہلا دیا۔

فاطمۂ زہرا کا گریہ تاریخ یعقوبی میں ہے:

فاطمہ زہراؑ رسول اللہؐ سے چمٹ چمٹ کر رو رہی تھیں اور کہتی جاتی تھیں:

اَیْنَ اُمِّیْ اَیْنَ اُمِّیْ ! ؟ اماں کہاں گئیں، اماں کہاں ہیں ؟

جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ فاطمہؑ سے فرمایئے کہ ان کی والدۂ گرامی جنت کے اعزاز میں جلوہ افروز ہیں۔ (تاریخ یعقوبی ۱/۲۶)

مزار

حجون بنی ہاشم کا قبرستان تھا۔ یہیں عبد المطلب دفن کیے گئے تھے۔ لہٰذا جناب خدیجہؑ کو بھی وہیں سپرد خاک فرما کر محبت کے آنسوؤں کی چادر چڑھا آئے۔

وفاتِ حضرت ابو طالب

سالِ غم

حضرت خدیجہؑ کا غم کوئی قابل فراموشش سانحہ نہ تھا کہ حضرت ابو طالب کی حالت نازک ہونے لگی اور مکے والوں میں کھچڑیاں پکنے لگیں۔

وفدِ قریش عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل، امیہ بن خلف، اور ابو سفیان جیسے سرداروں کا ایک وفد ابو طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ادہر اُدہر کی باتوں کے بعد کہنے لگے:

آپ کی جو عزت ہم کرتے ہیں، اُسے آپ جانتے ہیں اور آپ کے بھتیجے سے جو اختلاف رائے ہے اس سے بھی آپ بے خبر نہیں ہیں۔ اب آپ کے آخری دن ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ انہیں بلوایئے اور اپنے سامنے ان سے معاہدہ کرا دیجئے۔

حضرت ابو طالب نے پیغمبر اکرمؐ کو یاد فرمایا۔ جب آپ تشریف لے آئے تو وفد کا مطالبہ بیان کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا:

جی ہاں! میں معاہدہ کرنے کو تیار ہوں۔ صرف ایک بات یہ مان لیں۔ مجھے اس کے بعد ان سے کوئی اختلاف نہ رہے گا۔ بلکہ یہ لوگ حاکم عجم بھی بن جائیں گے۔

سب نے کہا: وہ بات کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا :

بے شمار خداؤں کو چھوڑ کر وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیجئے اور بس !

یہ سن کر وفد کے لوگ بھڑک اٹھے۔

محمدؐ ! کیا آپ بہت سے معبودوں کا ایک معبود بنانا چاہتے ہیں ؟ عجیب بات ہے !

پھر آپس میں کہنے لگے :

یہ شخص کوئی عہد کرنے کو تیار نہیں، چلو، اب دیکھنا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ (سیرۃ المصطفٰے ۲/۹۴)

وفات

تھوڑی ہی مدت بعد حضرت ابو طالب کے آخری لمحات آپہنچے اور ایک دن سردارانِ قریش کو جمع کیا اور وصیت کے طور پر فرمایا :

اے گروہ قریش ! تم خدا کی مخلوق میں منتخب وممتاز اور عرب کے دل ہو۔ میں تم کو

۱- خانہ کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اس میں خدا کی رضامندی بھی ہے اور معاش کا سہارا بھی ہے۔

۲- عزیزوں سے صلۂ رحم کرنا۔ کیونکہ صلۂ رحم سے عمر بھی بڑھتی ہے اور اسباب روزی میں کشائش بھی ہوتی ہے۔

۳- بغاوت وعقوق بُری چیز ہے، اس کی وجہ سے ماضی میں کئی قومیں تباہ ہو چکی ہیں۔ داعی کی دعوت قبول کیا کرو۔

۴- سائل کا سوال رد نہ کرو، کیونکہ اس سے زندگی اور موت دونوں میں شرف ہے۔

۵- سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کی پابندی کرو۔ اس سے خواص

میں محبت اور عوام میں عزت حاصل ہوتی ہے۔

۶۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ محمدؐ سے نیکی کرنا۔ وہ امین قریش، اور صدیق عرب ہیں۔ ان میں وہ سب خوبیاں پائی جاتی جن کی وصیتیں کر رہا ہوں۔ وہ ایسے مقصد کی طرف دعوت دے رہے ہیں جسے لوگوں کے دلوں نے مان لیا ہے۔ بہت تھوڑے سے آدمی ایسے ہیں جو مخالفت کی وجہ سے زبانی انکار کر رہے ہیں۔

خدا کی قسم! عرب کے درویش اور دیہات کے باشندے اور غرباء اُن کی دعوت قبول کر کے رہیں گے۔ آپ کے کلمہ کی تصدیق اور آپ کے امر کی تعظیم کریں گے۔

قریش کے سردار پیچھے رہ گئے، ان کے گھر اُجڑ گئے، ان کے کمزور صاحب حیثیت اور معززین ان کے سامنے حاجت مند ہو گئے۔ جو ان سے دُور تھے وہ قریب آ کر بلند نصیب ہو گئے۔ عرب نے اپنی محبتیں ان کے لیے مخصوص کر دیں، اپنے دل ان کے لیے صاف کر دیے، انہیں اپنا قائد و رہنما تسلیم کر لیا۔

اے قریش! اپنے بھائی کی حفاظت کرو۔ اس کی دوستی اختیار کرو۔ جنگ کے وقت اس کی حمایت کرو۔

خدا کی قسم! تم میں جو بھی محمدؐ کا ساتھ دے گا وہ کامیاب اور جو بھی ان کی پیروی کرے گا سعید ہو گا۔

دیکھو، محمدؐ کی طرفداری کرنا، انہیں دشمنوں سے بچانا۔[1]

علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے:

---

[1] سیرۃ المصطفےٰ ج ۲ صفحہ ۹۵ باقتباس بحوالہ خطبہ الروض الانف ج ۱ ص ۲۵۹

ابو طالب نے انبیاء و اولیاء کے تبرکات آنحضرتؐ کے سپرد فرمائے اور اقرار توحید و رسالت کے بعد دنیا کو خیر باد کہا۔ پیغمبر بے چین و بے قرار ہو کر رو رہے تھے۔ لاش کے قریب آئے اور چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا :

"چچا! آپ نے یتیمی میں خبر گیری، بچپنے میں پرورش اور جب بڑا ہوا تو ہر طرح کی مدد دی۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے!"

حضرت علیؑ نے بھائیوں اور گھر والوں کی معیت میں غسل و کفن دیا۔ جب جنازہ تیار ہوا، تو پھر آنحضرتؐ کو روتے ہوئے یہ کہتے سُنا گیا :

"آپ نے صلۂ رحم فرمایا، خدا آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مجھے بچپنے میں تربیت و پرورش سے نوازا، اور جوانی میں میری مدد فرمائی۔"

پھر جب قبرستان حجون میں پہنچے تو جنازہ خود قبر میں اتارا اور تڑپ کر رونا شروع کیا اور فرمایا :

"وَا اَبَتَاہُ، وَا اَبَا طَالِبَاہُ، وَاُحْزِنَاہُ! عَلَیْكَ یَا عَمَّاہُ
بابا، ہائے ابو طالب، ہائے افسوس، چچا جان! کیونکر قرار آئے؟
کَیْفَ اَسْلُوا عَنْكَ یَا مَنْ رَبَّیْتَنِیْ صَغِیْرًا وَاجْتَبَیْتَنِیْ
ہائے آپ نے کمسنی میں مجھے پالا۔ جب بڑا ہوا تو آپ نے
کَبِیْرًا۔ وَکُنْتُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَۃِ الْعَیْنِ مِنَ الْحَدَقَۃِ
محبتیں فرمائیں۔ میں آپ کے نزدیک آنکھ کی پتلی اور جسم کی
وَالرُّوْحِ مِنَ الْجَسَدِ"
روح کی طرح عزیز تھا۔

(دیباچہ دیوان ابو طالب ص نز یعقوبی ۲/۲۶)

جنت المعلیٰ

⊙ مزارہائے عبدالمطلب و ابوطالب

—ہ مزار ابوطالب ہ—

حواله صفحه نمبر ۱۵۶
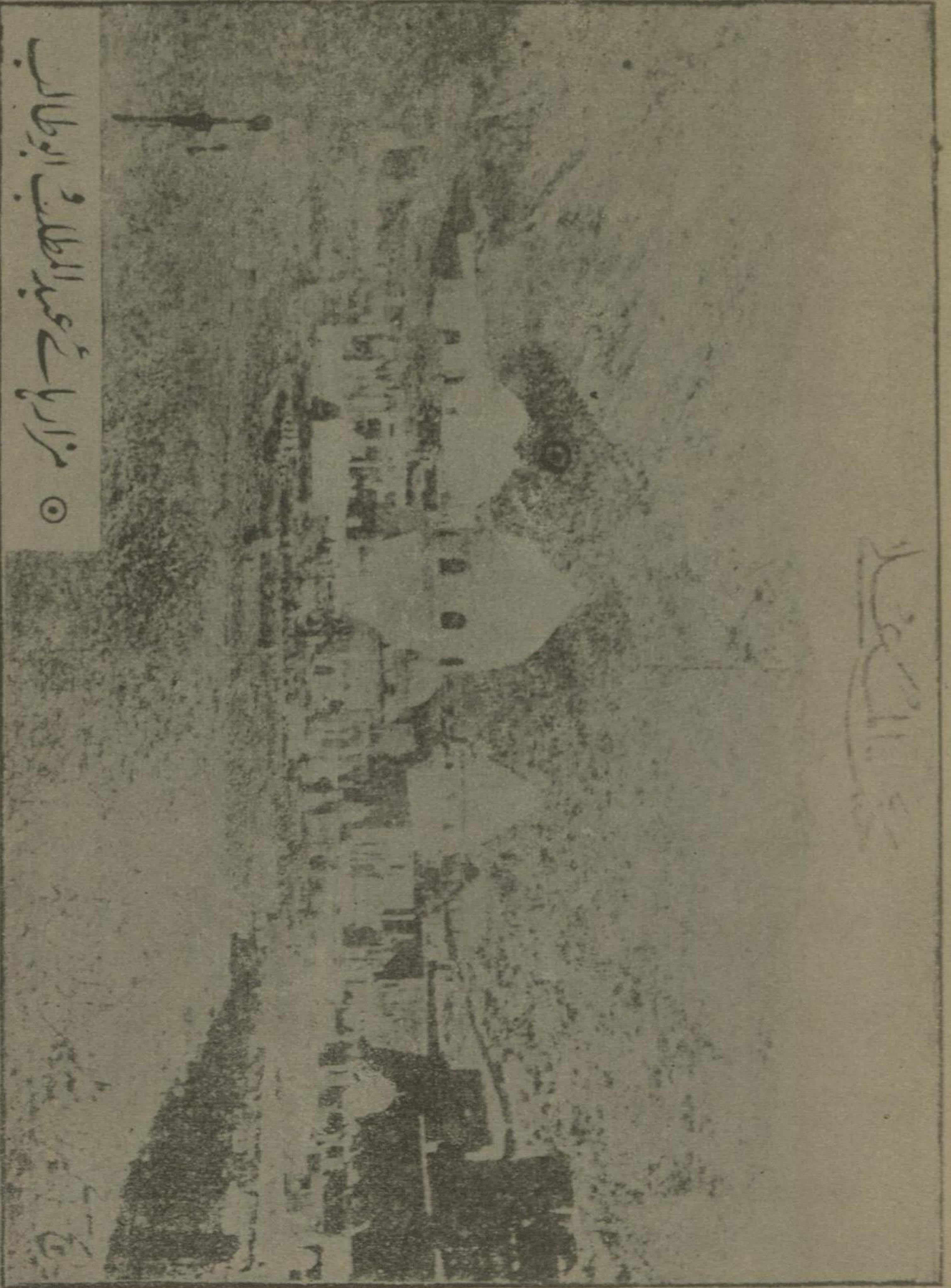
قبر مبارک اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ
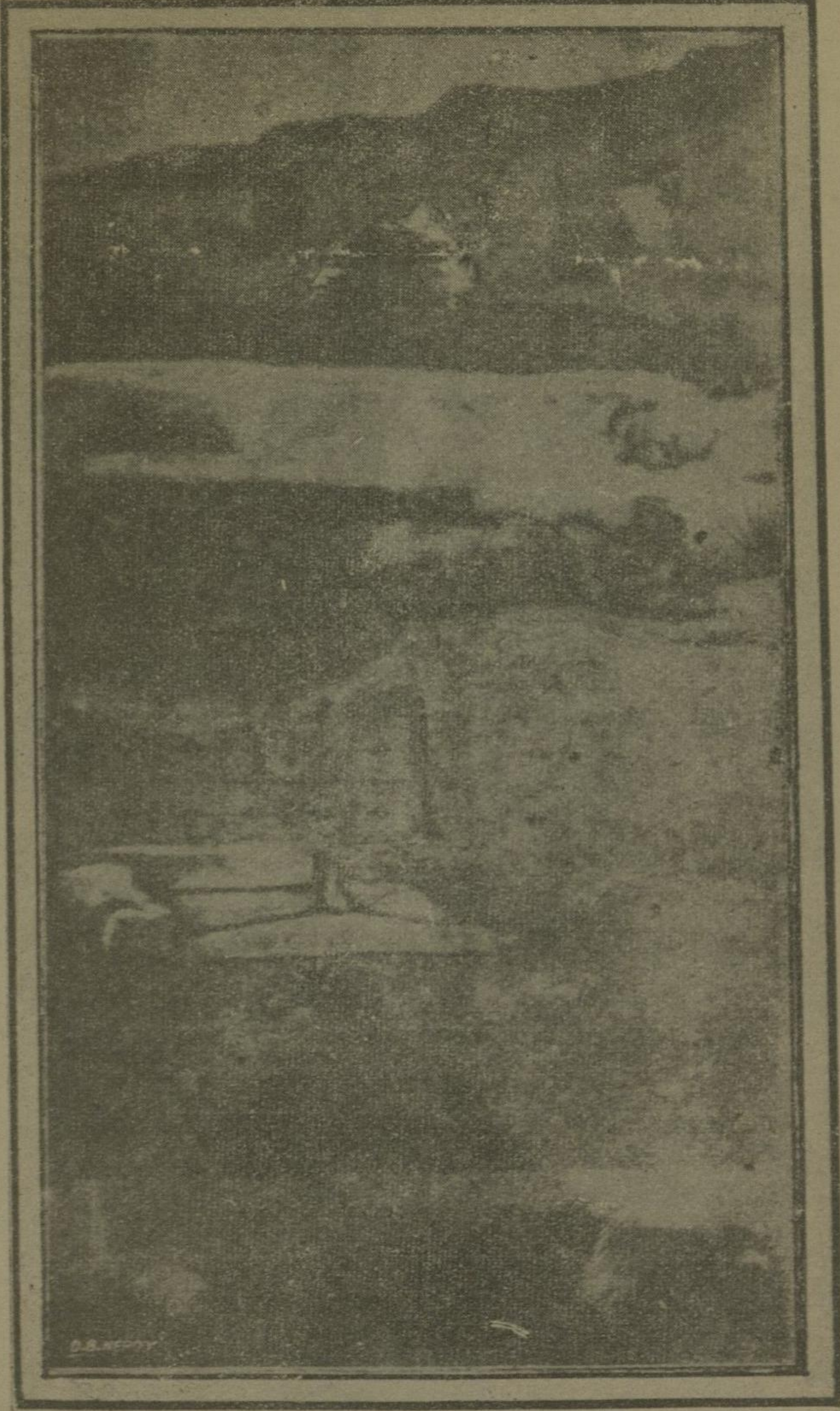
حوالہ صفحہ نمبر ۱۵۸-

اس کا تعویذ بالکل توڑ دیا گیا ہے اور اس کے نیچے کا
ایک حصّہ کھودا بھی گیا ہے۔ تعویذ کے نیچے فوٹو میں
ستارہ کا نشان بنا دیا گیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ایک مرثیہ میں اپنے والد بزرگوار کے خصوصیات ان لفظوں میں بیان فرمائے :

أَرِقْتُ لِطَيْرٍ آخرَ اللَّيْلِ غَرَّدَا ۔۔۔ يُذَكِّرُنِي شَجْواً عَظِيماً مُجَدَّدَا

أبا طالبٍ مَأوَى الصعاليكِ ذِي النَّدَى ۔۔۔ جوادٍ إذا ما أصدرَ الأمرَ أَوْرَدَا

فَأَمْسَتْ قُرَيْشٌ يَفْرَحُونَ بِمَوْتِهِ ۔۔۔ وَلَسْتُ أَرَى حَيّاً يَكُونُ مُخَلَّدَا

أَرَادُوا أُمُوراً زَيَّنَتْهَا حُلُومُهُمْ ۔۔۔ سَتُورِدُهُمْ يَوْماً مِنَ الْغَيِّ مَوْرِدَا

يُرَجُّونَ تَكْذِيبَ النَّبِيِّ وَقَتْلَهُ ۔۔۔ وَأَنْ يُفْتَرَى قِدْماً عَلَيْهِ وَيُجْحَدَا

كَذَبْتُمْ وَبَيْتُ اللهِ حَتَّى نُذِيقَكُمْ ۔۔۔ صُدُورَ الْعَوَالِي وَالْحُسَامَ الْمُهَنَّدَا

فَإِمَّا تُبِيدُونَا وَإِمَّا نُبِيدُكُمْ ۔۔۔ وَإِمَّا تَرَوْا سِلْمَ الْعَشِيرَةِ أَرْشَدَا

وَإِلَّا فَإِنَّ الْحَيَّ دُونَ مُحَمَّدٍ

بَنِي هَاشِمٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَحْتِدَا

"رات کو طائر صبح کے غم انگیز مرثیے نے ایک بہت بڑا غم یاد دلا کر مجھے تڑپا دیا۔ ابوطالب غریبوں کی پناہ گاہ تھے۔ جب بھی معاملات میں پیچیدگی ہوتی و قحط میں شدت ہوتی تو وہ بلند ہمتی کا مظاہرہ کرتے تھے — آج قریش ان کی وفات پر خوش ہیں۔ شاید انہیں یہ نہیں معلوم کہ دنیا میں کوئی بھی ہمیشہ نہ رہے گا —— ان لوگوں نے اپنی ذہنی کمزوریوں کی بنا پر بہت سے پروگرام بنا رکھے ہیں۔ مگر ہم انہیں غلط کاریوں کی گھاٹی پر پہنچا کر رہیں گے۔ قریشیو! —— تم جھوٹے ہو، خداوند کعبہ کی قسم! ہم تمہیں بلند نیزوں اور تیز تلواروں کا مزہ چکھائیں گے —— یا تم ہمیں ختم کر دو گے یا ہم تمہیں فنا کر دیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ خاندان میں صلح و آشتی سے رہو —— ورنہ یاد رکھو۔ محمدؐ کی حفاظت کے لیے بنی ہاشم کا بہترین عالم خاندان سپر بنا ہوگا۔"

(دیباچہ دیوان شیخ الاباطح ص ز بحوالہ غواص الامہ طبع ایران ص ۶)

غمِ خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت ابو طالب کا سوگ

صحیح اور یقینی طور پر یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ابو طالب کی تاریخ وفات کیا ہے۔ پیش نظر مآخذ کے اقوال جمع کرنے اور اس موضوع پر گفتگو کو ہم نے سوانح امیر المومنین پر موقوف رکھا ہے۔ سر دست اتنا عرض ہے کہ غالباً حضرت ابو طالب نے جناب خدیجہ کے بعد انتقال فرمایا۔ کیونکہ نصف شوال یا ذی قعد ۶۲۰ء سنہ ۱۰ بعثت پر مورخین کا تقریباً اتفاق ہے

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدتِ غم و فراوانی الم میں گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ اور فرمایا:

اجتمعت علیٰ ھٰذہِ الاُمّۃِ فی ھٰذہِ الایّامِ
مصیبتانِ لا ادری بِاَیّھما انا اَشدُّ جزعًا۔

اس امت پر ان دنوں، دو بڑی سخت مصیبتیں پڑی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے میرے لیے زیادہ غم انگیز کون سا غم ہے۔ (تاریخ یعقوبی ۲/۲۶)

تاریخ اسلام میں یہ واقعہ یادگار ہے کہ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے اسلام کے محسنوں کی قدردانی و عزت افزائی، وشکر احسان میں تاریخ کو ایک عنوان، عنوان کو مواد اور واقعہ کو لازوالی اہمیت عطا فرمائی۔

عبدالمطلب نے حق بزرگی ادا کیا تھا۔ لیکن ابو طالب و فاطمہ بنت اسد علی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہم نے وہ کیا جس کی توقع امکانات سے بحث کرنے کے برابر ہے۔ ابو طالب، اولیاء کے جانشین، عرب کے مصلح، موحد خالص اور وہ مومن کامل تھے

جنہوں نے اخلاقی قدروں، انسانیت کے مرتبوں اور سنت ابراہیمؑ، مہمان نوازی، سخاوت، حفاظت کعبہ، احترام آدمیت، منصفانہ فیصلوں، علم و حکمت کو معراج پر پہنچا دیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا :

فرزند رسولؐ ! لوگ کہتے ہیں کہ ابو طالب کافر تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :

جھوٹے ہیں، جو

اَلَم تعلموا انّا وَجَدنَا محمّدًا نبیًّا کموسیٰ خُطّ فی اوّل الکتب

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم نے محمدؐ کو ویسا ہی نبی پایا ہے۔ جیسا موسیٰؑ کو کتابیں بتاتی ہیں۔

اس جیسا عالمانہ و عارفانہ شعر کہے وہ بھی کافر کہا جاسکتا ہے ؟

(دیباچہ شیخ الاباطح)

خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے

فاطمہؑ ——— اور ——— ابوطالب نے ——— علیؑ

کو اپنا جانشین چھوڑا۔ بلاشبہ دونوں کے ان صحیح جانشینوں نے اسلام پر وہ احسان کیا کہ دین ان کے احسان سے قلادہ درگردن ہے۔

نکاح حضرت سودہؓ و عائشہؓ

اس سال کا یہ واقعہ بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت نے سودہ بنت زمعہ سے نکاح فرمایا کیونکہ ان کے شوہر سکران بن عبد وُد مسلمان تھے۔ اور ہجرت حبش کے وقت اپنے شوہر و والدہ کے ساتھ شریک سفر تھیں۔ سکران حبش جاکہ عیسائی ہوے پھر مر گئے۔ یہ مکے واپس آگئیں۔ آنحضرتؐ نے ۱۰ھ یا گیارہ میں ان سے عقد فرمالیا (مناقب ۱/۸۶)

حضرت ابو بکر نے اسی سال اپنی صاحبزادی کے لیے درخواست کی جو ابھی تک نابالغ تھیں۔ آنحضرتؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور عائشہؓ ام المومنین کے منصب پر فائز ہوئیں۔ طبری نے لکھا ہے کہ شوال' بدھ کے روز' بمقام سنح حضرت ابو بکرؓ کے دولت سرا میں زفاف ہوا۔

(طبری ۲/۲۵۸)
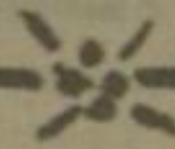
جہاں اگرچہ دگرگوں ہے "قُم باذن اللہ"

وہی زمیں وہی گردوں ہے "قُم باذن اللہ"

اقبالؔ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ

اور اگر اتاریں ہم ان پر فرشتے

وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا

باتیں کریں ان سے مردے اور زندہ کر دیں

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

ہم ہر چیز کو ان کے سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز

مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْآ اِلَّآ

ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ

چاہے اللہ لیکن ان میں

اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ○

اکثر جاہل ہیں

(الانعام پ ۸ شیخ الهند ص ۱۸۳)

ان پر افسوس جو بد کرداری کے منصوبے
باندھتے اور بستر پر پڑے پڑے شرارت
کی تدبیریں ایجاد کرتے ہیں اور صبح
ہوتے ان کو عمل میں لاتے ہیں !
کیونکہ ان کو اس کا اختیار ہے۔
وہ لالچ سے کھیتوں کو ضبط کرتے
اور گھروں کو چھین لیتے ہیں اور
یوں آدمی اور اس گھرانا مرد

اور اس کی میراث پر ظلم کرتے ہیں ۞ اس لیے خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ، میں
اس گھرانے پر آفت لانے کی تدبیر کرتا ہوں جس سے تم اپنی گردن نہ بچا سکو گے
اور گردن کشی سے نہ چلو گے کیونکہ یہ بیرا وقت ہوگا ۞ اس وقت کوئی تم پر یہ مثل لائے گا اور پُردرد
نوحہ سے ماتم کرے گا اور کہے گا ہم بالکل غارت ہوئے۔ اس نے میرے لوگوں کا بخرہ بدل ڈالا۔ اس نے
کیسے اس کو مجھ سے جدا کر دیا! اس نے ہمارے کھیت باغیوں کو بانٹ دیے ۞ اس لیے تم میں سے
کوئی نہ بچے گا جو خداوند کی جماعت میں پیمائش کی رسی ڈالے ۞ بکواس کیا کرتے ہیں بکواس نہ کرو۔ ان
باتوں کی بابت بکواس نہ کرو ایسے لوگوں سے رسوائی جدا نہ ہوگی ۞ اے بنی یعقوب کیا یہ کہا جائے گا کہ
خداوند کی روح قاصر ہو گئی؟ کیا اس کے یہی کام ہیں؟ کیا میری باتیں راست رو کے لیے مفید
نہیں؟ ۞

(بائبل پرانا عہد نامہ ص ۸۶۹ میکاہ باب ۲)

ہر ہر قدم پہ مشکل ہر اک زمیں پہ سجدے

انجیل میں یوناہ کی زبانی ہے :

"اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینواہ کا خیال کروں جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ ہیں جو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے اور بے شمار مویشی ہیں ؟" (ص ۸۴۸)

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نینوہ یا مکہ کے ایک دو لاکھ آدمیوں ہی کو مویشی سے انسان نہیں بنانا چاہتے تھے۔ وہ سارے عالم کے لیے "رحمۃ" بن کر آئے تھے انہوں نے اعلان فرمایا ہے :

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ —— میں اسی لیے مبعوث ہوا ہوں کہ حسن اخلاق کو مکمل کر دوں۔

قرآن مجید نے اپنی ہمہ گیری اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت عام کا اعلان ان لفظوں میں کیا ہے :

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۱۱۵ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۱۶ (پ ۸ س ۶ ع ۱)

کیا خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو صاحب فیصلہ پسند کر لوں ؟ حالانکہ اللہ ہی نے تمہارے لیے ایک تفصیلی کتاب نازل فرمائی۔ اور جن کو یہ کتاب دی ہے انہیں یہ معلوم ہے کہ خدا ہی کی طرف سے آئی ہے اور حق ہے پھر خبردار خبردار شکی نہ ہونا۔ اور اللہ کی بات (حکم دین) سچائی اور انصاف کے ساتھ مکمل ہو گئی۔ اس کے حکم کو بدلنے والا کوئی نہیں وہ سمیع و علیم ہے۔

پھر ایک کلیہ بیان کیا گیا، اور پیغمبر اکرمؐ سے ارشاد ہوا:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰهُ ط أَفَأَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ أَوْ يَعْقِلُوْنَ ط إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

کیا تم نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہشوں کو خدا بنا لیا؟ کیا تم اس کے بھی ذمہ دار ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر تمہاری بات سنتے یا سمجھتے ہیں؟ ارے یہ تو نرے جانور۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں۔

مکے کی زمین تنگ ہو رہی تھی۔ ابوطالب کی موت نے دشمنوں کے ارادے بدل دیے۔ اب تک سر پر پتھر شاید[۱] نہیں پڑے تھے۔ بظاہر غلاظتوں سے بہیمانہ حرکتوں سے دکھ پہنچانے کا دور بھی دور رہے۔ حیات ابوطالب میں صرف تمسخر اور آوازوں ہی پر اکتفا ہوتی تھی۔ لوگ آکر الجھ جاتے تھے مگر اب گھر میں ڈھیلے راستوں میں کانٹے اور کوڑے کے ڈھیر تھے۔ مگر

رنگ رخ اور چمکتا تھا جو تیر آتے تھے

غم سے صبر ملا، حکم خدا لے کے نکلے تھے، فضاؤں کو "لا الٰہ الا اللہ" سے دوبارہ لبریز کیا۔ لوگوں نے ستانا شروع کیا۔ محمد بن سعد کا خیال ہے کہ ابولہب دو چار دن کے لیے ذرا مہربان ہو گیا تھا۔ اور لوگوں سے کہا کرتا تھا محمدؐ میرا بھتیجا ہے اب اسے کوئی نہ چھیڑے! میں سمجھتا ہوں کہ اس نے اظہار محبت سے بھی کوئی فائدہ اٹھانا چاہا ہوگا (طبقات ۱/۱۴۱) میں ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے مذہب کے نام پر جوش دلا کر مخالف کر دیا۔

فضائل ہیں تبلیغ

ان دنوں حد سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی کہ قتل کی تجویز ہر وقت بروئے کار لانا ممکن تھی آنحضرتؐ نے شہر سے باہر کی آبادیوں کو نشانہ بنایا۔ اب آپ قبیلوں میں تشریف لے جاتے انہیں پیغام خدا سناتے۔ قریش اسے دیکھ کر اور زیادہ چراغ پا[۲] ہوتے۔ میلوں کے وقت عکاظ، مجنہ، ذی المجاز میں وعظ و تبلیغ فرماتے۔ کون نہیں جانتا کہ ہاؤ ہو شعر و شباب

۱۔ تاریخ یعقوبی ۲/۳۶ ۲۔ ملاحظہ ہو طبری ۲/۲۲۲ (دابعہ مرتضیٰ)

آوارگی ؟ شکم پروری کے اجتماعات میں حق کی صدا کون سنتا ہے ؟ مگر حضرتؐ فرماتے تھے ع

مجھے ہے حکم اذاں "لا الٰہ اِلّا اللّٰہ"

میلے ختم ہوتے تو بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، طے، مرہ، حنیفہ وغیرہ سے ملتے۔

دیکھیے نقشہ
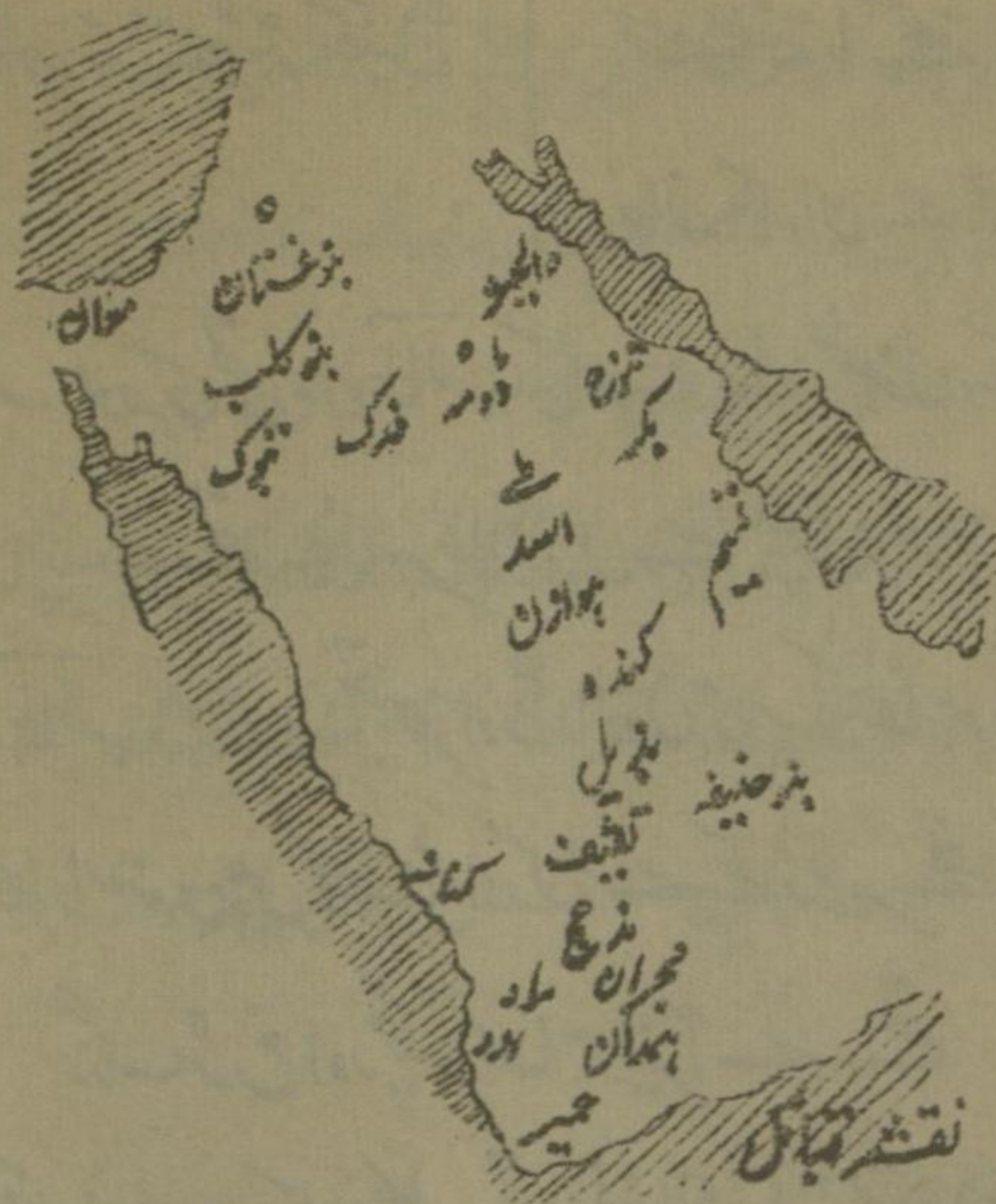
اس دورہ میں ابولہب بھی پہنچ جایا کرتا اور لوگوں کو اپنی وجاہت و رشتہ داری سے مرعوب کر کے آنحضرتؐ کے خلاف تقریریں کرتا تھا، لیکن آوازِ حق کانوں میں پہنچی لوگوں نے مذاق اڑایا، مگر دل ہل گئے۔

بنو ذہل کے سرداروں میں پہنچے تو قرآن کی چند آیتیں پڑھیں :

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ
اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا ج وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ
خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ
اِيَّاهُمْ ج وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ج وَلَا

یہ کہیے "آؤ! ہم تمہیں وہ باتیں بتائیں جو
تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں۔ اللہ کا
کسی کو شریک نہ مانو۔ والدین سے نیکی کرو۔
بچوں کو غربت و افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو۔
کیونکہ خدا تمہیں اور انہیں روزی دیتا ہے لغویات
کے قریب نہ جاؤ خواہ علانیہ ہو یا خفیہ۔

تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۵۱

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ ج وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ ج لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ج وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ج وَبِعَھْدِ اللّٰہِ اَوْفُوْا ط ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝۱۵۲

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ط ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳

(پ ۸ س ۶ ع ۵)

جس جان کو خدا نے محترم کیا ہے اسے حق کے کے علاوہ قتل نہ کرو یہ باتیں ہیں جن کی نصیحت کی جاتی ہے یقین ہے ان باتوں کو سمجھو گے۔

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہتری کے لیے۔ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ ہم کسی کو اس کی گنجایش سے زیادہ کسی بات کا پابند نہیں کرتے۔

جب بولو تو انصاف سے خواہ تمہارا عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ کا عہد پورا کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی طرف تمہیں راہنمائی کی گئی ہے شاید تم یاد رکھو۔ اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ مختلف راستوں پر نہ چلو ورنہ راہ صحیح سے بھٹک جاؤ گے۔ انہیں باتوں کا تمہیں مشورہ دیا جاتا ہے۔ یقین ہے کہ تم پرہیز گار بن جاؤ گے۔

ان لوگوں کی یہی دکھتی رگیں تھیں۔ وہ مشرک بھی تھے احسان والدین بھی فراموش کر دیتے تھے۔ بچوں کو افلاس کے ڈر سے مارتے بھی تھے۔ زنا اور قتل عام عادت تھی یتیموں کا مال کھانا، ناپ تول میں چوری عام دستور تھا۔ آنحضرتؐ نے ان باتوں کے خلاف آواز بلند کی۔ اس آواز میں نہ طنز تھا نہ نشتر۔ مگر ان کی عادتوں نے انسانیت کے بہترین اخلاق اپنانے سے انکار کر دیا تھا۔

کوئی اور ہوتا تو تھک جاتا، نوح علیہ السلام نے تو بد دعا بھی کر دی تھی۔ مگر محمدؐ عربی کی دعاؤں اور محنتوں، نصیحتوں اور سمجھنے سمجھانے میں زیادتی ہی ہوتی گئی۔ قبیلوں میں تذکرے ہونے لگے۔ یمن،

طائف، شام وغیرہ میں پیغام پہنچ گیا۔ مدینے والے پوری طرح سے واقف نہ تھے مگر مکہ آئے تو یہاں سے واقعات سن کر اپنے قبیلوں کو بتایا۔

مکے اور مدینہ کی بات نہیں سارا ملک ایک رنگ میں رنگا ہوا تھا:

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ ۔۔۔ ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ ۔۔۔ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

سفرِ طائف

آدم زادوں کی بستیوں، یا درندوں کے جنگلوں میں اصلاح اخلاق و اعمال کی دعوت، تبلیغ دین، و درس توحید دینے والے نبی ﷺ داد اور صلے کی فکر سے آزاد ہو کر قبیلوں میں جاتے تھے کہ شاید ان چلتے پھرتے مردوں میں جان آجائے۔ قبائل کے دورے میں مکے سے پچاس میل دور طائف پہنچے۔

طائف کی خصوصیات

طائف جغرافیائی حیثیت سے سرسبز و شاداب، خنک اور ٹھنڈا مقام ہے جسے اس عہد میں تجارتی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ حضرت عباسؓ یہاں کاروبار بھی کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت آمنہ علیہا السلام کے بھائی اور ان کا قبیلہ بنو عبد عبد یا لیل کا وطن تھا۔

یہ لوگ سیاسی حیثیت سے اہل مکہ کے تابع تھے، سرداران مکہ اسلام کے مخالف تھے طائف والوں کو ان تمام معاملات کی خبر تھی۔ آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ وہاں کوئی بڑی کامیابی نہ ہوگی۔ لیکن "مَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ" کہہ کر طائف میں قدم رکھا۔

ایک ایک سردار سے ملے، ایک ایک بازار میں گئے، مگر وعظ و درس کے جواب میں پتھروں کی بارش اور اینٹوں کی بوچھاڑ تھی۔ آنحضرتؐ خون میں شرابور اور زخموں سے چور ہو جاتے تو زید کسی درخت کے سایے اور باغوں کی چھاؤں میں لے جا کر بٹھا دیتے تھے۔ طائف میں بعض ایسے باغات آج بھی محفوظ بتائے جاتے ہیں جہاں حضرتؐ نے پناہ لی تھی (عہد نبوی ..... ص ۴)

انہیں باغات میں عتبہ بن ربیعہ کا ایک باغ تھا جہاں ایک دن حضرت نے جا کر استراحت فرمائی تھی۔

عتبہ نے حضرت کی حالت دیکھی تو عداس نامی غلام کو بلا کر حکم دیا۔ محمدؐ کو ایک خوشۂ انگور دے آ۔ عداس آیا تو حضرت نے کچھ باتیں کیں۔ عداس اسلام دوست ہو گیا۔ بدنصیب آقا سے جا کر اپنا تاثر بیان کیا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا۔

عرب کی مہمانداری مشہور ہے مگر اخلاق مجسّم کے لیے مہمان داری شہر بدر کرنے سے بدل گئی۔ سرداران طائف نے متفقاً کہہ دیا۔

"یہاں سے چلے جائیں، مکے کے بےوقوفوں کو دعوت دیں"

دس دن کا قیام قیامت بن گیا۔ جسم مبارک زخمی، زید بن حارثہ لہولہان، نخلہ آئے اور وہاں سے مکہ روانہ ہوئے۔

نتیجہ سفر | حاشیہ سیرۃ النبیؐ ج ۱ ص ۲۵۱ میں بڑا کارآمد نوٹ ہے:

"کیا عجب بات ہے کہ ایک ہی واقعہ دو مختلف نگاہوں کو کس طرح مختلف نظر آتا ہے۔

مرگیولوس نے (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ کے اس سفر کو سوء تدبیر میں داخل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

"طائف مکہ سے بالکل قریب اور ان کے زیر اثر تھا اور وہاں رؤسائے مکہ کے باغ تھے، جس کی وجہ سے ان کی آمد و رفت رہتی۔

تھی، اس لیے جب مکے کے تمام رؤسا آنحضرتؐ کے خلاف تھے تو
طائف کے لوگوں سے کیا امید ہو سکتی تھی"۔

لیکن سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ :

محمدؐ کا زور اعتقاد اور اعتماد علی النفس تھا کہ باوجود تمام
ناکامیوں کے وہ تنہا ایک مخالف شہر میں گئے اور تبلیغ اسلام
کا فرض ادا کیا"۔ ع

والفضل ما شهدت به الاعداء[1]

انبیاء و اولیاء و ائمہ کامیابی و ناکامیابی کا وہ تصور ہی نہیں رکھتے جو ہمارے سیاسی
دماغوں کی تخلیق ہے، وہاں تو ہے کہ

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

"ہمارا اجر سوائے اللہ کے اور کسی کے ذمے نہیں"

مکہ میں داخلہ

آنحضرتؐ انتہائی مظلومی و خستہ حال میں نخلے سے "حرا" آئے اور مکے
میں اطلاع بھیجی کہ شہر میں جانے کا کوئی ذریعہ نکالا جائے۔ محمد بن سعد
کہتا ہے کہ خاندان خزاعہ کے ایک آدمی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا۔ مطعم نے اسی وقت
اپنے لڑکوں اور گھر کے دوسرے لوگوں کو مسلح کر کے کہا "جاؤ — میں نے محمدؐ کو پناہ
دے دی ہے، تم لوگ ارکان کعبہ کے پاس چلو — میں بھی آرہا ہوں —!"

رسول اللہؐ کو زید لے کر شہر میں داخل ہوئے تو محافظ دستہ موجود تھا۔ آپ نے ان
لوگوں کی موجودگی میں کعبہ کو بوسہ دیا۔ دو رکعت نماز پڑھی، پھر گھر تشریف لے گئے، مگر مطعم
اور اس کے لڑکے بالے طواف خانہ کعبہ کرتے رہے — (طبقات ج ۱ ص ۱۴۲)

مکے کی حالت

بظاہر مکہ اب بالکل بدل گیا۔ طوفان اس قدر خطرناک اور دشمنی کی رفتار

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے سیرت المصطفٰیؐ ج ۲ ص ۱۰۸ ما بعد

اتنی تیز ہوگئی تھی کہ حضور اکرمؐ کو خاموشی کا حکم ہوگیا ہو تو عجب نہیں کبھی گھر سے باہر تشریف لاتے تو خون میں نہا کر جاتے اور جناب سیدہؓ اپنے مبارک ہاتھوں سے جسم مبارک دھلاتی تھیں کبھی کوئی ظالم کانٹے بچھاتا، ام جمیل زوجۂ ابولہب اور خود ابولہب کا عالم تو یہ تھا کہ باہر خود بھی ستاتے تھے، دوسرے شریر آدمیوں کو شہ بھی دیتے تھے۔ آخر قرآن نے وہ سخت ترین الفاظ محفوظ رکھے ہیں جس کی مثال قرآن میں ایک آدھ جگہ ملے تو ملے ورنہ دونوں شخصیتوں کے بارے میں اس قسم کے اشارات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا آخری پیغمبر اس منحوس انسان کے ہاتھوں بجد پریشان ہوا (دیکھیے سورۂ تبّت یدا)

مسلمانان مکہ لوگوں نے تاریخ و رجال کی کتابوں سے جو فہرست مسلمانان مکہ تیار کی ہے وہ تقریباً دو سو تیرہ افراد پر مشتمل ہے (دیکھیے محمدؐ اب تک کے مہاجرین)

مدینے والے

مکہ کے چاروں طرف قبائل آباد تھے۔ پھر سال میں کئی میلے ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ دونوں باتوں سے فائدہ اٹھاتے اور ہر ایک کو راستہ بتاتے تھے۔

یثرب میں اوس و خزرج جیسے طاقتور قبیلے آباد تھے میلوں میں یہ بھی مکے آیا جایا کرتے تھے۔ مکے سے طائف اور مدینے سے مکے تک کی شاہراہوں پر بستیاں بھی تھیں۔ یہ بستیاں حج وغیرہ کے موقع پر زیادہ آباد ہو جاتی تھیں۔ آنحضرتؐ ان بستیوں میں جا جا کر تلاوت قرآن اور نکات توحید سمجھاتے تھے، شکر گذاروں کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے۔ آپ کی دعوت سے بھی ایک آدھ مسلمان ہوگیا تو ہوگیا۔ لیکن دوسروں کے کانوں تک پیام تو پہنچ ہی جاتا تھا۔ چنانچہ اسی طرح ایک یثربی سوید بن صامت کا واقعہ ہے کہ یہ شخص اپنی قومی ضرورت کے لیے مکے آیا۔ یہاں ہر طرف محمدؐ محمدؐ کا ورد تھا۔ سوید کو بھی شوق ہوا کہ دیکھنا تو چاہیے حاضر خدمت ہوا عرض کی میرے پاس کتاب لقمان ہے۔ آپ کیسے نبی ہیں کہ کوئی چیز نہیں؟ حضرت نے فرمایا میرے پاس اس سے بڑی معجزانہ کتاب

ہے۔ قرآن کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں (کیا بعید ہے کہ دسا یاسے نقمان ہی تلاوت کی ہو واللہ علم)
سوید کا دل جھک اٹھا۔ یثرب میں لڑائی ہو رہی تھی۔ سوید کسی جنگ میں مارا گیا مگر وہ چنگاری اوس
و خزرج کے دلوں کو تڑپا رہی تھی (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۷)

منیٰ اور عقبہ

مکے کے باہر قبائلی آبادیوں میں منا اور عقبہ نامی دو قصبے تھے۔ سنہ ۱۰ بعثت کے بعد مدینے
کے کچھ خزرجی قریش سے معاہدہ کرنے کے لیے آئے، یہ وفد عقبہ میں مقیم تھا کہ آنحضرتؐ ان
سے جا کر ملے۔ بنو عبدالاشہل کے نمایندوں نے آپ کی باتوں کو غور سے سنا اور ایاس بن معاذ
نے تو باوجودیکہ ساتھی تیار نہ تھے اپنی موافقت و ہم خیالی کا اعلان کر دیا اور کہنے لگا کہ میرے
نزدیک معاہدۂ قریش سے بڑا فائدہ تو یہی ہے جو آج ہم نے محمدؐ کا موعظہ سن لیا --- یہی لوگ
جب اپنا کام ختم کر کے مدینے گئے تو لوگوں کو اس دعوت سے باخبر کیا۔ دوسرے سال بارہ ہمخیال
افراد خیال مکے آئے لیکن حضرت ان سے بھی عقبہ میں ملے اور ان لوگوں کے سامنے دین کی حقیقت
بیان فرمائی، وحی کا اعجاز اور سمجھانے کا انداز ایسا دل نواز تھا کہ آنے والے سجدہ ریز ہو گئے۔ بارہ
آدمیوں نے بیعت کی جس میں ان سے عہد لیا گیا کہ:

۱۔ اللہ کو واحد مانیں گے۔ اور شرک نہ کریں گے۔

۲۔ چوری نہ کریں گے

۳۔ زنا نہ کریں گے۔

۴۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔

۵۔ حاضر و غائب پر بہتان و افترا پردازی نہ کریں گے

۶۔ کسی اچھی بات میں اختلاف نہ کریں گے۔

آنحضرتؐ نے ان باتوں کا اقرار لینے کے بعد فرمایا :

جو شخص اس عہد کو پورا کرے اسے جنت ملے گی اور جو مخالفت کرے گا اس کا معاملہ خدا کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو معاف فرمادے گا اگر چاہے گا تو عذاب کرے گا۔

ان حلیفوں میں قبیلہ خزرج کے دس افراد یہ تھے :

(۱-۳) اسعد بن زرارہ اور عوف و معاذ فرزندان حارث	بنی نجّار سے تھے
(۴-۵) ذکوان بن عبد قیس، اور رافع بن مالک	بنی زریق سے
(۶-۷) عبادہ بن صامت اور یزید بن ثعلبہ	بنی عوف سے
(۸) عباس بن عبادہ بن نضلہ	بنی عامر بن عوف سے
(۹) عقبہ بن عامر بن نابی	بنی سلمہ سے
(۱۰) قطبہ بن عامر بن حدیدہ	بنی سواد سے

قبیلہ اوس کے صرف دو آدمی :

(۱) ابوالہیثم بن التیّہان	حلیف بنی عبدالاشہل
(۲) عویم بن ساعدہ	بنی عمرو بن عوفؓ سے تھے

عقبہ کا محل وقوع مکے سے باہر نکلیں تو پہاڑیوں کے سلسلے میں ایک فرلانگ چل کر منا کے حدود ہی میں ایک چھوٹا سا خم ہے نصف دائرے کی شکل بناتا ہے۔ یہ وسیع جگہ عقبہ کہلاتی ہے عقبہ کے اندر ایک بے سقف مسجد اب تک موجود ہے اسی مسجد کی جگہ آنے والے وفد نے بیعت کی تھی۔

---

۱ طبقات ۱/۱۴۸۔ مولوی ابراہیم صاحب نے سیرۃ المصطفیٰ میں علامہ شبلی کے تسامحات سے تفصیلی بحث کی ہے دیکھیے ۱/ ص ۲۹۶ و مابعد۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۷۲ و مابعد ۲ میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید دونوں بیعتیں عقبے کے دو مختلف حصوں میں واقع ہوئی ہیں۔ (مرتضیٰ)

منا

گھاٹی

عقبہ

کنواں

مسجد

مسجد عقبہ

راہ مکہ

بیعت عقبہ نے اسلام کے لیے ایک شہر قلعہ با فوج کا کام دیا۔ بارہ کے بارہ مدینے واپس گئے تو مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ انہیں ضرورت محسوس ہوئی کہ مذہبی تعلیم کے لیے مرکز سے کوئی مبلغ بھیجا جائے۔

اسلام کا دوسرا مبلغ

بانیٔ اسلام نے مدینہ والوں کی اس درخواست پر توجہ فرمائی مصعب بن عمیر عبدالداری[1] کو تعلیم دین و قرآن و تبلیغ و افہام و تفہیم کے لیے روانہ کیا۔ مصعب، اسعد بن زرارہ کے گھر میں ٹھہرے۔ تمام مدنی مسلمان مصعب سے مسائل دین و آیات قرآن سنتے تھے۔ پھر دن بھر مدینے میں لوگوں کو توحید کی خوبیاں سمجھاتے اور اصول دین بتلاتے

---

[1] سیرۃ النبی ص ۲۴۶ پر مصعب کو عبد مناف کا پوتا بتایا ہے۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب نے شبلی کی اس غلطی پر طویل گفتگو کی ہے دیکھیے سیرۃ المصطفیٰ ۱۶۹/۲ حاشیہ ابن ہشام نے مصعب رض کا شجرہ بھی لکھا ہے اور شبلی کے ماخذ ابن سعد کی کتاب میں صاف صاف مصعب رض کو عبدری لکھا ہے ص ۱۴۸/۲

حوالہ صفحہ نمبر ۱۷۴

مسجدِ عقبہ
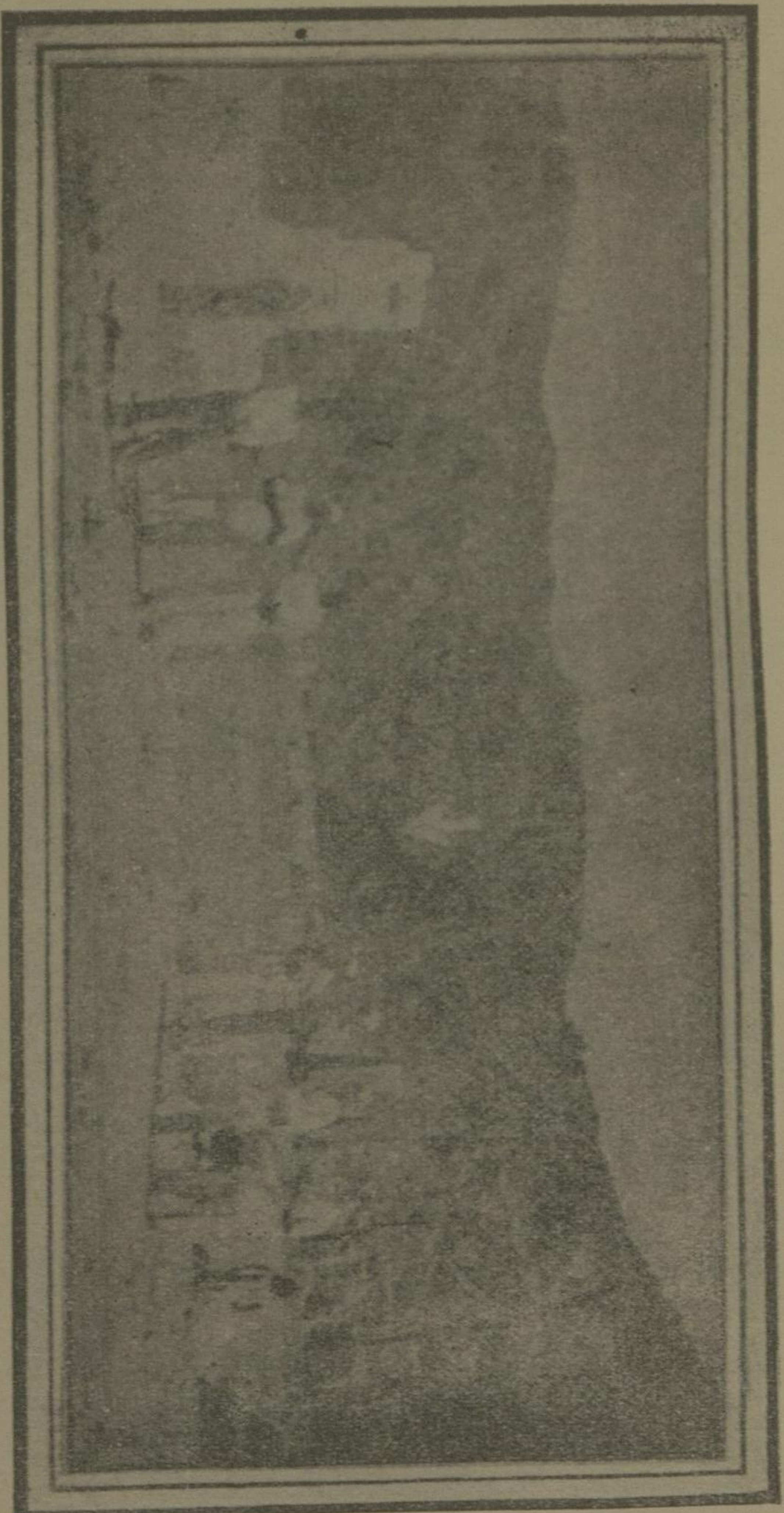
سفید غیر مسقف مسجد میں بیعت ہوئی۔

عرب کی ایک پرانی گڑھی کے آثار اور کھنڈر

حوالہ صفحہ نمبر ۲۱۵

تھے۔ سلیم الطبع مدنی یہود کی دعوت سے باخبر تھے۔ لوگوں نے اس دعوت میں جان اور معقولیت دیکھی اور اسلام کی آواز پر لبیک کہنے لگے۔ سال بھر میں ستر کے لگ بھگ آدمی اسلام لے آئے۔

بہتر مسلمانوں کا قافلۂ حج

۱۲ بعثت / ۷۲۲ء میں حج کے موقعہ پر جب قافلہ مکے چلنے لگا تو مسلمان آپس میں وعدۂ حج کے لیے دوستوں سے باتیں کرتے تھے۔ (طبقات ۲/۱۴۹) غرض مصعب بن عمیر کے مسلمان ساتھیوں کی تعداد بہتر زن و مرد کے قریب تھی۔ یہ لوگ راستے میں شوق زیارت رسولؐ اور نماز و قبلہ کی باتیں کرتے چلے (ابن ہشام ۲/۸۲) مکے پہنچ کر عام قافلے والوں کے ساتھ ٹھہرے۔

بعض لوگ اشتیاق زیارت نبیؐ میں نکلے۔ لوگوں سے آنحضرتؐ کا پتہ پوچھا۔ کسی نے کہا! تم انہیں نہیں جانتے؟ انہوں نے کہا ابھی تک نہیں۔ اس نے کہا کعبہ کے قریب جاؤ، وہاں عباسؓ کے پہلو میں حضرتؐ تشریف فرما ہوں گے۔ دونوں دوست حرم میں داخل ہوئے۔ عباسؓ کو دیکھ کر آنحضرتؐ کو پہچان گئے۔ قریب پہنچ کر سلام کیا، آنحضرتؐ نے عباسؓ کی طرف رُخ کر کے فرمایا: انہیں جانتے ہیں؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں۔ یہ براء بن معرور ہیں۔ جو اپنے قبیلے کے سردار ہیں، اور دوسرے کعب بن مالک ہیں! حضرت نے فرمایا: "شاعر! کعب کہتے ہیں کہ مجھے حضرتؐ کا آخری جملہ بہت پیارا معلوم ہوا۔ گویا حضرت نے براء کی سرداری سے کعب کی شاعری کا مقابلہ کر کے دونوں کے باحیثیت و باوقار ہونے کو یکساں فرمادیا۔ یہ چھوٹی سی بات نہ تھی، بلکہ اخلاق و مردم شناسی کا ایک اعجاز[1] تھا۔ دونوں کو جو مسائل پوچھنا تھے پوچھے اور حضرتؐ نے انہیں جواب دے کر مطمئن فرمادیا۔ اس کے بعد اور لوگ بھی ملے اور طے ہوا کہ رات کے وقت دشمنوں سے چھپ کر عقبہ میں سب یکجا ہوں، اور مستقبل کے بارے میں گفتگو کی جائے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

رات کی خاموشی میں مسلمان اپنے اپنے کیمپ سے نکلے مگر حسب قرار داد نہ کسی مشرک کو خبر ہونے پائی نہ کسی نے کسی کو جگایا۔ عقبہ میں سب جمع

---

[1] ابن ہشام سیرۃ ۲/۸۲

ہوئے آنحضرتؐ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے عم محترم حضرت عباسؓ بھی ہم رکاب[1] تھے۔
بہت دیر تک باتیں ہوئیں۔ کئی آدمیوں نے اپنے جذبات و قومی واقعات، اپنی دشواریاں اور نئے ارادے ظاہر کیے، حضرت نے فرمایا:

طولانی تقریریں نہ کرو، حریف تاک میں ہے۔

اس کے بعد حضرت عباسؓ نے تقریر فرمائی۔ جس سے حاضرین نے پورے جوش و خروش کے ساتھ عہد لیا:

آنحضرتؐ نے فرمایا:

أُبَايِعُكُمْ عَلَىٰ أَنْ تَمْنَعُونِي مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ	اس بات پر عہد لینا کہ جس طرح اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری حفاظت و حمایت کرو گے۔

براء بن معرور نے بڑھ کر اقرار کیا۔ پھر سب نے بیعت کی۔ ابوالہیثم نے بیعت کرتے ہوئے کہا۔

یا رسول اللہ، ہم آپ سے بیعت تو کر رہے ہیں، مگر یہ واضح رہے کہ اس بیعت کے بعد ہمیں اپنے سابقہ حلیفوں سے قطع تعلق کرنا ہوگا کہیں یہ نہ ہو کہ آپ اقتدار کے بعد ہمیں یکہ و تنہا چھوڑ دیں۔

آنحضرتؐ ابوالہیثم کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا:

بَلِ الدَّمُ الدَّمُ وَالْهَدْمُ الْهَدْمُ أُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَأُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ (ابن ہشام ۲/۸۴ طبری ۲/۳۶ وغیرہ)	تمہارا خون میرا خون، تمہاری شکست میری شکست، جس سے تم لڑو گے۔

ابن ہشام اس بیعت میں جنگ و جہاد کی اجازت ملنے کا ذکر کرتا ہے (ص ۲/۹۷) کیونکہ اس سے قبل آیہ جہاد نازل ہو چکی تھی (کتاب مذکور ۲/۱۱۱)

---

[1] مولانا شبلی انہیں غیر مسلم بتاتے ہیں حالانکہ بقول ابراہیم میر یہ بات غلط ہے سیرۃ المصطفیٰ ۲/۱۷۳

بارہ سردار بیعت کے بعد آپ نے سب سے فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں تم میں کچھ لوگوں کو تمہارا سربراہ بنادوں" سب نے اس حکم کو پسند کیا تو آنحضرتؐ نے نو آدمی خزرج کے اور تین اوس کے نقباء بنی اسرائیل کی طرح جبرئیل کے بتلائے ہوئے نام نقیب نامزد فرمائے۔ جو یہ ہیں :-

۱۔ ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ	تعمیر مسجد مدینہ کے وقت سنہ ۱ھ / ۶۲۳ء میں فوت ہوئے
۲۔ سعد بن ربیعؓ	سنہ ۲ھ / ۶۲۴ء جنگ بدر میں شہید ہوئے۔
۳۔ عبداللہ بن رواحہؓ	سنہ ۸ھ / ۶۳۰ء جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔
۴۔ رافع بن مالکؓ	سنہ ۳ھ / ۶۲۵ء جنگ احد میں شہید ہوئے
۵۔ براء بن معرورؓ	سنہ ۲ بعثت / ۶۲۲ء میں وفات پائی۔
۶۔ عبداللہ بن عمروؓ	سنہ ۳ھ / ۶۲۵ء جنگ احد میں شہید ہوئے
۷۔ عبادہ بن صامتؓ	خلافت حضرت عمرؓ میں فوت ہوئے
۸۔ سعد بن عبادہؓ	سنہ ۱۵ھ / ۶۳۷ء میں قتل کیے گئے
۹۔ منذر بن عمروؓ	سنہ ۴ھ / ۶ء بئر معونہ میں شہید ہوئے
۱۰۔ اسید بن حضیرؓ	سنہ ۲۰ھ / ۶۴۲ء میں فوت ہوئے
۱۱۔ سعد بن خیثمہؓ	سنہ ۲ھ / ۶۲۴ء جنگ بدر میں شہید ہوئے
۱۲۔ ابوالہیثم بن التیہانؓ	سنہ ۳۷ھ / ۶۶۰ء جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

قرآن مجید میں نقیبوں کا ذکر و بیان مدینہ میں یہودی قبائل آباد تھے۔ غیر یہودی قبائل میں کچھ عیسائی تھے اور باقی بت پرست۔ بت پرست بھی اپنے پڑوسیوں اور اہل کتاب قوموں سے میل جول کی بنا پر ثقافت و فکر میں اہل مکہ سے مختلف اور بڑی حد تک روشن خیال تھے۔ غالباً حضرت رسالتمآبؐ نے سردار و شیخ کی عام اصطلاح کے بجائے

مسلمان سرداروں کو نامزد کرنے اور نیا نام دینے میں اسی پہلو کو پیش نظر رکھا۔ چنانچہ مدینہ پہنچ کر اپنے اس عمل پر ایک تقریر بھی فرمائی، یہ تقریر وحی کے لفظوں میں تھی اور قرآن کی مدنی سورت "المائدہ" میں محفوظ ہے۔ آپ نے فرمایا:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ⑫	اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا، پھر ان میں بارہ نقیب مبعوث فرمائے، اور اللہ نے کہا میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ بشرطیکہ تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ، ان کی مدد کرو، اور اللہ کے لیے قرض حسنہ دو۔ اس طرح میں تمہارے گناہوں کو نظرانداز کر دوں گا۔ اور تمہیں ایسی جنت میں جگہ دوں گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر و انکار کرے گا وہ راہ مستقیم سے بھٹک جائے گا۔

مدینہ میں بارہ نقیب بنالے کے بعد اوس و خزرج کو سربلند کر دیا۔ اسی لیے اپنے بعد کے لیے قریش و بنی ہاشم بلکہ بنی ابی طالب سے بارہ نقیب نامزد فرما کر مکے اور مدینے والوں کو یکساں فرما دیا۔

عقبہ بیعت سے قریش مکہ کی بے چینی

یثرب والے چلتے چلتے آنحضرتؐ کو مکے سے ہجرت اور مدینے آنے کی دعوت دے کر رخصت ہوئے تھے۔ ابوجہل و ابوسفیان و ابولہب نے جو یہ واقعات سُنے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بوالہوسی نے جانے والوں کا تعاقب کیا۔ لیکن قافلہ سرحد پر جا چکا تھا۔ ایک سعد بن عبادہؓ، اور منذر بن عمرو اذاخر میں ملے۔ ان میں بھی منذر بچ گئے۔ غریب سعد بن عبادہؓ گرفتار کر لیے گئے۔

ان کے ہاتھ گردن سے باندھے، بال پکڑ کر کھینچتے، مارتے اور تکلیفوں پر تکلیفیں دیتے ہوئے مکے میں آئے، سعد نے صبر و شکر کے ساتھ یہ ستم برداشت کرتے ہوئے کہا ؎ معبود

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست

تو بر سر بام آ، کہ خوش تماشائیست

کچھ دن بعد جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ نے سفارش کر کے نجات[1] دلائی۔ اس طرح مکہ میں مدینہ کا نمایندہ ستم قریش کا عملی تجربہ حاصل کر کے وطن پہنچا تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ مکے والے کیسے ظالم اور مسلمان کس قدر مظلوم ہیں۔

مدینہ میں بُت پرستی کی مخالفت مسلمانان مدینہ نے لوگوں کو بت پرستی کی غیر معقولیت اور بتوں کی پوجا کا مطلب سمجھانا شروع کیا۔ مندروں کو بے معنی تبلایا جس سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ ان کے ہم خیال ہو گئے۔

مکّے کے حالات ہجرت حبشہ کی کامیابی نے قریش کو یقین دلا دیا تھا کہ اسلام جہاں گیا کامیاب ہوا۔ اب یثرب جیسے سرسبز و شاداب شہر میں مسلمانوں کا وجود ہمارے لیے خطرہ ہے لہٰذا جس طرح بھی ہو۔ پیغمبر اسلام کو قتل کر دیا جائے کہ اگر محمد زندہ رہے تو ہم ہمیشہ کے لیے رسوا ہو جائیں گے۔ انہوں نے متعدد مشاورتی اجتماع کیے اور آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے کہہ دیا کہ سامان سفر درست کر لو اور مدینے کا رخ کرو اور ؎

فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

---

[1] سیرۃ المصطفیٰ ۱۸۳/۲ بحوالہ ابن کثیر ۱۶۴/۳ و ۱۶۵

معراج

میرا عقیدہ ہے کہ حضرت رسالت مآب خود سراپا معجزہ تھے۔ آپ کا قول معجزہ، آپ کا فعل اعجاز تھا۔ ردِ شمس برائے علی ابن ابی طالب، درخت کو متحرک کر دینا، سنگریزوں کا تسبیح پڑھنا، دعا سے پانی برس جانا، جانوروں کا گویا ہونا تو فقط دشمنوں کے مطالبے اور ان کے اطمینان کے لیے تھا لیکن بعض معجزات اس لیے بہر حال قابل بیان ہیں کہ قرآن مجید نے انہیں اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ان معجزات میں ایک — قرآن — ہے دوسرے — معراج — تیسرے — شق القمر — ہے۔

قرآن مجید کا نزول مکے سے شروع ہوا اور مدینے میں مکمل ہوا اس لیے اس اعجاز کا مختصر سا تذکرہ ہم اس باب کے خاتمے پر کریں گے۔ پہلے اسرا و معراج و شق القمر کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اس بات کو دو جگہ بیان کیا گیا ہے اور مورخین بھی اسے دو ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

سورہ بنی اسرائیل قرآن مجید کا سترھواں سورہ اور پندرھواں پارہ اسی واقعہ سے شروع ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ

ہر عیب سے بری ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات کے وقت "مسجد حرام" سے "مسجد اقصیٰ" تک لے گیا جس کے اردگرد ہم نے برکتیں قرار دی ہیں۔ یہ سفر اس لیے ہوا —

تاکہ ہم اسے اپنی آیتیں دکھائیں۔ بلا شبہ اللہ سمیع و بصیر ہے۔	السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

حافظ فرمان علی تحریر فرماتے ہیں:

اس آیت میں تصریحاً خدا نے حضرت رسولؐ کی معراج کو بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے مسجد اقصٰی سے بیت المقدس مراد لیا ہے۔ مگر بہت سی تفسیروں سے ثابت ہے کہ مسجد اقصٰی سے وہ مسجد مراد ہے جو خانہ کعبہ کے مقابل آسمان پر ہے۔ بہر حال یہ تمامی اہل اسلام کا متفق علیہ اعتقاد ہے کہ آپ کو معراج ہوئی اور بدنی، فقط روحی نہیں اور اس کا منکر کافر ہے۔

اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ کس تاریخ کو ہوئی، بعض سترہ ربیع الاول کہتے ہیں بعض ستائیس رمضان ——— بعض اکیس رمضان ——— اس میں بھی اختلاف ہے کہ مسجد الحرام کے حجرے سے ہوئی یا ام ہانی کے گھر سے۔

خلاصہ: ہمارا فرض مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ ہے کہ جو خدا نے فرمایا ہے اور سچے نبی نے خبر دی ہے اسے دل سے مانیں اور عقلی تکوں کے پیچھے نہ پڑیں۔ اول تو ہماری عقل ہی کیا اور فلسفیوں کے اقوال پر بھروسا ہے تو ان میں خود باہم اختلاف ہے، پھر کس پر اعتبار ہو اور کس پر نہ ہو اس کے علاوہ خود انہیں کی عقلی دلیلوں سے بھی معراج بخوبی ثابت ہے پھر دھی باتیں کوئی کیوں کہے"

(ترجمہ و حاشی قرآن مجید طبع لکھنؤ ص ۴۹۹)

حاشیہ شیخ الاسلام میں ہے:

"یعنی صرف رات کے ایک محدود حصہ میں اپنے مخصوص ترین اور مقرب ترین بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔ اس سفر کی غرض کیا تھی؟ لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا" میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خود اس

سفر میں یا "بیت المقدس" سے آگے کہیں اور لے جا کر اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلانے منظور تھے۔

سورہ نجم میں ان آیات کا کچھ ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ "سدرۃ المنتہیٰ" تک تشریف لے گئے اور نہایت عظیم الشان آیات کا مشاہدہ فرمایا "وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى - اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى - مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى - لَقَدْ رَاٰى مِنْ آيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (النجم ع ۱)

علماء کی اصطلاح میں مکے سے "بیت المقدس" تک کے سفر کو "اسرا" اور وہاں سے اوپر "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعے کو ایک ہی لفظ "اسرا" یا "معراج" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

معراج کی احادیث تقریباً تیس[1] صحابہ سے منقول ہیں، جن میں معراج و اسرا کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ جمہور سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پُر نور کو حالت بیداری میں بجسدہ الشریف معراج ہوئی۔ صرف دو تین صحابہ و تابعین سے منقول ہے کہ واقعۂ اسرا و معراج کو منام (نیند) کی حالت میں بطور ایک عجیب و غریب خواب کے مانتے تھے۔

چنانچہ اسی سورۃ میں آگے چل کر جو لفظ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا

---

[1] ائمہ اہلبیت و غیر اہلبیت سے مرویہ روایات معراج و مناقب کو مجلسی علیہ الرحمۃ "چندیں ہزار" روایات فرماتے ہیں ان میں سے کافی روایات کا حیات القلوب و بحار الانوار میں ملاحظہ ہوں۔ مرتضیٰ اعفی عنہٗ

اَلَّتِیْ اَرَیْنَاکَ" الخ آتا ہے اس سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔

سلف میں یہ کسی کا قول نہیں کہ معراج حالت بیداری میں محض روحانی طور پر ہوئی ہو جیسا کہ بعض حکماء و صوفیاء کے مذاق پر تجویز کیا جاسکتا ہے۔

روح المعانی میں ہے "وَلَیْسَ[1] مَعْنَی الاسراء بالروح الذھاب یقظۃ کالانسلاخ الذی ذھب الیہ الصوفیۃ والحکماء، فانہ وان کان خارقاً للعادۃ ومحلا للتعجب ایضاً۔ الا انہ امر لا تعرفہ العرب ولم یذھب الیہ احد من السلف" ۲ھ

بے شک ابن قیم نے زاد المعاد میں عائشہ صدیقہ، معاویہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کے مسلک کی اس طرح توجیہہ کی ہے۔ لیکن اس پر کوئی نقل پیش نہیں کی، محض ظن و تخمین سے کام لیا ہے۔

ابن اسحاق وغیرہ نے جو الفاظ ان بزرگوں کے نقل کیے ہیں ان میں کہیں حالت بیداری کی تصریح نہیں۔

بہرحال قرآن کریم نے جس قدر اہتمام اور ممتاز و درخشاں عنوان سے واقعہ اسرا کو ذکر فرمایا اور جس قدر جد و مستعدی سے مخالفین اس کے انکار و تکذیب پر تیار ہو کر میدان میں نکلے، حتیٰ کہ بعض موافقین کے قدم بھی لغزش کھانے لگے یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی۔

روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپ کے جو دعاوی ابتدائے بعثت

---

[1] اسراء بالروح کے معنی صوفیاء و حکماء کے بقول یہ نہیں کہ انسلاخ کی طرح حضرت جاگتے میں لے جائے گئے یہ صحیح مانتے ہوئے کہ یہ بھی خرق عادت اور مقام تعجب ہے لیکن یہ بات ایسی ضرور ہے جسے نہ عرب جانتے ہیں نہ اسلاف میں سے کسی ایک کا یہ مسلک ہے۔ مرتضیٰ

سے رہے ہیں۔ دعوے اسرا کفار کے لیے کچھ ان سے بڑھ کر تعجب خیز و حیرت انگیز نہ تھا۔ جو خصوصی طور پر اس کو تکذیب و تردید اور استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو۔" نہ آپ کو خاص اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر و متشوش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض احادیث میں صاف لفظ ہیں "ثُمَّ اصبحت بمکۃَ" یا "ثم اتیت مکۃ" "پھر صبح کے وقت میں مکے پہنچ گیا۔ اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی؛ تو آپ مکے سے غائب ہی کہاں ہوئے۔ اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ ——— "رات میں نے قیام گاہ پر تلاش کیا حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟"

ہمارے نزدیک "اسریٰ بعبدہٖ" کے یہ معنی لینا کہ خدا اپنے بندے کو خواب میں یا محض روحانی طور پر مکے سے بیت المقدس لے گیا؛ اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص "فاسرِ بعبادی" کے یہ معنی لینے لگے کہ اے موسیٰ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا روحانی طور پر لے کر مصر سے نکل جاؤ یا سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لیے جانا اور ان کے ہمراہ سفر کرنا جس کے لیے کئی جگہ "فانطلقا" کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ لے لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض خواب میں یا بطور روحانی سیر کے واقع ہوا تھا۔

باقی لفظ "رویا" جو قرآن میں آیا اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ فرما چکے "رویا عین اریھا رسول اللّٰہ صلعم"

مفسرین نے کلام عرب سے اس کے شواہد پیش کیے ہیں کہ "رویا"

کا لفظ گاہ بگاہ مطلق رویت (دیکھنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اس سے مراد یہی "اسرا" کا واقعہ ہے تو مطلق "نظارہ" کے معنی لیے جائیں گے جو ظاہری آنکھوں سے ہوا تاکہ ظواہر نصوص اور جمہور امت کے عقیدے کی مخالفت نہ ہوں ہاں شریک کی روایت میں بعض الفاظ ضرور ایسے آئے ہیں جن سے "اسرا" کا بحالت نوم واقع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر محدثین کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظہ خراب تھا۔ اس لیے بڑے بڑے حفاظ حدیث کے مقابلے میں ان کی روایت قابل استناد نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے اواخر حدیث شریک کے اغلاط شمار کرائے ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ ان کی روایت کا مطلب ایسا لیا جا سکتا ہے جو عام احادیث کے مخالف نہ ہو۔ اس قسم کے تفاصیل ہم یہاں درج نہیں کر سکتے شرح صحیح مسلم میں یہ مباحث پوری شرح و بسط سے درج کیے ہیں۔

یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ مذہب راجح یہی ہے کہ معراج و اسرا کا واقعہ حالت بیداری میں بجسدہ الشریف واقع ہوا۔

ہاں اگر اس سے پہلے یا بعد خواب میں بھی اس طرح دکھلائے گئے ہوں تو انکار کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شب میں لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے ہو گی؟ یا کرۂ نار و زمہریر میں سے کیسے گذرے ہونگے —؟ یا اہل یورپ کے خیال کے موافق جب آسمانوں کا وجود ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے پر اس شان سے تشریف لے جانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابل تسلیم ہو گا؟

لیکن آج تک کوئی دلیل اس کی پیش نہیں کی گئی کہ آسمان واقع میں کوئی شے موجود نہیں۔ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نیلگوں چیز جو ہم

کو نظر آتی ہے فی الحقیقت آسمان نہیں ہے تب بھی اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نیلگونی رنگ کے اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہو سکتا؟

رہا ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرنا، تو تمام حکماء تسلیم کرتے ہیں کہ سرعت حرکت کے لیے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو برس پیشتر تو کسی کو یہ بھی یقین نہیں ہو سکتا تھا کہ اتنا طویل سفر تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر طے کرے گی یا دس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پرواز کر سکیں گے۔ اسٹیم اور قوت کہربائیہ کے یہ کرشمے کس نے دیکھے تھے؟ کرۂ نار تو آجکل ایک لفظ بے معنی ہے۔ ہاں اوپر جاکر ہوا کی سخت برودت وغیرہ کا مقابلہ کرنے والے آلات طیاروں میں لگا دیے گئے ہیں جو اڑنے والوں کی زمہریر سے حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تو مخلوق کی بنائی ہوئی مشینوں کا حال تھا۔ خالق کی بلا واسطہ پیدا کی ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ ہو جاتی ہے زمین یا سورج چوبیس گھنٹے میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔

روشنی کی شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے اور اس سرعت سیر و سفر میں پہاڑ بھی سامنے آجائے تو پرکاہ کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ جس خدا نے یہ چیزیں پیدا کیں کیا وہ قادر مطلق اپنے حبیب صلعم کے براق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور حفاظت و آسایش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا جس سے حضورؐ بڑی راحت و تکریم کے ساتھ چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہو سکیں۔ شاید

لہ راکٹ کی ایجاد حال کی حیرت انگیز ایجاد ہے جس نے زمان و مکان کے تصورات، حرکت و سفر کے نئے مسائل پیدا کیے۔ انسان کی سیر کے لیے فضائیں تنگ ہو گئیں اب دنیا کہہ رہی ہے ع

ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں

اسی لیے واقعہ اسرا کا بیان لفظ "سبحان الذی" سے شروع فرمایا۔ تا جو لوگ
کوتاہ نظری اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو اپنے وہم و تخمین
کی چہار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں کچھ اپنی گستاخیوں اور عقلی تکتا زیاں
پر شرمائیں۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

(حاشیہ شیخ الاسلام قرآن مترجم ص ۳۶۵ و بعد)

حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے تصورات کی کمزوریوں سے باخبر ہونے کے باوجود اس قدر
خود اعتماد ہے کہ ماضی بعید سے حال قریب تک سمجھ میں نہ آنے والی باتوں کو شبہے کی نظر سے دیکھتا
چلا آرہا ہے۔ لطیفہ بالائے لطیفہ یہ ہے کہ ماضی کے انکار و تعجب کو سُن کر حال کا متکبر فلسفی انہیں
ناپختہ کار کہہ کر مذاق بھی اڑاتا ہے، حالانکہ قرآن مجید نے روز ازل ہی سمجھا دیا تھا کہ

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا	اور تمہیں علم کا جو حصہ دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے۔

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

بنی اسرائیل کی پہلی آیت کے اس معجزانہ بیان کے بعد دوسرا بیان سورۂ "النجم" پارہ
ستائیس بھی حضور کریم ؐ کے اوصاف و مدح سے شروع ہوا ہے۔ بنی اسرائیل کا سورہ بلا تمہید واقعۂ
اسرا سے شروع ہوتا ہے اور یہ سورۂ دو تین جملوں کی تمہید کے بعد اس معجزہ کا بیان کرتا ہے تذ اللہ بیان
اور طریق تنبیہ و تفہیم پر غور کریں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قسم ہے تارے کی جب گرے۔ تمہارا

صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝۲ وَمَا يَنْطِقُ
عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ
يُّوْحٰى ۝۴ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵
ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ
بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ
قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰى
اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۝۱۰
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝۱۱
اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲ وَ
لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ
سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ
الْمَاْوٰى ۝۱۵ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ
مَا يَغْشٰى ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا
طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ
رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝۱۸

رفیق نہ بہکا نہ بے راہ چلا - وہ اپنی خواہش
نفس سے بولتا ہی نہیں - یہ تو بس وحی ہے
جو بھیجی جاتی ہے - اس طاقت ور نے بتلائی
ہے - وہ زبردست ہے - پھر یہ آسمان پر
بیٹھا اور وہ تھا آسمان کے اونچے کنارے پر
پھر قریب ہوا اور آگے بڑھا - پھر
دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا -
اس کے بعد اللہ نے جو چاہا .. حکم بھیجا -
جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل سے
جھوٹ نہ جانا، تو کیا جو کچھ وہ رسول دیکھتا
ہے تم لوگ اس میں جھگڑتے ہو؟ اور
انہوں نے تو اس جبریل کو ایک بار "سدرۃ
المنتہیٰ" کی طرف اترتے ہوئے اور بھی دیکھا
ہے - اس کے پاس بہترین قیام گاہ جنت
میں ہے - جب اس سدرہ پر وہ چھا رہا تھا
اس وقت نہ نظر بہکی نہ حد سے بڑھی بیشک اس نے

جب شبہوں کی تاریکیاں، انکار کی آندھیاں، مخالفتوں کے طوفان تھے - جب امتحانات کی حوصلہ شکن منزلیں قدموں سے پامال ہو چکیں تو نبی کریم بلائے گئے - ارشاد ہوا میرے نبی زمین سے سدرۃ المنتہیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ سے ماوراء تک دیکھو - راہیں ہماری، قدرتوں کے جلوے رحمتوں کی بارش، تقرب کے درجے ہیں - اس پوری داستان سفر کو اس مختصر جامع اور معجزانہ فقرے پر ختم فرمایا:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

(ترجمہ) اس نے اپنے پروردگار کی عظیم ترین نشانیوں کو دیکھا۔

اس کے بعد کسے بار لب ہے اور بقول کسے ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں

بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

روایات و احادیث میں فضائل و کرامات، آیات و اشارات کی تفصیلیں ہیں[۱] لیکن جمہور کا تو یہ عالم ہے کہ ؎

چو ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

وجوب نماز

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ معراج ہی میں نماز واجب ہوئی لیکن رکعتیں دو تھیں۔ قرآن مجید کی مکی سورتوں میں المزمل اور المدثر کا مطالعہ بتاتا ہے کہ حضور اس زمانے شب بیداری و نماز گذاری فرماتے تھے۔ بعض آیات سے یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ پانچ وقت یا چار وقت نماز ادا فرماتے تھے۔

۲ھ میں رکعات دو سے تین اور چار ہوئیں۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

---

[۱] ابن ہشام ۲/۳۶ - محمد بن سعد: طبقات ۲/ تاریخ یعقوبی ۲/ طبری ۲/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ مناقب ۱/۹۶ - سیرۃ النبی و تاریخ ائمہ ندارد

شق القمر

چاند کا دو ٹکڑوں میں بٹ جانا کوئی معمولی بات یا سرسری واقعہ نہیں، عقل ہزار فتنہ جو ذہن ہزار شک فزا، علم و دانش کے دفتر، سائنس، مشاہدات، تجربات اور مہملات و معقولات کے مضبوط دلائل دے کر ایک بھی بات کو ثابت کرنے اور اسی کو باطل کرنے کی راہیں جانتا ہے۔ ہمیں نجوم پر بھی اعتقاد ہے، ہیئت کو بھی صحیح مانتے ہیں۔ سائیکالوجی پڑھتے ہوئے ہر بات کا انکار کر دیتے ہیں فلسفہ پڑھ کر ہمیں کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ مگر دانش کدوں کے ایوان طلبا سے اور فہرست اساتذہ روزگار علماء کے ناموں سے پُر ہے اور قرآن کی صدائے اعجاز آ رہی ہے:

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

ہم اپنے وجود کا یقین رکھتے ہیں، ہماری زندگی شمس و قمر، چاند سورج مریخ زہرہ کے راستے دیکھتے گذر رہی ہے۔ ہم نے ستاروں پر کمندیں ڈال دی ہیں مگر کوئی پوچھے کہ
"آپ کیا ہیں؟ آپ کی حقیقت کیا ہے؟
تو کہتے ہیں ؎

ایک معمّا ہے سمجھنے کا سمجھانے کا

قرآن مجید نے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے والے واقعے کو لکھ کر واقعے کی سچائی پر مہر ثبت فرما دی،

گر نہ بیند بروز شپّرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ①
وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور اگر یہ کافر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝

(پ ۲۷ سورہ ۵۴ مکیہ)

تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زبردست جادو ہے اور انھوں نے جھٹلایا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔

مولانا حافظ فرمان علی مرحوم فرماتے ہیں :

"ابن عباس کہتے ہیں کہ حج کے زمانے میں چودھویں شب کو ابوجہل ایک یہودی اور کچھ مشرکین کے ساتھ حضرت رسولؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "تم اپنی نبوت کا کوئی صریح معجزہ دکھلاؤ"؟ آپ نے پوچھا آخر "تو کیا چاہتا ہے؟" تو اس نے یہودی سے مشورہ کر کے کہا "تم بھلا اس چاند کے دو ٹکڑے کر دو تو جانوں" حضرت نے دعا کی اور انگلی کا اشارہ کیا چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور دونوں میں اتنا فاصلہ ہو گیا کہ کوہ حرا بیچ میں نظر آنے لگا۔ اور تھوڑی دیر تک یوں ہی رہا اور حضرت رسولؐ نے لوگوں سے پکار کر فرمایا :

دیکھو لوگو، دیکھ لو

اس پر ابوجہل نے کہا محمد (ص) نے نظر بندی کر دی ہے۔ یہاں سے جو لوگ باہر گئے ہیں وہ آئیں تو پوچھوں، اگر وہ لوگ بھی تصدیق کریں تو البتہ جب ان لوگوں سے بھی تصدیق ہو گئی۔ تو بولا "محمدؐ نے ساری دنیا کی نظر بندی کی ہے

اور اسی واقعہ کو ابن مسعود، انس بن مالک، حذیفہ ابن عمر اور جبیر بن مطعم وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے اور حضرات ائمہ معصومینؑ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اور تمام صحابہ اس کے مظہر ہیں اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔" ص ۸۴۳

شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے اس پر ایک لطیف نوٹ لکھا ہے :

"کسی دلیل عقلی سے آج تک اس طرح کے واقعات کا محال ہونا ثابت

نہیں کیا جا سکا اور محض استبعاد کی بنا پر ایسی قطعی الثبوت چیزوں کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ استبعاد تو اعجاز کے لیے لازم ہے۔ روزمرہ کے معمولی واقعات کو معجزہ کون کہے گا۔ ملاحظہ ہو ہمارا مستقل مضمون جو معجزات و خوارق عادات کے متعلق "المحمود" میں شائع ہوا ہے، باقی یہ کہنا کہ شق القمر اگر واقع ہوا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا وجود کیوں نہیں ؟ تو یاد رہے کہ یہ قصہ رات کا ہے۔ بعض ملکوں میں تو اختلاف مطلع کی وجہ سے اس وقت دن ہوگا اور بعض جگہ آدھی رات ہوگی لوگ عموماً سوتے ہوں گے اور جہاں بیدار ہوں گے اور کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہوں گے تو عادتاً یہ ضروری نہیں کہ سب آسمان کی طرف تک رہے ہوں۔ زمین پر جو چاندنی پھیلی ہوگی بشرطیکہ مطلع صاف ہو اسمیں دو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ بارہا چاند گہن ہوتا ہے اور خاصہ ممتد رہتا ہے لیکن لاکھوں انسانوں کو خبر نہیں ہوتی۔ اور اس زمانے میں آجکل کی طرح رصد وغیرہ کے اتنے وسیع و مکمل انتظامات اور تقاویم (جنتریاں) کی اس قدر اشاعت بھی نہ تھی۔

بہر حال تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی۔ بایں ہمہ تاریخ فرشتہ وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں مہاراجہ مالیبار کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں۔" (حاشیہ ص ۶۸۵)

مسجد شق القمر — کوہ ابوقبیس پر آج بھی اس یادگار میں ایک مسجد ہے جسے مسجد شق القمر کہتے ہیں۔

قرآن مجید

آنحضرتؐ کی رسالت پر سب سے بڑا، سب سے پہلا اور سب سے آخری معجزہ قرآن مجید ہے۔ حضرت موسیٰؑ، عیسیٰؑ، داؤدؑ کی توریت، انجیل، زبور، صحف ابراہیمؑ اپنے اپنے دَور کی بےمثال کتابیں تھیں۔ لیکن ان عظیم الشان پیغمبران نے ان کتابوں کے لیے کبھی دعوائے معجزہ نہیں فرمایا لیکن قرآن مجید نے ببانگ دہل کہا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(پ ۱ ی ۲۳ بقرہ)

اور اگر تم لوگ ہمارے بندے پر ہمارے نازل کردہ کلام میں شک کرتے ہو۔ تو اس جیسا ایک سورہ لے آؤ۔ اور خدا کے علاوہ اپنے گواہ لے آؤ۔ اگر تم سچے ہو۔

۲- اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(پ ۱۱ س یونس ی ۳۸)

کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسے گھڑ لیا ہے۔ کہہ دو تم ایک ہی سورہ اس جیسا بنا لاؤ، اور خدا کے علاوہ جسے بھی بلا سکتے ہو بلاؤ۔ اگرچہ سچے ہو۔

۳- اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(پ ۱۲ س ہود ی ۳)

کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں، کہ یہ گھڑا ہوا کلام ہے، کہیے تم ایسے دس سورے گھڑ لاؤ۔ اگر سچے ہو تو خدا کے سوا جسے چاہو امداد کے لیے بلا لو۔

۴- قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (پ ۱۵ س ۱۷ - ی ۸۸)	کہہ دیجیے کہ اگر انس و جن مل کر اس قرآن کے مانند کوئی چیز پیش کرنا چاہیں تو نہیں لا سکتے، چاہے ایک دوسرے کا مددگار ہی کیوں نہ بن جائے۔

اور آخری مرتبہ تو یہاں تک کہہ دیا کہ

۵- قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ	کہہ دیجیے کہ اگر جن و انس مل کر اس جیسا قرآن لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے۔

بارہ تیرہ سال کا زمانہ کچھ سرسری زمانہ نہیں، مخالفین کی زبان دراتیاں، مکے جیسے مرکزی شہر میں یہ چیلنج دیکھیے اور نا رجوں کی درنق گردانی کر کے دیکھیے۔ ایک ادیب، خطیب، کاہن، شاعر ایسا پیدا نہ ہوا جو چار فقرے، ایک عبارت، دس سورتیں، بنا لاتا۔

لوگ آیتیں سُن کر مذہب بدل لیتے تھے، جوش میں آنے والے سورتوں کو سُن کر ٹھنڈے ہو جاتے تھے، ان آیتوں میں بداخلاقوں کے خلاف باتیں ہوتی تھیں، یہود، نصاریٰ، صابی، بت پرستوں کو جھنجھوڑا جاتا تھا، مگر ایک فرقہ بھی سر نہ اٹھا سکا تھا۔

حبش میں عیسائی بادشاہ، مکے میں ضماد، مدینے میں اکابر اوس و خزرج اسی معجزہ کو دیکھ کر ایمان لائے تھے، پھر بھی کسی نے اس زبان میں کوئی کتاب نہ لکھی، نہ اپنی مذہبی کتاب کا ترجمہ لے کر آئے۔

مکے میں نزول قرآن

اتفاق کی بات ہے، قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزول کے اعتبار سے نہیں، نہ یقینی طور پر یہ بتایا جا سکتا ہے کہ کون سی

سورہ پہلے نازل ہوئی اور کون سی اس کے بعد[1] تفاسیر و تاریخ کی ورق گردانی کے بعد ظن و تخمین کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

محمد اجمل خان ایم اے سابق سیکرٹری ابوالکلام آزاد نے اس موضوع پر کافی محنت کی ہے[2]۔ ان سے پہلے مرزا ابوالفضل صاحب نے متن و ترجمہ لکھا، اس ترتیب سے ہے کہ مکی سورتیں پہلے اور مدنی سورتیں بعد میں ہیں[3]۔

سیٹھ یعقوب حسن اور اسی متوفی ۱۴ ر صفر ۱۳۵۹ھ نے کوشش کی تھی کہ آیات و سور احکام و تعلیم کو مکی و مدنی ترتیب سے قلمبند کریں۔ چنانچہ "کتاب الھدیٰ" نامی مجموعے میں ان کی محنت کا ایک حصہ موجود ہے۔ (دیکھیے طبع ۱۹۲۵ء؟) کتاب مکی کا حصہ دوم (کتاب مدنی کی ترتیب سے پہلے سیٹھ صاحب کا انتقال ہوگیا اس لیے یہ کام ادھورا رہ گیا۔

ہمارے موضوع میں سردست یہ مسئلہ خارج از بحث ہے، البتہ وہ نئے معلومات جو "پاک و ہند میں تفسیر قرآن مجید" مضمون برائے دائرہ معارف اسلامیہ اردو۔ دانشگاہ پنجاب میں درج نہیں کر سکا تھا، یہاں حسب ضرورت لکھ دیے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی میں حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہم السلام کے جمع کردہ قرآن

---

[1] بعض مطبوعہ قرآن ایسے ہیں جن کے سرنامۂ سور میں یہ درج ہے کہ مصر کا مطبوعہ مصطفی البابی ۱۹۳۰ء بحکم وزارت داخلہ بنام "التنزیل الرحمانی بالرسم" کہ اس نسخے میں ہر سورے کے پہلے چند تاریخی مختصرات لکھے ہیں جیسے "(۶) سورة الانعام مکیة الا الآیات ۲۰، ۲۳، ۹۱، ۹۳، ۱۱۴، ۱۴۱، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳ فمدنیة و آیاتھا ۱۶۵ نزلت بعد الحجر" ص ۹۸۔ یا قرآن مجید مترجم و محشی بحاشیہ و ترجمہ حافظ فرمان علی، طبع نظامی پریس لکھنؤ میں ہے "سورة الانعام نزلت بمکة الا قل تعالوا الیٰ آخر ثلث آیات نزلت بین مکة والمدینه وھی مأة وخمس او ست وستون آیة" ص ۲۰۲ طبع ۱۹۳۷ء

[2] دیکھیے موصوف کی کتاب "ترتیب نزول قرآن مجید" طبع دہلی ۱۹۴۱ء؟

[3] دیکھیے: THE QURAN: ARABIC TEXT AND ENGLISH TRANSLATION: ARRANGED CHRONOLOGICALLY WITH AN ABSTRACT طبع الہ آباد ۱۹۱۱ء

کی فہرست اجزاء، آیات و سور کی ایک روایت ہے اور چونکہ ابن ندیم کے نسخۂ الفہرست میں یہ حصّہ موجود نہیں اس لیے بہت اہم ہے (دیکھیے ص ۱۱۴/۲ تاریخ یعقوبی طبع نجف)

۲- تاریخ یعقوبی نے مکی سورتوں کی تعداد بیاسی لکھی ہے ص ۲۴/۲

۳- ابن ہشام نے مکے کی چند آیتوں سے متعلقہ واقعات تاریخ کو بھی مفصلاً لکھا ہے۔
خلاصہ یہ کہ اہل مکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت و اعجاز کے قائل ہو چکے تھے اور یہ اتنی بڑی کامیابی تھی کہ دین کے لیے رکاوٹ کے بڑے بڑے پہاڑ خود بخود ہٹ گئے۔

۴- سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ جنگ و جہاد، دفاع اور جوابی کارروائی جس کے لیے ابھی تک کوئی مثبت منفی حکم نہیں آیا تھا۔ اب جائز ہو گئی۔ ارشاد ہوا:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

(الحج پ۱۷)

جن سے لڑا جاتا ہے، اللہ نے ان مظلوم لوگوں کو حکم دے دیا اور اللہ ان کی مدد پر قادر بھی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے نکالے گئے، حالانکہ بے قصور تھے۔ ہاں یہ تھا کہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے اور اگر اللہ یونہی ایک دوسرے کے ذریعہ مدافعت کی اجازت نہ دیتا تو گرجے، دیر، معبد اور مساجد تو گرا دیے جاتے جہاں اکثر اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ یقیناً جو کوئی اللہ کی مدد کرتا ہے اس کی مدد کی جاتی ہے اور اللہ صاحب قوت و اقتدار ہے۔

(دیکھیے سیرت ابن ہشام ۲/۱۱۱)

---

[1] سورہ الحج مدنی سورہ ہے۔ اور جن آیات کو مکیہ بتایا جاتا ہے۔ یہ آیت اس میں نہیں بتائی گئی۔ اس لیے ممکن ہے بعد ہجرت حکم ہوا ہو۔ یا پھر آیت مکیہ ہے مفسرین سے سہو ہوا۔

سیرتِ مبارکہ

مکے میں آنحضرتؐ کی زندگی کے وہ بہترین حصّے گذرے تھے جو عام انسانوں کی زندگی کا جوہر ہوتے ہیں۔

ولادت سے عنفوانِ شباب، اور جوانی سے پچاس باون سال تک عمر جوارِ کعبہ، حرم کے گرد، محلہ بنی ہاشم میں گذری۔

ترپن سال یا نصف صدی کی مدت میں حضورؐ نے صداقت، امانت، اصابت، فضارت و حکمت مآبی کے بے مثال مظاہرے فرما کر دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔

خاندانی وجاہت، ذاتی صلاحیتوں اور غیبی امدادوں، خداوندی عظمتوں کے باوجود انکساری، خاکساری، استواری و غم گساری، استقلال، صبر، سکون، ہمدردی، ملنساری کے حیرت انگیز مظاہرے نے گھر والوں کو جان نثار بنایا جان نثاروں کو تسلیاں عطا کیں۔

شب و روز عبادت، اصلاح اخلاق، مصائب میں مسکرانا۔ دوست دشمن سے با اخلاق پیش آنا۔ راضی برضا رہنا، اشتعال سے دور، نرمی و آہستگی کے ساتھ پیغام الٰہی کی تبلیغ آپ کا سب سے بڑا شعار تھا۔ مکے کی زندگی میں آپ کے اخلاق۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡم کی سند پا چکے تھے۔

---

(۲)

مدینہ

ہجرت

پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برّہ صیون کے پہاڑ پر کھڑا
ہے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں جن کے ماتھے پر اس
کا اور اس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے ٥ اور مجھے آسمان پر سے ایک ایسی
آواز سُنائی دی جو زور کے پانی اور بڑی گرج کی سی آواز تھی اور جو آواز میں
نے سُنی وہ ایسی تھی جیسے بربط نواز بربط بجاتے ہوں ٥ وہ تخت کے سامنے
اور چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا ایک نیا گیت گا رہے تھے۔
اور ان ایک لاکھ چوالیس ہزار شخصوں کے سوا جو دنیا میں سے خریدے گئے
تھے کوئی اس گیت کو نہ سیکھ سکا ——————

(مکاشفہ ص ۲۵۲ ب ۱۴
ی ۱ —— ۴)

قرآن مجید میں ہجرت کا بیان

وطن چھوڑنا، بیت اللہ کے پڑوس سے منتقل ہونا، مکے کو خیرباد کہنا کوئی معمولی سانحہ نہ تھا حضرت موسیٰؑ نے مصر کو چھوڑا تھا تو قرآن مجید نے یوں تصویر کشی کی ہے:

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ۞ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ وَ تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

شہر کا ایک آدمی دور دراز دوڑتا آیا کہنے لگا موسیٰؑ اراکین دولت آپ کے بارے میں قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔ میں آپ کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں سے نکل جائیں۔ موسیٰؑ وہاں جان میں دیکھ کر بامید حفاظت جان دآبر نکلے اور دعا کی "پروردگارا مجھے ظالموں سے نجات دے۔" جب مدین کا رخ کیا تو کہنے لگے شاید خدا مجھے صحیح راستہ پر لگا دے۔

بالکل انہی حالات سے آنحضرتؐ کو سامنا کرنا پڑا۔ تیرہ سال کی مدت میں اسلام کے حلقہ بگوش نجران[1]، حبش، یثرب، وغیرہ میں پھیل چکے تھے۔ اب بالفاظ مولانا شبیر احمد عثمانی:

"کفار مکہ نے دار الندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد (صلعم) سے متعلق کیا کیا جائے؟ انہوں نے ساری قوم کو پریشان کر رکھا ہے اور

---

[1] الاسلام علی ضوء التشیع ج ۱ ص ۳۰۔ تفصیل "مباہلہ" میں دیکھیے۔

باہر کے کچھ لوگ ان کے دام میں پھنستے جاتے ہیں[1]، کہیں رفتہ رفتہ بڑی طاقت نہ اکٹھی کر لیں جس کا مقابلہ دشوار ہو۔ اس وقت رائیں مختلف تھیں، کوئی کہتا تھا قید کیا جائے اور خوب زخمی کیے جائیں، کسی کی رائے تھی کہ انہیں وطن سے نکال دیا جائے تاکہ ہمیں ہر وقت کے خرخشے سے نجات ملے۔ اخیر میں ابوجہل کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک ایک جوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر آنِ واحد میں ان پر تلوار کا ہاتھ چھوڑیں تاکہ بنی ہاشم سارے عرب سے لڑائی نہ لڑ سکیں اور دیت دینی پڑے تو تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے۔ یہاں تو وہ اشقیاء یہ تدبیریں گانٹھ رہے تھے اُدھر ان سے توڑ میں خدا کی بہترین اور لطیف تدبیر تھی۔

حضورؐ کو فرشتے نے اطلاع کی۔ آپ اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر اسی مجمع کی آنکھوں میں جو آپ کے قتل کے لیے جمع ہوا تھا۔ خاک جھونکتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کا اور حضرت علیؓ کا بال بیکانہ ہوا۔ اور دشمن خائب و خاسر رہے۔

پھر جنہوں نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا تھا بدر میں وہ ہی قتل کیے گئے اس سے بتلا دیا کہ جب خدا ساتھی ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور جس طرح اس نے اپنے پیغمبر کو بچا لیا، تمہارے گھر بار اور اہل و عیال کی بھی جو مکے میں ہیں، حفاظت کر سکتا ہے۔

ع دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

(حاشیہ ص ۲۴۳)

قرآن مجید نے واقعہ ہجرت کو یوں محفوظ فرما لیا ہے:

---

[1] نعوذ باللہ من الکفر

وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰاکِرِیْنَ ۞

(پ ۹ الانفال مدنی)

وہ وقت یاد کرو - جب تم سے فریب کر رہے تھے تاکہ تم کو قید کر لیں یا تم کو مار ڈالیں یا تمھیں جلا وطن کر دیں - وہ تو یہ تدبیر کر رہے تھے اور خدا بھی ان کے خلاف تدبیر کر رہا تھا اور خدا تو سب تدبیر کرنے والوں سے بالا دست ہے

مولانا فرمان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفاسیر و تاریخ کی یوں تلخیص فرمائی ہے :-

"جب انصار مکے میں آکر مسلمان ہو گئے اور آپ سے نصرت کا وعدہ کر گئے تو کفار قریش کو خوف پیدا ہوا اور انتقامی جوش نے دارالندوہ میں جو قصی بن کلاب کا بنایا ہوا ایک بڑا مکان اور عام پنچایتوں کا ہال تھا تمام قبائل کو اکٹھا کر دیا - اور شیطان شیخ نجدی[۱] کی صورت میں ان کا اعلیٰ مشیر تھا - غرض ابوالبختری نے کہا کہ ——— محمدؐ کو ایک تنگ مکان میں قید کر کے دروازہ بند کر دو - اور بند صندوق میں کھانا ایک سوراخ سے دیتے رہو کہ گھبرا کر مر جائے ——— ہشام بن عمرو بولا ——— اس کو ایک اونٹ پر بٹھا کر شہر بدر کیا جائے - یہ دونوں رائیں ناپسند ہوئیں - ابو جہل نے کہا : میری رائے ہے کہ قریش کے ہر قبیلہ سے ایک شخص لیا جائے اور تمام اشخاص مل کر اس کو قتل کر ڈالیں تاکہ محمدؐ کا خون تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کو خون بہا لینے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو - کیونکہ یہ لوگ تمام قبائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے -

ادھر تو یہ مشورہ ہو رہا تھا اور ادھر خدا نے حضرت جبریلؑ کے ذریعے سے تمام کارروائیوں کی اطلاع دے دی اور حکم دیا کہ تم علیؑ کو

---

[۱] دیکھیے ابن ہشام ج ۲ ص ۱۲۴ مناقب ۱۹۹

اپنی جگہ سُلا کر شہر سے باہر نکل جاؤ۔ آپ نے تمام مسلمانوں سے کہہ دیا کہ : تم میں سے کوئی اپنے گھر سے آج کی شب باہر نہ نکلے۔ غرض آپ حضرت علیؓ کو اپنی جگہ سلا کر باہر نکلے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابو بکر کو دیکھا ان کو اپنے ساتھ لے لیا۔ آگے بڑھ کر کچھ لوگ ملے۔ آپ نے ایک مٹھی خاک کی ان کی طرف پھینکی کہ کوئی ان میں سے آپ کو دیکھ نہ سکا۔ اور پھر آپ شہر سے باہر ہو کر غارِ ثور میں جا کر چھپ رہے اور فوراً مکڑی نے جالا تان دیا۔ مشرکین رات بھر محاصرہ کیے رہے۔ صبح کو تلواریں کھینچے اندر گھسے تو حضرت علیؓ کو پایا، پُوچھا :

محمد کہاں ہیں ؟

فرمایا :

میں ان کا نگہبان تو ہوں نہیں ۔

غرض وہ اپنا منہ لیے باہر نکلے اور نشان قدم کو دیکھتے اس غار تک پہنچے۔ ابو کرز جو نشان قدم کا اُستاد تھا، کہنے لگا، یہاں تک تو محمدؐ ضرور آئے ہیں۔ اس کے بعد خواہ زمین میں چلے گئے یا آسمان پر۔ غرض وہ لوگ واپس ہوئے اور آپ تین دن کے بعد مدینہ روانہ ہوئے۔

(حاشیہ ص ۲۸۶، ۲۸۷)

حضرت صالحؑ اور پیغمبر اکرمؐ کا حال

قرآن مجید کا اعجاز واضح ہے۔ اس مقدس کتاب میں ہر جگہ اہل نظر کے لیے حقائق و معجزات کا دفتر ملے گا۔ انیسویں پارے ہی کو لیجیے کہ حضرت صالح علیہ السلام کا ایک تاریخی واقعہ نقل ہوتا ہے اور آخر میں ایک جملہ لکھ دیا گیا۔ "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اس واقعہ میں صاحب علم لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ ملاحظہ ہو کہ واقعہ کس طرح گذرا :

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝٤٨ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝٥٣

(پ ۱۹ اس نمل ی ۲۸)

اور شہر میں نو شخص تھے جو سارے ملک میں فساد کرتے پھرتے تھے اور اصلاح سے غافل تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ آپس میں خدا کی قسم کھاتے جاؤ کہ ہم لوگ صالح اور اس کے لڑکے بالوں پر شب خون کریں اس کے بعد اس کے والی وارث کو کہہ دیں گے کہ ہم لوگ ان کے گھر والوں کے ہلاک ہوتے وقت موجود ہی نہ تھے اور ہم لوگ تو یقیناً سچے ہیں اور ان لوگوں نے ایک تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی اور ہماری تدبیر کی ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اے رسول آپ دیکھیے ان کی تدبیر کا حشر کیا ہوا کہ ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو تباہ کر دیا ان کی کجرفتاریوں کی وجہ سے ان کے گھر ویران پڑے ہیں۔ بلاشبہ اس بات میں صاحبان علم کے لیے نشانیاں ہیں اور ہم نے ایمان لانے والے متقی لوگوں کو نجات عطا فرمائی۔

قوم صالح کے نو فسادی اتنے خطرناک تھے کہ قرآن نے ان کے تذکرے کو ضروری سمجھا ان لوگوں نے اجتماعی شکل میں شب خون کا ارادہ کیا تھا۔ اور قتل کے بعد قصاص سے بچنے کی تدبیر کی تھی لیکن خداوند عالم نے اتنی خطرناک سکیم ناکام کر دی۔ سب کو فنا کر دیا۔ اور رسول کو مع اصحاب و احباب صحیح سالم رکھا۔

اُس وقت بھی یہی ہوا۔ قریش کے نو آدمی اس مہم میں پیش پیش تھے: عتبہ[1]۔ شیبہ[2]۔ ابو جہل[3]۔ امیہ[4] بن خلف۔ زمعہ[5] بن اسود۔ ابو البختری[6] بن عاص بن ہشام۔ نبیہ[7]۔ منبّہ[8]۔ نضر[9] بن حارث۔ یہ سب کے سب جنگ بدر کے سلسلے میں مارے گئے۔

ان لوگوں نے بھی شبخون کا ارادہ کیا تھا لیکن خدا نے ان کے سامنے دیواریں کھڑی کر دیں اور رسالت مآبؐ ان کے سامنے سے نکل گئے، مگر ان کی آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔ آپ کے ساتھی آپ سے پہلے مدینہ جا چکے تھے۔ ان بے وطنوں نے وطن کس طرح چھوڑا، یہ بھی ایک عبرت ناک داستان ہے۔

صہیب۔ جیسے نہ معلوم کتنے مسلمان تھے جن کی زمین، املاک ضبط کر لی گئی۔ جس کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ فلاں ہجرت کرنے والا ہے۔ دشمن اسے گھیر لیتے، پریشان کرتے اور ستاتے تھے۔ لیکن کلثوم بن الہدم سردار خاندان عمر و بن عوف۔ جیسے میزبان ان پناہ گزینوں کا اس طرح خیر مقدم کرتے تھے کہ آنے والے اپنا غم بھول جاتے تھے۔

۲۔ ربیع الاول[1] ۱۳ھ عام الفیل ستمبر ۶۲۲ء نبوت کے تیرھویں سال گھر کو چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو بلایا، فرمایا:

بھائی! میں شہر چھوڑ رہا ہوں۔ حکم یہی ہے کہ میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو!

عرض کی: اس طرح آپ کی جان محفوظ رہے گی؟

فرمایا: ہاں!

فدائی بھائی نے سجدۂ[1] شکر کر کے تعمیل حکم کا وعدہ کیا۔ وقت آیا۔ رات ادھی گئی تو حضرتؐ سورۂ یٰس کی آیتیں پڑھتے برآمد ہوئے اور برہنہ تلواروں، خونی دشمنوں اور خطرناک پہروں سے باہر تھے۔ صبح ہوئی تو علیؑ کو نبی سمجھنے والوں نے جناب امیر کو گھیر لیا۔ پوچھا ــــــــ محمدؐ

---

[1] ابن شہر آشوب (مناقب ۱/۹۹): اسلام میں یہ پہلا سجدۂ شکر تھا جو کیا گیا۔

کہاں ہیں؟ آپ نے موزوں جواب دے کر امانتیں مانگنے والوں کو ان کی امانتیں اسی طرح واپس فرمائیں جیسے پیغمبر اکرمؐ لوگوں کو ان کی امانتیں واپس فرمایا کرتے تھے۔ اور ایک دشمن ایسا نہ تھا جو یہ کہتا کہ فرزند ابوطالب! یہ امانت اتنی نہیں اتنی تھی۔

غارِ ثور مکے سے تقریباً تین میل دائیں طرف ثور نامی ایک پہاڑ ہے۔ آنحضرتؐ اسی پہاڑ کے غار میں اس لیے آکر ٹھہرے کہ قاتل تعاقب میں تھے۔ مکے سے چلتے وقت حضرت ابوبکرؓ ہمرکاب تھے۔ انھوں نے غار کو صاف کیا یہیں دونوں نے قیام فرمایا :

دو آیتیں قرآن مجید نے اپنے مخصوص اسلوب میں ان دونوں واقعوں کا تذکرہ یوں کیا ہے۔ شب ہجرت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی فداکاری و جاں نثاری، تلواروں کے سائے میں آرام فرمانے کی مدح کی ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرہ ۔ پ ۲)	کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی جان مرضی باری حاصل کرنے کے لیے بیچ کر ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

بقول صاحب تفسیر عمدۃ البیان، ابن عباس کہتے تھے یہ آیت علی بن ابی طالبؑ کی مدح میں نازل ہوئی۔ اس وقت کہ جب آنحضرتؐ مکہ و مدینہ کے درمیان میں تھے (تفسیر مذکور ج ۱ ص ۱۲۴)

دوسری آیت واقعہ غار سے متعلق ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ	اگر تم مدد نہ کروگے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا۔ جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے

كَفَرُوا السُّفْلٰى ط وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(التوبہ پ ۱۰)

اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی۔ بات کافروں کی ، اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے۔

(ترجمہ شیخ الہند)

دشمنوں کی آخری ناکامی

شیخ الاسلام نے اس آیت پر حاشیہ لکھا ہے :

"یعنی بالفرض اگر تم نبی کریم صلعم کی مدد نہ کرو گے نہ سہی، ان کا منصور و کامیاب ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں ایک وقت پہلے ایسا آ چکا ہے جب ایک یار غار کے سوا کوئی آپ کا مددگار آپ کے ساتھ نہ تھا۔ معدودے چند مسلمان مکے والوں کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کر گئے تھے۔ آخر آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوا۔ مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر تلواروں کی ضرب لگائیں تاکہ خون بہا دینا پڑے تو سب قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کو یہ ہمت نہ ہو کہ خون کے انتقام میں سارے عرب سے لڑائی مول لیں۔ جس شب میں اس ناپاک کارروائی کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی۔ حضورؐ نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹایا تاکہ لوگوں کی امانتیں احتیاط سے آپ کے بعد مالکوں کے حوالے کر دیں اور حضرت علیؓ کی تسلی فرمائی کہ تمہارا بال بیکا نہ ہوگا۔

پھر خود بہ نفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ"[1] فرماتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے صاف نکل آئے۔ حضرت ابوبکر رض صدیق کو ساتھ لیا۔ مکے سے چند میل ہٹ کر غار ثور میں قیام فرمایا۔ یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف چٹان ہے جس میں داخل ہونے کا صرف

---

[1] منہ کالے، آنکھیں گم۔ ایک جملہ نفرین

ایک راستہ ہے۔ وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا صرف لیٹ کر داخل ہوتا تھا۔ اول حضرت ابوبکرؓ نے اندر جا کر اس کو صاف کیا۔ سب سوراخ کپڑے سے بند کیے کہ کوئی کیڑا کانٹا گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک سوراخ باقی تھا اس میں اپنا پاؤں اڑا دیا۔ سب انتظام کرکے حضورؐ سے اندر تشریف لانے کو کہا۔ آپ صدیقؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ سانپ نے ابوبکرؓ کا پاؤں ڈس لیا۔ مگر صدیق پاؤں کو حرکت نہ دیتے تھے مبادا حضورؐ کی استراحت میں خلل پڑے۔ آپ کی آنکھ کھل گئی اور قصہ معلوم ہوا تو آپؐ نے لعاب مبارک صدیقؓ کے پاؤں کو لگایا جس سے فوراً شفا ہو گئی۔ ادھر کفّار "قائف"[1] کو ہمراہ لیکر جو لشا نہائے قدم کی شناخت میں ماہر تھا حضورؐ کی تلاش میں نکلے اس نے غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی۔

مگر خدا کی قدرت کہ غار کے دروازے پر مکڑی نے جالا تن لیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دے دیے۔ یہ دیکھ کر سب نے قائف کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد (صلعم) کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اندر کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح و سالم رہ سکتے تھے؟

ابوبکر صدیقؓ کو اندر سے کفار کے پاؤں نظر پڑتے تھے۔ انہیں فکر تھی کہ مبادا سے زیادہ محبوب جس کے لیے سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کو نظر نہ پڑ جائیں۔ گھبرا کر کہنے لگے کہ "یا رسول اللہ اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو ہم کو دیکھ پائیں گے" حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکر تیرا کیا خیال ہے ان دو کی نسبت جن کا تیسرا اللہ ہے یعنی جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون و اطمینان

---

[1] قیافہ شناس۔ کھوجی۔ نشان قدم پہچاننے والا۔

حضورؐ کے قلب مبارک پر اور آپ کی برکت سے ابوبکرؓ کے قلب مقدس پر نازل فرمائی اور فرشتوں کی فوج سے حفاظت و تائید کی۔

یہ اسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ جالا جسے "اَوْھَنُ الْبُیُوْتِ" بتلایا ہے بڑے بڑے مضبوط و مستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا اس طرح خدا نے کافروں کی بات نیچی کی اور ان کی تدابیر خاک میں ملا دی۔

روانگی یثرب آپ تین روز غار میں قیام فرما کر بعافیت تمام مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ بے شک انجام کار خدا ہی کا بول بالا رہتا ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ...."

(حاشیہ صفحہ ۵۰ و ۲۵۱)

حافظ فرمان علی صاحبؒ نے یہ واقعات تحریر فرمانے کے بعد لکھا ہے:

"...... عامر بن فہر (فہیرہ؟) اپنی گوسفندوں کو وہاں تک سے چرانے لاتا اور دونوں ان کا دودھ پی لیتے۔ اسی طرح تین روز گذرے اور جب کفار کی طرف سے اطمینان ہوا تو حضرت علیؑ سواریاں اور رہبر لے کر رات کو حاضر ہوئے اور آپؐ حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ روانہ ہوئے۔"

تین دن قیام فرما کر غار سے باہر تشریف لائے۔ عبداللہ بن اریقط ایک غیر مسلم اونٹ والا حجاز کے راستوں سے واقف تھا اُسے ساتھ لیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دو ناقے تھے ایک حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ نے قیمت ادا فرمائی۔ عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن اُریقط، ابوبکر بن قحافہ اور حضورؐ چلے۔ لیکن عام راستہ چھوڑ کر مدینہ کا عام راستہ آج کل یہ ہے:

مکہ سے موٹر چلتی ہے تو پہلا پڑاؤ: دھبان۔ پھر ۲ تول ۳ رابغ ۴ مستورہ ۵ ابیار ابن حصانی ۶ الشفیہ ۷ المسیجید ۸ الترس ۹ ابیار علی۔ اگر موٹر مسلسل چلے تو سولہ گھنٹے کا راستہ ہے (الحاج عباس کرارہ: کتاب الدین والحج صفحہ ۲۲۲)

ابن سعد[1] نے آنحضرتؐ کے راستہ سفر کا یوں ذکر کیا ہے:

۱ الخرار ۲ ثنیۃ المترۃ ۳ لقف ۴ مدلجہ لقف ۵ مدلجہ مجاج ۶ مرجح مجاج ۷ بطن مرجح ۸ بطن ذات کشد ۹ حداثہ ۱۰ اذاخر ۱۱ بطن دیغ (شاید رابغ ہے۔ رابغ ایک بندرگاہ ہے جو موجودہ جدہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہوگی) یہاں نماز مغرب پڑھی ۱۱ ذاسلم ۱۲ مدلجہ ۱۳ عثانیہ ۱۴ بطن القاحہ۔ ۱۵ العرج میں اترے ۱۶ جدوات ۱۷ الغابر ۱۸ بطن عقیق میں نزول اجلال فرمایا ۱۹ جثجاثہ میں آبادی بنی عمرو جانا چاہا۔ یہ راستہ عام شاہراہ سے دور اور سمندر کے قریب سے ہو کر گزرتا تھا۔ جاسوس آپ کا تعاقب کر رہے تھے اور حضرتؐ ان سے بچ کر راستے بدل رہے تھے۔ تین دن بعد حضرت علیؓ بھی پہنچ گئے تھے (طبری ۲/۲۴۹) مدینہ والے بے چینی کے ساتھ آپؐ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آتے اور پلٹ جاتے تھے۔

آخر ۸ ربیع الاول ۵۳ عام الفیل ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء[2] کو ٹیلے پر کھڑے ہوئے منتظر مجمع نے خوشی کے نعرے لگانا شروع کیے۔ آفتاب نبوت کی کرن نے آنکھوں کو منور کیا۔ ایک لمحہ کے بعد جمال جہاں آرائے نبوت چمکا۔ اور مجمع ہالا بنا ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے جوش و خروش سے نعرے لگاتے

---

[1] ابن ہشام نے یہ نام لکھے ہیں: مکے کے نیچے نیچے ساحل سے ہوتے ہوئے عُسفان (موجودہ منازل راہ میں تیسری منزل امج - قدید (غیر طریق سلطانیہ کی چوتھی منزل) ثنیۃ المرۃ - لقف - مدلجۃ لقف - مدلجۃ مجاج یا مجاج - مرجح مجاج - ذی الغضوین - ذی کشر - جداجد - اجرد - ذاسلم - مدلجۃ تعھن - عبابیب - فاجۃ عرج - ثنیۃ العائر رجل العائر جسے ابن سعد غابر اور ابن ہشام عائر بھی کہتا ہے اب بھی موجود ہے جو اس زمانے میں وادی کو روکتا تھا اور مسافر اس پر چڑھ کر اوپر جاتے پھر پہنچے آکر شاہراہ سے ملتے تھے بطن عم قباء (السیرۃ ۲/۴۷)

[2] یعقوبی نے اس تاریخ کے ستاروں کی رفتار بھی قلمبند کی ہے لیکن یہ سب تخمینے ہیں، تاریخ اور کیلنڈر کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ تخمینے خیال و گمان و یقین تک نہیں پہنچ سکتے دیکھیے ابن سعد ۲/۱۵۷، تاریخ یعقوبی ۲/۲۹، طبری ۲/۲۴۲

شعر پڑھتے، پیغمبر اکرمؐ کے ہمرکاب قبا آئے۔ عرب میں یہ بے مثال خیر مقدم اور مکے کا یہ عظیم الشان مسافر یثرب سے تین میل دور عالیہ یا قبا میں تشریف فرما ہوا۔ کلثوم بن ہدم یا سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا مکان قیام گاہ نبوت قرار پایا۔ آبادیوں میں شور ہو گیا ———— رسول اللہؐ تشریف لے آئے۔"

قبا کا محلِ وقوع

مدینہ سے جنوب کی سمت تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے لیکن اب شہر کی وسعتوں نے اس جگہ کو اپنے دامن میں لے کر محلہ بنا لیا ہے۔ اب سے کچھ دن پہلے تک یہاں خیثمہ کا وہ گھر باقی بتایا جاتا تھا جہاں آنحضرتؐ نے قیام فرمایا تھا۔

(کلید جنت سفرنامہ عبدالحمید پی سی ایس۔ گوجرانوالہ ص ۲۷ طبع دوم)

بناء مسجد

کلثوم کی ایک زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ آنحضرتؐ نے وہ زمین مسجد کے لیے منتخب فرمائی اور پہلی مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ صحابہ انصار اور خود حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس تعمیر میں شریک تھے۔ بھاری بھاری پتھر اٹھاتے تھے اور چاہنے والے دوڑ کر ایک پتھر اٹھا لیتے۔ حضرت دوسرا پتھر اٹھا لاتے تھے۔ حضرت عمار یاسرؓ اس سلسلے میں پیش پیش تھے۔ ابن ہشام کی تحقیق تو یہ ہے کہ عمار ہی پہلی مسجد کے بانی ہیں اور اسی موقع پر آنحضرتؐ نے بتایا تھا کہ عمار تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

عبداللہ بن رواحہؓ دوسرے صحابہ کے ساتھ انتہائی خوشی میں اشعار پڑھتے جاتے تھے چنانچہ جب پاکیزہ ہاتھوں اور پرخلوص دلوں کی یہ تعمیر مکمل ہو چکی تو وحی اتری +

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

(التوبہ ۱۰۸ پ ۱۱)

بلا شبہ جو مسجد روز اول ہی سے تقویٰ کی بنیادوں پہ قائم کی گئی ہو وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس میں نماز پڑھو اس میں تو وہ لوگ ہیں جو طہارت کو اچھا سمجھتے ہیں اور اللہ طہارت پسند کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

ابن سعد و طبری کہتا ہے :

"پیر، منگل، بدھ، جمعرات تک حضرتؐ نے یہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران میں امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب مع فاطمہؑ زہرا اور متعلقین کے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرتؐ کو ان کا انتظار تھا۔ ان کے پہنچتے ہی جمعہ کے دن یثرب کے لیے عازم سفر ہوئے لیکن قبا کا خاندان عمرو بن عوف دس پندرہ دن قیام کے دعویدار ہیں۔ بہر حال جمعہ کے دن قبا اور مدینے کے درمیان محلۂ بنی سالم بن عوف پر نماز جمعہ ادا فرمائی۔[2] چنانچہ آج تک وہاں مسجد الجمعہ موجود ہے۔ پھر قبا کے داہنے سمت سے بلحُبلی کی راہ سے چلے اور یثرب پہنچے۔

---

[1] حیات القلوب ۲/۳۵۶

[2] طبری ۲/۲۵۵ حضرت کا پہلا خطبہ بھی نقل کیا ہے۔
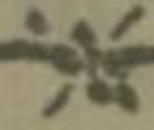
مدینہ

تاریخ عرب کا یہ قدیمی شہر تاریخ میں یثرب کے نام سے مشہور تھا اور یہودیوں کے کچھ خاندان یہاں آباد تھے۔ کہتے ہیں کہ اس شہر کی بنیاد حضرت یوشع بن نون وصی حضرت موسیٰ نے رکھی تھی۔

ایک روایت یہ ہے کہ بخت نصر (۶۰۴ ق م — ۵۶۱ ق م) نے جب بیت المقدس کو تباہ اور وہاں کے باشندوں کو جلاوطن کیا تو ان مہاجروں نے یہ شہر بسایا۔

تیسرا خیال یہ ہے کہ سام بن نوح نے شہر کی بنیاد رکھی اور یہودیوں نے توسیع دی۔

بہرحال اسلام سے پہلے یثرب اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا تھا، ہجرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرانی تاریخ کا ورق الٹ دیا اور یثرب مدینۃ النبی بن گیا۔

جس زمانے میں آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی اس وقت مدینہ میں ستائیس (۲۷) چھوٹے بڑے قلعے یا گڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ جن کے گرد دیواریں اور پختہ فصیلیں تھیں، قلعوں میں خاندان آباد تھے۔ ان آبادیوں سے متصل باغات اور کھیت تھے۔ یہودیوں کے علاوہ اوس و خزرج کے قبیلے تھے۔ شہر کے اندر میدان، منڈیاں اور کاروباری بازار تھے۔

حملوں اور لڑائیوں کے وقت لوگ اپنے اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو جاتے تھے۔ چونکہ قلعوں میں کنوئیں بھی ہوتے تھے اس لیے کوئی خاص زحمت نہ ہوتی تھی۔

یہودیوں کا مشغلہ تجارت اور اوس و خزرج کا کام کھیتی باڑی اور تجارت کے ساتھ لڑنا بھڑنا بھی تھا۔ بت پرستی اور تجارت کی بناء پر مکہ سے تعلقات مستحکم تھے۔ قریش کے بہت سے رشتے دار یہاں متوطن تھے۔ حضرت عبدالمطلب وغیرہ کی شادیاں یہیں ہوئی تھیں۔

آج کا مدینہ

موجودہ شہر مکے سے دو سو ستر میل شمال کی جانب مستطیل شکل کی ایک وسیع سہ دیواری میں آباد ہے۔ اس کے گرد پہاڑی سلسلے ہیں۔

الف: ایک اندرونی دیوار جو پتھر اور گچ سے تیار ہوئی ہے اس دیوار میں پانچ بڑے بڑے دروازے ہیں، جن سے شہر میں آمد و رفت ہوتی ہے۔

۱۔ مغربی دروازہ بازار کی طرف کھلتا اور سیدھا مسجد النبی تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ جنوبی دروازہ جو محلۂ نخاولہ وقبا کی طرف جاتا ہے۔

۳۔ مشرقی دروازہ کا راستہ بقیع کی طرف جاتا ہے۔

۴ و ۵۔ شمال میں ہے جس کا راستہ احد کی طرف جاتا ہے۔

ب۔ ایک متوسط دیوار جو شمال و مغرب میں کوہ سلع سے ملتی ہوئی مغرب جنوب کی طرف گھوم جاتی ہے، پھر مشرقی دروازے کی دیوار سے جا ملتی ہے۔ اس کے اندر آنے کے لیے سات دروازے اور شریف حسین ہاشمی کی عمارات ہیں۔

۱۔ باب عنبریہ: مغرب کی طرف، یہاں سے ایک راستہ مکے جاتا ہے۔

۲ و ۳۔ جنوبی دروازے جو مسجد قبا کی طرف راستہ دیتے ہیں۔

۴۔ مشرقی دروازہ بقیع کے رُخ پر

۵، ۶، ۷۔ سمت شمال میں اُحد کی طرف جاتے ہیں۔ اس راستے میں نئی عمارتیں بازار اور دفاتر وغیرہ ہیں۔

ج: تیسری دیوار شمالی گوشہ کوہ سلع سے شروع ہو کر مشرق میں اصل دیوار سے مل جاتی ہے۔ اس دیوار میں فقط ایک دروازہ ہے اس سے احد جاتے ہیں۔

شہر کا طول بلد ۵ ر ۲۳ درجہ خط استوا سے اور طول ہیں ۷۰ درجے جزائر خالدات کے مقابلے

میں ہے۔ شہر کے گرد جنوب مغرب میں کوہ عَیر ہے جس کا رنگ سرخی مائل ہے مغرب میں کوہ

سلع ہے جو شہر سے ملتا ہے۔ شمال میں کوہ احد۔ جنوب میں نخلستان، باغات اور کنوئیں ہیں۔

کچھ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں جنہیں جماء کہتے ہیں۔

آب وہوا مدینے کی آب وہوا مکہ معظمہ سے زیادہ اچھی ہے۔ نہ بہت زیادہ گرم وخشک

نہ مرطوب وسرد۔

پیداوار یہاں کی مشہور پیداوار۔ خرما، انجیر، انار، ساگ، پھل۔ گیہوں۔ جو وغیرہ

ہیں (آیۃ اللہ کرمانی: رہنمائے حج ص ۲۰۴)

آنحضرتؐ کا مدینہ میں نزولِ اجلال

یثرب کی چار دیواری سے باہر، بنو نجار کی آبادی تھی۔ یہاں ابو ایوبؓ رہتے تھے ان کے

مکان سے متصل ایک میدان تھا۔ ایک افتادہ زمین تھی جس کے مالک دو یتیم بچے سہل وسہیل تھے۔

دونوں کے طالع کی یاوری کیسے کہ حضور اکرمؐ کا ناقہ جس کی مہار چھٹی ہوئی تھی یہیں آن کر بیٹھا۔

قُبا سے یہاں تک ہر قبیلہ اور ہر مسلمان نے آنحضرتؐ کو اپنا مہمان کرنا چاہا لیکن آپ سب سے

یہی فرماتے رہے کہ جہاں حکم خدا ہوگا وہاں رہوں گا۔ ناقہ منزل ابو ایوبؓ کے پاس ٹھہرا تو آپ

نے پھر اٹھایا لیکن وہ ارض سہل وسہیل پر بیٹھ گیا۔

خوشی کے نعروں اور آفرین کے شور میں مسلح حلقہ کیے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ حضرت

ابو ایوبؓ انصاری کا کاشانہ، دولت کدہ، مقدس وآستانۂ مبارک قرار پایا۔

کیا بنیتیں تھیں، کس قدر خلوص تھا اور کیسی وارفتگی تھی کہ سارا شہر زیارت کو آیا۔ ابو ایوبؓ

انصاری میزبان ہوئے۔ بنی نجار خوشی کے مارے پھولے نہ سمائے۔ فضا میں یہ ترانے گونج رہے تھے:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی نَجَّارٍ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٍ

(ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں —— ہمارا پڑوسی حضرت محمد صلعم کیسا اچھا ہمسایہ ہے

یثرب والوں نے مہمان نوازی، قبول دعوت، احترام و پذیرائی اور آنحضرت صلعم نے ہمت افزائی، ذرہ نوازی، اور بصیرت افروزی کی حدیں ختم فرمادیں۔

قیام گاہ کا نقشہ

مدینہ کے مکانات ذرا کشادہ اور دو منزلہ ہوتے تھے۔ ابوایوب رضؓ بنی نجار کے ایک خوش حال فرد تھے۔ دو منزلہ مکان میں رہتے تھے جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو انہوں نے دست بستہ عرض کی:

حضورؐ بالائی منزل میں قیام فرمائیں گے!

سبحان اللہ! خیال زحمتِ اُمت اور لوگوں کی تکلیف کا احساس کر کے فرمایا:

"نہیں، ابوایوبؓ! میں نیچے کے مکان میں رہوں گا۔ تم اوپر کے کمرے میں رہو۔"

الامر فوق الادب: ہر چہ سلطان بپسندد بہتر است۔ ابوایوب سمعاً و طاعۃ کہہ کر کمرے کو صاف کرنے میں مصروف ہو گئے۔

زید بن ثابت کی والدہ نے ایک پیالہ دودھ مکھن ملے ہوئے ٹکڑے تیار کیے تھے چنانچہ زید یہ ہدیہ لے کر حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے یہ ہدیہ قبول فرماتے ہوئے دُعا دی۔ تھوڑی دیر بعد سعد بن عبادہ کھانا لے کر پہنچ گئے اور شام تک تین چار آدمی حاضر ہو چکے تھے اور یہ سلسلے اس وقت تک رہے کہ جب تک آپ ابوایوب رضؓ کے مکان میں رہے (ابن سعد ۲/۱۶۰)

ابوایوبؓ کا حال

ابوایوب رضؓ اوپر کے کمرے میں رہنے کو تو رہتے تھے مگر میاں بیوی کے دل کا جو عالم تھا اُسے خدا ہی جانتا ہوگا۔ دونوں وقت کھانا پکا کر بھیجتے تھے۔ کوشش کرتے تھے کہ چھت پر ایسی دھمک نہ ہو جس سے حضورؐ کو تکلیف پہنچے۔

ایک دن پانی کا گھڑا بہہ گیا۔ بیوی نے فرطِ ادب و لحاظ سے لحاف ڈال دیا کہ پانی جذب کر لے اور کوئی قطرہ چھت کے نیچے نہ گر جائے ممکن ہے حضورؐ کو تکلیف پہنچے۔

آنحضرتؐ عموماً بہت تھوڑا طعام نوش فرماتے تھے۔ ابو ایوبؓ آپؐ کا روپوش لے جاتے اور انتہائی ادب کے ساتھ وہیں سے لقمہ لیتے جہاں سرورِ کائناتؐ کے دستِ مبارک کا نشان ہوتا۔ انہیں یقین تھا کہ اس سے برکت و ثواب حاصل ہوگا۔

اس دوران میں مسجد کی تعمیر ہوئی۔ تعمیرِ مسجد و تکمیل مکانات کے بعد آپؐ ان مکانوں میں تشریف لے آئے اور ابو ایوبؓ کا مکان زیارت گاہِ خلائق بنا دیا۔ جب تک ابو ایوبؓ زندہ رہے مکان اسی طرح رہا۔ خود ابو ایوبؓ جانتے تھے کہ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے قیام فرمایا ہے اس لیے جو چیز جہاں تھی وہیں رہی۔ ان کے بعد افلح غلام ابو ایوبؓ مالکِ مکان ہوئے۔ ان کے سامنے ہی مکان بوسیدہ ہو گیا تو مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث نے ایک ہزار دینار میں خرید کر بنوایا اور مدینہ کے کسی مستحق کو دے دیا۔ (حاشیہ ابن ہشام ۲/۱۴۳)

اس مکان میں صبح سے شام تک مسلمانوں اور مدینے والوں کا مجمع رہتا تھا۔ آیات و احکام کا بیان ہوتا۔ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ آتے اور حضرتؐ سے طرح طرح کے سوالات کرتے تھے۔ کچھ مسلمان ہو جاتے کچھ دشمنی کے مظاہرے کرتے تھے۔

مدینے کے سیاسی حالات

آنحضرتؐ کی تشریف آوری کے وقت مدینہ پر اوس و خزرج کے خاندانی اختلافات کی وجہ سے یہودیوں کی بالادستی قائم تھی۔ نجران کے عیسائی اور یہود اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے صاحبِ تعلیم تھے۔ ان میں مذہبی اختلافات تو تھے مگر بت پرستوں کے مقابلے میں یہ سب ایک تھے۔

مدینے میں یہود کے دو ایک مدرسے بھی تھے۔ یہاں توریت و انجیل کی پیشین گوئی کی وجہ سے نبی موعود کا تذکرہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ آنحضرتؐ کے اعلانِ نبوت سے بعض لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور ہونا پڑا لیکن مدینے کی شاہی کا خواب اور بنی اسرائیل پر بالادستی جتانے کا سہارا ڈھونڈھنے والے چراغ پا

ہو گئے عبداللہ بن اُبی بن سلول بادشاہی کی تیاری میں مصروف تھا، وہ یہودیوں کا لیڈر اور اوس و خزرج کا حاکم بنا پھرتا تھا۔ آنحضرتؐ کی آمد سے اس کا اقتدار خاک میں مل گیا۔

آب و ہوا میں تبدیلی

مہاجرین ایک تو نئی آب و ہوا میں تھے دوسرے بے سروسامانی تیسرے راستے کی تکان۔ پھر یہاں کے غیر اطمینانی حالات نے بہت سے لوگوں کو بیمار کر دیا۔ یہاں تک بہت سے لوگ ایسے بیمار ہوئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے[۱] آنحضرتؐ بیماروں کی تیمارداری و خبر گیری فرماتے تھے۔ آخر ایک دن دعا فرمائی کہ

"خداوندا! ان لوگوں پر مدینہ کی آب و ہوا کو خوش گوار و صحت افزا قرار دے۔"

دعا قبول ہوئی اور لوگ صحت یاب ہونے لگے۔

آنحضرتؐ کی مصروفیت

آپ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا کام شروع فرمایا، سہل و سہیل کی زمین پر پتھر اور گارے سے دیواریں بننے لگیں۔ صحابہ و انصار کے ساتھ بہ نفس نفیس شریک تعمیر تھے۔ لوگ والہانہ جذبہ وللہیت کے ساتھ مصروف کار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اذکار و مصروفیات عام لوگوں کے ساتھ اسی طرح شریک تھے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ میں۔ اس منظر کو دیکھ کر کسی نے کہا:

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ
لَذَاکَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلِّلُ

(نبی کریمؐ کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں، یہ کام تو ہمارے لیے گمراہ کن ہوگا)

دوسرا گنگنا رہا تھا:

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَہ
اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ

---

[۱] ابن ہشام ۲/۲۳۹

(زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے ۔ خداوندا! انصار و مہاجرین پر رحم فرما)

اور آنحضرتؐ اس کے جواب میں فرماتے تھے :

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَار

(آخرت کی زندگی کے علاوہ سب ہیچ ہے خدایا مہاجر و انصار پر رحم فرما)

حضرت علیؑ بن ابی طالب فرما رہے تھے :

لَا یَسْتَوِیْ مَنْ یَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا ، یَدْأَبُ فِیْہِ قَائِمًا وَقَاعِدًا

وَمَنْ یُرٰی عَنِ الْغُبَارِ حَائِدًا

(جو اٹھتے بیٹھتے مسجد کی تعمیر میں مصروف رہتا ہے اس کے مقابلے میں

میدانِ جنگ سے بھاگنے والے کا ذکر ؟)

مواخاۃ مسجد کی تعمیر سے یاد خدا کے لیے ایک مرکزی مکان اور بے گھروں کے لیے گھروں کی کمی پوری ہو رہی تھی، ضرورت تھی کہ مہاجر و انصار کے دو لفظ مقامی و غیر مقامی کی اصطلاح، آپس کی اجنبیت، بے وطنی کا احساس، اعزا کا غم غلط کرنے کے لیے کوئی تدبیر کی جائے ۔ چنانچہ انصار و مہاجرین کے ایک اجتماع میں دینی رشتے کے لحاظ سے بھائی بھائی کا اعلان[1] فرمایا ۔ چالیس پینتالیس[۴۵] مہاجر اتنے ہی انصار کے بھائی بنائے گئے

۱۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور ارشاد کیا : تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو ۔ کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تمہارا مجھ سے وہ رشتہ ہو جو ہارون و موسیٰ میں تھا ۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "خدا کی قسم میں نے تمہیں اپنے لیے منتخب کیا ہے تم میرے

---

[1] استیعاب، سیرۃ حلبیہ وغیرہ میں ہے کہ مواخاۃ دو مرتبہ ہوئی ایک قبل ہجرت دوسری بعد ہجرت، اور دونوں مرتبہ آنحضرت نے حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا ۔ نیز دیکھیے ہمارا مضمون "حضرت علیؑ لدعوت نبویہ" طبع شیعہ امام مبین نمبر ۱۹۶۰ء ص ۴۶

لیے ویسے ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے لیے تھے، ہاں میرے بعد نبوت نہیں۔ تم دنیا میں میرے بھائی ہو، وارث ہو ...."

۲- حمزہؓ بن عبد المطلب کو زید بن حارثہ کا بھائی قرار دیا۔

۳- جعفرؓ بن ابی طالب کو (باوجودِ غیر حاضری دموجودگی در حبش) معاذ بن جبل کا بھائی قرار دیا

۴- ابوبکرؓ بن ابی قحافہ کو خارجہ بن زہیر کا۔

۵- عمرؓ بن الخطاب اور عتبان بن مالک بھائی بنائے گئے۔

۶- اور عثمانؓ بن عفان و اوس بن ثابت میں برادری قائم ہوئی۔[1]

اس رشتے نے مہاجر و انصار کے تعلقات اتنے استوار کر دیے کہ لوگوں نے جائدادیں بانٹ دیں۔ مکانات و ازواج میں مساوات پیدا کر لی۔ ایک دوسرے کا فدائی بن گیا۔

آنحضرتؐ اور سیادتِ بنی نجار

اسی زمانے میں بنی نجار کے سربراہ ابو امامہ اسعد بن زرارہ نے انتقال کیا۔ بنی نجار نے آنحضرتؐ سے درخواست کی چنانچہ حضرتؐ اس خاندان کے سربراہ و شیخ قرار پائے۔ گویا مکے میں نصب حجر اسود کے لیے جو کچھ ہوا تھا مدینہ میں بھی اسی طرح کا واقعہ ہوا اور بنی نجار نے شکر کیا۔

تکمیلِ مسجد

اس دوران میں مسجد مکمل ہو گئی۔ کچی اینٹوں کی تین تین گز اونچی دیواریں۔ کھجوروں کی لکڑی کے ستون ان پر گھاس کا پٹاؤ تھا جسے برائے نام چھت کہہ لیجیے گویا ایک چار دیواری سی تھی، جسے مسجد قرار دیا گیا۔ اس کا رخ محراب بیت المقدس کی طرف تھا۔ کیونکہ مسلمان اس وقت اسی کو قبلہ مانتے تھے۔ ایک رخ پر نو دس مکان تھے۔ بعض کچے اور مٹی کے۔ بعض پتھر کے پختہ۔ ان مکانوں پر چھتیں بھی تھیں۔

---

[1] السیرۃ میں ابن ہشام نے سترہ آدمیوں کے نام اسی ترتیب سے لکھے ہیں۔ علامہ شبلی نے ج ۱ ص ۲۸۵ میں ایک آیت کو بھی چسپاں کر دیا۔ حالانکہ اس کا یہاں کوئی جوڑ نہ تھا۔ پھر جو فہرست دی ہے اس میں عجیب و غریب لطافت یہ دیکھنے میں آئی کہ بعض اہم ترین نام ترک فرما دیے مثلاً آنحضرتؐ اور امیر المومنینؑ کا نام نامی۔
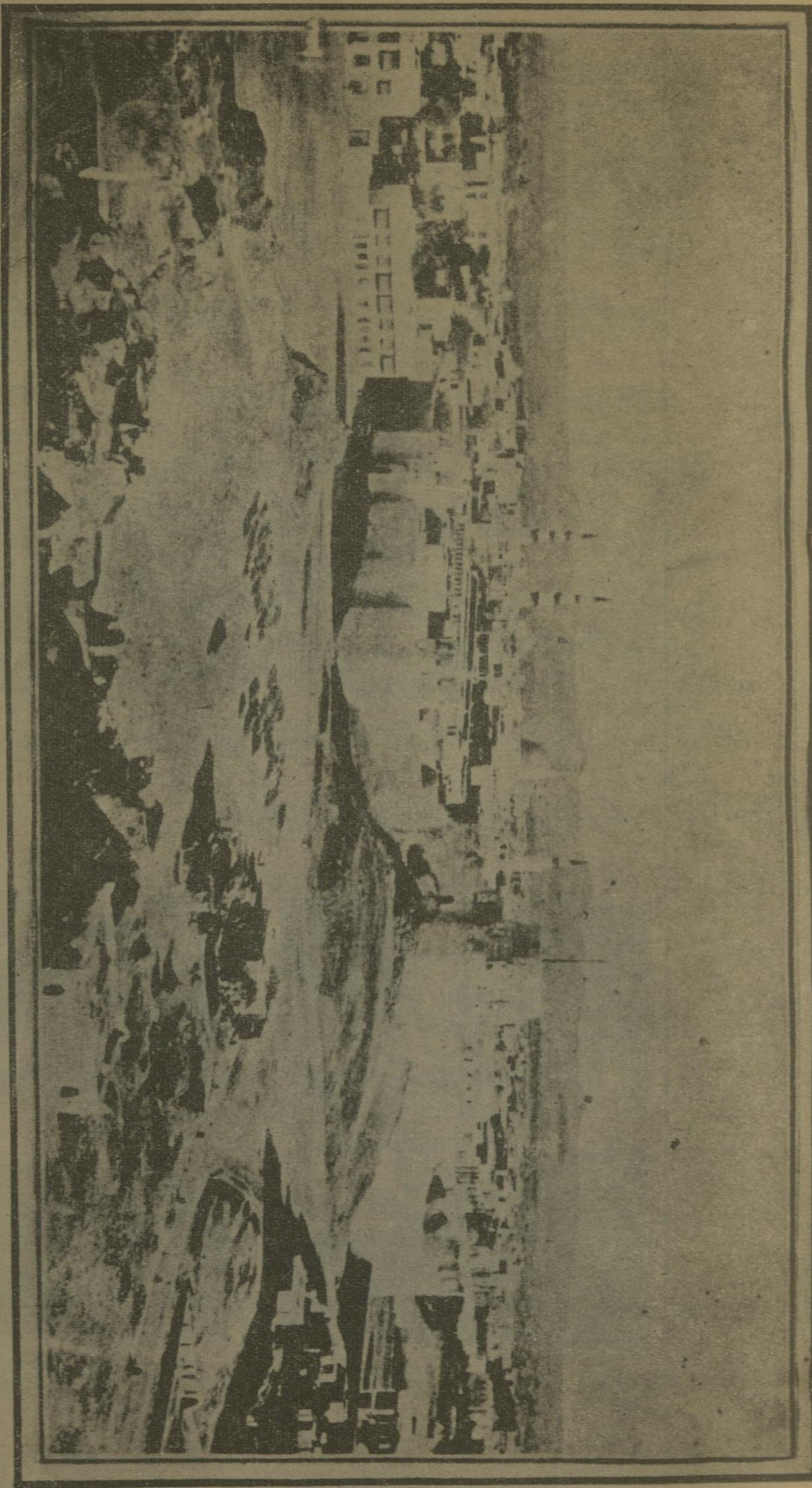
آج کا مدینہ

موجودہ شہر مکہ سے دو سو ستر میل شمال کی جانب مستطیل شکل کی ایک وسیع سہ دیواری میں آباد ہے۔
اس کے گرد پہاڑی سلسلے ہیں۔

حواله صفحه نمبر ۲۲۳

شہر بدر کے چند مکان

شہر بدر کا طائرانہ منظر

بحرِ احمر جبلِ اسفل سے

چشمۂ بدر

حوالہ صفحہ نمبر ۲۶۴
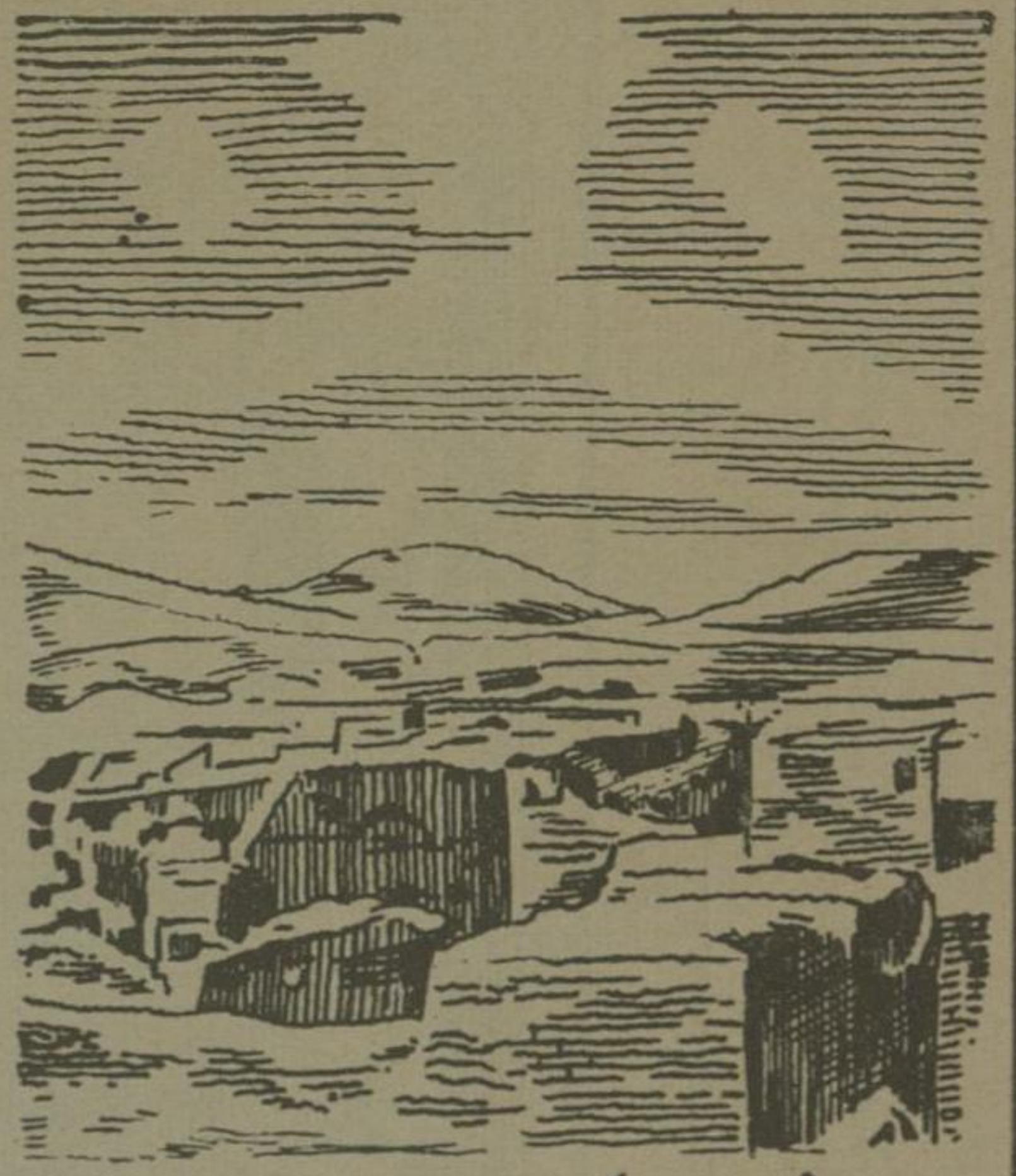
نماز و زکوٰۃ مکے تک مغرب کے علاوہ تمام نمازوں کی رکعتیں دو دو تھیں لیکن ہجرت کے ایک ماہ بعد حضر میں ظہر، عصر، عشا کی چار رکعتیں واجب کی گئیں۔

زکوٰۃ بھی اسی سال واجب قرار پائی۔

اذان امام جعفر علیہ السلام کی روایت کے مطابق جبریلؑ اذان کے فصول و کلمات لے کر نازل ہوئے اور ناقوس، سنکھ اور گجر کے بجائے اسلام نے ایک بے مثال تقریبِ دعوت اختیار کی۔ یہ حضرت علیؑ نے بلال کو تعلیم دیے (تاریخ ائمہ ص ۱۴۵)

حجرۂ حضورِ اکرمؐ ایک مکان آنحضرتؐ کے لیے مخصوص کیا تھا۔ بتلایا جاتا ہے کہ حضورؐ کا مکان لکڑیوں (عرعر) کو رسیوں سے باندھ کر ٹھاٹروں سے بنایا گیا تھا۔ نیچی سی چھت تھی اور تھوڑی سی جگہ ہمیں تفصیلات نہیں معلوم مگر چونکہ حضرت فاطمۂ زہراؑ کی شادی نہیں ہوئی تھی اس لیے اس مکان میں آنحضرتؐ، جناب سیدہؑ قیام فرما ہوئیں۔ ممکن ہے کہ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہؓ بھی اسی حجرہ میں تشریف فرما ہوں۔

مسجد نبوی کا پچیس سال پہلے کا منظر

سلطان سلیمان کی تعمیر ۹۰۸ھ

مسجد و حجرات کی تعمیر کے بعد آنحضرتؐ نئی تعمیر میں منتقل ہو آئے۔ بعض تاجر پیشہ لوگوں کے تعلقات چونکہ پہلے سے تھے اس لیے وہ لوگ ادھر ادھر پھیل گئے۔ مثلاً حضرت ابوبکر مکے سے سارا روپیہ لے کر آئے تھے، سنح میں کارخانہ لگا بیٹھے اور لوگوں نے بھی یونہی کاروبار کی کوششیں شروع کر دیں۔ مواخات کی وجہ سے زراعت پیشہ لوگوں کو کھیت اور باغ مل گئے۔ جو اس سے بھی محروم رہے انہی لوگوں نے اپنے گھروں میں جگہ دی۔ غرض یہ نئی آبادی کچھ

اس طرح سے قائم ہوئی کہ مورخوں نے اس کا نقشہ یوں بنا دیا ہے۔

مسجد کا طول اس وقت تقریباً ایک سو پچاس فٹ اور عرض نوے فٹ۔ بلندی دس فٹ تھی۔ فتح خیبر کے بعد حضرت نے تجدید تعمیر میں کچھ زمین کا اضافہ فرمایا اور پوری مسجد غالباً ایک سو پچاس فٹ مربع کر دی۔

عبدالملک متوفی ۶۵ھ/ ۶۸۵ء کے عہد میں جب ازواج نبیؐ میں کوئی نہ رہا تو یہ تمام حجرے مسجد میں داخل کرنے کا حکم دے دیا گیا جسے سن کر اہل مدینہ یوں روئے جیسے رسالتمآبؐ کے یوم وصال پر روئے تھے۔

تختِ خوابِ نبیؐ اسی زمانے میں آپ کا تخت خواب بیچا گیا، جو چند پڑوں کو لیف خرما سے جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اس کی قیمت میں چار ہزار درہم پیش کیے تھے[1]۔

صفّہ و اصحاب صحن مسجد کے قریب ایک چبوترے پر چھت ڈال دی گئی تھی کہ شب زندہ دار اصحاب یہاں مستقل رہائش اختیار کیے ہوئے تھے۔

حجروں کے دروازے مسجد میں بھی کھلتے تھے جنہیں بعد میں بند کر دیا گیا۔ صرف آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ کے دروازے مسجد کے رُخ کھلے رہے۔

---

[1] حاشیہ السیرۃ لابن ہشام ۱۴۳/۲

اہلِ مکّہ کی ریشہ دوانیاں اور آنحضرتؐ کے انتظامات

قیامِ مکہ کے دوران میں حضرتؐ کو صرف تبلیغ کا کام تھا، دشمن تکلیفیں پہنچا کر بڑی حد تک مطمئن ہو جاتے تھے، مدینہ میں پہنچ کر حالات کچھ اور تھے۔ قریش مکے میں بیٹھے حملوں اور نقصان رسانیوں کی تدبیروں میں لگے ہوئے تھے، یہود و مشرکین مدینہ بھی چونکہ اسلام کے دشمن تھے اس لیے دونوں میں روابط قائم تھے۔ مسلمانوں کی تعلیم، دین کی تبلیغ، عوام کی حفاظت اور مہاجرین کی آبادکاری، مدینے کے سیاسی حالات کو معتدل رکھنے کے فرائض بھی آپ ہی سے متعلق تھے۔

حضرتؐ نے اس سلسلے میں دو اقدام فرمائے۔ پہلے جمعہ کے دن بعد نماز جو خطبہ دیا وہ اپنی معنویت و عظمت کے لحاظ سے یاد رکھنے کے قابل ہے۔

آپؐ نے حمد و ثنائے باریؔ کے بعد فرمایا :

أَمَّا بَعْدُ، أَيُّهَا النَّاسُ !

——— لوگو !

فَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ ، تَعْلَمُنَّ وَاللّٰهِ لَيُصْعَقَنَّ أَحَدُكُمْ ، ثُمَّ لَيَدَعَنَّ غَنَمَهُ لَيْسَ لَهُ رَاعٍ ، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ رَبُّهُ ، وَلَيْسَ لَهُ تَرْجُمَانٌ وَلَا حَاجِبٌ يَحْجُبُهُ دُونَهُ :

اپنے لیے کچھ زادِ راہ تیار کر لو۔ نہیں ایک دن بتلایا جائے گا۔ تم میں سے ہر ایک کو دہلایا جائے گا۔ پھر میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا جہاں یہ عالم ہو گا جیسے بے چرواہے کی بکریوں کا گلّہ ہو۔ پھر پروردگار کی طرف سے سوال ہو رہے ہوں گے اور نہ کوئی ترجمان ہو گا نہ کوئی محافظ وہاں پوچھا جائے گا

أَلَمْ يَأْتِكَ رَسُولِي فَبَلَّغَكَ، وَآتَيْتُكَ مَالاً وَأَفْضَلْتُ عَلَيْكَ؟ فَمَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ؟

کیا میرے رسول، تبلیغ کے لیے تم لوگوں تک نہیں پہنچے؟ ہم نے تمہیں مال و اختیارات نہیں دیے؟ بتاؤ اپنے لیے کیا لے کر آئے ہو؟

فَلْيَنْظُرَنَّ يَمِينًا وَشِمَالاً فَلَا يَرَى شَيْئًا، ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قُدَّامَهُ فَلَا يَرَى غَيْرَ جَهَنَّمَ

اس وقت لوگ دائیں بائیں دیکھ رہے ہوں گے مگر کچھ نظر نہ آتا ہوگا۔ سامنے دیکھو گے تو جہنم کے سوا کچھ نہ دکھائی دے گا

فَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقٍّ مِنْ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ، فَإِنَّ بِهَا تُجْزَى الْحَسَنَةُ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ

اب جسے ممکن ہو، وہ اپنے تئیں جہنم سے بچائے چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے سے، اگر یہ نہ ہو سکے تو اچھی بات سے فائدہ پہنچائے۔ کیونکہ ہر اچھائی کا بدلہ دس گنا بلکہ سات سو گنا ملتا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

تم پر اللہ کی برکتیں، رحمتیں اور سلامتیاں ہوں

(السیرۃ ۲/۱۴۶)[1]

دوسرے خطبے میں فرمایا:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ

حمد و ستائش فقط خدا ہی کے لیے زیبا ہے۔ میں اسی کی حمد کرتا اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اپنے نفسانی شر اور بدکاری عمل کی خدا سے پناہ مانگتا ہوں، جسے اللہ راستہ دکھادے اسے کوئی گمراہ نہیں کر

[1] طبری نے ایک اور روایت نقل کی ہے۔ ۲/۲۵۵

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ
إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ
اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ۔ قَدْ أَفْلَحَ
مَنْ زَيَّنَهُ اللّٰهُ فِي قَلْبِهِ وَ
أَدْخَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ
وَاخْتَارَهُ عَلَىٰ مَا سِوَاهُ مِنْ
أَحَادِيثِ النَّاسِ، إِنَّهُ أَحْسَنُ
الْحَدِيثِ وَأَبْلَغُهُ، أَحِبُّوا
مَا أَحَبَّ اللّٰهُ، أَحِبُّوا اللّٰهَ مِنْ
كُلِّ قُلُوبِكُمْ۔ وَلَا تَمَلُّوا كَلَامَ اللّٰهِ
وَذِكْرَهُ، وَلَا تَقْسُ عَنْهُ
قُلُوبُكُمْ فَإِنَّهُ، مِنْ كُلِّ مَا يَخْلُقُ
اللّٰهُ يَخْتَارُ وَيَصْطَفِي، قَدْ سَمَّاهُ
اللّٰهُ خِيَرَتَهُ مِنَ الْأَعْمَالِ، وَ
مُصْطَفَاهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَالصَّالِحَ
مِنَ الْحَدِيثِ، وَمِنْ كُلِّ مَا
أُوتِيَ النَّاسُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ،
فَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ
شَيْئًا، وَاتَّقُوهُ حَقَّ تُقَاتِهِ
وَاصْدُقُوا اللّٰهَ صَالِحَ مَا تَقُولُونَ

سکتا، جسے وہ چھوڑ دے وہ راہ راست پر نہیں
آسکتا۔ میں گواہ ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے
سب سے اچھی بات کتاب خدائے بزرگ
و برتر ہے وہ شخص کامیاب ہے جس کے دل
کو خدا آراستہ کر دے جسے اللہ اسلام میں
داخل اور کفر سے باہر کر دے۔ جو لوگوں کی
باتیں چھوڑ کر اللہ کی باتوں کو اپنا لے کہ یہی
سب سے اچھی اور مکمل بات ہے۔
جو باتیں خدا پسند کرتا ہے اسے پسند کرو
اللہ کو دل کی گہرائیوں سے پسند کرو۔ کلام و ذکر
الٰہی سے نہ گھبراؤ اس ذکر سے اپنے دل سخت نہ
کرو۔ کیونکہ خدا نے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ
اسی کو پسند فرمایا ہے۔ اسی عمل کو سب سے اچھا
عمل قرار دیا ہے اور ایسے بندوں کو منتخب ترین
انسان کہا ہے۔ باتوں میں سب سے اچھی بات اور جو
کچھ انسانوں کو دیا ہے ان میں سب سے بہتر چیز حلال
و حرام کے احکام ہیں۔ خدا کی پرستش کرو۔ اس کا شریک
نہ مانو جو حق خوف ہے اس طرح ڈرو، جو اچھی باتیں
منہ سے نکالو ان میں خدا سے سچائی اختیار کرو۔
آپس میں رضائے خدا کے لیے محبت رکھو۔ خدا
عہد شکنی سے ناراض ہوتا ہے۔ تم سب پر

بِأَفْوَاهِكُمْ۔ وَتَحَابُوا بِرُوحِ اللّٰهِ بَيْنَكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ يَغْضِبُ أَنْ يُنْكَثَ عَهْدَهُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ	خدا کی طرف سے سلامتی ہو

ان دونوں ابتدائی تقریروں میں انسان دوستی، ایمان پرستی، خوفِ خدا، تقویٰ، محبتِ مال و عزت کے بجائے دینداروں سے محبت کی طرف توجہ دلائی۔ تعاون و خیر سگالی کے جذبات کو ابھارا ہے۔ لوگوں سے کہا ہے کہ دامے درمے، قدمے، سخنے ایثار میں کوتاہی نہ کی جائے، چونکہ خود حضورؐ بھی یہ سب کچھ اپنے عمل سے ظاہر کر رہے تھے۔ لوگوں کے سامنے کردار و گفتار میں شمہ بھر بھی فرق نہ تھا اس لیے دل کھینچ رہے تھے، بات دل میں اتر گئی یہ عالم ہو گیا کہ لوگوں نے مہمانوں کو گھر والوں سے زیادہ عزیز رکھا۔

مہاجر و انصار کے روابط، رسول اسلام کے طریق کار، خداوند عالم کی تائید و امداد، مسلمانوں کے ایثار کو دیکھ کر، یہود و نصاریٰ اور مشرکین مدینہ جھکنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ کی رخصتی

ہجرت کے آٹھویں مہینے یا کچھ بعد سنخ تشریف لے گئے اور یہیں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے زفاف ہوا۔

یہ رشتہ تاریخ اسلام میں گوناگوں خصوصیات و اہمیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین کے ایک بہت بڑے مکتبِ فکر و خیال نے اسی رشتے کی وجہ سے وسعت و عظمت حاصل کی۔ احادیث و روایات کا ذخیرہ جو صحاح میں ہے اس کی بڑی راوی حضرت ام المومنینؓ ہیں، یا ابوہریرہؓ و ابن عباسؓ و ابن عمرؓ ہیں۔

فوجی نقل و حرکت

ادھر قریش کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی وہ کانٹوں پر لوٹ رہے تھے اللہ اپنا وعدہ پورا کر چکا تھا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ——— ابوجہل، ابوسفیان، ابولہب وغیرہ مسلسل اس فکر میں تھے کہ کسی طرح مہاجرین کو قرار واقعی سزا دیں۔ سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان

کے منصوبوں سے باخبر تھے، چنانچہ ابوا یا ودّان، اور بواط میں باری باری حمزہ بن عبدالمطلب اور سعد بن وقاص کی علم برداری میں دو دستے بھیجے آنحضرتؐ خود بھی ہمراہ تھے۔ کرز بن جابر کو پیشقدمی سے روکنے کے لیے حضرت علی علیہ السلام کو علمدار فوج بنا کر تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ قریش نے بعض مقامات پر چوکیاں اور جاسوس مقرر کر دیے تھے۔ فضا خطرناک جرائم سے پُر تھی، مدینہ میں اسلام روز افزوں ترقی پر تھا اس لیے یہود صلح اور معاہدے کی طرف جھکنے پر مجبور ہو گئے

تاریخی و قانونی دستاویز قانون مدینہ

حضرت رسالت مآبؐ نے ایک منشور مرتب فرمایا جسے اسلام کا سب سے اہم قانونی کتابچہ کہنا چاہیے، کیونکہ عرب میں اس سے پہلے کوئی کتاب قانون موجود نہ تھی اس دستاویز کے بعد بھی حضرت علی علیہ السلام کے تحریر فرمودہ دستور کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں ملتی۔

زیر نظر رسالے میں مہاجر، انصار، یہود کے درمیانی تعلقات، ملک میں امن پسندی کے اقدار اور جنگی رجحانات کے لیے ایک واضح نصب العین پیش فرمایا۔ ہم اس اہم ترین دستاویز کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی کی کتاب "مجموعۃ الوثائق السیاسیہ" سے نقل کر رہے ہیں۔[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولِ اللّٰهِ بَيْنَ المؤمنين والمسلمين مِنْ قُرَيْشٍ وَأَهْلِ يَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ

(۲) أَنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ

(۱) یہ تحریر محمد رسول اللہ (ص) نے قریش و یثرب کے مومنین و مسلمین، ان کے ساتھیوں ان کے شرکاء جنگ کے لیے لکھی ہے۔

اس تحریر کی رُو سے

(۲) یہ لوگ دوسروں کے مقابلے میں ایک گروپ ہوں گے۔

---

[1] ابن ہشام وغیرہ نے یہ خط لکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مختلف متن سامنے رکھ کر خط ترتیب دیا ہے جس سے تحقیقی اختلاف ہو سکتا ہے۔

(٣) اَلْمُهَاجِرُوْنَ مِنْ قُرَيْشٍ عَلٰى دَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ بَيْنَهُمْ وَهُمْ يَفْدُوْنَ عَانِيَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ الْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(۳) قریش کے مہاجرین اپنے انہی دستوروں پر قائم رہیں گے جو قبل اسلام تھے یعنی آپس میں سابق کی طرح دیت[1] دیں گے اور قیدیوں کے جرمانے دستور اور مومنین میں انصاف کے ساتھ لیں گے۔

(٤) وَبَنُوْ عَوْفٍ عَلٰى دَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(۴) بنی عوف اپنی سابقہ دیتیں دیں گے اور ہر قبیلہ انصاف و دستور کے مطابق مومنین سے جرمانۂ اسیر وصول کریں گے۔

(٥) وَبَنُو الْحَارِثِ مِنَ الْخَزْرَجِ عَلٰى دَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تُفْدٰى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(۵) خزرج کا خاندان بنو حارث بھی سابقہ اصول کا پابند ہو گا اور مومنین میں دستور و انصاف کا برتاؤ ہوگا۔

(٦) وَبَنُوْ سَاعِدَةَ عَلٰى دَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تُفْدٰى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ الْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(۶) بنو ساعدہ بھی قتل و اسیری میں سابقہ دستور فدیہ و دیت کے پابند ہوں گے اور مومنین دستور و انصاف کے ساتھ رفتار رکھیں گے۔

(٧) وَبَنُوْ جُشَمٍ عَلٰى دَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تُفْدٰى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ

(۷) بنو جُشَم اپنے خون کی دیت اور اسیروں کے جرمانے لینے دینے میں سابقہ دستور پر برقرار رہیں گے۔ مومنین کے ساتھ

---

[1] دیت : خون بہا۔ قاتل کا جرمانہ۔ دبع : وہ رسم و قانون جس پر اسلام سے پہلے عمل ہوتا تھا۔
العانی : اسیر قیدی مَعَاقِل : دیتیں

الْقِسْطِ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(۸) وَبَنُو النَّجَّارِ عَلٰی رَبْعَتِهِمْ یَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰی، وَکُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِیْ عَانِیَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(۹) وَبَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَلٰی رَبْعَتِهِمْ یَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰی، وَکُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِیْ عَانِیَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(۱۰) وَبَنُو النَّبِیْتِ عَلٰی رَبْعَتِهِمْ یَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰی وَکُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِیْ عَانِیَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(۱۱) وَبَنُو الْاَوْسِ عَلٰی رَبْعَتِهِمْ یَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰی وَکُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِیْ عَانِیَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(۱۲) وَاَنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا یَتْرُکُوْنَ مُفْرَحًا بَیْنَهُمْ اَنْ یُعْطُوْهُ بِالْمَعْرُوْفِ فِیْ فِدَاءٍ اَوْ عَقْلٍ

عدل و انصاف کا برتاؤ ہو گا۔

(۸) بنو نجار دیت و اسیری کی سابقہ روایات پر قائم رہیں گے اور ہر گروہ اپنے واجبات مومنین میں عدل و انصاف کے ساتھ انجام دیں گے۔

(۹) بنو عمرو بن عوف قانونِ خون میں اپنی سابقہ دیتیں لیتے دیتے رہیں گے۔ اور ہر گروہ اپنے جرمانۂ اسیری مومنین میں عدل و انصاف کے ساتھ ادا کرے گا۔

(۱۰) بنو نبیت اپنے سابقہ قانون دیت پر برقرار رہیں گے۔ مومنین میں عدل و انصاف کے ساتھ جرمانے وصول کیے جائیں گے۔

(۱۱) بنو اوس اپنے سابقہ قانون دیت پر باقی رہیں گے۔ ہر گروہ اپنا جرمانۂ اسیری مومنین میں عدل و انصاف کے ساتھ ادا کرے گا۔

(۱۲) مومنین فدیہ یا دیت کے وقت اپنے لاوارث افراد کا ساتھ دیں گے۔ اور اس کا تعاون کریں گے۔

---

[۱] مفرح : فقیر۔ وہ شخص جس کے خاندان کے متعلق کوئی علم نہ ہو

(رب ۱۲) وَاَنْ لَا یُحَالِفُ[۱] مُومِنٌ مَولیٰ مُومِنٍ دُونَهٗ

(رب ۱۲) کوئی مومن کسی مومن کے آزاد کردہ شخص سے بغیر مالک معاہدہ نہیں کر سکتا۔

(۱۳) وَاِنَّ المُومِنِیْنَ المُتَّقِیْنَ اَیْدِیْهِمْ عَلیٰ کُلِّ مَنْ بَغیٰ مِنْهُمْ اَوِ ابْتَغیٰ وَسِیْعَةَ ظُلْمٍ اَوْ اِثْمًا اَوْ عُدْوَانٍ اَوْ فَسَادٍ[۲] بَیْنَ المُومِنِیْنَ، وَاِنَّ اَیْدِیَهُمْ عَلَیْهِ جَمِیْعًا وَلَوْ کَانَ وَلَدَ اَحَدِهِمْ

(۱۳) ہر متقی مومن کسی کے باغی یا ظالم سرکش یا خطاکار، یا مومنین میں فساد کرنے والوں کے خلاف متحدہ کوشش کریں چاہے فرزند ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۴) وَلَا یَقْتُلُ مُومِنٌ مُومِنًا فِیْ کَافِرٍ وَلَا یَنْصُرُ کَافِرًا عَلیٰ مُومِنٍ

(۱۴) کوئی مومن کسی کافر کی حمایت میں کسی مومن سے نہ لڑیگا نہ اس کافر کی حمایت کریگا

(۱۵) وَاِنَّ ذِمَّةَ اللهِ وَاحِدَةٌ یُجِیْرُ عَلَیْهِمْ اَدْنَاهُمْ، وَاِنَّ المُومِنِیْنَ بَعْضُهُمْ مَوَالِیْ بَعْضٍ دُوْنَ النَّاسِ

(۱۵) اللہ کا عہد ایک ہے، دشمن کے قریب ترین آدمی کو بھی اس کے خلاف پناہ دی جائے گی، اور دوسرے اجنبی لوگوں کے مقابلے میں مومنین ایک دوسرے کے دوست ہونگے

(۱۶) وَاِنَّهٗ مَنْ تَبِعَنَا مِنْ یَهُوْدٍ فَاِنَّ لَهُ النَّصْرَ وَالاُسْوَةَ غَیْرَ مَظْلُوْمِیْنَ وَلَا مُتَنَاصِرٍ عَلَیْهِمْ

(۱۶) جو یہودی ہمارا ساتھ دیں گے وہ ہماری مدد و ہمدردی کے مستحق ہوں گے نہ انہیں مظلوم چھوڑا جائے گا نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔

(۱۷) وَاِنَّ سِلْمَ المُومِنِیْنَ وَاحِدَةٌ لَا یُسَالِمُ مُومِنٌ دُوْنَ مُومِنٍ فِیْ

(۱۷) تمام مسلمان صلح میں ایک ہوں گے کوئی مومن جہاد کے موقع پر کسی مومن

---

۱ المجموعہ .... "" کا متن غلط چھپا ہے ہم نے یہ عبارت السیرۃ ابن ہشام ۲/۱۴۸ سے درست کی ہے

۲ ابن ہشام — "علیٰ بعضٍ" — جاء، یبئ قاتل کا کسی قتل کے بدلے قتل

قِتَالٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اِلَّا عَلٰى سَوَآءٍ وَعَدْلٍ بَيْنَهُمْ

(۱۸) وَاَنَّ كُلَّ غَازِيَةٍ غَزَتْ مَعَنَا يَعْقُبُ بَعْضُهَا بَعْضًا

(۱۹) وَاَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يُبِيْئُ بَعْضُهُمْ عَنْ[1] بَعْضٍ بِمَا نَالَ دِمَاءُهُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

(۲۰) وَ اَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُتَّقِيْنَ عَلٰى اَحْسَنِ هُدًى وَ اَقْوَمِهٖ

(۲۰ب) وَاَنَّهٗ لَا يُجِيْرُ مُشْرِكٌ مَالًا لِقُرَيْشٍ وَلَا نَفْسًا، وَلَا يَحُوْلُ دُوْنَهٗ عَلٰى مُؤْمِنٍ

(۲۱) وَاَنَّهٗ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَيِّنَةٍ فَاِنَّهٗ قَوَدٌ بِهٖ اِلَّا اَنْ يَرْضٰى وَلِيُّ الْمَقْتُوْلِ بِالْعَقْلِ وَاَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ كَافَّةً وَلَا يَحِلُّ لَهُمْ اِلَّا قِيَامٌ عَلَيْهِ

کے مقابلے میں نہ صلح کرے گا نہ آپس میں عدل وانصاف سے تجاوز ہوگا۔

(۱۸) جو فوج بھی ہمارے ساتھ جنگ میں شریک ہوگی اس میں ہر فوجی دستے کے ساتھ دوسرے دستے میں آگے پیچھے باری باری شریک ہونگے۔

(۱۹) جو لوگ راہ خدا میں قتل ہوں گے۔ دوسرے مومن اس کے خون کے والی ہوں گے۔

(۲۰) متقی مومن خداوند عالم کی طرف سے بہترین رہنمائی و ہدایت پر فائز ہیں۔

(۲۰ب) کوئی مشرک نہ کسی قریشی کا مال محفوظ رکھ سکتا ہے نہ کسی آدمی کو، نہ کسی مومن کے خلاف اسے مدد دی جائے گی

(۲۱) جو شخص کسی مومن کو بلا سبب واقعی کسی بنا پر قتل کردے وہ خون دینے پر مجبور ہوگا سوائے اس کے کہ ولی مقتول دیت پر راضی ہو جائے اور تمام مومن اس کے خلاف ہونگے کسی کو قاتل کی حمایت کا حق نہ ہوگا۔

---

[1] ابن ہشام — "علیٰ بعض" — باء، یبیئ — قاتل کا کسی قتل کے بدلے قتل

(۲۲) وَ اَنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِمُؤمِنٍ
اَقَرَّ بِمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ وَ
آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ
يَنْصُرَ مُحْدِثًا اَوْ يُؤْوِيهِ، وَ اَنَّهٗ
مَنْ نَصَرَهٗ اَوْ آوَاهُ فَاِنَّ عَلَيْهِ
لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ غَضَبَهُ يَومَ القِيامَة
وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهُ صَرفٌ وَلَا عَدْلٌ

(۲۳) وَ اِنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ
فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ مَرَدَّهٗ اِلَى
اللّٰهِ وَاِلَى مُحَمَّدٍ ؐ

(۲۴) وَاِنَّ الْيَهُودَ يُنْفِقُوْنَ
مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَادَامُوا مُحَارِبِيْنَ

(۵) وَاِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ
اُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ، لِلْيَهُودِ
دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ
مَوَالِيهِمْ وَاَنْفُسُهُمْ اِلَّا مَنْ
ظَلَمَ اَوْ اَثِمَ فَاِنَّهٗ لَا يُوْتِغُ
اِلَّا نَفْسَهٗ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ

(۲۶) وَاِنَّ لِيَهُودِ بَنِي النَّجَّارِ

(۲۲) کسی ایسے مومن کو اس کا حق نہیں
کہ اس معاہدے کا اقرار، ایمان باللہ، و اعتقاد
قیامت رکھے اور پھر کسی مخالف دین کی
مدد کرے۔ لیکن اس تصریح سے باوجود پناہ
دینے والے پر اللہ کی لعنت اور قیامت
کے دن اس کا عذاب ہوگا۔ وہ عدل
و انصاف سے نہ بچ سکے گا

(۲۳) تم لوگ جب کسی بات میں جھگڑو
تو اس کا فیصلہ خدا اور نبی اکرم محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگا۔

(۲۴) جب تک یہود معاہدہ امن و جنگ
میں شریک نہ ہوں اس وقت تک جنگی اخراجات
میں مومنین کی طرح کفیل ہوں گے۔

(۲۵) بنی عوف کے یہودی تمام مسلمانوں
کی طرح ایک گروہ سمجھے جائیں گے یہودی
اپنے دین اور مسلمان اپنے مذہب کے پابند
ہوں گے ہر ایک اپنے موالی اور اپنا ذمہ دار
ہے سوائے اس کے کہ یا تو زیادتی کرے یا عہد
شکنی کیونکہ اس سے وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل
بیت کو نقصان پہنچائے گا۔

(۲۶) بنی نجار کے یہود بنی عوف کے

مِثْلُ مَا لِيَهُوْدِ بَنِي عَوْفٍ

(٢٧) وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي الحارث
مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِي عَوْف

(٢٨) وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي سَاعِدَة
مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِي عَوْفٍ

(٢٩) وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي جُشَم
مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِي عَوْفٍ

(٣٠) وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي الْاَوْسِ
مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِي عَوْفٍ

(٣١) وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي ثَعْلَبَةَ
مِثْل مَا لِيَهُوْدِ بَنِي عَوْفٍ اِلَّا مَنْ
ظَلَمَ وَاَثِمَ فَاِنَّهٗ لَا يُوتِغُ اِلَّا نَفْسَهٗ
وَاَهْلَ بَيْتِهٖ

(٣٢) وَاَنَّ جَفْنَةَ بَطْنٌ مِنْ
ثَعْلَبَةَ كَاَنْفُسِهِمْ

(٣٣) وَاَنَّ لِبَنِي شُطَيْبَةَ
مِثْلُ مَا لِيَهُوْدِ بَنِي عَوْفٍ وَاَنَّ
الْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْم

(٣٤) وَاَنَّ مَوَالِيَ ثَعْلَبَةَ
كَاَنْفُسِهِمْ

یہودیوں کی طرح سمجھے جائیں گے۔

(٢٧) یہودیان بنی حارث بھی یہودیان بنی عوف کے مانند حقوق رکھیں گے۔

(٢٨) بنی ساعدہ کے یہودی بھی بنی عوف والے یہودیوں کے مانند حقوق رکھتے ہیں

(٢٩) جو حقوق یہودیان بنی عوف کے ہیں وہی یہودیان بنی جشم کے ہیں۔

(٣٠) بنی عوف کے یہودیوں سے جو معاہدہ ہے، وہی بنی اوس کے یہودیوں کے لیے ہے

(٣١) بنی عوف کے یہودیوں سے جو کہا گیا ہے وہی وعدہ بنی ثعلبہ کے یہودیوں سے متعلق ہوگا۔ سوائے اس کے کہ کوئی بغاوت یا عہد شکنی کرے کہ اس کا تاوان اس کی ذات اور متعلقین سے لیا جائے گا۔

(٣٢) ثعلبہ کا خاندان جفنہ کے حقوق رکھےگا اور انہیں ایک خاندان مانا گیا۔

(٣٣) بنی شُطَیبہ کے حقوق بھی یہود بنی عوف کے مانند ہیں۔ لیکن وہی کہ عہد کی برقراری عہد شکنی کے مخالف ہے۔

(٣٤) موالی ثعلبہ خود ثعلبہ کے مانند ہیں۔

(۳۵) وَاَنَّ بطَانَةَ یَهُودٍ کَاَنْفُسِهِمْ

(۳۵) یہود کے حلیف متعلقین یہودی کی طرح سمجھے جائیں۔

(۳۶) وَاَنَّهٗ لَا یَخْرُجُ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنِ مُحَمَّدٍ ﷺ

(۳۶) نام بردہ قبائل میں سے کوئی بھی اجازت پیغمبر کے بغیر خلاف ورزی نہ کرے۔

(۳۶ب) وَاَنَّهٗ لَا یُنْحَجِزُ عَلٰی ثَارِ جُرْحٍ، وَاَنَّهٗ مَنْ فَتَکَ فَبِنَفْسِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰی اَبَرِّ هٰذَا

(۳۶ب) کسی زخمی یا مقتول کے عوض خون میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی، جو حملہ آور و قاتل ہوگا وہ خود اور اس کے گھر والے ذمے دار ہوں گے۔ ہاں ظلم کی اور بات ہے اسی میں خدا کی خوشنودی ہے۔

(۳۷) وَاَنَّ عَلَی الْیَهُوْدِ نَفَقَتُهُمْ وَعَلَی الْمُسْلِمِیْنَ نَفَقَتُهُمْ وَاَنَّ بَیْنَهُمُ النَّصْرُ عَلٰی مَنْ حَارَبَ اَهْلَ هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ، وَاَنَّ بَیْنَهُمُ النُّصْحُ وَالنَّصِیْحَةُ وَالْبِرُّ دُوْنَ الْاِثْمِ

(۳۷) اس عہدنامے کے شرکاء مسلمان ہوں یا یہودی۔ ہر ایک اپنے اخراجات جنگ کے کفیل ہوں گے۔ اور آپس میں خلوص و وفاداری سے رہیں گے۔ لیکن عہد شکنی و وفاداری کے حکم الگ الگ ہیں۔

(۳۷ب) وَاَنَّهٗ لَا یَاْثَمُ امْرُءٌ بِحَلِیْفِهٖ وَاَنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ

(۳۷ب) کوئی شخص اپنے حلیف سے عہد شکنی نہ کرے گا اور مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

(۳۸) وَاَنَّ الیهود یُنفقون مع المومنین ما داموا محاربین

(۳۸) جب تک جنگ رہے گی یہود مومنین کے ساتھ اخراجات جنگ ادا کریں گے۔

(۳۹) وَان یثرب حرام جوفها لاهلِ هذه الصَّحیفة

(۳۹) اس معاہدے کے شرکاء کے لیے اندرون یثرب حرام ہے

(۴۰) وَاَنَّ الجار کالنَّفسِ غیرُ

(۴۰) پڑوسی و حلیف جان کے برابر ہوں گے

مُضَارٍّ وَلَا آثِمٍ

نہ انہیں تکلیف دی جائے گی نہ عہد شکنی ہو گی۔

(۴۱) وَاَنَّهٗ لَا تُجَارُ حُرْمَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهَا

(۴۱) کسی کے پناہ گیر کو بلا اجازت متعلقین پناہ نہ دی جائے گی۔

(۴۲) وَاَنَّهٗ مَا كَانَ بَيْنَ اَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ مِنْ حَدَثٍ اَوْ اِشْتِجَارٍ يُخَافُ فَسَادُهٗ فَاِنَّ مَرَدَّهٗ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ) وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰى اَتْقٰى مَا فِيْ هٰذِهٖ وَاَبَرِّهٖ۔

(۴۲) اس معاہدے کے شرکاء میں اگر پھوٹ یا خطرناک فساد ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور رسول اللہ ؐ کے سپرد ہوگا کیونکہ خدا وفاداروں اور پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

(۴۳) وَاَنَّهٗ لَا قُرَيْشٍ وَلَا مَنْ نَصَرَهَا

(۴۳) قریش اور ان کے معاونین کو پناہ نہ دی جائے۔

(۴۴) وَاَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرُ عَلٰى مَنْ دَهَمَ عَلٰى يَثْرِبَ

(۴۴) یثرب پر حملہ آوروں کے خلاف شرکاء معاہدہ آپس میں مددگار ہوں گے۔

(۴۵) وَاِذَا دُعُوْا اِلٰى صُلْحٍ يُصَالِحُوْنَهٗ وَيَلْبَسُوْنَهٗ فَاِنَّهُمْ يُصَالِحُوْنَهٗ، وَيَلْبَسُوْنَهٗ وَاَنَّهُمْ اِذَا دَعَوْا اِلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ لَهُمْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا مَنْ حَارَبَ فِي الدِّيْنِ

(۴۵) اس معاہدے کے شرکاء کو جب صلح کی دعوت دی جائے گی یہ لوگ صلح کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ مومنین پر صلح و امن دوستی فرض ہے۔ سوائے اس کے کہ دین میں جنگ کا موقع ہو۔

(۴۵ب) عَلٰى كُلِّ اُنَاسٍ حِصَّتُهُمْ مِنْ جَانِبِهِمُ الَّذِيْ قِبَلَهُمْ

(۴۵ب) جو فریق کسی جماعت کے ساتھ ہوگا اُسے وہی حصہ ملے گا۔

(۴۶) وَاَنَّ یهود الاوس موالیهم
وَاَنْفُسُهُمْ عَلیٰ مِثْلِ مَا لِاَهْلِ هٰذِهِ
الصَّحِیْفَةِ مَعَ الْبِرِّ الْمَحْضِ مِنْ اَهْلِ
هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ، وَاَنَّ الْبِرَّ
دُوْنَ الْاِثْمِ لَا یَکْسِبُ کَاسِبٌ اِلَّا
عَلیٰ نَفْسِهٖ وَاَنَّ اللّٰهَ اَصْدَقُ عَلیٰ مَا
فِیْ هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ وَاَبَرُّهٗ

(۴۷) وَاَنَّهٗ لَا یَحُوْلُ هٰذَا
الْکِتَابُ دُوْنَ ظَالِمٍ اَوْ آثِمٍ، وَاَنَّهٗ
مَنْ خَرَجَ آمِنٌ وَمَنْ قَعَدَ آمِنٌ
بِالْمَدِیْنَةِ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ، وَ
اَنَّ اللّٰهَ جَارٌ لِمَنْ بَرَّ وَاتَّقیٰ وَ
مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(۴۶) اوس کے یہودی اور ان کے موالی
پر ایک ہی طرح کے احکام کا اطلاق
ہوگا۔ جیسے وہ بھی شریک معاہدہ ہیں۔
اس دستور کے وفادار رہیں اور یاد رہے کہ
وفاداری و عہد شکنی دو جدا جدا باتیں ہیں۔
اس کے بعد جو جیسا کرے گا اسے خود
تاوان بھگتنا پڑے گا۔
اللہ اس دستور کے وفاداروں کا ساتھی ہے۔

(۴۷) یہ دستور کسی ظالم اور عہد شکن
کے لیے سود مند نہ ہوگا

مدینہ میں جو رہے یا باہر ہو اس کی
جان مال محفوظ ہے۔ اللہ وفادار، و پرہیزگار
کو پناہ دینے والا ہے اور یونہی محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(المجموعة الوثائق السیاسة ص ۷ طبع مصر ۱۹۴۱ء)

اس عظیم الشان و وسیع دستور کو قلمبند کرنے کے بعد مدینہ میں ایک نئی فضا پیدا ہو گئی ہو گی۔ شہر کے حدود امن معین ہو گئے اور اوس و خزرج کی لڑائیاں، یہود و مشرکین کی درمیانی لڑائیاں ختم کر دی گئیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق میں سن ایک یا دو ہجری میں یہ معاہدہ قلمبند ہوا اور مدینہ اسلامی شہر قرار پا گیا۔

ہم اس دستور پر زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتے کہ حدود موضوع اس کی اجازت نہیں دیتے

مگر یہ ضرور غور طلب بات ہے کہ پورے رسالے میں دین کو بنیادی درجہ قرار دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے قدم قدم پر خداوند عالم کو حاضر ناظر بتایا ہے اور اس کے بعد اپنی ذمہ داری ظاہر فرمائی ہے۔ گویا ایسی برادری یا مساوی حکومت کا اعلان تھا جس میں بالادستی کا درجہ خدا و رسولؐ کو حاصل ہے۔ جاہ طلبی یا پیش قدمی، مکے والوں کے خلاف لام بندی، یا عرب کو فتح کرنے کے اصول پر مشتمل کوئی دفعہ موجود نہیں۔ نہ عوام کی مجلس مشاورت قرار دی نہ خواص کو حق فیصلہ و اجتہاد۔ صرف خدا و رسول کی حکومت، عدل و انصاف اور دوستی و صلح پسندی کے نکات پر زور دیا گیا ہے۔
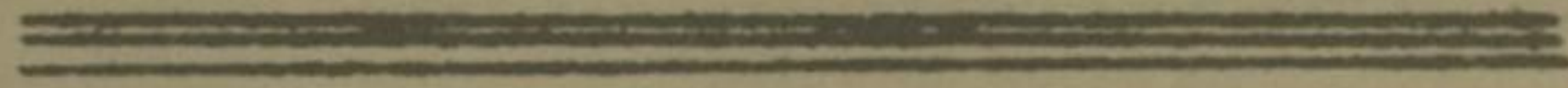
یہودیوں کی شرارتیں

اس عظیم الشان منشور امن و قانون عدل کے بعد بھی یہود اپنی روایتی شرارت پسندی و فساد پرستی پر تلے رہے۔ قرآن مجید کے مدنی آیات خصوصاً البقرہ اکثر اسی دور کے اشارات پر مشتمل ہیں۔ بار بار تاریخ و واقعات دہرائے ہیں اور آنحضرتؐ سے کہا گیا ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے اپنے واجب الاحترام پیغمبر سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (المائدہ ۲۴)

(موسیٰ تم اور تمہارا خدا فرعون سے لڑنے جائے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں)

یہ لوگ من و سلویٰ کھاتے اور کفران کرتے تھے۔ ان سے کسی کو امید وفا کیا ہوتی؟ چنانچہ اندرون شہر آنحضرتؐ کے خلاف ریشہ دوانیاں اور بیرون مدینہ قریشیوں سے ساز باز کرتے تھے۔ خود بھی منافق بنے دوسروں کو بھی اسلام لانے سے روکا۔

جہاد کا آغاز

ربیع الاول سے ذی الحجہ سنہ ۱ھ تک پورا سال امن کی کوششوں میں گذرا۔ رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ممکن کوشش سے معاملات کو پُرسکون رکھا لیکن حریف کا یہ عالم تھا ع

دلوں میں آگ، نگاہوں میں خون آشامی

پیکرِ صبر و رضا، صبر کا دامن ہاتھ میں لیئے خدا کے ساتھ ہونے پر خوش، سرِ تسلیم جھکائے تبلیغ دین کی کٹھن وادیاں طے کر رہے تھے۔ جو سفید بادل چھٹے اور کالی گھٹاؤں نے ہجوم کیا۔ اذانوں کی صداؤں اور نمازوں کی اداؤں پر طنز کرنے والوں کے لیے ایک کڑک چمک کی تہدید کے ساتھ وحی کے الفاظ میں اعلان ہوا:

تاریخ اسلام کا تاریخی دن

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ

جو لوگ لڑتے ہیں ان سے لڑنے کی اجازت دے دی گئی۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔ انہیں ان کے وطن سے ناحق نکالا گیا فقط اس بات پر کہ یہ اللہ کو اپنا رب کہتے ہیں اور اگر اللہ کچھ لوگوں کو دوسروں کے ذریعے نہ ہٹاتا تو عبادتخانے،

وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ (الحج پ ۱۷)	کلیسا اور وہ مسجدیں جہاں بہت زیادہ اللہ کا نام لیا جاتا گرا دیے جاتے اور اللہ تو اپنے مددگاروں کی بہرحال مدد کرے گا اللہ یقیناً صاحب قوت و اقتدار ہے۔ (یہ مظلوم) وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین پر قدرت دیدیں تو یہ لوگ نمازیں قائم کریں زکوۃ دیں اچھائیوں کی تلقین اور برائیوں سے روکیں معاملات کے نتائج تو خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ پہلی آیت سورۂ بقرہ کی آیت ۱۹۰ نازل ہوئی۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (البقرہ ۱۹۰ پ ۲)	اور جو تم سے جنگ کرتے ہیں ان سے راہِ خدا میں لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دونوں آیتوں میں جنگ کی اجازت کا پس منظر اتنے واضح طریقہ سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر معقول آدمی ضرورت جہاد، اجازت جنگ، اور وجوہ دفاع سے پوری طرح مطمئن ہو سکتا ہے خصوصاً پہلی آیت کے بعد کی تفصیل تو ایسی عجیب و غریب ہے کہ جسے زیادہ قدرت کے علاوہ اور کون ادا کر سکتا ہے ؟ ارشاد ہے :

"پیغمبر" اگر ان لوگوں نے تمہاری باتیں جھٹلائیں تو کوئی نئی بات نہیں تم سے پہلے نوحؑ، عادؑ، ابراہیمؑ اور لوطؑ کی قومیں، مدین کے لوگ بھی یہی کر چکے ہیں۔

اور موسیٰؑ کو بھی جھٹلایا۔ پھر ہم نے کافروں کو مہلت دی اس کے بعد انہیں پکڑا، جب انہیں معلوم ہوا کہ جھٹلانے کی سزا کیا ہے اور

کیسی ہے؟ (آیات ۱۸۱ و ۲۲۴، الحج پ ۱۷)

پہلا غزوہ
غزوۂ وَدّان

محرم گزر گیا۔ صفر میں حکم و اجازتِ جہاد ملی اور اسی صفر میں حضورؐ نے قریش کی پیش قدمیوں اور بنی ضمرہ بن بکر کی شرارتوں کا سدباب کرنے کے لیے سفر فرمایا۔ اور وَدّان تشریف لے گئے۔

وَدّان، فرع کے قریب مدینے سے اسّی میل دُور ابواء کے مقابل میں چھ میل کے فاصلہ پر پڑاؤ کیا، مدینہ میں سعد بن عبادہ کو نگران مقرر کیا اور فوج کا علم حمزہ بن عبدالمطلب کو مرحمت فرمایا۔

اس جنگ میں کسی قسم کی خونریزی نہیں ہوئی۔ بنو ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو نے صلح منظور کر لی۔ آنحضرتؐ نے یہ تحریر مرحمت فرمائی:

(۱) هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِبَنِيْ ضَمْرَةَ فَإِنَّهُمْ آمِنُوْنَ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ	یہ تحریر محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی ضمرہ کے لیے لکھی ہے۔ (۱) بنی ضمرہ کا جان و مال محفوظ رہے گا۔
(۲) وَأَنَّ لَهُمُ النَّصْرَ عَلٰى مَنْ رَامَهُمْ، إِلَّا أَنْ يُحَارِبُوْا فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوْفَةً	(۲) جو ان لوگوں سے لڑے گا، اس کے خلاف بنو ضمرہ کی مدد کی جائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ یہ لوگ دین خدا میں فساد یا مسلمانوں سے لڑیں یہ معاہدہ اس وقت تک رہے گا جب تک سمندر میں مچھلیاں ہیں۔
(۳) وَأَنَّ النَّبِيَّ إِذَا دَعَاهُمْ لِنَصْرِهٖ أَجَابُوْهُ	(۳) جب نبیؐ انہیں اپنی مدد کے لیے بلائیں گے تو سب ضرور مدد کریں گے۔
عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ وَلَهُمُ النَّصْرُ عَلٰى مَنْ بَرَّ مِنْهُمْ وَاتَّقٰى مجموعہ ص ۱۴۳)	اللہ اور رسول خدا ان باتوں کے ذمے دار اور معاہدہ پر قائم رہنے والوں کے ساتھ فوجی امداد لازم ہو گی

لہ طبری ۲/۲۶۱

غزوات کی ترتیب

ایک خاکہ

غزوۂ ابوا یا ودّان کے بعد فوج کشی کا سلسلہ شروع ہو گیا، مدینہ کے قریب قریب کی آبادیوں کو قریش نے اپنا مرکز بنانے کی جان توڑ کوششیں کرنا شروع کیں اور آنحضرتؐ ان کے منصوبوں کو صلح کے عہد ناموں یا مقابلہ و دفاع کے ذریعے خاک میں ملاتے رہے۔

اس سلسلے میں مآرخ نے دو اصطلاحیں وضع کی ہیں۔ غزوہ اور سریہ۔ غزوہ (جمع غزوات) وہ لشکر کشی جس میں آنحضرتؐ خود بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ سَرِیَہ (سرایا) وہ فوجی نقل و حرکت یا جنگ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک سفر نہ ہوے ہوں۔ سرایا میں عموماً پانچ سو سے زیادہ سواروں کی شرکت نہیں ہوتی تھی۔ انہیں مہموں کو سوارب بھی کہا گیا ہے۔ بعوث تبلیغی مہمیں کہلاتی ہیں۔

قرآن مجید میں چند غزوات کا ذکر ہے جنہیں ہم آگے نقل کریں گے۔ ان کے علاوہ جو غزوات وسرایا ہیں ان کی ایک فہرست یہاں لکھتے ہیں جس سے یہ مقصود ہے کہ حضرتؐ کی مصروفیت اور فکر اُمت، خدمتِ انسانیت، دنیا دشمنی، خدا دوستی کا اندازہ ہو سکے۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین، فاتح قلوب، حاکم و فاتح تھے۔ لیکن اخلاق و مزاج دعوت و تبلیغ کے انداز وہی مکی رہے۔ تیمور، چنگیز یا سکندر کی طرح نہ خونریزی کی نہ فلسفہ سیاست کے پیچدار راستوں کو منزل بنایا۔ صداقت، امانت، راستی، سادگی اور انسانیت کی قدروں کو

للّٰہیت سے قریب کرنے کی کوشش جو پہلے دن تھی وہی آخر تک قائم رکھی۔

آیئے اسلامی لڑائیوں کی ایک مختصر سی فہرست اور ان کے مآخذ پڑھیے۔

۱ع غزوہ ابواء و ودّان : طبری ج ۲ ص ۱۲۳ - التنبیہ والاشراف ص ۲۰۲ یعقوبی ۲/۵۰
صفر ۲ھ / ۶۲۳ء ابن ہشام ۲/۲۴۱ - ابن سعد ۲/۱ ص ۳

۲- غزوہ بدر اولیٰ ۲ھ التنبیہ والاشراف ص ۲۰۲ طبری ۲/۱۲۲ - یعقوبی ۲/۵۰
السیرۃ لابن ہشام ۳ و ۳/آخر داول

۳- غزوہ ذات العُشیرہ : طبری ۲/۱۲۳ - التنبیہ والاشراف ۲۰۳ یعقوبی ۵۰ طبقات ۲/۱ ص ۴۔

۴- بدر الکبریٰ - رمضان ۲ھ : طبری ۲/۱۲۹ - یعقوبی ۲/۳۳ - ابو الفدا ۱/۳۴ - التنبیہ ص ۲۰۴
طبقات ۲/۱ ص ۶ — ۱۸

۵- بنی قینقاع شوال ۲ھ : طبری ۲/۱۷۲ - ابو الفداء ۱/۱۳۶ - التنبیہ ۲۰۶ - ابن ہشام ۳/۵۰

۶- غزوۃ السّویق ۲ھ ذی الحجہ : طبری ۲/۱۷۵ - التنبیہ والاشراف ۲۰۷ - ابن ہشام ۳/۴۷

۷- غزوۃ القَرَدہ : طبری ۲/۱۸۱ - ابن ہشام ۳/۵۳

۸- غزوۂ اُحد : طبری ۲/۱۸۷ - یعقوبی ۲/۳۵ - ابو الفدا ۱/۱۲۷
(۶ شوال ۳ھ / ۶۲۴ء) التنبیہ والاشراف ۲۱۱ - ابن ہشام ۳/۶۴ - طبقات ۲/۱ /۲۵

۹- غزوہ خندق یا الاحزاب : طبری ۲/۲۳۳ - یعقوبی ۲/۳۷ - ابو الفداء ج ۱۴۱
(شوال یا ذی قعدہ ۵ھ) التنبیہ والاشراف

۱۰- غزوہ بنی قریظہ : طبری ۲/۲۴۵ - یعقوبی ۲/۳۹ - ابو الفداء ج ۱/۱۴۱
التنبیہ والاشراف ۲۱۷

۱۱- غزوہ بنی لحیان : طبری ۲/۲۵۴ - التنبیہ والاشراف ۲۱۸ یعقوبی وابو الفدا ندارد

۱۲- غزوہ ذی قردہ (ربیع الثانی ۶ھ) : طبری ۲/۲۵۵ - ابو الفدا ۱/۱۴۴ - التنبیہ

۱؎ بعض لوگ ابواء اور ودّان کی دو مہمیں الگ شمار کرتے ہیں۔

والاشراف ۲۱۸

۱۳۔ غزوۂ بنی مصطلق : طبری ۲/۲۶۰۔ یعقوبی ۲/۴۰۔ ابو الفدا ۱/۱۴۴
التنبیہ والاشراف ص ۲۱۵

۱۴۔ غزوۃ الحدیبیہ : طبری ۲/۲۷۰ یعقوبی ۲/۴۰۔ ابوالفداء ۱/۱۴۵
(ذی قعدہ ۶ھ) التنبیہ والاشراف ۲۲۱

۱۵۔ غزوہ خیبر : طبری ۲/۲۹۸۔ یعقوبی ۲/۴۳۔ ابوالفداء ۱/۱۴۷
التنبیہ والاشراف ۲۲۲

۱۶۔ غزوۂ وادی القریٰ : طبری ۲/۳۰۳۔ یعقوبی، ابوالفداء، التنبیہ میں جنگ خیبر کے ذیل میں۔

۱۷۔ غزوۂ موتہ : (بعض اسے سریہ کہتے ہیں) طبری ۲/۳۱۸۔ یعقوبی ۲/۴۹
التنبیہ ۲۳۰۔ ابوالفدا ندارد

۱۸۔ غزوۂ فتح : طبری ۲/۳۲۳ - یعقوبی ۲/۴۳ - ابوالفداء ج ۱/۱۵۰ -
التنبیہ ۲۳۱ -

۱۹۔ غزوۂ حنین یا ہوازن : طبری ۲/۳۴۴ - یعقوبی ۲/۴۷ - ابوالفدا ج ۱/۱۵۳
التنبیہ ۲۳۴

۲۰۔ غزوۂ بنی نضیر : یعقوبی ۲/۳۶۔ ابوالفدا ج ۱/۱۴۰۔ التنبیہ ۲۱۳

۲۱۔ غزوہ قرقرۃ الکدر : یعقوبی ۲/۵۰۔ ابوالفدا ج ۱/۱۳۶۔ التنبیہ ۲۰۹۔
ابن ہشام ۳/۴۶

۲۲۔ غزوہ بواط (ربیع ا ۲ھ) یعقوبی ۲/۵۰۔ التنبیہ ۲۰۲

۲۳۔ غزوہ حمراء الاسد (۷ شوال ۳ھ) یعقوبی ۲/۵۰۔ التنبیہ ۲۱۱۔

۲۴۔ غزوۂ ذات الرقاع : ابوالفداء ج ۱/۱۴۰۔ التنبیہ ۲۱۴

۲۵-غزوۂ فدان (ربیع الثانی ۳ھ فرع) } التنبیہ ۲۱۰-ابن ہشام ۳/۵۰

۲۶-غزوۂ نجد (صفر ۳ھ ذی امر معروف) } التنبیہ ۲۱۰-ابن ہشام ۳/۴۹

۲۷-غزوۂ بدر ثالثہ : التنبیہ ۲۱۴

۲۸-غزوۂ دومۃ الجندل : التنبیہ ۲۱۴

۲۹-غزوۂ تبوک : طبری ۲/۳۶۶-یعقوبی ۲/۵۰-ابوالفدا ج ۱/۱۵۶

سرایا، سوارب، یا ضمنی مہمیں، مؤرخین نے ایسی مہموں کی تعداد میں اختلاف کیا ہے جن میں آنحضرتؐ خود تشریف نہیں لے گئے۔ محمد بن اسحاق اور صاحبان سیرت و مغازی نے پن (۳۱) ۵ محمد بن عمر واقدی اڑتالیس (۴۸)۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض سرایا کسی بڑے معرکے، بعض کسی قریبی بت شکنی، بعض قبائلی عہدنامے کے سلسلے میں رونما ہوئے۔ دو چار آدمی یا سو دو سو سپاہی بھیج دیے گئے۔ اور وقتی ضرورت کے مطابق کام انجام دے کر چلے آئے مجموعی لحاظ سے تاریخ کی دیانت ہے جو ان سب واقعات کو قلمبند کر دیا۔ ورنہ حقیقی اور آج کی زبان میں لڑائی کے نام سے یاد کیے جانے والے معرکے بہت کم ہیں۔

مسعودی نے "التنبیہ والاشراف" میں چونکہ سب سے زیادہ مہموں کے نام لکھے ہیں۔ اس لیے ان کا سرسری ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا اور ناظرین یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ حضرتؐ نے دعوتِ توحید کے لیے کس قدر تن دہی و زحمت برداشت کر کے دین کو پھیلانے، ملک کو پرامن اور عربوں کو انسان بنانے کی کوشش فرمائی۔

فوجی، اصلاحی اور تبلیغی مہمیں ۱/۳-سریہ بسرکردگی حمزہ بن عبدالمطلب : ساحل بحر قلزم (الیعقوبی ۲/۵۲)

۲- سریہ بسرکردگی سعد بن ابی وقاص : جحفہ کے علاقہ الخرار میں - (یعقوبی ۲/۵۳)

۳- سریہ بسرکردگی حضرت حمزہ رض : ساحل بحر قلزم "عیص" کے قریب (یعقوبی ۲/۵۳)

۴- سریہ "نخلہ" بسرداری عبداللہ جحش : (حوالہ مذکور) نیز التنبیہ ۲۰۳

۵- مرثد بن مرثد کی سرکردگی میں "رجیع" کے ایک تبلیغی و تعلیمی مہم بھیجی گئی لیکن وہاں دشمنوں نے حملہ کر دیا - (یعقوبی ۲/۵۴)

۶- سریہ "قردہ" بسرکردگی زید بن حارثہ کلبی - (یعقوبی ۲/۵۴، التنبیہ ۲۱۰ - ابن ہشام ۳/۵۳)

۷- سریہ "جموم" بسرکردگی حارثہ بن زید - یعقوبی ۲/۵۵ - التنبیہ ۲۱۹

۸- سریہ "جذام" (حسمی) بسرکردگی زید بن حارثہ (یعقوبی ۵۵ - التنبیہ ۲۱۹)

۹- سریہ "وادی القری" بسرکردگی زید بن حارثہ (حوالہ جات مذکور)

۱۰- سریہ "بنی ثعلبہ" (طرف) بسرکردگی زید (حوالہ جات مذکور)

۱۱- سریہ "العیص" بسرداری زید (التنبیہ ۲۱۹)

۱۲- سریہ "بلقاء" (شام) ہمراہی جعفر بن ابی طالب و زید بن حارثہ، و عبداللہ بن رواحہ یعقوبی ۵۶ - التنبیہ ۲۳۰

۱۳- غالب بن مدلج کنعانی کے ساتھ کچھ لوگ "بنی مدلج" میں تعلیم دینے کے لیے بھیجے گئے - (یعقوبی ۵۶)

۱۴- نمیلہ بن عبداللہ لیثی "بنی ضمرہ" میں تعلیم دینے کے لیے بھیجے گئے[1]

۱۵- عمرو بن امیہ ضمری بنی الدیل میں تعلیم دینے گئے[1]

۱۶- عبداللہ بن سہیل بن عمر "بنی معیص" میں دینی مسائل کی تعلیم کے لیے گئے[1]

۱۷- سریہ "ذات العقبہ" سرکردگی ابو عبیدہ بن جراح[2]

---

[1] یعقوبی ۵۷ [2] یعقوبی ۵۸، التنبیہ ۲۱۹

۱۸ - سریہ "زبیہ" (طائف) بسرداری عمر بن خطاب۔ جنگ نہیں ہوئی[1]

۱۹ - سریہ "فدک" بسرکردگی علی بن ابی طالب علیہ السلام[2] سخت جنگ ہوئی۔

۲۰ - ابوالعوجاء جنگ کے لیے اور تمام ساتھی شہید ہوئے[2]

۲۱ - سریہ "الغمرہ" بسرکردگی عکاشہ بن محصن واسد بن خزیمہ[3]

۲۲ - سریہ "قطن" بسرکردگی ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی[3]

۲۳ - سریہ "قرطا" بسرکردگی محمد بن مسلمہ[4]

۲۴ - سریہ "فدک" بسرکردگی بشیر بن سعد، جس میں سب ساتھی مارے گئے۔ پھر آنحضرتؐ نے غالب بن عبداللہ کو بھیجا جو مرداس بن نہیک کو گرفتار کر لائے[5]۔

۲۵ - سریہ فردحان (خیبر) بسرکردگی بشیر مذکور[5]

۲۶ - سریہ خیبر بسرکردگی عبداللہ بن رواحہ دوبار، یہود کی جنگی تیاریوں کو ختم کرنے کے لیے[6]

۲۷ - عبداللہ بن انیس کو خالد بن سفیان کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا[7]۔

۲۸ - عیینہ بن حصن بن حذیفہ کو "بلعنبر" کی سرکوبی کے لیے معین کیا گیا[8]۔

۲۹ - "ذات اطلاح" کے لیے کعب بن عمیر انصاری کو معین فرمایا[9]۔

۳۰ - سریہ "ذات السلاسل" (شام) بسرکردگی عمرو بن عاص[9]

۳۱ - سریہ "اضم" بسرداری عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی[9]

۳۲ - سریہ "الغابہ" بسرکردگی عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی، انہوں نے رفاعہ بن زید جشمی کو قتل کیا۔[10]

۳۳ - سریہ "کلب" بسرداری عبدالرحمٰن بن عوف

---

[1] یعقوبی ۵۷ - [2] یعقوبی ۵۸ - التنبیہ ۲۱۹ - [3] یعقوبی ۵۸ / التنبیہ ۲۱۸ - [4] یعقوبی ۲ / ۵۸ - [5] یعقوبی ۲ / ۵۸ - التنبیہ ۲۲۵ - [6] یعقوبی ۵۸ - التنبیہ ۲۱۲ [7] یعقوبی ۲ / ۵۸ - [8] یعقوبی ۲ / ۵۹ - التنبیہ والاشراف ۲۳۰ تا ۲۳۱ و ۲۲۹ [9] التنبیہ ۲۲۹ [10] یعقوبی ۲ / ۵۹

۳۴ - سریہ ”عصماء بنت مروان“ عمیر بن عدی خرشۃ آوسی کو اس عورت کی سرکوبی کے لیے متعین کیا۔[1]

۳۵ - ”ابی افک“ کی مدافعت کے لیے سالم بن عمیر انصاری کو متعین فرمایا۔[1]

۳۶ - کعب بن اشرف یہودی کی سرزنش کے لیے محمد بن مسلمہ انصاری کی سرکردگی میں کچھ لوگ بھیجے گئے[2]

۳۷ - نجدیوں کی رہنمائی کے لیے منذر بن عمرو انصاری بھیجے گئے۔[3]

۳۸ - عاصم بن ثابت بن ابی افلح انصاری تبلیغ کے لیے بھیجے گئے۔[4]

۳۹ - ابوسفیان سے مدافعت کے لیے عمرو بن امیہ ضمیری اور سلمہ بن اسلم کو مکے بھیجا گیا۔[5]

۴۰ - سریہ ”سیف البحر“ بسرکردگی ابوعبیدہ بن جراح فہری[6]

۴۱ - سریہ ”غمیم“ بسرکردگی سعد بن عبادہ خزرجی[7]

۴۲ - سریہ ”کرہ اجاد سلمیٰ“ بسرکردگی ابوعبیدہ بن جراح[8]

۴۳ - محمد بن مسلمہ کی سرکردگی میں کچھ لوگوں کو ”ذی العقبہ“ بھیجا گیا۔[8]

۴۴ - عبدالرحمٰن بن عوف کو ”دومۃ الجندل“ بھیجا گیا[8]

۴۵ - ام قرفہ (وادی القریٰ) کے لیے زید بن حارثہ کی سرکردگی میں کچھ لوگ متعین ہوئے۔[9]

۴۶ - عبداللہ بن عتیک کو حکم دیا گیا کہ خیبر میں ”ابی رافع“ کی سرکوبی کریں[9]

۴۷ - ”عرینین“ (قباء) والوں کی سرکوبی کے لیے کرز بن جابر فہری کو حکم دیا گیا[9]

۴۸ - ”تربہ“ کے لیے کچھ لوگوں کو حضرت عمر کے ساتھ بھیجا گیا۔[10]

۴۹ - بنی کلاب کی سرکوبی کے لیے حضرت ابوبکر کو ”خربہ“ بھیجا گیا[11]

---

[1] اب تمام سرایا التنبیہ والاشراف سے ماخوذ ہیں اس کا ہم بترتیب ذکر ان کے صفحات لکھے دیتے ہیں عصماء، ۲۰۶ [2] ۲۰۹ [3] ۲۱۲ [4] ۲۱۳ [5] ۲۱۷ [6] ۲۱۸ [7] ۲۱۹ [8] التنبیہ ۲۲۰ [10] کتاب مذکور ص ۲۲۷ [11] کذا ص ۲۲۸ -

۵۰ - "النقرہ" کے قریب غالب بن عبداللہ لیثی کو کچھ لوگوں کے ہمراہ بھیجا گیا۔[۱]

۵۱ - بشیر بن سعد کو ایک سریہ کے ساتھ یمن وجبار بھیجا گیا[۲]

۵۲ - بنی سلیم کی سرکوبی کے لیے ابوالعوجا سلمی اور ان کے ساتھیوں کو نامزد کیا گیا[۳]

۵۳ - محیصہ بن مسعود اور ان کے ساتھیوں کو "فدک" بھیجا گیا[۳]

۵۴ - "کدید" میں بنی الملوح کی شورش دبانے کے لیے غالب بن عبداللہ لیثی کی فوج متعین ہوئی[۴]

۵۵ - سریہ "فدک" بسرکردگی غالب بن عبداللہ[۴]

۵۶ - "رکبہ" کے بنی عامر سے مدافعت کے لیے شجاع بن وہب اسدی کی سرکردگی میں مہم روانہ کی گئی[۴]

۵۷ - سریہ بہ سرکردگی ابوعبیدہ بن جراح بہ سمت جہینہ[۵]

۵۸ - "خضرۃ الارض" ابوقتادہ بن نعمان ایک سریہ میں گئے[۵]

۵۹ - "بطن اضم" سے مدافعت کے لیے ابوقتادہ بن نعمان سردار بنائے گئے[۵]

۶۰ - اسامہ بن زید کی سرکردگی میں "یبنیٰ" اور "ازدود" (فلسطین) دو جگہ مہم بھیجی گئی۔[۶]

۶۱ - خالد بن ولید کے ساتھ کچھ لوگوں کو "بنی عبدالمدان" کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا[۶]

۶۲ - سریہ یمن بہ سرداری حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام[۶]

مکے کی مہمیں چند مہمیں وہ ہیں جو مکے کے اطراف میں مختلف مقاصد کے لیے بھیجی گئیں۔ التنبیہ والاشراف میں مسعودی نے ان سرایا کے سردار اور مقاصد کے نام لکھے ہیں:

۱ - نخلۃ الیمامہ میں "عزیٰ" نامی بت تھا۔ اس بت خانے کو گرانے کے لیے خالد بن ولید

---

[۱] کدا ص ۴۸ [۲] التنبیہ ۲۲۹ [۳] التنبیہ والاشراف ص ۲۳۰ [۴] ۲۳۱
[۵] التنبیہ ۲۲۸ [۶] ۲۲۳

کے ساتھ کچھ لوگ بھیجے گئے[1]

۲ - عمرو بن عاص کے ساتھیوں کو بت "سواع" و "بت خانۂ رہاط" گرانے کے لیے مقرر کیا گیا[1]

۳ - سریہ "عرنہ" زیر سرکردگی خالد بن سعید[1]

۴ - سریہ بہ تباہی "بت خانہ مناۃ" جس کے سردار سعد بن زید اشہلی تھے[1]۔

۵ - ایک دستہ ہشام بن عاص کی سرکردگی میں "یلملم" بھیجا گیا۔[2]

۶ - ذی الکفلین بت کو توڑنے کے لیے طفیل بن عمر الاوسی کی سرکردگی میں ایک مہم بھیجی گئی[2]

۷ - بنی جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ کی سرکوبی کے لیے خالد بن ولید کے ساتھی بھیجے گئے[3]

ان عرق ریزیوں کے نتیجے میں ابو لہب، ابو سفیان و ابو جہل کے ساتھیوں کا شہر بدر کیا ہوا قافلہ بحیرۂ قلزم کے مشرقی ساحل یعنی حجاز و یمن اور حضرموت کے چند علاقوں عمان اور مرکزی عربستان کا مالک ہو گیا[4]

---

[1] ۲۲۳ [2] التنبیہ ۲۲۳ [3] ۲۲۴ [4] مکتب تشیع قم کا سالنامہ ۱۳۷۹ھ مقالہ منوچہر ستودہ "حدود متصرفات اسلامی در ادوار مختلفہ" از صفحہ ۲۰۴ تا ۲۱۵

تحویلِ قبلہ

حکم جہاد کے بعد دوسرا حکم جس نے ذہنوں کو متاثر کیا وہ تحویل قبلہ کا فرمانِ اقدس تھا۔

بیت المقدس، توریت و انجیل ماننے والوں کے انتہائی محترم جذبات اور عبادتوں کا مرکز خلوص و سجدہ گاہ ہے مسلمانوں کا ابتدائی قبلہ بھی بیت المقدس قرار پایا۔ یہود و نصاریٰ کو خوش آمدید کہنا چاہیے تھا۔ دین جدید کا داعی اور آخری شریعت کا پیغمبر آخرالزمان ان کے قبلے کو اپنا رہا تھا لیکن یہودیوں کا ردعمل اس کے برخلاف رہا۔ اور تو اور انہوں نے مسلمانوں کو یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ تمہارے پاس کوئی قبلہ بھی نہیں۔ آخر شعبان ۲ھ / ۶۲۴ء میں خانہ کعبہ کی سمت قبلہ قرار پائی۔ اس حکم کے نتائج بڑے دوررس ثابت ہوئے۔ خدا نے یہ ظاہر فرمایا کہ احکام کے جاری کرتے وقت دینی حکمت پیش نظر ہوتی ہے۔ اکثریت کی پسند ناپسند عوام کے رجحانات کی پیروی، یہود و نصاریٰ کے دل اپنانے کے لیے کسی چاپلوسی کی ضرورت نہیں۔

قرآن مجید نے اس پورے واقعے کو اپنے مخصوص انداز میں محفوظ فرمایا ہے:

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ط قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوا	اب کچھ بے وقوف لوگ یہ کہیں گے کہ ان مسلمانوں کو اس قبلے سے کس بات نے برگشتہ کر دیا؟ پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجیے مشرق و مغرب اللہ کے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے اور ہم نے یونہی تمہیں وسطی امت قرار دیا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔ اور

شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ
الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ
كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ
يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ
عَلٰى عَقِبَيْهِ ط وَاِنْ كَانَتْ
لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى
اللّٰهُ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ
اِيْمَانَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ
وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ
قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط
وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝
وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ط
وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا
بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط

رسول تم پر گواہ بنے۔

ہم نے سابقہ قبلے کو اس لیے قبلہ بنایا تھا کہ رسول کی پیروی کرنے والے اور گذشتہ طریقوں پر پلٹنے والوں میں امتیاز قائم کر دیں تحویل قبلہ اگرچہ بہت مشکل و ناگوار تھی لیکن اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ لوگ مستثنیٰ ہیں۔ اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہ ہونے دے گا۔ بلاشبہ اللہ لوگوں پر مہربان و رحیم ہے۔ ہم نے تمہارا بار بار آسمان کو دیکھنا دیکھا۔ تو اب ایسا قبلہ عطا کریں گے کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

اب اپنا رُخ مسجد الحرام کی طرف کر لو۔ اور جہاں کہیں ہوا کرو۔ اپنے رُخ اسی طرف موڑ لیا کرو۔ اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے وہ جانتے ہیں کہ (یہ حکم) ان کے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ آیا ہے۔ اور اللہ ان کے عمل سے غافل نہیں ہے۔

اور اگر اہل کتاب کے لیے تم ہر قسم کی نشانیاں (معجزے) پیش کر دو۔ جب بھی تمہارے قبلے کو نہ مانیں گے اور نہ تم ان کے قبلے کی پیروی کرو گے

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝	کوئی بھی ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والا نہیں۔ اور اگر تم اللہ کی طرف سے علم آنے کے بعد لوگوں کی خواہشات کا اتباع کروگے تو ظالم سمجھے جاؤگے۔
(البقرہ آیات ۱۴۲-۱۴۵)	

کسی آیت میں یہود و نصاریٰ، مشرکین مکہ و مدینہ سے روئے خطاب نہیں۔ نہ یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ کسی کی دلدہی، خیرسگالی، خوشامد یا دل موہنے کا رنگ ہو۔ سیدھے سادے انداز، واضح و غیر مبہم طریقے سے بتادیا کہ :

۱۔ خدا کے احکام پر حق، صحیح اور بالکل درست ہوتے ہیں۔

۲۔ آنحضرتؐ تبدیلی قبلہ کے خواہش مند تھے۔

۳۔ قبلہ کا تعین فقط ایک علامتی امتیاز ہے۔

۴۔ بیت المقدس اس لیے قبلہ قرار دیا گیا تھا کہ مسلمانوں کا امتحان ہو جائے اور کھرے کھوٹے پہچان لیے جائیں۔

۵۔ لوگوں کی خواہشوں، اور عوام کے مطالبات کی پیروی بے راہ روی ہے

۶۔ یہودی اتنے ضدی ہیں کہ دلیلیں اور معجزے، قبلہ اور نماز وغیرہ کے کسی اسلوب پر مطمئن ہونا اور ایمان لانا نہیں جانتے۔

مکے میں کعبہ و بیت المقدس کی سمتیں قبلہ تھیں۔ مدینہ کے بعض مسلمان اس وقت بھی بیت المقدس ہی کی طرف رُخ کرتے تھے۔ بعد ہجرت سولہ مہینے تک فقط بیت المقدس قبلہ رہا۔ آخر مدینہ ہی میں ظہر کی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کی تھیں۔ کہ حضرتؐ کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے کعبہ کی طرف رخ کر لیے۔

ایک روایت یہ ہے کہ بنی سلمہ کی آبادی میں آنحضرت بشر بن براء بن معرور کی

ماں کے یہاں مہمان گئے ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت آگیا۔ آپ نماز کے لیے اٹھے۔ ابھی دو ہی رکعتیں پڑھی تھیں کہ تبدیلی قبلہ کا حکم ہوا۔ اور نمازی میزاب کعبہ کی طرف (یعنی شمال سے جنوب کی طرف) مڑ گئے۔ چنانچہ اس کی یادگار میں "مسجد قبلتین[1]" تعمیر ہوئی۔

آج کل یہ مسجد مدینے سے دو ڈھائی میل کے فاصلے پر ہے اور دو محرابیں بھی بنی ہوئی ہیں۔[2]

---

[1] طبقات القسم الاول من الجزء الاول ص ۳ رہم ۵ [2] کلید جنت ۸۸

غزوۂ بدر

یوم الفرقان

جنگ بدر وہ عظیم الشان جنگ ہے جس کی اہمیت کے پیش نظر "سورۂ انفال" نازل ہوئی جو سب کی سب بدر کے بعض جزئیات کے ساتھ ہی ساتھ نصیحت و عبرت و موعظت کا ایک دفتر لیے ہوئے ہے۔ سورۂ انفال کے علاوہ "آل عمران" میں "فتح بدر" کو احسان کے طور پر یاد دلایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ؕ

(یقیناً اللہ نے بدر میں مدد کی جب کہ تم کمزور تھے)

(آل عمران ی ۱۲۳)

بدر کا جغرافیہ مدینے کے جنوب مغرب میں اسی میل کے فاصلے میں ایک بیضوی میدان تقریباً چار میل چوڑا اور ساڑھے پانچ میل لمبا، پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہ پہاڑیاں سفید ریت کے تودوں کی شکل میں آج بھی موجود ہیں، جن میں مکی راستے کی پہاڑیوں کو "عدوۃ القصوی" اور شامی راستے کی پہاڑیوں کو "عدوۃ الدنیا" اور ان دونوں کے درمیانی پہاڑ کو "جبل اسفل" کہتے ہیں۔ جبل اسفل کے پیچھے دس میل کے فاصلے پر سمندر ہے۔

اس میدان میں چشموں اور راستے کے شاداب ہونے کی وجہ سے مکے مدینے اور شام کے آنے جانے والے تجارتی قافلے قیام کیا کرتے تھے اور بازار لگا کرتا تھا۔

نقشۂ میدان جنگ
بدر

۱ ۲ ۳ ۴ کیلومیٹر

۱ ج ۲   ۱۳۵۸/۱/۸ھ

اشارات

۱۔ قلعہ	۲۔ شہر بدر	۳۔ نخلستان
۴۔ مسجد عریش	۵۔ بدوؤں کے مکانات	۶۔ عام قبرستان
۷۔ مقابر شہدا بدر	۸۔ بجا احمر	

شمال

(والرکب اسفل منکم)

قافلہ ابی سفیان

شاہراہ شام

شاہراہ مدینہ

شاہراہ مکہ

العدوۃ الدنیا

العدوۃ القصوی

فوج اسلامی

لشکر قریش

جبل اسفل

حوالہ صفحہ نمبر ۲۵۸

نقشہ ملک عرب

انگریزی میل

۴۰۰ ۳۰۰ ۲۰۰ ۱۰۰

راستہ

اونچا راستہ

وادی

دمشق

بصری

معان

تبوک

خیبر

مدینہ

بدر

نجد

مکہ

عکاظ

طائف

یمامہ

عمان

یمن

حضرموت

مہرہ

خلیج عدن

حوالہ صفحہ نمبر ۴۴۰
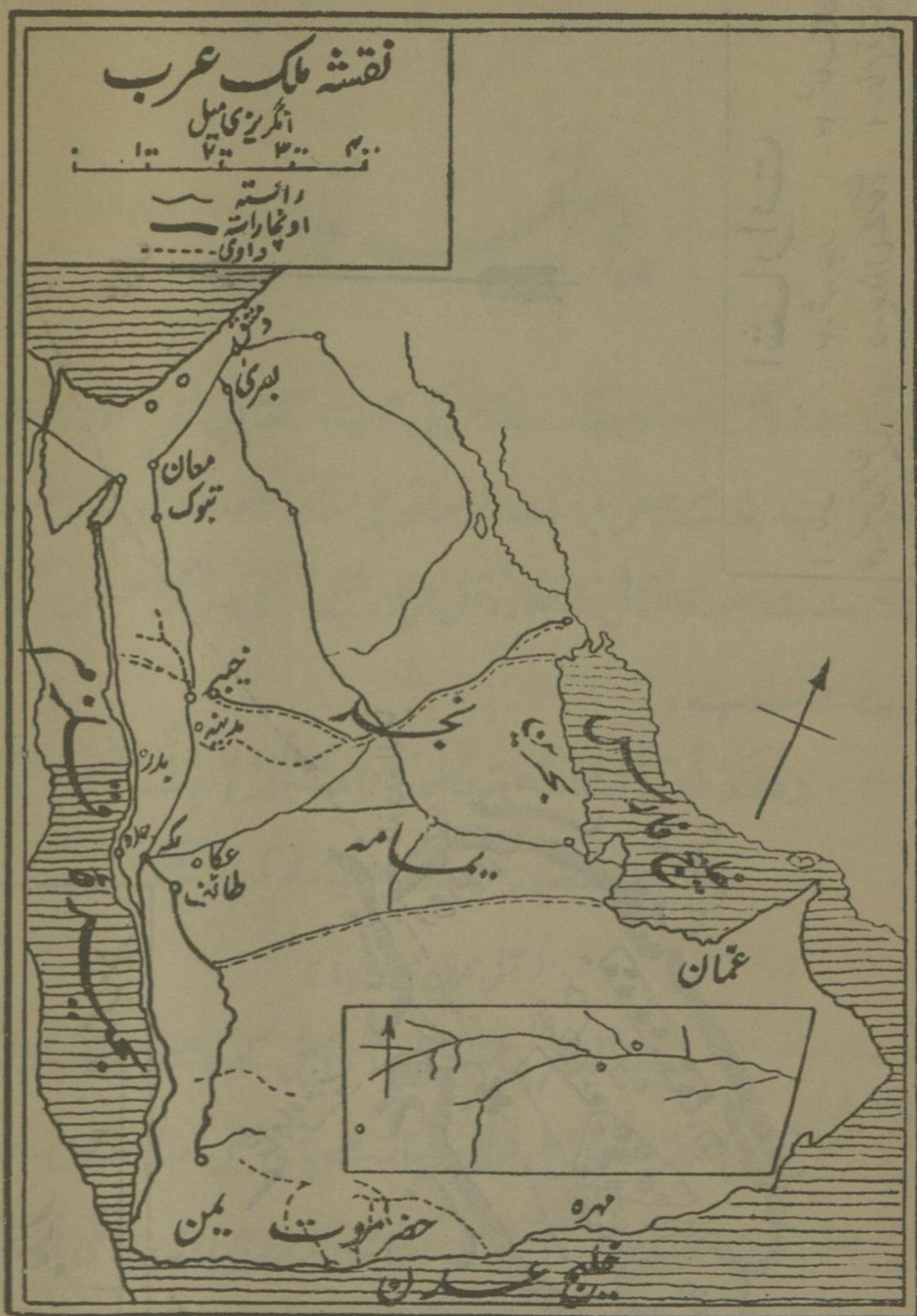
آج کل یہاں ایک چھوٹا سا شہر یا قصبہ آباد ہے جس میں کچے مکانات کے علاوہ دو منزلہ سہ منزلہ پختہ مکانات بھی ہیں۔ دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک مسجد غمامہ یا عریش ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جنگ کے وقت کیمپ بنایا گیا تھا۔ یہ مسجد ایسی پہاڑی پر ہے جہاں سے میدان جنگ دیکھا جا سکتا تھا۔ مسجد کے ایک کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے کسی افسر تعمیرات "خوش قدم" نے ۹۰۶ھ میں اس کی تجدید کی تھی۔

جنگ کی وجوہ

مدینہ میں اسلام کی ترقی مکے والوں کے لیے چراغ پا ہونے کی بات تھی۔ راستے کے یہودیوں سے عہد نامۂ نبوت نے قریش کو اعلیٰ درجے کی تیاریوں پر مجبور کر دیا، وہ سمجھتے تھے کہ مدینہ والے کسان و کاشتکار ہماری طرح خود تو نہیں لڑ سکتے مگر راستوں میں رکاوٹ ڈال کر ہمارے تجارتی راستے خطرناک ضرور کر سکتے ہیں۔ پھر دولت، تہذیب اور باقاعدہ فوج حاصل ہونے کی آسانیوں کی وجہ سے جب بھی چاہیں گے مکے کو دبا لیں گے۔

مسلمانوں کو یقین تھا کہ مکے والے شورہ پشت اور رسول اللہؐ کے جانی دشمن ہیں، جب بھی ان کے پاس رسد کا پورا سامان جمع ہو گیا۔ ساتھی مطمئن ہو گئے، ہم پر حملہ کریں گے ان کی کوشش ہو گی کہ عرصۂ حیات ہم پر تنگ کر دیں۔

ابو سفیان نے مکے کے چھوٹوں بڑوں کا سرمایہ جمع کر کے ایک عظیم الشان قافلہ تجارت تیار کیا اور شام جا کر سوائے اور دُونے کیے۔ رمضان کے مہینے میں لدا پھندا قافلہ شام سے پلٹا اور مسلمان کرُز کے حملے سے چوکنا ہو چکے تھے۔ اور عبد اللہ بن جحش مہاجر اور قریش کی جھڑپ سے مکی ڈر رہے تھے۔ عبد اللہ حضرمی کی موت نے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے بہادرانہ اقدامات پر مہر ثبوت ثبت کر دی تھی اب جو قریش کا یہ جم غفیر شام سے چلا تو افواہوں نے ذریقین کو متاثر کر دیا۔

قافلے والوں کو مدینہ کے مہاجرین کی طرف سے غلط خبریں مل رہی تھیں اور مکے میں یہ مشہور ہو گیا کہ مسلمانوں نے قافلہ لوٹ لیا۔ آنحضرتؐ نے جاسوس بھیجے خود بھی بلا کسی خاص تیاری کے تین سو تیرہ سپاہی لے کر روانہ ہو گئے۔

راستے میں جاسوس خبر دیتے تھے کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں مال بردار اونٹوں کا قافلہ آرہا ہے فلاں راستہ پر پہنچ کر فلاں جگہ مڑ گیا ـــــ ادھر ابوسفیان راستہ دیکھتا۔ ادھر ادھر کی خبریں لیتا، ٹوہ لگاتا محفوظ راستے سے آرہا تھا کہ اونٹوں کی مینگنیاں دیکھ کر ٹھٹکا اور قافلے والوں کو باخبر کر کے مکے خبر دی کہ غضب ہوگیا، مدینے والوں نے راستہ روک لیا۔

خبر پہنچتے ہی مکے میں آگ لگ گئی، فوجیں تیار ہو کر دوڑیں، ادھر رسول اللہؐ کے ساتھی آگے بڑھ رہے تھے، فکر یہ تھی کہ دشمن کی رسد لوٹ لی جائے یا قافلہ سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ **ابوسفیان ساحلی راستے سے نکل چکا تھا اور مسلمان فوج چشمۂ بدر پر قابض تھی۔**

ابوجہل ایک ہزار مسلح، دشمنی اسلام میں پختہ، مطمئن نوجوانوں تجربہ کار سپاہیوں کو لے کر چلا۔ اس فوج میں سات سو اونٹ، تین سو گھوڑے، زرہیں، نیزے، ڈھالیں، تلواریں، مشہور سردار تھے ابولہب نے بیماری کی وجہ سے خود تو شرکت نہیں کی مگر چار ہزار درہم سے مالی امداد دی (الیعقوبی ۲/۳۴)

قریش کی آمد سے رن ہل گیا۔ کمزور سپاہی تھرتھرانے لگے۔ لشکر کی فراوانی، خطرات کی زیادتی یہودیوں کی دغا کا خیال، ایک طرف، اور دوسری طرف سرکار دو عالم حضرت رسالت مآبؐ کا پرسکون، چہرۂ مبارک جس پہ یقین کامیابی و توکل الٰہی سے سرخی دوڑی ہوئی دیکھ دیکھ کر وفاداروں کی رگوں میں خون اور دل میں لقائے الٰہی کے جذبے تڑپ رہے تھے۔

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے دوش مبارک پر عقاب[1] علم فوج نبیؐ اور سعد بن عبادہ کے کاندھے پر انصار کا پرچم تھا۔ آنحضرتؐ خود بہ نفس نفیس فوجوں کی ترتیب دے کر ایک چھپر کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ اور فوج کو پیش قدمی کے احکام صادر فرما رہے تھے۔

سجدوں سے آغازِ جنگ

دشمن نے حملے میں پہل کی۔ اور حضورؐ نے اپنا سر مبارک خاک عبودیت پر رکھ دیا:

"معبود! اگر یہ مٹھی بھر کلمہ گو نہ رہے تو تیرا نام بلند کرنے

---

[1] طبری ۲/۲۷۲ ابن ہشام ۱/۲ ۲۶۴ ارشاد۔ مناقب وغیرہ

والے اُٹھ جائیں گے۔"

صفِ کفار سے ولید، عتبہ اور شیبہ نکلے اور لشکر اسلام سے محمدؐ کے سپاہی باہر آئے۔ شیرِ خدا حمزہ، نفسِ رسول علیؑ اور پھوپھی زاد بھائی عبیدہ بن حارث۔ ولید کے مقابلے میں سپہ سالارِ اسلام علیؑ، شیبہ کے مقابلے میں حمزہؓ اور عتبہ کے سامنے عبیدہ تھے۔

پلک جھپکتے میں یداللہؑ نے ولید اور اسداللہؓ نے شیبہ کو ایک ہی وار میں تمام کیا۔ عبیدہ اور عتبہ میں برابر کی چوٹیں چل رہی تھیں۔ علی بن ابی طالب علیہ السلام جھپٹے تو عتبہ کی تلوار عبیدہ کو خون میں نہلا چکی تھی مگر اب جو حضرتؑ کا ہاتھ چلا تو عتبہ خاک میں لوٹ رہا تھا۔ پھر خود علیؑ ہی نے بڑھ کر عبیدہ بن حارث کو اٹھایا۔ ستر برس والے عبیدہ کی خوش نصیبی دیکھیے کہ رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

یا رسول اللہؐ! کیا میں شہادت کے درجے سے محروم رہا؟

حضرتؐ نے فرمایا:

نہیں تم نے شرفِ شہادت پالیا۔[1]

ملائکہ کی آمد

مسلمان سپاہی "یا منصور امت" اور "احد احد"[2] کے نعرے لگا رہے تھے گھمسان کا رن تھا۔ سروں کی بارش، خون کا سیلاب، پسینے کا پانی بہہ رہا تھا۔ تلواروں کی بجلیاں، تیروں کے اولے گر رہے تھے۔ اونٹوں کی بلبلاہٹ، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، شیروں کے نعروں نے مسلمانوں کو مرعوب کر دیا تھا۔ علیؑ و حمزہؓ کی تلواریں خون سے سُرخ اور آستینیں لہو سے لال تھیں۔ آنحضرتؐ کوہِ صبر و استقلال، پشتِ سپاہ بنے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے حضورِ الٰہی میں دعائیں کر رہے تھے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

جب میدان گرم اور ہمتیں ٹوٹ رہی ہوتی تھیں تو ہم آپؐ کے پاس جا کر تازہ دم اور جوان ہمت ہو جاتے تھے۔"

---

[1] مناقب ۱/۱۰۲ [2] ابن ہشام ½ ۲۶۷

لوگ کہتے ہیں کہ فرشتوں کی صفیں اور ملائکہ کی فوجیں میدان میں پھیلی ہوئی تھیں۔ دشمن کے پرخچے اُڑ رہے تھے۔ فتح مندیوں کے جوش میں بھی مسلمان بے قابو نہ تھے۔

رسول اللہ صلعم کا خلق عظیم

ابوالبختری[1] قریش کی فوج کے ساتھ تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے معاہدۂ قریش کی اس تحریر کو کھولا تھا جو خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا مکے کے مشرکوں میں صرف یہی ایک شخص تھا جو آنحضرت صلعم کو نہ ستاتا تھا نہ لوگوں کی ہمت افزائی[2] کرتا تھا۔

آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ اسے قتل نہ کرنا، مسلمانوں نے اس حکم کا احترام کیا۔ لیکن ابوالبختری نے امان کی پیش کش اور جنگ سے باز رہنے کی فرمایش کو نہ مانا۔ آخر لڑتے ہوئے مارا گیا۔ قاتل بھی مجذر نامی حلیف انصار تھا جو شاید مسلمانوں سے معاہدے کی بنا پر شریک جنگ تھا۔

ابوجہل کی موت

معوذ اور معاذ دونوں بھائیوں نے ابوجہل کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا، لیکن ابوجہل کا مارنا کوئی کھیل نہ تھا۔ اس کے ساتھی، خاندان والے خود نوجوان بیٹے سینہ سپر تھے۔ مگر خدا کے آگے کس کی پیش جاتی ہے۔ ایک موقعہ پر دونوں نے شکار کو جا لیا لیکن عکرمہ ابوجہل کا بیٹا معاذ پر لپکا۔ یہ بھی پھرتی دکھا گئے لیکن ہاتھ راہ خدا میں کٹ گیا۔ ذرا سا تسمہ رہ گیا تھا اسے خود توڑ دیا۔ اسی عالم میں معاذ عکرمہ کے پیچھے گئے لیکن عکرمہ نکل گیا۔ اتفاق دیکھیے ابوجہل ابھی مرا نہیں[3] تھا کہ عبداللہؓ بن مسعود پہنچ گئے اور انہوں نے اپنی اذیتوں کا بدلہ لیا۔

ابوجہل نے ان سے پوچھا:

کون کامیاب ہوا؟

انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول!

پھر ابوجہل کا سر کاٹ کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضرتؐ نے حمد خدا اور شکریہ[4] درگاہ ادا فرمایا۔

---

[1] ابن ہشام [2] سیرۃ النبی ۱/۳۲۵ [3] سیرۃ النبی ۱/۳۲۵ طبری ۲/۲۸۴ [4] ارشاد شیخ مفید ص ۴۱ یہ فہرست بھی ہے۔

بارش نے قریش کے پیر تھام رکھے تھے۔ نہتّے یثربی کسان، اور مظلوم و بے وطن مسلمان، رسول خدا کے سہارے، اللہ کے توکل پر میدان میں آئے تھے۔ فرشتوں کی امداد اور حضرت علیؑ کی جرأت کے ہاتھوں بڑے بڑے سورما راہ فرار ڈھونڈھ رہے تھے۔ آخر میدان سے لشکر چھٹا تو معلوم ہوا کہ ستّر مکّی مشرک مارے گئے جن میں (۳۵) پینتیس حضرت علیؑ[1] کے دست مبارک سے مارے گئے تھے۔

آنحضرتؐ کا ادائے فرض

انس بن مالک کہتے ہیں رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میدان جنگ میں کھڑے کفار کے نام لے کر قرآن کی آیت تلاوت فرما رہے تھے آپ نے فرمایا:

"اے چشمہ بدر (قلیب) والو! عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ و امیہ بن خلف اور اے ابوجہل بن ہشام ....

هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا،	کیا تمہارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا وہ تم نے پایا؟

ہاں میں نے تو اپنے پروردگار کے وعدے کو پورا پایا؟

لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ ان مُردوں کو پکار رہے ہیں؟

حضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں یہ سُن تو رہے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے[2]۔

صبح ہوئی اور دشمن رخصت ہو گیا۔ ستر قیدی مسلمانوں کے قبضے میں تھے۔ تیرہ چودہ سپاہی اسلامی فوج کے بھی جان بحق ہوئے لیکن قید ایک بھی نہ ہوا۔

کامیابی

مکمل فتح پانے کے بعد آنحضرتؐ نے شہیدوں کو اور تمام لاشوں کو دفن کرایا پھر دو تیز رفتار قاصد عالیہ و سافلہ کے مدنی باشندوں کو بھیجے کہ پریشان و منتظر لوگ مطمئن ہو جائیں۔

---

[1] ارشاد شیخ مفید ص ۴۲ اپر فہرست بھی ہے۔ [2] طبری ۲/۲۸۵۔ ابن سعد طبقات جزء ثانی قسم اول ص ۶-۱۸

قیدیوں سے سلوک

آنحضرت کی ہدایت کے مطابق

۱۔ مختلف قیدیوں کو مختلف مسلمانوں کے سپرد کیا گیا۔

۲۔ آنحضرتؐ اور تمام مسلمان ان لوگوں سے بہ شفقت پیش آئے۔

۳۔ بعض مسلمان خود فاقہ کرتے تھے مگر قیدی کو بھوکا رکھنا پسند نہ تھا۔

۴۔ صبح کو تعلیم یافتہ قیدیوں کو اس شرط پر چھوڑ دیا گیا کہ دس دس مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا بتادیں۔

۵۔ مالدار قیدیوں سے فدیہ لے کر اور نادار بلا فدیہ لیے رہا کر دیے گئے۔

شانِ کرم

ابن ہشام کہتے ہیں کہ قیدیوں کا جرمانہ فی کس چار ہزار درہم سے ہزار درہم تک تھا لیکن حضرتؐ نے معاف فرما دیا۔

(ابن ہشام ½ ص ۳۱۶)

قرآن میں ذکرِ بدر
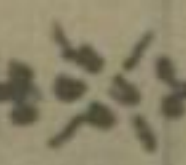
یوم الفرقان

قرآن مجید میں جنگ بدر کو کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ سورۂ انفال میں تفصیلی اشارات ملتے ہیں اس لیے کہ الانفال جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی تھی۔ اسی پس منظر میں واقعات، احکام و موعظت کا ذکر ہے۔

پہلے "مالِ غنیمت" کی تقسیم کا اصول، صلح، آپس کے تعلقات کی استواری، اللہ و رسول کی اطاعت کا تذکرہ کرنے کے بعد، مومنین کی خوبیاں اور جنگ کا بیان ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ، وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ

بلاشبہ مومن وہ لوگ ہیں کہ جن کے سامنے جب اللہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈھلنے لگتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیاتِ خدا کی تلاوت کی جاتی ہے تو ایمان بڑھتا ہے یہ لوگ اللہ پر توکل رکھتے ہیں۔ مومن ہیں ہی وہ لوگ جو نماز قائم کرتے اور ہماری دی ہوئی روزی سے راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں۔ در حقیقت یہی لوگ مومن ہیں ان کے پروردگار کے حضور ہیں ان کے واسطے مدارج مغفرت اور پاکیزہ روزی ہے۔

مسئلہ انفال ویسا ہی ہے جیسے تمہارے پروردگار نے تمہیں حق کے ساتھ تمہارے گھر سے

مسلمانوں کے افکار

فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ

نکالا تھا۔ حالانکہ مومنوں کی ایک جماعت اس بات کو لپسند نہ کر رہی تھی

يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۟ؕ ۶

توضیحات کے بعد بھی لوگ تم سے حق پر جھگڑتے تھے، جیسے آنکھوں دیکھتے موت کی طرف ڈھکیلے جا رہے ہیں۔

(۲) وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ لِيُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ

(۲) وہ وقت یاد ہو گا۔[۱] جب اللہ ایک گروہ (قافلہ اور فوج قریش) کا وعدہ فرما رہا تھا۔ اور تم یہ چاہتے تھے کہ وہ چیزیں ملیں جن میں کانٹا بھی نہ چبھے اور اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حق اپنے حکم سے ثابت کر کے کافروں کی نسلیں ختم فرما دے۔ اس طرح اسی کے حکم سے حق ثابت اور باطل حرف غلط بن جائے گا چاہے مجرم اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

امدادِ خداوندی اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝

امدادِ خداوندی ایک وہ موقع بھی یادگار ہے جب تم خدا سے مناجات کر رہے تھے اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی اور ایک ہزار فرشتوں کی[۲] قطار در قطار

۱؎ مسلمان چاہتے تھے کہ بار بردار قافلے کو لوٹیں اور بچے رہیں لیکن مرضی باری یہ تھی کہ تین سو کو تین ہزار ہتھیار بندوں سے لڑا دیں ۲؎ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ۱۲۳ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ

اور اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب کہ تم کمزور تھے اس لیے اللہ سے تقویٰ اختیار کرو ہو سکتا ہے کہ شکر گزار بن جاؤ۔ وہ وقت بھی یاد کرو جب تم منہ سے

(باقی صفحہ ۲۶۷ پر)

إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

بارش إِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝

آداب جنگ إِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰئِكَةِ أَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ۚ سَأُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَ

فوج سے مدد کی۔ یہ مدد اللہ نے بشارت اور تمہارے اطمینان قلب کے لیے رکھی تھی، فتح تو فقط اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے بلاشبہ اللہ صاحب اقتدار و حکمت ہے

بارش[1] وہ وقت بھی یاد رہے جب تمہیں اپنی طرف سے اطمینان دلانے کے لیے نیند دی جا رہی تھی۔ اور آسمان سے پانی برسایا کہ وہ تمہیں پاک کر کے شیطانی نجاستوں کو دور کر دے۔ تمہارے دلوں کو سہارا دے اور اسی سے تمہارے قدم مضبوط کرے

ایک وہ وقت بھی تھا جب تمہارا پروردگار فرشتوں سے فرما رہا تھا کہ میں یقیناً تمہارے ساتھ ہوں۔ تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو۔ میں بہت جلدی کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دوں گا۔ اس کے بعد ان کی گردنیں اڑاؤ اور پور پور پر چوٹ لگاؤ۔ کیونکہ ان لوگوں نے خدا اور رسول کی مخالفت کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۶) آلَافٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰى ۙ إِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَأْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

کہہ رہے تھے کیا تمہارے پروردگار نے تین ہزار فرشتے نازل فرما کر تمہاری مدد نہیں کی؟ ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر جوش میں تم پر چڑھ بھی آئیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار نشان جنگ سے آراستہ فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور یہ امداد تمہارے لیے بشارت اور اطمینان قلب کے لیے ہے اور کامیابی اور امداد تو فقط با اقتدار و حکمت اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے (۳: ۱۲۳-۱۲۶)

[1] میدان بدر میں قریش کا پڑاؤ نشیب میں تھا اس لیے بارش نے ان کا علاقہ دلدل بنا دیا جس کی وجہ سے ان کے ناقوں اور بے قاعدہ فوج کے لیے لڑنا مشکل ہو گیا تھا۔ حمید اللہ

رَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ١٣
ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝ ١٤
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ
الْاَدْبَارَ ۝ ١٥
وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ
اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى
فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ١٦
فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ
مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ١٧
ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ
الْكٰفِرِيْنَ ۝ ١٨ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ
جَاۗءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ
وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّ
لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ١٩ [1]

اور جو بھی خدا اور رسول کی مخالفت کرے گا تو بلاشبہ خدا
بہت سخت عذاب دینے والا ہے۔
لو یہ مزہ تو چکھو اور کافروں کے لیے جہنم کا عذاب
تو یقینی ہے۔
اے ایمان والو، جب تم سے اور کافروں سے
مڈبھیڑ ہو تو پیٹھ نہ پھیرنا۔

لڑنے کے لیے مڑا جائے یا کسی لشکر کی طرف
رخ کرنا ہو تو خیر ورنہ بلا سبب پشت پھرانے
والے غضب خدا کے مستحق اور مستقر مقر ہوں گے
اور وہ بری جگہ ہے۔
مسلمانو! ان کافروں کو تم نے نہیں خدا نے
مارا ہے اور اے محمدؐ! جب پھینکا تو تم نے نہیں خدا
نے پھینکا۔ تاکہ اپنی طرف سے اہل ایمان کو اچھا
انعام دے۔ خدا دانا و بینا ہے۔
اور کافروں کے جوڑ توڑ کمزور کرنے والا خدا
ہے۔ اگر فتح چاہتے تھے تو وہ مل چکی اس کے بعد
اگر ٹھہر جاؤ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر پھر
مخالفت پر تیار ہوئے تو ہم مسلمانوں کی امداد کریں گے
اور تمہارے لشکروں کی کثرت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی
کیونکہ مومنوں کے ساتھ تو اللہ ہے۔

[1] اس کے بعد کچھ اور تذکرے ہیں۔ دسویں پارے کے آغاز سے پھر بدر کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

تقسیمِ غنیمت

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۴۱

نوعیتِ جنگ

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ ط وَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۴۲

ایک خواب

اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ط وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ط اِنَّهٗ

یاد رہے، کہ غنیمت کی چیزوں میں جو بھی ملے اس میں خمس ہے اللہ، رسول، اہل بیت، یتیم مسافروں کا۔ اگر تم خدا پر اور اس غیبی امداد پر یقین رکھتے ہو۔ جو ہم نے اپنے خاص بندے محمدؐ پر فیصلے کے دن (جنگ بدر) نازل کی تھی، جس دن مسلمان اور کافروں کی دو فوجیں باہم لڑی تھیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نوعیتِ جنگ

جب تم قریب (مدینہ) ناکے اور وہ (قریش) دور (مکے) کے ناکے پر تھے اور قافلے کے سوار تم سے نشیب میں تھے اور اگر تم ایک دوسرے سے وقت کی تقرری کا وعدہ کر لیتے اور وقت پر گڑبڑ کرتے۔ مگر (خدا نے تم لوگوں کو اچانک جمع کر دیا تاکہ) جو بات ہونی ہے وہ کر دکھائے۔ پھر جو شخص ہلاک (گمراہ) ہو وہ اتمام حجت کے بعد اور جو زندہ (مومن) رہے وہ ہدایت کی حجت تمام ہونے کے بعد اور خدا یقینی سننے والا اور پوری طرح باخبر ہے۔

خواب

یہ وہ وقت تھا جب خدا نے تمھیں خواب میں کفار کو کم کر کے دکھلایا اور اگر ان کو تمھیں زیادہ کر کے دکھلاتا تو تم یقیناً ہمت ہار دیتے اور لڑائی کے بارے میں آپس میں جھگڑنے

عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

(۴۳)

وَاِذْ یُرِیْکُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْٓ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلًا وَّیُقَلِّلُکُمْ فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ط وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ۴۴

آداب جنگ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا ط لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ۴۵ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ ۴۶ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۝ ۴۷

نتیجۂ جنگ وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ ج فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی

گئے مگر خدا نے اس بدنامی سے بچایا، اس میں تو شک ہی نہیں کہ وہ دلی خیالات سے واقف ہے۔

پھر وہ وقت آیا جب تم لوگوں کی مڈبھیڑ ہوئی، تو خدا نے تمھاری آنکھوں میں کفار کو بہت کم کر کے دکھلایا اور ان کی آنکھوں میں تم کو تھوڑا کر دیا۔ تاکہ خدا کو جو کچھ کرنا منظور تھا وہ پورا ہو جائے اور تمام باتوں کا دارومدار تو خدا ہی پر ہے۔

آداب جنگ مومن لوگو! جب فوجوں سے ٹکراؤ ہو تو اپنے قدم جمائے رکھو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اللہ و رسول کی اطاعت کرو۔ آپس میں نہ لڑو ورنہ کمزور بھی ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا بھی اکھڑ جائیگی ثابت قدم رہو کہ اللہ صابروں کے ساتھ رہتا ہے۔ ان لوگوں سے نہ بنو جو اپنے گھروں سے اتراتے، لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے پھر لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے لگے اور اللہ تمھارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

نتیجۂ جنگ اور جب شیطان نے انکی کارستانیوں کو عمدہ کر دکھایا اور ان کے کان میں پھونک دیا کہ لوگوں میں آج کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمھارا مددگار ہوں۔ پھر جب دونوں لشکر

عَقِبَيۡهِ وَقَالَ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡكُمۡ اِنِّیۡۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ؕ۴۸ ؎۱

آمنے سامنے ہوئے تو اپنے الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور کہنے لگا۔ "میں تو تم سے علٰحدہ الگ ہوں، میں تو وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تمھیں سوجھتی نہیں میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور خدا بہت سخت عذاب دینے والا ہے"

بدر کی ناکامی اور قریش کا ردِ عمل

قریش کی ناکامی نے نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ کے علاوہ، تجارتی راستوں سے ان کی بالادستی کے خاتمے اور عرب میں ان کی قوت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ بہادروں کی موت اور ابوجہل کے قتل نے سارے عرب کو اپنا مستقبل سوچنے پر مجبور کیا۔

مکے کے گھروں میں کہرام مچ گیا۔ ابوسفیان مکے کا سردار عام تھا۔ لوگوں نے عہد کر لیا کہ جب تک اپنے مرنے والوں کا بدلہ نہ لے لیں گے چین نہ لیں گے۔ ابوسفیان نے تو یہ قسم کھالی کہ جب تک مقتولین بدر کا انتقام نہ لے لیا جائے گا وہ نہ سر میں تیل ڈالے گا نہ غسل جنابت کریگا۔

یہودیوں کو یقین تھا کہ مکے والے بڑے وقت کام آئیں گے مگر اب کوئی آسرا نہ تھا۔

عبداللہ بن ابی سلول کے اظہار اسلام نے ایک اور ضرب کاری لگائی۔

چنانچہ ذی الحجہ ۲ھ میں غزوۂ سویق اور ۳ھ میں غزوۂ احد واقع ہوا ٭

؎۱ سیرۃ ابن ہشام ۱/۲ میں ص ۲۲۶ پر سورۂ انفال کی تاریخی تفسیر بڑی تفصیل سے موجود ہے۔

عقدِ جنابِ سیّدہؑ

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

اس خدا نے دو سمندروں کو بہا کر ملایا، دونوں کے بیچ میں ایک پردہ ہے۔ جو ایک کو دوسرے پر غالب نہیں آنے دیتا۔ پھر اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتیں جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی مونگے نکلتے ہیں۔ پھر کون کون سی نعمتیں اپنے پروردگار کی جھٹلاؤ گے۔ (الرحمٰن)

آنحضرتؐ کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت معصومہؑ کا عقد ایک عظیم واقعہ ہے۔ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے آغاز سے اب تک کے واقعات میں جناب ابوطالبؑ، خدیجہؑ، علیؑ اور فاطمہؑ نے تدریجی طور پر جس جاں فروشی کا مظاہرہ کیا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ یہ سب ایک دوسرے سے روحانی قربتوں کے ساتھ جسمانی قربتوں اور ظاہری رشتوں میں منسلک ہوتے، ابوطالبؑ، خدیجۃ الکبریٰ کے رشتے تو خدا نے پیدا کر دیے تھے۔ علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہما کا رشتہ مشیتِ باری کے اشاروں سے پیغمبرؐ نے قائم کر دیا۔ گویا عرش کا جشن فرش پر منایا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے شہزادی کے لیے اپنے رشتے پیش کیے لیکن جب حضرت علیؑ علیہ السلام گردن جھکائے حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے خوشی خوشی رشتہ قبول فرماتے ہوئے فرمایا:

هذا جبریل یخبرنی اَنَّ اللّٰہ زوّجك فاطمۃ

یہ جبریل کہہ رہے ہیں کہ خدا نے تم سے فاطمہ کا رشتہ کر دیا ہے

علامہ شبلی کا بیان ہے کہ آپؐ نے حضرت فاطمہؑ کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟ بولے "کچھ نہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ "وہ حطبیہ زرہ کیا ہوئی (جو جنگ میں ہاتھ آئی تھی)" عرض کی وہ تو موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا "بس وہ کافی ہے"۔

سپاہی کے ہتھیاروں میں، تلوار، سپر، اور زرہ جان کی حفاظت بلکہ جان سے زیادہ چیز ہے۔ مگر جس نے اپنی جان خدا کے سپرد کر دی ہو، مال دنیا اور نفس دونوں رسول خداؐ پہ قربان کر دی ہو، اسے ایک اشارے کی دیر تھی، زرہ اتار کر پیش کر دی۔ کسی نے جا کر سوا سو درہم میں بیچی۔ جس سے تھوڑا سا عطر اور کچھ سامان جہیز خرید اگیا۔ سامان کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرتؐ کے پاس بھی مال دنیا سے کچھ نہ تھا، نہ آپ نے اس کی ضرورت محسوس فرمائی، شاہوں کا شاہ، فقیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ قناعت پسند، عین ایمان و تقویٰ شہزادی کے لیے سامان جہیز کیا لیتا!

تقریب نکاح یکم ذی الحجہ ۲ھ/۶۲۶ء مسجد کے صحن یا اپنی عصمت سرا میں تقریب مسرت منعقد ہوئی۔ آنحضرتؐ نے خود بہ نفس نفیس خطبہ ارشاد فرمایا:

الحمدُ للّٰہِ المحمودِ بِنعمتِہٖ المعبودِ بِقُدرتِہٖ، المطاعِ فی سُلطانِہٖ، المرغوبِ اِلیہِ فیما عِندہٗ، المرھوبِ مِن عذابِہٖ النافذُ اَمرُہٗ فی سمائِہٖ واَرضِہٖ اَلّذی خلقَ الخلقَ بِقُدرتِہٖ، وَ	اس خدا کی حمد جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے محمود، اور قدرت کی وجہ سے معبود ہے سلطنت کی وجہ سے اطاعت کے قابل ہے اس کی رضا لائق رغبت، اس کا عذاب خوف کے قابل ہے اس کا حکم زمین آسمان میں نافذ ہے۔ اس نے ساری مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اپنے احکام

وَمَيَّزَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ، وَاَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ، وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ الْمُصَاهِرَةَ نَسَبًا لَاحِقًا، وَاَمْرًا مُفْتَرَضًا، وَ شَجَّ بِهَا الْاَرْحَامَ، وَاَلْزَمَهَا الْاَنَامَ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا"

ثُمَّ :

اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ — وَقَدْ زَوَّجْتُهَا اِيَّاهُ عَلٰى اَرْبَعِمِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ اِنْ رَضِيْتَ يَا عَلِيُّ[1] ؟

سے ممتاز، اپنے دین سے معزز، اپنے نبی سے مکرّم فرمایا۔

بلا شبہ اللہ نے رشتہ ازدواج کو نسب جاری، فرض شدہ کام قرار دیا۔ اسی سے شکم مادر کو انسان کا گھر بنایا۔

اس معبود نے فرمایا ہے :

"معبود وہ ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کر کے نسب و رشتہ مصاہرہ قرار دیا۔

پھر یہ کہ — اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ فاطمہؑ کو علیؑ سے بیاہ دوں — میں چار سو مثقال[1] نقرہ مہر پہ ان کا ان سے نکاح کرتا ہوں — علیؑ تم قبول کرتے ہو ؟

جناب امیر المومنین نے — قبول فرمایا۔ اور سجدۂ شکر میں جھک گئے آنحضرتؐ نے فرمایا :

"تم میرے بہترین بھائی، داماد اور صحابی ہو۔ تمھارے لیے رضائے خدا کافی ہے۔"

حضرت علیؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی :

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ

---

[1] کبھی کے ایک سو سات روپے آج کے ڈیڑھ سو روپے رکھ لیے جائیں۔ خطبہ مناقب سے منقول ہے [2] مناقب ۱۹/۵ بحار ۱۰/۳۷

"پروردگارا، تیری نعمتوں پر شکر" ــــ پیغمبرؐ نے آمین کہی۔

پھر دعاے برکت ومبارک باد کے بعد میوہ نچھاور کیا۔

علیؓ اندر گئے، آپ کے ساتھ خود سرور کائناتؐ بھی دولت میں تشریف لائے ایک برتن میں پانی لے کر چند آیتیں پڑھیں اس آب حیات سے بہتر پانی کے چھینٹے اپنے دست کرم سے دولھا دلھن پر ڈالے ایا وہ پانی پلایا اور وضو کرایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ بیٹی! خاندان میں سب سے افضل شخص سے تمھارا نکاح کیا ہے[۱]۔ اس کے بعد دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُہٗ بِکَ وَ ذُرِّیَّتَہٗ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ؁

خدایا! علیؓ اور اس کی ذریت کو شیطان مردود سے بچانا۔

دُولھن کالباس

شادی کے وقت دولھن کے بدن نازنین پر ایک سادی سی قمیص، قیمتی سات درہم اور ایک برقعہ قیمتی چار درہم، اور ایک نئی چادر تھی۔

جہیز

ختم المرسلین، رحمۃ للعالمین، اسوۂ کامل کی صاحبزادی، فخر مریمؑ وسارہؑ، کا سامان جہیز ملاحظہ ہو۔ اور غور کیا جائے کہ رخصتی کے وقت جہیز میں غیر معمولی اہتمام، لڑکے والوں کا تقاضا، اور لڑکی والوں کی شرمندگی سیرت رسول کے آئینے میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔

۱۔ تخت خواب ایک عدد

۲۔ چمڑے کی توشک جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے۔ ایک میں اون

۳۔ پانی بھرنے کی ایک چھاگل ایک عدد

۴۔ مشک ایک عدد

۵۔ چکی ایک عدد

---

[۱] سیرۃ النبی ۱/ ۳۶۷ بحوالہ طبقات ابن سعد و اصابہ

۶۔ کوزۂ گلی	دو عدد	
۷۔ گھڑا	ایک عدد[۱]	
۸۔ لوٹا	ایک عدد	
۹۔ گرم چادر	ایک عدد	
۱۰۔ لکڑی کا پیالہ	ایک عدد	وغیرہ

ولیمہ و دعوت

تین دن تک شرفاء و غرباء، مدینہ اور مسلمان کھانا کھاتے رہے۔ سادی سی غذا کا اہتمام تھا، سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مہتمم دعوت تھے۔

رخصتی

رخصتی کے موقع پر بنو عبد المطلب، انصار و مہاجرین کی خواتین شریک تھیں۔ دولھن کی جلو میں امہات المومنین حضرت ام سلمہؓ و حضرت عائشہؓ و حفصہؓ اشعار پڑھ رہی تھیں۔[۲]

ناقۂ عروس کی مہار حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ آنحضرتؐ، جناب حمزہؓ عقیل اور دوسرے بنی ہاشم برہنہ تلواریں لیے ساتھ ساتھ تھے۔

قیام گاہ

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ اب تک حضرت علیؑ، آنحضرتؐ ہی کے پاس رہتے تھے لیکن اب مکان کی ضرورت ہوئی اور شہزادی نے ذکر بھی کیا، حارثہ بن نعمانؓ (جنھوں نے اس سے پہلے بھی کئی مکان آنحضرتؐ کو نذر کیے تھے) آگے بڑھے اور ایک مکان پیش کر کے سرخروئی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

یہ مکان یا اس کے بعد والا مکان وہ تھا جو مسجد النبی کے صحن میں کھڑکی یا دروازہ رکھتا تھا اور جب تمام دروازے مسجد میں کھولنا بند کر دیے گئے تو صرف حضرت علیؑ کا مکان مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

دولھن کے بارے میں دولھا کی رائے

اس مفید، عقیدت افروز گفتگو کا نتیجہ، یا میرے بیان کا خاتمہ یہ ہے:

چند دنوں کے بعد سرکار ختمی مرتبتؐ نے اپنے پروردۂ آغوش سے پوچھا:

---

[۱] مناقب ج ۵ ص ۲۰ [۲] مناقب میں یہ ترانے ملاحظہ ہوں۔ ج ۵ ص ۲۱

یا علیؑ، کیسی زوجہ پائی ؟

عرض کی :

نِعْمَ العَوْنُ عَلیٰ طَاعَۃِ اللّٰہِ

(عبادتِ الٰہی میں بہترین مددگار)

پھر بیٹی سے پوچھا :

فاطمۂ زہراؑ نے عرض کی :

خَیْرُ بَعْلٍ ———— بہترین شوہر[۱]

عیدِ قربان

سال کا آخری مہینہ تھا۔ بدر کے بعد عمیر بن عدی، سالم بن عمیر، غزوۂ بنی قینقاع، غزوۂ سویق کے مسلسل ہنگاموں کے بعد عقدِ شہزادی کی تقریب نے ایک اور خوشی کا اضافہ کیا۔ اس سال آنحضرتؐ نے پہلی مرتبہ باقاعدہ قربانی کی اور عید کی نماز ادا فرمائی۔

سنہ ۲ھ میں روزے واجب ہوئے۔

———— :(پخش): ————

---

[۱] مناقب ۲/۱۳۹، ج ۵ ص ۲۲

غزوۂ اُحد

۶ شوال ۳ھ / ۲۶ مارچ ۶۲۵ء سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے جمِ غفیر سے جنگ کے لیے احد کی پہاڑی پر تیار کھڑے تھے۔[1]

قریش کے سپاہی تین ہزار کی تعداد میں جوشِ انتقام سے بھرے ہوئے اور مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی۔ مہاجرین کی قیادت علمبرداری علیؑ بن ابی طالب کر رہے تھے اور انصار کا پرچم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔

اُحد کا تعارف

مکے سے شمالی سمت میں تین ساڑھے تین میل کے فاصلے پر شرقاً وغرباً ایک پہاڑ پھیلا ہوا ہے اس پھیلاؤ کے درمیان میں ایک گھماؤ نیم دائرے یا نعل کی شکل میں وسیع میدان ہے اس میدان کے شمال میں تنگ درّے سے گذرنے کے بعد کچھ اور میدان ہیں۔ اُحد کے جنوبی دامن میں "وادی قناۃ" اور وادی قناۃ کے جنوب میں "جبل عینین" ہے۔ اس پہاڑی پر بظاہر دو چشمے تھے۔ آنحضرتؐ نے اسی پہاڑی پر تیر اندازوں کا ایک محافظ دستہ مقرر فرمادیا تھا کہ مغربی دہانے کو چھوڑ کر کوہ احد سے پیچھے پیچھے آنے والے حریف کا بیرونی راستہ روکے رہیں۔ اور فوجی مدد کے آنے تک تیر اندازی کرتے رہیں۔

پہاڑ کے نعل نما میدان میں ایک مضبوط سہ دیواری میں اسلامی فوج کی چھاؤنی تھی اور مشرقی حصہ کوہ پشت پرے کر جنگ کا میدان رکھا گیا۔

---

[1] ابن ہشام نے پندرہ شوال لکھا ہے۔ اور ابن سعد نے ست لیال خلت

قرآن میں احد کا تذکرہ

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۲۱ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲۲ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲۳

جس دن صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے تھے کہ مومنین کو لڑائی کے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ سمیع و علیم ہے۔ اس وقت تم میں سے دو دستوں[1] نے بزدلی دکھائی۔ حالانکہ اللہ ان کا مددگار و سربراہ تھا۔ مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے اللہ نے بدر کے موقع پر تمہاری مدد کی جب کہ تم کمزور تھے۔ لہذا اللہ سے ڈرو تاکہ اس کے شکر گذار بن سکو۔

ذکر بدر تا آیت ۱۲۷

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۱۲۸۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۲۹۔

تمہیں اس بات کا کیا اختیار، خدا چاہے گا تو توبہ قبول کرلے گا یا ان پر عذاب فرمائے گا کیونکہ ہیں یہ لوگ ظالم۔ اور زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہے۔ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب میں مبتلا کرے۔ اور اللہ غفور رحیم ہے۔

سود کا تذکرہ۔ عبرتیں ۱۳۸۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ

تم لوگ سست و غمگین نہ ہو، مومن ہو تو تم ہی

---

[1] ابن ہشام طائفتان سے بنو سلمہ ابن جشیم خزرجی اور بنو حارثہ بن جنت اوسی مراد لیتا ہے کہ احساس کمزوری کی بنا پر میدان چھوڑا لیکن استقامت دینی کی وجہ سے واپس آئے۔

الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۱۳۹
اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ط وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا
بَيْنَ النَّاسِ ج وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۱۴۰ وَلِيُمَحِّصَ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ۱۴۱
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ
لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ
وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ۱۴۲ وَلَقَدْ
كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ
اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ
اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ۱۴۳

لوگ سربلند ہو گے۔ اور اگر تم لوگوں کو نقصان
پہنچا تو حریفوں کو بھی تو ایسا ہی نقصان پہنچ چکا
ہے۔ اور یہ دن تو باری باری اَدَلتے بدَلتے
رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ مومنوں کو ممتاز کر دے۔
اور تم لوگوں کو اس علم میں گواہ بنائے۔ اللہ
ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ بھی مقصد تھا
کہ اللہ ایمان داروں کو پاک اور کھرا اور منکروں،
کافروں کو تحس نحس کر دے۔ کیا تمہارا یہ خیال
ہے کہ سب کے سب جنت میں چلے جاؤ گے اور
اللہ نے تم میں سے مجاہدوں اور ثابت قدم
رہنے والوں کو پہچانا نہیں ہے اور تم موت کا وقت
آنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے تو اب
آنکھوں کے سامنے نظر آ گئی اور تم دیکھ رہے ہو۔
—— بدر کے بعد بہت سے لوگ میدان میں مرنے
کی تمنا کر رہے تھے احد کی تیاریاں دیکھ کر بہت خوش
تھے مگر عین وقت پر دل بیٹھ گئے ——

نبی اور امت

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاۡئِنْ
مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ط
وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ
يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ

اور محمدؐ تو فقط رسول ہی ہیں۔ ان سے پہلے
بھی رسول گذر چکے ہیں۔ پھر کیا یہ ہوا کہ اگر وہ
مرگیا یا قتل کر دیا گیا تو تم پچھلے پیروں لوٹ
جاؤ گے اور جو اپنے پچھلے پیروں لوٹ بھی جائے
تو اللہ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اللہ

الشّٰکِرِیْنَ ۝ ۱۴۵
وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ
مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ
مِنْهَا ۚ وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ
نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ ۝ ۱۴۵
وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ
رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا
اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا
وَمَا اسْتَکَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝ ۱۴۶

ان لوگوں کی دعا اور انعام خداوندی
کا ذکر ی ۱۴۷ ا ری ۱۴۸

مخالفین کے مشورے | یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
یَرُدُّوْکُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
خٰسِرِیْنَ ۝ ۱۴۹

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىکُمْ ۚ وَهُوَ
خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ۝ ۱۵۰ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ
الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَکُوْا
بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ
وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَی

شکر گذاروں کو ثواب دے گا۔

کسی کو یہ اختیار نہیں کہ بے حکم خدا مر جائے
کہ وہ معین مدت مقرر ہے، جو دنیا کا بدلہ چاہتا
ہے اسے دنیا، اور جو آخرت کا ثواب چاہتا ہے
اسے آخرت کا ثواب دیں گے اور ہم شکر گذاروں
کو اچھا عوض دیں گے۔

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ بہت سے
لوگ جنگ میں شریک ہوئے لیکن راہ خدا میں
سختیاں جھیلنے سے نہ ان میں سستی آئی نہ کاہلی۔
اور اللہ پامردی دکھانے والوں کو پسند فرماتا ہے

اے ایمان والو! اگر تم ان منکروں
کا کہا مانو گے تو یہ لوگ تمہیں پچھلے
پیروں پلٹا دیں گے۔ اور تم گھاٹا
اٹھاؤ گے۔

بلکہ اللہ تمہارا سربراہ اور وہی سب سے
اچھا مددگار ہے۔ ہم منکروں کے دلوں میں
خوف بٹھا دیں گے۔ کیونکہ انھوں نے اللہ سے
شرک کیا ہے جس کا اس نے کوئی سند نہیں
اتاری۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا

الظّٰلِمِيْنَ ○ ۱۵۱ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ج حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ م بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ط

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ج ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ج وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ۱۵۲

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ط وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ ۱۵۳

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً

ٹھکانا ہے ہی بُرا۔

اور اللہ تم سے اپنا وعدہ پورا کر چکا جب تم ان حریفوں کو حکم خدا سے قتل کرنے لگے یہاں تک جب تم نے بزدلی دکھائی اور کام میں جھگڑا ڈال دیا۔ تمھاری پسند کی بات اللہ نے دکھائی اور تم نے نافرمانی کی۔

تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو دنیا پسند کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو آخرت چاہتے ہیں۔ پھر ہم نے تمھیں ان پر سے پھیر دیا۔ کہ خدا تمہارا (خلوص) آزماتا تھا۔ خدا نے تمہیں معاف کر دیا اللہ مومنوں پر بڑا مہربان ہے

تم پہاڑ پر چڑھے جاتے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمھیں پیچھے کھڑے پکار رہے تھے۔ لہذا تمھیں غم کے بدلے غم ملا تاکہ جو ہاتھ سے نکل جائے یا جو اُفتاد پڑے اس پر کوفت نہ اٹھاؤ۔ اللہ تمھارے کرتوتوں سے باخبر ہے

اس رنج کے بعد خدا نے تم پر اطمینان اتارا کہ تمھارے ایک دستے کو اونگھ (ہلکی سی نیند)[لہ]

لہ شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ یہ اونگھ درحقیقت ایک باطنی حس تھی، بھگدڑ کا عالم لوگ بے حواسی میں تھے کہ یہ کیفیت طاری ہوئی اور مسلمان تازہ دم حضورؐ کے گرد جمع ہو گئے دشمن بھاگ گیا۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایسے

(باقی صفحہ ۲۸۳ پر)

مِنْكُمْ ط وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

سبب فرار اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ج وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ ۱۵۵

آ گئی - کچھ ایسے بھی تھے جنھیں اپنی جانوں کی فکر تھی - یہ لوگ اللہ کے بارے میں جاہلیت جیسے باطل خیالات (عقائد) رکھتے ہیں - کہتے ہیں کیا اس معاملہ (فتح) میں ہمارا بھی دخل تھا - کہہ دیجئے ! بلاشبہ ہر معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے - لوگ اپنے دلوں میں جو چھپائے ہوئے ہیں وہ تم سے ظاہر نہیں کرتے - وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اگر معاملہ (فتح) ہمارے بس میں ہوتا تو ہم یہاں مارے ہی نہ جاتے - ان سے کہہ دو کہ اگر تم گھروں میں ہوتے جب بھی جس کی موت (قتل ہی) میں لکھی ہوتی وہ اپنے مقتل میں نکل کر آ ہی جاتے - یہ سب اس لیے ہوا کہ تمھارے دلوں کو اللہ آزمائے اور تمہارے عقیدوں کو پرکھ لے اللہ دلوں کے راز خوب جانتا ہے -

سبب فرار جس دن دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی اس دن تم مسلمانوں میں سے فرار کرنے والوں کو ان کے بعض اعمال کی بنا پر شیطان نے بہکایا تھا - اب اللہ نے انھیں معاف فرمایا - بلاشبہ اللہ بخشنے اور حلم کرنے والا ہے -

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۲) وقت اونگھ کا طاری ہونا فتح کی علامت ہے چنانچہ جنگ صفین میں یہی عالم امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب پر طاری ہوا تھا (ترجمہ قرآن ص ۹۰) میرا اندازہ ہے کہ صفین و احد میں بہت سی باتیں مشترک تھیں -

بزدلی کی مذمت اور جانفروشی کی تعلیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۱۵۶

شہادت کی اہمیت

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۱۵۷ وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ۱۵۸

سیرت النبی

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۱۵۹

جان فروشی کی تعلیم

ایمان لانے والو! کافروں جیسے نہ ہو کہ جو تجارت یا جنگ کے لیے نکلتے وقت اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ (مقتولین) اگر ہمارے ساتھ ہوتے تو نہ مرتے نہ قتل ہوتے یہ تذکرہ اس لیے ہے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا غم ڈال دے اللہ ہی زندگی و موت عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال دیکھتا ہے۔

اور اگر تم راہ خدا میں قتل کیے گئے یا مرے تو اللہ کی مغفرت و رحمت تمہارے ہر ذخیرے سے بہتر ہے۔

اور اگر مرے یا قتل ہوئے تو یقیناً اللہ ہی کے حضور میں حاضر ہو گے۔

تو اللہ کی رحمت سے تم ان لوگوں کے لیے نرم دل ہو۔ اور اگر تند مزاج و سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے ہٹ جاتے۔ لہذا انھیں معاف کر دو۔ اور ان کے لیے مغفرت طلب کرو۔ ان سے معاملات میں مشورہ کرو۔ اور جب کسی کام کا حتمی ارادہ ہو تو خدا پر بھروسہ کرو۔ کہ اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

سپاہیوں کو نصیحت

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ ١٦٠

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ ١٦١

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللّٰهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ ١٦٣

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

ناگوار افتاد اور اس کے وجوہ

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر غالب آنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو کون شخص ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے۔ اور مومن اللہ ہی پر توکل رکھتے ہیں۔

نبی کی یہ شان نہیں کہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا تو جو چیز خیانت کی ہے قیامت کے دن وہی چیز (بعینہٖ خدا کے سامنے) لانا ہوگی اور پھر ہر شخص اپنے کیے کا پورا پورا بدلہ حاصل کرے گا۔ ان کی کسی قسم کی حق تلفی نہیں ہوگی۔

بھلا جو شخص خوشنودیٔ خدا کا پابند ہو وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے غضب میں گرفتار ہو اور جس کا ٹھکانا جہنم ہو اور وہ کتنا برا ٹھکانا ہے۔

خدا نے ایمان داروں پر بڑا احسان کیا۔ کہ ان کے واسطے ان ہی کی قوم میں ایک ایسا رسول بھیجا جو انہیں خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے حالانکہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

مسلمانو! کیا جب تم پہ (جنگ اُحد میں) وہ مصیبت پڑی جس کی دونی مصیبت تم (کفار

أَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنّٰى هٰذَا ط
قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ط إِنَّ
اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ١٦٥
وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ
فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ١٦٦
وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ
لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
أَوِ ادْفَعُوْا ط قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا
لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ط هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ
أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيْمَانِ ج يَقُوْلُوْنَ
بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط
وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝ ١٦٧

الَّذِيْنَ قَالُوْا لِإِخْوَانِهِمْ وَ
قَعَدُوْا لَوْ أَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ط قُلْ
فَادْرَءُوْا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ
إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

شہیدوں کا مرتبہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ ١٦٩
فَرِحِيْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

پر) ڈال چکے تھے تو (گھبرا کے) کہنے لگے، یہ
آفت کہاں سے آ پڑی ؟ - کہو، یہ بلا خود
تمہاری ہی طرف سے ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے
اور جو کچھ پیش آیا اس دن جب دونوں
فوجیں آپس میں گتھی تھیں اور وہ بھی حکم خدا سے
کہ تم میں سے ایمانداروں اور منافقوں کو معلوم
کرے اور ان سے کہا گیا - آؤ راہِ خدا میں لڑو۔
یا دفاع کرو - انہوں نے کہا - اگر ہم لڑنا جانتے
ہوتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو جاتے۔

یہ لوگ اس دن ایمان
سے زیادہ کفر کے قریب تھے منہ سے وہ باتیں
کہہ دیتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں حالانکہ
اللہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جسے یہ دل میں چھپاتے ہیں۔

یہ ایسے ہیں کہ خود تو بیٹھے ہیں اور اپنے
دوستوں کے بارے میں کہتے ہیں - کاش
ہماری پیروی کرتے تو مارے نہ جاتے ان سے کہو
کہ اگر سچے ہو تو ذرا اپنی جان سے موت ٹال دو۔

راہِ خدا میں مرنے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ زندہ
ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں روزی پاتے ہیں
اللہ نے جو جو احسان ان پر کیے ہیں ان پر خوش ہیں
اور جو ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور ان سے نہیں

وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا
بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ
بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ
لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ١٧١

پامردی دکھانے والے مجاہدوں کی مدح

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا
لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ
اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ
عَظِيْمٌ ۝ ١٧٢ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ
النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا
لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ
نِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ ١٧٣

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ
وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ
ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ ١٧٤

مومنوں کو سبق

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ
يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ

مل سکے ان کے بارے میں یہ معلوم کرکے خوش ہوتے ہیں
کہ (بعد شہادت) نہ ان پر کوئی خوف ہوگا نہ آزردہ
خاطری۔ وہ لوگ اللہ کی نعمت وفضل پر خوش ہوتے
ہیں اور اس بات پر کہ اللہ مومنوں کا اجر رائگان
نہیں کرتا۔

جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی
خدا و رسول کا کہا مانا، ان میں سے جن لوگوں نے
نیکی اور پرہیز گاری کی (سب کے لیے نہیں صرف)
ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے۔ وہ لوگ
جن سے لوگوں نے کہا۔ تمہارے لیے (مکے
والوں نے لشکر اور) سامان جنگ) فراہم کیا
ہے۔ ان (اہل مکہ سے) ڈرو تو ان لوگوں کا ایمان
اور بھی بڑھ گیا۔ اور انھوں نے کہا۔ ہمارے لیے
اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز
ہے۔

لہٰذا یہ لوگ اللہ کی نعمت وفضل سے پلٹے
تو کوئی تکلیف ذرہ نہ پہنچی تھی۔ انھوں نے
رضائے خدا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑا فضل
کرنے والا ہے۔

بس صرف یہ ہے کہ شیطان اپنے دوستوں
کو ڈراتا ہے۔ لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو۔ ہاں اگر تم

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۱۷۵

نبی کریمؐ کو تسلی

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ۱۷۶

(آل عمران)

مومن ہو تو مجھ سے ڈرو۔

کفر میں پیش قدمیاں دکھانے والے تمہیں غمگین نہ کریں، کیونکہ یہ ذرا سا نقصان بھی تو اللہ کو نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ حصہ بھی نہ دے اور ان کے لیے بڑا سخت عذاب ہے

(اس کے بعد کفار و منافقین کے تذکرے ہیں)

تاریخی تفصیلات

جنگِ احد تفصیل طلب بحث پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید نے جس انداز سے واقعات کا پس منظر محفوظ کیا ہے اسی سے حالات کا رُخ نظر آنے لگتا ہے۔

بدر کی شکست سرداروں کی موت، ابوجہل و عتبہ کے قتل نے مکے میں ہلچل ڈال دی۔ ابوسفیان مع سامان تجارت کے بچ نکلا تھا اس لیے قریش نے نیا منصوبہ باندھا، سب سے پہلے تو اس سال کا سارا مال مع اصل و نفع "دارالندوۃ" میں امانت رکھ دیا گیا۔

عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان ابن امیہ اور ابوسفیان نے سردارانِ مکہ کی ایک میٹنگ کی جہاں صورت حالات پر غور کیا گیا اور طے پایا کہ موجودہ سرمایہ شرکاء میں تقسیم نہ کیا جائے اور سامانِ جنگ کی خرید کے لیے پورے سرمایہ سے پھر تجارتی سفر کیا جائے، پھر اس کا نفع نصف جنگ کے لیے محفوظ رکھا جائے نصف شرکاء میں تقسیم ہو۔

چنانچہ اس فیصلہ پر عمل کیا گیا اور قرآن نے کہا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

(۸-۳۶)

کافر اپنا مال خرچ کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو راہِ خدا سے روکیں۔ بہرحال اس وقت تو وہ خرچ کریں گے لیکن اس کے بعد یہ ان کی حسرت بنے گا۔

لاکھوں کا سرمایہ، ہزاروں جانوں کی فوت پر عورتوں کی والہانہ جان فروشی نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ عورتوں نے کہا ہماری زندگی کا لطف مرنے والوں نے لے لیا۔ اب ہم گھروں میں بیٹھ کر کیا کریں۔ عوام کا ذکر کیا معززین کی عورتیں دف لیے جوش آفرین جنگی ترانے گاتی گرد کارواں

تھیں۔ ان میں :

۱۔ ہند (عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں) ہمراہ ابوسفیان

۲۔ ام حکیم (عکرمہ بن ابو جہل کی بیوی) ہمراہ عکرمہ بن ابی جہل

۳۔ فاطمہ بنت ولید (حضرت خالد کی بہن) ہمراہ حارث بن ہشام

۴۔ برزہ (مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی) ہمراہ صفوان بن امیہ

۵۔ سلافہ بنت سعد طلحہ بن ابی طلحہ کے ساتھ تھی

۶۔ ریطہ (عمرو بن العاص کی بیوی) ہمراہ عمرو بن عاص

۷۔ خُناس (مصعب بن عمیر کی ماں) (سیرۃ ابن ہشام / ج ۳ ص ۶۶)

اپنے لڑکے ابی عزیز ابن عمیر کے ساتھ تھی)

ابوسعد کاتب واقدی کہتا ہے کہ اس طرح کی پندرہ عورتیں تھیں۔

طائف کے قبیلہ بنو ثقیف نے دوسو سپاہی بھیجے۔ اور مکہ میں احابیش (حبشیہ ور سپاہی) اور قبائلی فوجوں کی تعداد اٹھائیس سو سے زیادہ تھی۔

سامانِ رسد و فوج میں :

۱۔ تین پرچم جو دارالندوہ میں تیار کیے گئے تھے۔ بڑا علم طلحہ بن ابو طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔

ب۔ دوسو گھوڑے

ج۔ تین ہزار اُونٹ

د۔ سات سو زرہیں

ہ۔ تیر، تلوار، نیزے وغیرہ بے شمار

سرداروں نے جوش آفرین تقریریں کیں۔ اُمراء نے قتل پر انعامات کے اعلان کیے۔

جبیر بن مطعم نے اپنے غلام وحشی سے انتقام خونِ طعیمہ کہا کہ :

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور
علی (علیہ السلام) میں سے کسی کو بھی قتل کرے گا اسی وقت
آزاد ہو جائے گا (مناقب ۱/۱۰۵)

عباس بن عبدالمطلب نے ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ مدینے خبر بھیجی اور حضرت رسالتمآب کو اطلاع دی کہ قریش جذبۂ انتقام میں سرشار دیوانہ وار، فوج و دولت لے کر آرہے ہیں۔

نبی عربی کی تیاری

مدینہ والے یہود و کفار کی ریشہ دوانیوں سے باخبر تھے۔ مکے کی تازہ ترین اطلاع کے بعد گذشتہ جہاد میں شریک ہونے والے مسلمان تڑپ گئے، پرانے مجاہدوں نے نئے سرے سے کمر چست کی، ہر طرف نئی جاں فروشیوں کی تیاریاں ہونے لگیں۔

آنحضرتؐ نے انس اور مونس نامی دو افراد کو دشمن کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ ان کی رپورٹ سن کر خباب بن منذرؓ فوج کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجے گئے۔ ان کی اطلاع کے بعد شہری دفاع کا انتظام مکمل کیا گیا۔ رات کو حضرت سعدؓ بن عبادہ و سعدؓ بن معاذ نے مسجد نبوی کا حفاظتی پہرہ دیا۔[1]

آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور میدان جنگ کی تجویز، لڑائی کے ضروری انتظامات کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ اکثر تجربے کاروں کی رائے آنحضرتؐ کے ساتھ تھی کہ شہر میں جنگ کی جائے، عورتوں اور بچوں کو باہر کے قلعوں اور گڑھیوں میں بھیج دیں۔ کیونکہ

"مدینہ ایک ایسے مقام پر آباد ہے جو دس میل لمبے اور تقریباً اتنے ہی چوڑے میدان پر مشتمل ہے۔ یہی میدان "جوف یا حرم مدینہ" کہا جاتا تھا۔ میدان کے چاروں طرف جبل عیر و جبل سلع کی اونچی پہاڑیوں کا طولانی سلسلہ ہے انہی پہاڑیوں میں چھوٹے چھوٹے درّے اور پیچدار راستے ہیں۔ میدان میں سلع جیسی پہاڑیوں نے جنگی نقطۂ نظر

---

[1] طبقات ۲/۲۶

سے اہمیت حاصل کر لی ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ عہدِ نبوی میں مدینہ کی آبادی محلہ وبازار سے مرکب نہ تھی بلکہ خاندانوں کے مکانات یکجا ہوتے تھے اور ہر خاندان تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آباد تھا پھر خاندانی اختلاف کے علاوہ عقائد و رسم کے اختلافات کی بنا پر یہ لوگ الگ الگ رہتے تھے۔ ہر آبادی یا مضافاتی بستی میں پتھر کے دو منزلہ سہ منزلہ مکان اور گڑھیں تھے۔ یہ مکان آطام احاطوں یا گڑھیوں کی شکل میں ہوا کرتے تھے چنانچہ قبا کے قریب بعض کھنڈرات تک محفوظ بتائے جاتے ہیں۔

ان آبادیوں کا مجموعی رقبہ نسبتاً آج کل کے شہر سے مشابہ تھا۔ حریف کو اندر آنے اور لڑنے میں یہ دشواری تھی کہ مدینۃ النبی تک آتے آتے مختلف محلوں یا آبادیوں سے گذرنا پڑتا۔ لوگ گھروں سے سنگباری کرتے اور میدانوں میں جھڑپیں لڑنا پڑتیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ زحمتِ سفر سے تھکے ہوئے سپاہیوں کو تازہ دم اور مطمئن مسلمانوں سے ٹکر لینے میں قوت و ضعف کا توازن برقرار رکھنا مشکل ہوتا۔

پڑاؤ

مگر نوجوان مسلمان بضد تھے کہ نہیں باہر کھلے میدان میں لڑیں گے۔ آخر آنحضرتؐ تیار ہو گئے۔ ادھر جاسوسوں نے خبر دی کہ دشمن ذوالحلیفہ سے بڑھ کر ابوا آیا اور یہاں والدہ ماجدۂ پیغمبرؐ کی قبر مبارک سے بے ادبی کر کے آ رہے ہیں اور اب احد کے مغرب زغابہ میں پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں۔ حضورؐ اکرم نے حکم دیا کہ چلو تم بھی آگے بڑھو اب تمھاری ہی خوشی سہی مسلمانوں نے درخواست کی نہیں، جو حضورؐ کی رائے ہے ہم اس سے سرتابی نہ کریں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اب وقت گذر گیا۔ اللہ کے نبی جب ہتھیار بند ہو جاتے ہیں تو پھر کر نہیں کھولتے۔ لوگوں نے یہود اور دوسرے قبائل کو شرکت جنگ کی دعوت دینے کے لیے اجازت چاہی۔ آنحضرتؐ نے اس درخواست کو بھی نامنظور فرمایا۔ آخر ایک ہزار سپاہی آگے بڑھے۔ جن کے پاس صرف سو زرہیں تھیں چند گھوڑے اور تھوڑے سے ہتھیار۔

ساتھیوں کی غفلت

عبداللہ بن اُبی مدینہ میں تقریریں کر رہا تھا۔ بڑا مسلمان اور پکا حمایتی تھا۔ اب میدان دیکھ کر پلٹا تین آدمیوں کو بھی اپنے ساتھ لیے تھا۔ مزید کوشش تھی کہ بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ نہ جائیں لیکن اللہ نے مدد کی اور وہ دونوں قبیلے پلٹتے

پلٹتے رہ گئے قرآن مجید نے اس اہم ترین واقعے کو معجز نما الفاظ میں یوں محفوظ فرمایا ہے :

اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ	جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا (ترجمہ شیخ الہند)

اب ہزار کی فوج گھٹ کر سات سو رہ گئی۔ حریف طاقت کے شباب پر تھا اور مسلمان اندرونی خلفشار میں مبتلا تھے لیکن حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالات پر قابو حاصل فرمالیا۔

قریش احد کی مغربی سمت تھے۔ آنحضرتؐ مشرقی سمت خیمہ زن ہوئے دائیں طرف کوہ عینین پشت پر احد کی پہاڑی۔ سر مبارک پر رحمتِ الٰہی سایہ فگن تھی۔ سپاہیوں کو دستوں میں اور دستوں کو سرداروں میں تقسیم فرمایا۔ کم سنوں اور بچوں کو واپس کر دیا گیا لیکن بعض بچے نہ مانے اور اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

فوج کے سپہ سالار مقرر فرمائے۔ سعد بن عبادہ کو انصار کے لیے اور مہاجرین کے لیے حضرت علیؓ، مصعب بن عمیر، زبیر بن عوام، حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم سالار و علمدار متعین ہوئے جبل عینین اور وادی قناۃ کا درمیانی راستہ روکنے کے لیے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین ہوا جس کی کمان عبداللہ بن جبیر کے سپرد تھی اور حکم تھا کہ وادی قناۃ سے آنے والے دشمن کو روکیں۔

آنحضرتؐ کی نگرانی میں مورچہ بندی

خود سرکار دو عالمؐ دوہری زرہ زیب تن فرمائے، تلوار لیے مورچوں کو مضبوط فرما رہے تھے اور قرآن کہہ رہا تھا :

"کتنی اچھی تھی وہ صبح، جب آپ مومنین کو جنگی مورچوں پر
بٹھا رہے تھے۔
بدر کی کامیابی یاد رکھنے کے قابل ہے۔
پھر ہمت افزائی کی گئی کہ
سست و غمگین نہ ہو، سربلندیاں تمہارے لیے ہیں یقین
و ایمان میں فرق نہ آنے پائے۔

آغازِ جنگ

قریش کی فوجیں راستے کے باغات، چراگاہیں اور کھیتیاں روندتے، جوشِ انتقام میں مست، غرور قوت میں منہ اٹھائے احد کے دامن میں پڑاؤ ڈال کر تازہ دم ہو چکے تھے عورتوں کے دستے نے والہانہ انداز میں جوش آفرین و شجاعت انگیز ترانہ شروع کیا:

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ	ہم آسمانی تاروں کی بیٹیاں ہیں ۔
نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقِ	زمین کے بجائے قالینوں پر چلتے ہیں
اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقٖ	اگر پیش قدمیاں کیں تو گلے لگا لیں گے
اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقْ	اور اگر قدم پیچھے ہٹائے تو ہمارا تمہارا کوئی ساتھ نہیں ۔

دفوں کے شور اور ترانوں کی گونج میں ابو عامر، پھر علمبردار قریش طلحہ میدان میں آئے ۔ قریشی سیادت، زعم شجاعت اور غرور میں للکارے، ادھر علی بن ابی طالبؑ شمشیر عدوگیر تولے ہوئے بڑھے طلحہ نے جھپٹ کر حملہ کیا ۔ امیر المومنینؑ نے وار روک کر جو تلوار لگائی تو حریف دو ہو چکا تھا ۔ اس کا بھائی عثمان دوڑا لیکن شیر رسول حضرت حمزہؓ نے تلوار پہ لیا ۔ ہزاروں کے لشکر سے منتخب روزگار تجربہ کار باری باری آ رہے تھے اور موت کے گھاٹ اُترا اُتر کر، حریف کو شرمندہ اور رسوا کر رہے تھے ۔ دست بدست جنگ اور آمنے سامنے کی لڑائی تھی ۔ ناموروں کے سر مسلمانوں کے قدموں تلے تھے ۔ خودسروں کی گردنیں کٹی پڑی تھیں ۔ تین تلواریں خون میں تیر رہی تھیں ۔ کبھی علیؑ غبار سے نکل کر حریف کے جتھے پر جھپٹے، کبھی حمزہؓ مجمع کو صاف کر کے تکبیر کہتے ۔ کبھی ابو دجانہ جاں نثاری و سرفروشی کے جوہر دکھاتے نظر آتے

ع تھیں تین بجلیاں کہ چمکتی تھیں فضا میں

تلواروں کی ٹکروں، بہادروں کے نعروں، گھوڑوں کے ہنہنانے اونٹوں کے بلبلانے سے کان پڑی آواز نہ سُنائی دیتی تھی ۔ ہاں مسلمانوں کا نعرۂ جنگ :

—— اَمِتْ، اَمِتْ[1] —— یا —— یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ[2]

---

[1] سیرۃ ۳/۷۲ [2] شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید

حوالہ صفحہ نمبر ۲۹۵

(اُحد میں) آرام گاہِ نبویؐ

حوالہ صفحہ نمبر ۳۰۰
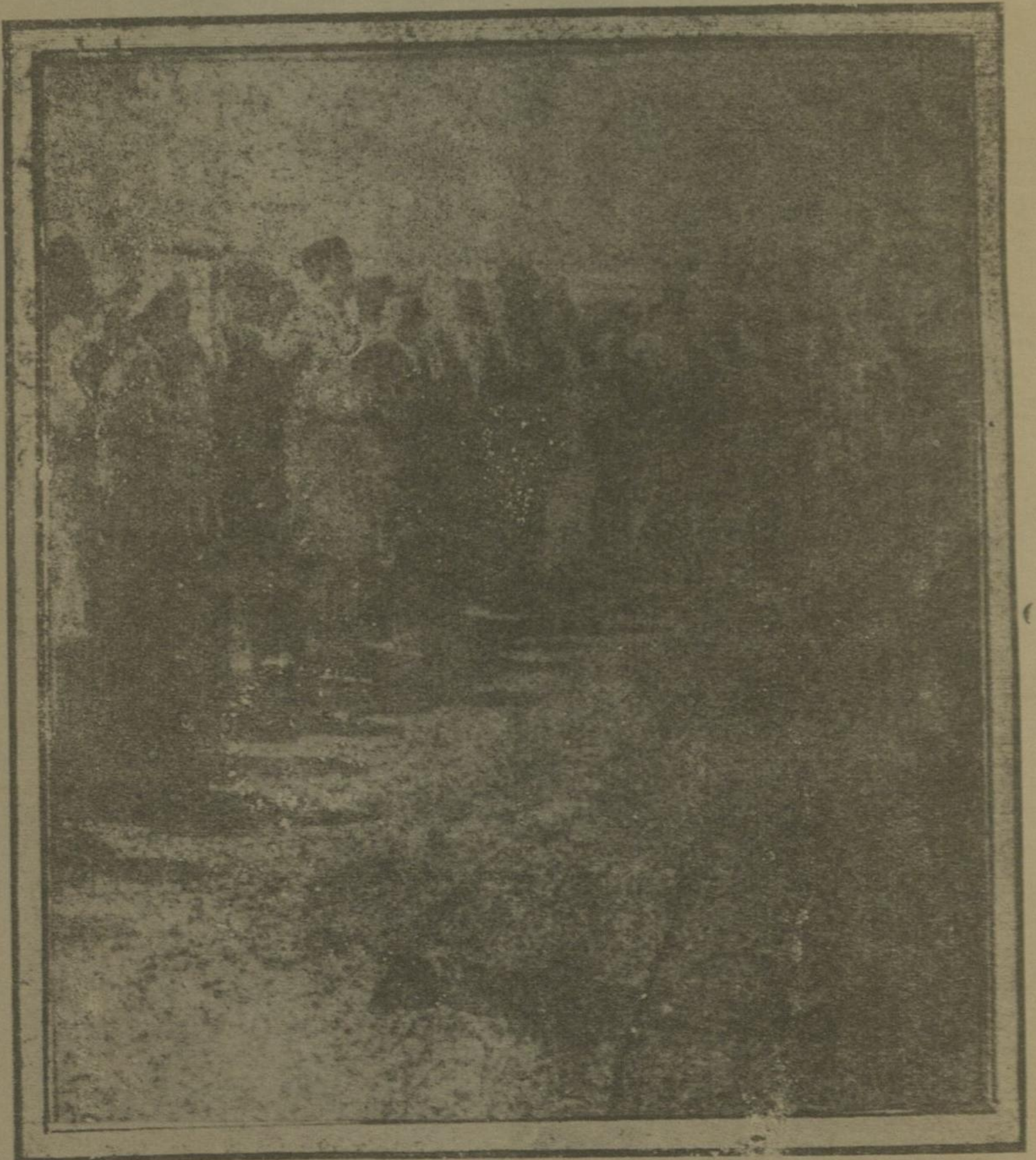
صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کے مزارِ مُبارک پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔

حوالہ صفحہ نمبر ۵۱۳
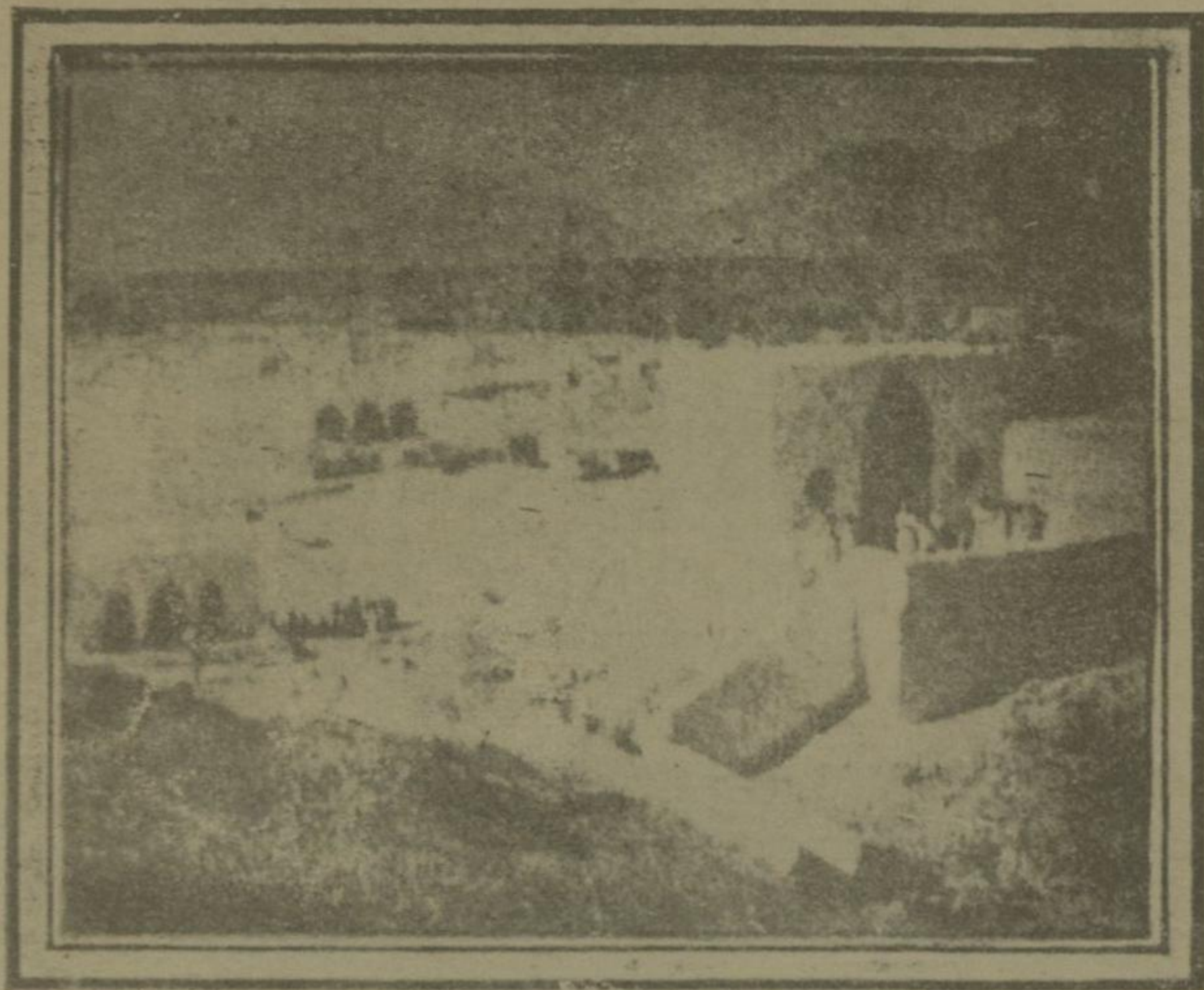
میدانِ خندق مسجد علیؑ و ابُوبکرؓ
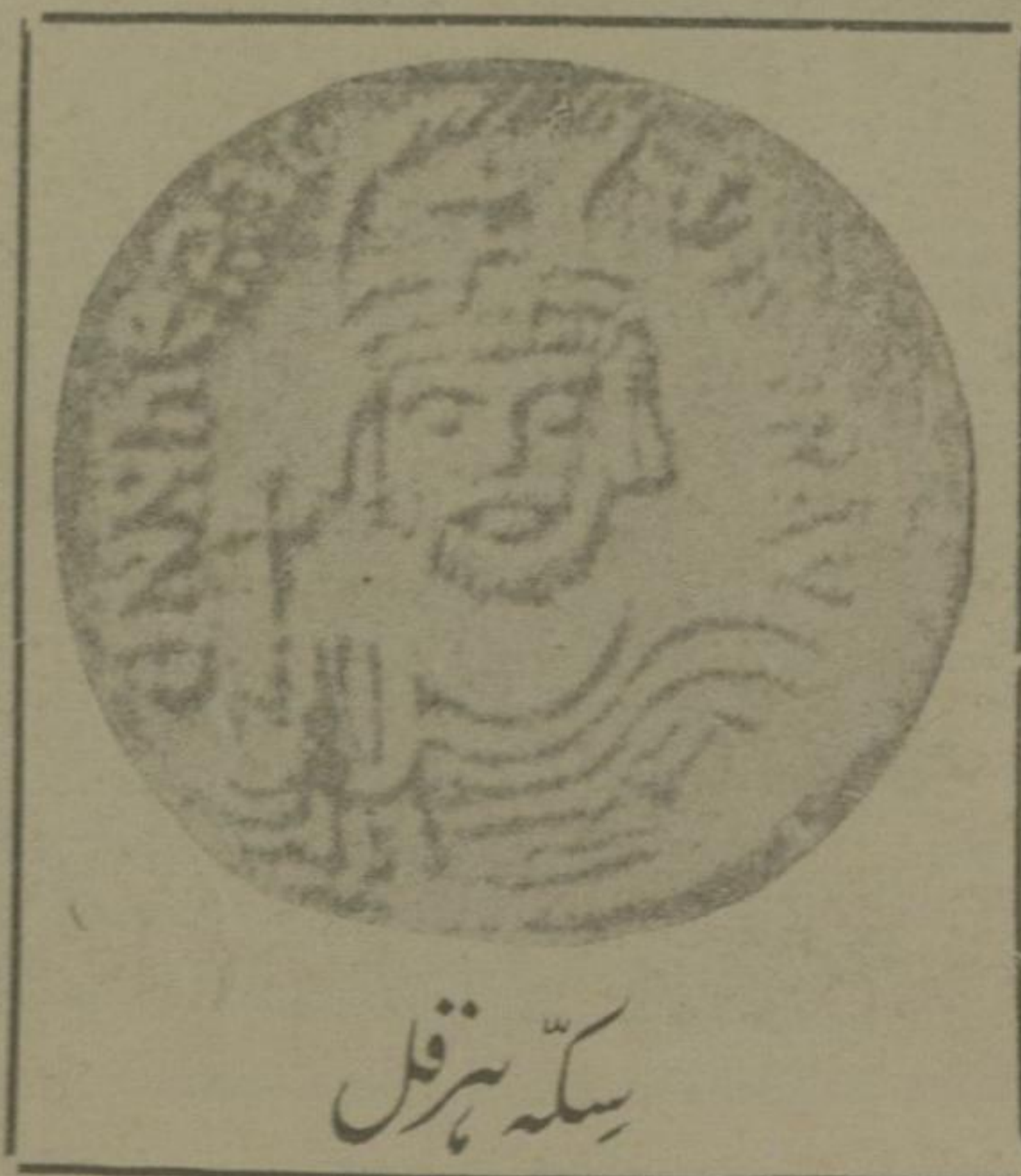
حوالہ صفحہ نمبر ۶۵۳

سِکّہ ہرقل

فضا کو لرزا دیتا تھا، جوانوں کے پتے پھٹ گئے۔ یکے بعد دیگرے علم برداروں کی موت نے مشرکوں کے دل توڑ دیے مسلمان مجاہدوں کی ہمت بڑھ چکی تھی۔

شہادتِ حضرت حمزہؓ

ارطاۃ بن شرجیل پرچم لیے لشکرِ اسلام پر حملہ آور ہوا، شیر خدا نے بڑھ کر روکا، دو چار ہاتھ ہوئے اور دیکھتے دیکھتے وہ کالا پہاڑ زمین پر تھا۔ انتقام کی دھن میں سرمست سباع بن عبد العزّیٰ غبشانی جھپٹا۔ حضرت حمزہؓ نے اسی تیور سے مقابلہ کیا۔ آخر اسے بھی قتل کر۔

جبیر بن مطعم کا غلام وحشی حبشی اپنے ملک کے خاص فن حربہ اندازی میں یکتا تھا۔ حمزہؓ کی چابکدستی دیکھ رہا تھا کہ موقع ملے تو حملہ کرے۔ آخر ایک وقت ذرا دیر کے لیے حضرت کو غافل پا کر حربہ پھینکا جو زیر شکم لگا اور اس پار نکل گیا۔ عمِ رسولؐ اسی حالت میں اس کی طرف لپکے لیکن وار کام تمام کر چکا تھا۔ ہندہ نے لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ کلیجہ نکال کر چبایا، اعضاء کا ہار بنا کر پہنا۔ جبیر نے وحشی کو آزاد کیا۔ مکے والے اس واقعہ سے بے حد خوش تھے۔

آنحضرتؐ کا طریقہ تھا کہ خطرناک مواقع پر اپنوں کو آگے بڑھاتے تھے۔ امیر المومنینؑ کی پُرخلوص جان نثاری و للّٰہیت کی وجہ سے اکثر یہ سعادت آپ ہی کے حصہ میں آتی۔ آپ نے خود فرمایا ہے:

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اِذَا احْمَرَّ الْبَاسُ وَ اَحْجَمَ النَّاسُ، قَدَّمَ اَهْلَ بَيْتِهٖ فَوَقٰى بِهِمْ اَصْحَابَهٗ حَرَّ السُّيُوْفِ وَ الْاَسِنَّةِ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ جب لڑائی زوروں پر ہوتی اور لوگوں کے قدم رُکنے لگتے تو اپنے اہل بیت کو آگے بڑھا کر اپنے ساتھیوں کو تلوار اور نیزوں کی زد سے بچاتے تھے۔
فَقُتِلَ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ وَقُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ اُحُدٍ وَقُتِلَ جَعْفَرٌ يَوْمَ مُؤْتَةَ	چنانچہ عبیدہ بن حارث بدر میں حمزہ بن عبد المطلب احد میں اور جعفر موتہ میں شہید کیے گئے۔

وَاَدَادَ — مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ اِسْمَهٗ — مِثْلُ الَّذِیْ اَرَادُوْا مِنَ الشَّهَادَةِ وَلٰكِنْ اٰجَالُهُمْ عُجِّلَتْ وَمَنِيَّتُهٗ اُخِّرَتْ

(نہج البلاغہ طبع دوم لاہور ص ۱۷۴)

اگر میں مناسب سمجھتا تو اس شخص کا نام بھی لیتا جو ان لوگوں کی طرح شہادت کے لیے تیار تھا، لیکن ان کی موت نے جلدی اور اس شخص (علی بن ابی طالبؑ) کی موت نے تاخیر کی۔

اس جنگ میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ آنحضرتؐ خود شمشیر بدست مصروف جہاد تھے۔ ابو سفیان کے بھی ہوش و حواس بجا نہ تھے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ ابو سفیان کو موت کے گھاٹ اتار دیں، حریف زد پر تھا مگر شداد بن اسود آڑے آیا اور حنظلہؓ داخل جنت ہوئے۔

مسلمانوں کی آزمائش

خدا[1] یہ چاہتا تھا کہ طلبگارانِ جنت آزما لیے جائیں۔ مجاہد و پامرد آرزوئے موت کا نتیجہ دیکھ لیں اور دنیا کو بتا دیا جائے کہ جان نثاری کیا شے ہے (آل عمران)

"نبی کریمؐ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اگر صبر و استقلال سے کام لیگے حق تعالیٰ تم کو غالب کرے گا۔ چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ ابتدائے جنگ میں سچا کر دکھایا انہوں نے خدا کے حکم سے کفار کو مار مار کر ڈھیر کر دیا، سات یا نو آدمی جن کے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا ایکے بعد دیگرے دیا گیا تھا سب وہیں کھیت ہوئے۔ آخر بدحواس ہو کر بھاگے۔

مسلمان فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے اور اموال غنیمت ان کے سامنے پڑے تھے[2] مال غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ منظر جب تیر اندازوں نے دیکھا تو سمجھے کہ اب فتح کامل ہو چکی دشمن بھاگ رہا ہے۔ یہاں بیکار ٹھہرنا کیا ضروری ہے، چل کر دشمن کا تعاقب کریں اور غنیمت میں حصہ لیں۔ عبداللہ بن جبیر نے رسول اللہؐ کا ارشاد ان کو یاد دلایا کہ حضورؐ نے تاکید فرمائی ہے:

---

[1] آیت نقل کی جا چکی ہے [2] حاشیہ شیخ الاسلام ص ۸۹ نیز صفحات ۸۶ و ۸۷ و ۸۸

"ہم کسی حالت میں ہوں تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب حتیٰ کہ دیکھو کہ پرندے گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ مت چھوڑنا"

"وَاِنَّا لَنْ نَزَالُ غَالِبِیْنَ مَا ثَبَتُّمْ مَکَانَکُمْ" (نبوی)

ہم برابر اس وقت تک غالب رہیں گے جب تک تم اپنی جگہ قائم رہو گے

لیکن دس بارہ آدمیوں کے علاوہ سب نے درہ چھوڑ دیا۔ خالد بن ولید اُحد کے پیچھے سے ہوتے جبل عینین (جبل رُماۃ) اور وادی قناۃ کے راستے سے رزمگاہ میں پہنچے عبداللہ بن جبیر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ مسلمانوں نے اچانک حملہ آور کو دیکھتے ہی میدان چھوڑ پہاڑوں پر فرار لیا۔ قرآن مجید کے الفاظ میں ان لوگوں کا عالم یہ تھا کہ حضور اکرمؐ آواز دے رہے تھے اور مسلمان پلٹ کر بھی دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ ابودجانہؓ، مصعب بن عمیرؓ اور علی بن ابی طالبؑ خدا اور رسول کے نام پر دشمنوں کو میدان سے ہٹا رہے تھے۔ شمع نبوت کے پروانے دین خدا کی حفاظت کے لیے خود خطرے سے کھیل رہے تھے سروش غیب سے سند مل رہی تھی :

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

چشم زخم علی مرتضیٰؑ اور نبی آخر الزمان علیہ السلام کے قتل کی کوشش کرنے والے تاک میں تھے۔ ابن قمئہ نے موقع پا کر حضورؐ پر پتھر پھینکا، خون رواں ہو گیا۔ اب جو دیکھا تو دائیں طرف کے دو دندان مبارک شہید اور نیچے کا لب زخمی تھا۔ رخسار مبارک میں خود کی جالی اُتر گئی تھی۔ سامنے ایک گڑھا تھا جس پر حریف نے منہ بند کرنے کے لیے کچھ ڈھانک دیا تھا۔ سرکار مدینہؐ اس میں تشریف لے گئے۔ ابن قمئہ دوبارہ بڑھا کہ ام عمارہؓ نے دیکھ لیا بڑھ کر سپر بن گئی۔ ادھر بہادر آ پہنچے ام عمارہؓ کا شانہ ظالم کی تلوار سے زخمی ہوا۔ معظمہ نے وار کیا مگر ظالم دوہری زرہ پہنے تھا بچ گیا۔ مصعبؓ نے بڑھ کر ملعون کو روکا۔ گرد کی چادر پھٹی تو مصعبؓ جنت میں تھے۔ حضورؐ نے امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ علم سنبھالو، علیؑ نے پرچم اسلام سنبھالا۔

شیطان نے پکار کر کہا :

محمد قتل ہو گئے !

نصرت نبیؐ میں فاطمہ زہراءؑ کی پیش قدمی

سیدہ عالیہؑ تڑپ گئیں۔ ابھی پندرہ رمضان کو گذرے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ اس دن خداوند عالم نے رسول اللہؐ کو نواسہ، سیدۂ عالمیہ کو شبیہ پیمبر اور امیرالمومنین کو جانشین معصوم عطا فرمایا تھا۔ غور فرمایئے بتیس یا بائیس دن کا فرزند آغوش مبارک میں تھا۔ قریش کی خاندانی وغیر خاندانی عورتیں ازواج آنحضرتؐ موجود تھیں مگر شاہزادی کو بین و جذبۂ نصرت سے بے چین ہو کر دوڑی ہوئی میدان میں آئیں۔ یہاں علیؑ نے آنحضرتؐ کا دست مبارک تھاما۔ طلحہ بن عبیداللہ نے سہارا دیا۔ حضورؐ گڑھے سے باہر تشریف لائے۔ امیرالمومنینؑ نے ڈھال میں پانی لیا۔ چاہنے والی بیٹی نے چہرۂ مبارک گرد وغبار سے صاف کیا لیکن خون نہ رکتا تھا۔ شہزادی نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر زخم پر رکھا جس سے خون رُک گیا۔ امام حسنؑ نے آغوش مادر میں یہ منظر دیکھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حمزہؑ کا نعم البدل دیکھ کر دعائیں دی ہونگی۔

جماعتِ نماز ظہر

دوپہر کا وقت دھوپ کی شدت، کھلے میدان لڑائی کی تھکان، زخم کی تکلیف مگر نماز کا وقت آتے ہی حضور کریمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز ظہر پڑھی، مسلمان بھی صف باندھ کر پیچھے تھے۔[۱]

اللہ کو یہ ادا بھاگ گئی

ابوسفیان نے پہاڑ پر کھڑے ہو کر کہا :

کیا محمد ہیں ؟

تین مرتبہ آواز سن کر مسلمانوں نے جواب دینا چاہا مگر حضورؐ نے منع فرمایا۔ پھر اور لوگوں کو اسی طرح پکارا۔ لاجواب ہو کر ساتھیوں سے کہنے لگا :

چلو چھٹی ہوئی اب کوئی بھی زندہ نہیں۔

۱ؔ ابن سعد قسم اول جز ثانی ص ۲۴ ۲ؔ سیرۃ ۳/۹۲۔

بقول ابن سعد جناب عمرؓ نے جواب دیا :

"دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے۔ یہ سب لوگ زندہ ہیں۔ یہ تیرے لیے غم انگیز خبر ہے"

ابوسفیان نے باآواز بلند کہا :

ہاں بدر کا بدلہ ہو گیا، خوب لڑے۔ دیکھو مقتولین میں ایک مُثلہ ہے ہم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، نہ مجھے اس واقعہ کا غم ہے۔

ھبل کا نام بلند —— عزّیٰ ہمارا ہے۔

اس جے کار کے بدلے مسلمانوں نے تکبیر کہی۔

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ —————— اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَ لَا مَوْلٰی لَکُمْ

پھر آئندہ سال کے لیے چیلنج کر کے اُترا، آنحضرتؐ نے چیلنج منظور فرما لیا۔ گویا اب کی مرتبہ بدر کے مقام پہ پھر ٹکر ہو گی۔

اللہ اپنے مخلص بندوں کو جان، مال، اولاد اور روزی میں کمی دے کر آزماتا ہے۔ رجوع الی اللہ کے قائل و معتقد فلاح و کامیابی پاتے ہیں :

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ - قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ٥ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥ ۲ ع ۱۵۵

ہم تم لوگوں کو خوف، بھوک، جان و مال میں کمی کے ذریعے آزمائیں گے۔ پیغمبر تم ان ثابت قدم لوگوں کو خوش خبری سُنا دو جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔" ان لوگوں پر اللہ کی رحمتیں، اور برکتیں ہوں گی اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

---

[1] ابن سعد جز ۲ قسم اول ص ۳۳ [2] سیرۃ ۳/ ۱۰۰ -

ثابت قدمی کا مطلب یہ نہیں کہ فتح کے موقعے پر سپاہی میدان نہ چھوڑے۔ استقلال پامردی یہ ہے کہ تلوار کی آنچ یا اپنے خون سے بجھائے یا دشمن کے خون سے۔

خاتمۂ جنگ مرد جان بازوہ تھے جو میدان میں محو خواب تھے۔ ستائیس سے زیادہ شہیدوں کی لاشیں جرأت و استقلال کا کلمہ پڑھ رہی تھیں۔ وارثوں نے اپنے عزیزوں کو دیکھا تو کہرام مچ گیا۔ آنحضرتؐ نے جناب حمزہؓ کو جس عالم میں دیکھا وہ ناقابل بیان ہے۔ حکم دیا کہ جسم پر چادر ڈال دی جائے۔

قبور بعض شہداء کو ان کے وارث مدینہ لے گئے اور وہاں دفن کیا لیکن حضرتؐ نے منع فرمایا۔ اس لیے لوگوں نے الگ الگ دفن کرنا شروع کیا۔ جس میں ایک حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ باقی قبروں میں دو دو تین تین شہیدوں کو ایک ایک قبر میں لٹا کر گنج شہیداں بنا دیا۔

غمِ حمزہؓ عورتوں کا یہ عالم کہ معززین کے گھروں میں کہرام مچائے ہوئے تھیں وارثوں کی لاشیں حلقے میں لیے بین کر رہی تھیں۔ انصار کی عورتیں اپنے بھرے گھروں میں تھیں۔ رسول اللہ کے عم محترم پر صفیہ اور فاطمہ زہراءؓ کی طرح شاید دو چار عورتیں اور ہوں۔ یہ دیکھ کر

رسول اللہ کا دل بھر آیا، غم انگیز لہجہ میں فرمایا :

اَمَّا حَمْزَۃُ فَلَا بَوَاكِیَ لَہٗ	لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ؟

انصار کی عورتوں نے سنا تو در وانہ رسالت مآبؐ پر حاضر ہوئیں اور حمزہؓ کا ماتم کیا۔ حضورؐ کریم نے دعا دی اور رخصت فرمایا۔ ابن سعد متوفی ۲۳۰ھ کا بیان ہے۔

فَھُنَّ اِلَی الْیَوْمِ اِذَا مَاتَ الْمَیِّتُ مِنَ الْاَنْصَارِ بَدَاَ النِّسَاءُ فَبَکَیْنَ عَلٰی حَمْزَۃَ ثُمَّ بَکَیْنَ عَلٰی مَیِّتِھِنَّ (تم ۳/۱۱)	ان عورتوں کا آج تک دستور ہے کہ انصار میں جب کوئی موت ہو جاتی ہے تو عورتیں پہلے حمزہؓ پر روتی ہیں پھر اپنی میت پر روتی ہیں۔

---

[1] ابن ہشام ۲/۱۰۴

دشمن کی واپسی

ابوسفیان پلٹا۔ خیال تھا کہ مدینہ لوٹے اور ابی بن عبداللہ جیسے لوگوں سے ملے ہوئے جانا مشکل ہے۔
مسلمان شکست کا اثر محسوس کر رہے تھے کہ حکم صادر ہوا:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا۔ (النساء ۱۰۴)

ان لوگوں کا تعاقب کرنے سے ہمت نہ ہارو۔ اگر تم کو تکلیف پہنچی ہے تو ان کو بھی تمہاری طرح تکلیف پہنچی ہے۔ لیکن جو تم کو اللہ سے امیدیں ہیں وہ ان کو نہیں۔ اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

یہ حکم سنتے ہی شکستہ دل، زخمی بدن مسلمان تیار ہو گئے اور طے ہوا کہ حریف کو راستے میں روک کر دو دو ہاتھ ہو جائیں یا اسے مدینہ کے اندر نہ جانے دیا جائے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ ہم یہاں ہیں اور یہ لوگ شہر میں ہنگامہ کر دیں۔

حضرت علی علیہ السلام آئے تو دیکھا گھوڑے کوتل ہیں اونٹوں پر سوار مکے کا رخ کیے دشمن تیزی سے جا رہا ہے۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو یقین تھا کہ مسلمان چین سے بیٹھنے والے نہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زک دینا مشکل ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم نے انہیں اس وقت نقصان پہنچا دیا ہے اگر شہر کا رخ کریں یا کسی اور پر ہاتھ ڈالا تو نقشہ جنگ بدل جائے گا۔

رسول اللہؐ نے حمراء الاسد تک تعاقب کیا۔ ابوسفیان کو معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمان آ رہے ہیں اس لیے رفتار تیز کر دی اور مکے میں جا کر دم لیا۔ آنحضرتؐ واپس تشریف لائے تو منافقین پر پانی پڑ چکا تھا۔ مسلمانوں کی ظاہری شکست فتح بن گئی اور یہود و اہل مدینہ نے طاقت مان لی۔ اور قرآن نے مدح فرمائی:

اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ط لِلَّذِينَ

احد میں چوٹ کھانے کے بعد بھی جن لوگوں نے خدا و رسول کا کہنا مانا ان میں سے جس نے نیکی

أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝[۱۷۲] اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝[۱۷۳]

(تا رکوع وما بعد ——— آل عمران)

اور پرہیزگاری کی ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا۔ کہ دشمن نے تمہارے لیے فوجیں جمع کی ہیں۔ اس لیے ان سے ڈرو۔ مگر اللہ نے ان کا ایمان بڑھا دیا اور وہ کہنے لگے ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین سربراہ ہے۔

کیونکہ یہ لوگ فتح کے خواہش مند نہیں دین کی حفاظت چاہتے تھے۔ آنحضرتؐ کی سیرت نے ان کو یہ سبق دیا تھا کہ زخموں کی تکلیف، ساتھیوں کا غم، دشمن کے فاتحانہ انداز دعوت الی اللہ کے معاملے میں مجھے سُست قدم نہیں بنا سکتے۔

قانون میراث کا اعلان

مدینہ اور مکے کے رسم و رواج، خاندانوں کے قانون قاعدے الگ الگ تھے۔ پھر "مدنی اخوت ایمانی" سے منسلک مسلمانوں کی محبتوں نے میراث میں ہم آہنگی ختم کر دی تھی۔ مصلحت باری یہ ہوئی کہ ایک قانون عام کے ذریعے مسلمانوں کے قانون ملکیت و توارث کو یکساں کر دیا جائے۔

تاریخ عرب میں اس قانون نے بدری ولا قانون زندگی کو باضابطگی عطا کی اور مسلمان طاقت کے ذریعے ناجائز تقسیم کے خطرے سے آزاد ہو گئے۔

حضرت حفصہؓ سے عقد

حضرت حفصہ بنت عمر کے شوہر جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ اس سال آنحضرتؐ نے ان کی سرپرستی فرمائی اور ازواج میں داخل فرمایا۔

مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت

آنحضرتؐ روحی لہ الفدا نے خدائی امداد اور اپنی پیغمبرانہ عادتوں کے مطابق رسم تسکینی و آئین سازی، تبلیغ توحید و اعلان حق میں کسی قسم کی آرام طلبی و عیش کوشی کو راہ نہ دی اور اعلان فرما دیا کہ مشرک عورتوں سے رشتے نہ کریں۔ دشمن بھی سرگرم مخالفت تھا۔ ناکامیوں پر ناکامیاں قریش کو ٹھوکے دے رہی تھیں۔ یہود اب

تک یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید اسلام کی اشاعت پر کوئی منفی اثر پڑے مگر ع

چراغے را کہ ایزد بر فروزد

کسے گر پف زند ریشش بسوزد

قریش نے یہود کو ٹٹولا تو وہ کھل گئے۔ یہود نے قریش کو ٹٹولا تو وہ گھل مل گئے۔ اب اندرونی اور مدنی فضا میں خلفشار تھا۔ قبیلے مسلمان قبیلوں سے چھیڑ چھاڑ کرنا چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے مکے والوں سے سازباز کر کے مسلمانوں کو زک دینے کے انتظامات کیے۔ مکے والوں نے مسلمانوں کو دھوکا دے کر بلایا، آنحضرتؐ نے عضل وقارہ کے وفد کے تیور دیکھے مگر مسلمانوں کی جاں نثاری وللّٰہیت ثابت کرنے کے لیے وفد کی درخواست قبول کر لی۔ اور چھ مسلمان عاصم ثابت کی سرکردگی میں تبلیغ کے لیے روانہ فرما دیے۔

دشمنانِ دین نے بدر کا انتقام لینے کے لیے "رجیع" میں آدمی بٹھا رکھے تھے۔ ان لوگوں نے نہتے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ عاصم اور ان کے ساتھی مقابلہ کرتے ہوئے جاں بحق ہوئے۔ خبیب اور زیدؓ گرفتار ہوئے، بیچے گئے پھر قتل کیے گئے۔ مگر مسلمانوں کے پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی۔ رسول اللہؐ نے دنیا کو بتایا کہ راہِ حق میں مرنا ہی جینا ہے۔

جنگ بئر معونہ

مسلمان ان شہادتوں سے اور زیادہ جری ہو رہے تھے۔ چنانچہ ابو براء عامر بن مالک مدینہ آیا اور حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرت نے دعوت توحید پیش کی۔ ابو براء نے سکوت اختیار کیا۔ اور کہا:

"کچھ مسلمان تبلیغ کے لیے نجد بھیج دیجئے میں ان کا محافظ ہوں گا، یہ لوگ وہاں آزادی سے تبلیغ کریں۔"

آنحضرتؐ نے صفر ۴ھ میں منذر بن عمروؓ کے ہمراہ چالیس مسلمانوں کا ایک وفد روانہ فرما دیا۔ مسلمان رضاکاروں کا یہ دستہ آبادی بن عامر وحرۂ بنی سلیم کے درمیان مقام "بئر معونہ" میں پہنچا۔ تو حرام بن ملحان کے ہاتھ عامر بن طفیل کے پاس آنحضرتؐ کا مکتوب گرامی بھیجا۔ عامر نے خط پڑھنے کے

بجائے قاصد کے قتل کا اہتمام کیا۔ حرام کی شہادت بداخلاقی و بدعہدی و مہمان کشی کی بدترین مثال تھی۔ لیکن دشمنانِ خدا نے اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ بنی عامر کو قتل پر اُبھارا۔ ان لوگوں نے کہا:

"ابو براء" کے مہمانوں کو ہم نہ ستائیں گے۔"

بنی سلیم کے تین قبیلوں نے عہد شکنی و قتلِ مہمان پر کمر باندھی اور سینکڑوں نے مل کر مسافروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی۔ مجاہدوں نے پورا مقابلہ کیا لیکن عمرو بن امیہ و کعب بن زید کے علاوہ سب نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ قاتلوں میں ایک اسلام لانے والے نے بیان کیا۔ کہ ایمان و استقلال کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص کو نیزہ مارا تو اس کے منہ سے نکلا "خدا کی قسم" کامیاب ہوگیا" میں نے دل میں کہا: "کیا میں نے اسے قتل نہیں کیا؟" لوگوں نے بتایا کہ اس کی کامیابی "شہادت" ہے۔ میں بھی بے چین ہوگیا اور کہا "اپنی جان کی قسم واقعاً کامیاب ہوا"

مدینہ خبر پہنچی تو حضور کریمؐ نے بے حد افسوس کا اظہار فرمایا اور عمرو بن امیہ ضمیری سے فرمایا۔

"تم نے غضب کر دیا۔ بنی عامر سے ہم سے معاہدہ تھا"

یہود کی شرارتیں

مشرکین کی لگاتار تکلیف دہی، اُحد کے بعد مسلسل شہادتوں نے مسلمانوں پر غم کے پہاڑ اور آزمائشوں کے دروازے کھول دیے تھے۔ یہود کے نام بردہ قبیلوں سے ۱ھ ہی میں معاہدہ امن و دوستی ہو چکا تھا مگر ان لوگوں نے ہمیشہ دشمنوں کا ساتھ دیا۔ اسلام کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

بنو عامر کے دونوں مقتولین کی دیت دینے کے لیے آنحضرتؐ نے بنو نضیر سے مشورہ کرنا چاہا بنو نضیر و بنو عامر میں معاہدہ دوستی تھا۔ اس لیے سراپا کرم و وفا نے ذمہ داران بنو نضیر سے دریافت فرمایا کہ ان کے خیال میں ایک عامری کا خون بہا کیا ہونا چاہیئے؟

بنی نضیر کا مدینہ سے اخراج

مدینہ سے بنو نضیر کی آبادی چھ میل دور تھی۔ آنحضرتؐ کے سامنے فضا خطروں سے معمور تھی۔ مگر آپ نے فوجی تیاری اور سپاہیوں کا دستہ لیے بغیر ان سے ملاقات کی۔ ادھر نیتوں کی خرابی اور دشمنی کا عالم یہ تھا کہ حضور عمرو بن جحاش کے

کے نیچے دیوار سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے کہ چند آدمی مکان کے اندر گئے عمرو نے چاہا کہ ایک پتھر پھینک کر حضورؐ کی مبارک زندگی کا خاتمہ کردیں (ابن ہشام ص ۱۹۹/۳)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس انتہا پسندانہ بدعہدی کا علم ہو گیا چنانچہ آپ اپنے دس ہمراہیوں کو اطلاع دیے بغیر مدینہ تشریف لے آئے۔ بنو عامر کے مقتولین کا خون بہا تو دے دیا گیا لیکن بنو نضیر کے معاملات پر غور کرنا پڑا۔

یہ بات دن کی طرح روشن ہو چکی تھی کہ یہود خصوصاً بنو نضیر مدینہ کے خطرہ ہیں۔ ان کی بے وفائی، عہد شکنی اور اسلام دشمنی کے پیش نظر پُرامن جلا وطنی کی پیش کش کی اور آئندہ خطرناک اقدامات کی خبر دی۔

اِنِ اخْرُجُوْا مِنْ بِلَادِی	اب ہماری آبادی وریاست سے نکل جاؤ
لَقَدْ نَقَضْتُمُ الْعَهْدَ الَّذِیْ جَعَلْتُ لَکُمْ بِمَا هَمَمْتُمْ بِهٖ	۱۔ تم نے میرا وہ عہد نامہ توڑ دیا۔ جو تمہاری خواہش کے مطابق تمہارے ہی لیے مفید تھا۔
۲۔ لَقَدْ اَجَّلْتُکُمْ عَشْرًا فَمَنْ رُئِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ ضُرِبَتْ عُنُقُهٗ	۲۔ دس دن کی مہلت ہے۔ اس کے بعد جو بھی دیکھا گیا۔ وہ قتل ہوگا
(طبقات ج ۲ قسم ۱ ص ۴۱)	

لیکن عبداللہ بن ابی نے اپنے مددگاروں اور قوت پر بھروسہ کرکے جنگ کی تیاری شروع کردی، آخر ربیع الاول ۴ھ کو حضور بہ نفس نفیس ایک دستہ لے کر آگے بڑھے۔ علی بن ابی طالبؓ علم بردار فوج تھے (ابن سعد ۱/۲ ص ۱۹۹) بنو نضیر قلعہ بند ہوئے تو آپ نے محاصرہ فرمایا اور پندرہ سولہ دن کے بعد سب کو گھروں سے نکلنا پڑا۔ حضور نے فرمایا کہ ایک ایک ناقہ پر جو لے جاسکتے ہو لے جاؤ چنانچہ سوائے اسلحہ کے چھ سو اونٹوں پر سب سامان

اٹھالے گئے۔ آپ نے باغات، چاہات، مکانات کے علاوہ ۵۰ زرہیں، ۵۰ خود، ۳۴۴ تلواریں قبضہ میں حاصل فرمالیں۔ (ابن سعد)

قرآن میں واقعۂ بنو نضیر

قرآن مجید نے سورۂ الحشر کے لفظوں میں یہ واقعہ محفوظ کیا ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (پ ۲۸-۲)

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی تسبیح خوان ہے۔ وہ صاحب اقتدار و حکمت ہے۔ اہل کتاب (توراۃ) کافروں کو ان کی آزادی سے اللہ ہی نے پہلے ہی ہلّہ میں نکالا۔ تمھیں تو ان کے نکلنے کا خیال بھی نہ تھا اور وہ بھی یہی خیال کیے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے اللہ سے بچالیں گے۔ لیکن اللہ نے حالات ایسے کر دیے کہ ان کے سان گمان میں نہ تھے۔ ان کے دلوں میں ایسی ہیبت بیٹھی کہ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے بھی کھود رہے تھے۔

اے صاحبان نظر!
عبرت حاصل کرو!

جب ساری زمین و آسمان اللہ کی ملکیت ہے تو احد و بنی ہذیل کے واقعات سے دل شکستگی بے کار ہے۔ اب دیکھو یہ اہل کتاب کیسے پھولے پھر رہے تھے۔ مسلمان بھی سہمے تھے۔ مگر پلک جھپکنے میں کیا سے کیا ہو گیا۔ بقول طبری یا دہ زور تھا کہ قلعہ بند ہو گئے، یا یہ عالم تھا کہ دروازے اکھیڑ اکھیڑ کر اونٹوں پر لاد رہے تھے (طبری ۳/ طبقات ½ ص ۱۴)

حکم جلاوطنی کا سبب

فقط کفر و یہودیت کی بنا پر انھیں جلاوطن و مبتلائے محن نہیں کیا گیا بلکہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

وجہ یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو بھی اللہ کی مخالفت کریگا اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

محاصرے میں ایک سخت اقدام

یہ فارغ البال یہودی گھنے باغوں اور مضبوط محلّوں کے رہنے والے تھے قلعوں میں آلات حرب، اور ار دگرد پھل دار باغ اور پانی کے مراکز تھے چنانچہ قلعہ بندی کے عالم میں ایک تو رسد کے لیے زیادہ پریشانی نہ تھی۔ قلعے سے نکلے کھجوریں اور پانی لے آئے۔ پھر چھپ کر تیر اندازی کے مواقع تھے۔ (مناقب ۱/۱۰۷) اس لیے حکم ہوا کہ کچھ درخت کاٹے جائیں اور کچھ جلا دیے جائیں۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تم نے لینہ کھجور کے جو درخت بالکل کاٹ ڈالے یا ان کے تنے چھوڑ دیے تو یہ حکم خدا سے کیا۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ بدکاروں کو ذلیل کرے

مال غنیمت کی تقسیم

پندرہ دن کے بعد بنی نضیر شام اور ان کے ذمہ دار لوگ خیبر چلے گئے۔ یہاں زمین و اسلحہ پر، کیونکہ بغیر جنگ مال غنیمت ملا تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ تن تنہا مالک قرار پائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ

اور اللہ نے ان لوگوں کا جو مال اپنے رسول کو دلایا اس کے لیے تم نے اس سلسلے میں نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ لیکن اللہ جس پر

عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝

مَاۤ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مِنۡ اَہۡلِ الۡقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَ لِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَ مَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ۝

چاہتا ہے اپنے رسولوں کو غلبہ عطا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

بستی والوں میں سے جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دلوایا، وہ اللہ کی ملکیت ہے اور رسول کی۔ قرابت دار ابن رسول، یتیم، مسکین اور مسافر اس کے مالک ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ تم میں سے سرمایہ داروں ہی میں دولت نہ رہے ——— اور جو رسول تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے وہ روکیں اس سے باز رہو ——— اللہ سے ڈرو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

چنانچہ یہ مال فے مہاجرین کو مرحمت فرمایا۔ ابودجانہ، سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ تین انصاریوں نے کچھ غربت کی شکایت کی تھی اس لیے آپؐ نے انھیں بھی حصّہ دیا۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ کو حکم دیا کہ باقی جائداد کی نگرانی کریں۔ چنانچہ زمین و املاک آنحضرتؐ کی زندگی بھر آنحضرتؐ کے پاس رہی جس کی آمدنی غربا پر صرف ہوا کی۔ آپ کے بعد امیرالمومنینؑ اور ان کے بعد سے چھٹی صدی ہجری تک اولاد فاطمہ زہراؑ کی نگرانی میں رہی۔

سیرتِ سرورِ عالمؐ

حضرت رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مصروفیتوں کے باوجود عبادت و تبلیغ، فرائض رسالت و ضروریات اصلاح میں منہمک تھے۔ مسجد میں ہوں یا میدان میں خداپرستی کے انداز وہی تھے۔ لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے تھے۔ بنی نضیر کے دو آدمی ایمان لائے

ایک مرتبہ آپ ایک باغ میں آرام فرما رہے تھے اور تلوار درخت میں لٹکی تھی۔ ایک دشمن خدا ادھر

سے گذرا۔ موقع پا کر تلوار برہنہ کی سرکارِ دو عالم سے مخاطب ہو کر گستاخانہ کہا :

"اب تمھارا بچانے والا کون ہے ؟"

فرمایا : خدا۔

پھر حضورؐ نے نظر بھر کر دیکھا ہی تھا کہ تلوار زمین پر تھی۔ فرمایا :

"تیرے ساتھ کیا سلوک ہو ؟"

اس نے کہا۔ "وہی جو تمھارا شیوہ ہے۔"

آپؐ نے خطا معاف کی۔ اس نے قدم پکڑ لیے اور مسلمان ہو گیا۔

شراب نوشی کی ممانعت

مسلمان بحیثیت مجموعی مختلف اخلاق رکھتے تھے۔ ان کے سامنے آپ کی سیرت تھی۔ روزانہ اُٹھتے بیٹھتے درس و تدریس تھی پھر بھی بشر بشر ہے ایسی ہی نضیر والے موقع پر کچھ لوگوں نے شراب پی لی۔ آخر حکم ہوا کہ بس آج سے شراب پینا حرام ہے کہ یہ وہ کافر شئے ہے جس سے دل دماغ کی پاکیزگی، جذبات کا اعتدال جاتا رہتا ہے۔

ولادت امام حسینؑ

تشکر نعمت و اظہار خلوص کی بہترین صورت یہ ہے کہ انعام کو برمحل، اور نعمت کو منعم کی مرضی کے مطابق صرف کیا جائے اللہ کے نبی نے شکر کی انتہا کر دی اس لیے اللہ نے بھی وہ نعمتیں عطا فرمائیں جو پائدار، سراپا رحمت اور از اول تا آخر کرم ہی کرم تھے یعنی اولاد پاک۔

آپ جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ پروردۂ آغوش مبارک ہیں، محبوب ترین داماد ہیں مگر میدان کا ہر خطرناک موقع گواہ ہے کہ علیؑ جان نثار تھے۔ آخر اللہ نے حسنؑ سا فرزند دیا۔ جن سے حضورؐ کو اس قدر محبت تھی کہ بخاری میں ہے :

ایک دفعہ دن کے وقت آنحضرتؐ بازار بنی قینقاع سے ہوتے ہوئے خانۂ جناب سیدہؑ میں تشریف لے گئے اور بڑے پیار سے حسنؑ کو پکارنا شروع کیا جب شہزادہ آیا تو لپک کر اٹھا کر بوسہ لیا، کاندھے پر بٹھایا اور دعا فرمائی :

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ —— خداوندا! اس بچے کو اپنا محبوب

قرار دے اور ہر اس شخص سے محبت فرما جو اس سے محبت کرے۔

اس سال شعبان کی ابتدائی تاریخوں (۳) میں امام حسینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ع

اک جہانِ رنگ و بُو بخشا گیا

سنتِ مصیبت اور حادثۂ عظیم

حضرت ختمی مرتبت محبوبِ خدا کے حالات کا مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ باوجود محبوبیت، عبدیت کی منزل میں خدا کی طرف سے آزمائش اور حضرتؐ کی طرف سے عبدیت و عاجزی کا حیرت انگیز مظاہرہ ہوتا رہا۔ والد محترم نہ رہے، چاہنے والی ماں کا سایہ اٹھا۔ دادا کا پہلو چھوٹا۔ چچا تھے وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ خدیجہؓ سی رفیقہ حیات آغوشِ لحد میں سوئیں، احمان نثار حمزہؓ رخصت ہوئے۔ اب ایک سہارا اور دو نبوی رشتوں میں دوسری ماں اور عبدالمطلبؑ ابوطالب کی جانشین فاطمہ بنت اسد تھیں ان دنوں میں وہ بھی ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئیں۔ سرکار دو عالم روئے، غسل و کفن میں فرزندوں سے زیادہ حصہ لیا۔ قبر میں جاکر لیٹے پھر منہ بولی ماں کو سپرد لحد فرماکر صابر و شاکر لوٹے۔

بنی نضیر کی جلاوطنی، دشمن کی آخری سزا کے طور پر تھی، مگر اس سے بے شمار فائدے ہوئے مضافاتی بستیاں، حلیف قبائل اور مکے والے قریش چوکنا ہوئے، مسلمانوں کے اکھڑے اکھڑے قدم جمے، کچھ ہی دن بعد آنحضرتؐ نے بدر چلنے کا حکم دے دیا۔ ابوسفیان گذشتہ جنگ احد میں چیلنج دے گیا تھا کہ بدؔ دیں آنا۔

تجارت و جہاد

یکم ذی قعدہ سے آٹھویں تاریخ تک بدؔ رؔ میں بازار لگتا تھا۔ سرور عالم روحی لہ الفداء نے سامانِ تجارت ساتھ لیا۔ سپاہیوں کو تیاری کا حکم دیا۔ عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ کی نگرانی اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کو علم برداری فوج سپرد کی اور لشکر ظفر اثر لے کر بڑھے۔

ابوسفیان کو بھی غیرت آئی دو ڈھائی ہزار سپاہی لے کر آیا مگر قحط کا بہانہ کر کے رہ گیا۔ حضورؐ نے یہاں ایک ہفتہ سے زاید قیام کیا۔ مال تجارت میں دوگنا نفع ہوا، اور قریش کی ساکھ اکھڑ گئی مسلمان جولانِ ہمت

ہو گئے اور یہود کی شرارت خفیہ ریشہ دوانیوں کی خطرناک شکل اختیار کر گئی۔ انمار، ثعلبہ اور بنو غطفان بنو مصطلق کے لیے آپ کو سفر کرنا پڑے۔ ہر جگہ مسلمان کامیاب ہو گئے۔ حضورؐ نے ہر موقع پر اللہ کے پیغام کا اعلان اور اپنے اخلاق کا مظاہرہ فرمایا۔ اگر دشمنانِ خدا و رسول لگاتار فساد و امن شکنی نہ کرتے تو آپ کا انداز یہ نہ ہوتا اور اگر امن کی بحالی نہ کی جاتی تو قرآن کے لفظوں میں زمین پر خدا کے نام لیوا نہ رہتے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ روکتا تو گرجے، عبادت خانے، مندر اور مسجدیں جہاں بہت زیادہ یادِ خدا ہوتی ہے گر جائیں۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۴۰ (حج)

اور یقیناً جو لوگ خدا کی مدد کریں گے اللہ ان کی مدد کرے گا بلاشبہ قوی و اقتدار ہے

شعبان ۵ھ/۶۲۶ء میں بنو مصطلق نے بڑی رسوا کن شکست اٹھائی اور مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ اس غنیمت میں سردار بنو مصطلق کی بیٹی جویریہ بھی تھیں ان کے لیے جو زرِ فدیہ طے ہوا تھا رسول اللہؐ نے وہ ادا کر کے جویریہ کو آزاد کر دیا۔ مسلمان سمجھے کہ حضورؐ قیدیوں کو آزاد کرنا پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا تمام لونڈیاں آزاد کر دی گئیں۔

پھر سرکارِ دو عالم نے حضرت جویریہ سے عقد فرما لیا (السیرۃ ۲/۳۰۷)

مریسیع سے واپسی میں لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ پر الزام لگایا اور قرآن مجید نے اس اتہام کی تردید کی۔ حافظ فرمان علی مرحوم اور شیخ الاسلام نے تفسیروں کی رُوح لکھی ہے، چونکہ مولانا شبیر احمد نے واقعہ کو نسبتاً جامع لکھا ہے اس لیے ہم موصوف کی عبارت نقل کرتے ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ ۵ھ میں غزوہ بنی مصطلق[1] سے واپس مدینہ

---

[1] ابن سعد ۲/۱ ص ۴۵ نے ۵ھ اور طبری ۱/۱۲۶۴ نے ۶ھ لکھا ہے نیز تفاصیل افک طبری ۱/۱۵۱۷۔ ابن ہشام شعبان ۶ھ کا قائل ہے مگر زرقانی نے اس قول کی تردید کی ہے دیکھیے ۲/۳۰۲

تشریف لا رہے تھے حضرت عائشہ صدیقہ بھی ہمراہ تھیں۔ ان کی سواری کا اونٹ علٰحدہ تھا۔ وہ ہودہ میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ حمّال ہودے کو اونٹ پر باندھ دیتے۔ ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ رض کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی جس کے لیے قافلہ سے علٰحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں۔ وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اس کی تلاش میں دیر لگ گئی۔ یہاں پیچھے کوچ ہو گیا۔ جمال حسب عادت اونٹ پر ہودہ باندھنے آئے اور اس کے پردے پڑے رہنے سے گمان کیا کہ حضرت عائشہ رض اس میں تشریف رکھتی ہیں۔ اٹھاتے وقت بھی شبہ نہ ہوا۔ کیونکہ ان کی عمر تھوڑی تھی۔ اور بدن ہلکا پھلکا تھا غرض جمالوں نے ہودہ باندھ کر اونٹ کو چلتا کر دیا۔ حضرت عائشہ رض واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا۔ نہایت استقلال سے انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے اب جانا خلافِ مصلحت ہے۔ جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ آخر وہیں قیام کیا۔ رات کا وقت تھا۔ نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ گئیں۔ حضرت صفوان رض بن معطل رضی اللہ عنہ گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ پر رہا کرتے تھے۔ وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے دیکھا کوئی آدمی پڑا سوتا ہے۔ قریب آکر پہچانا کہ حضرت عائشہ ہیں (کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے انھوں نے ان کو دیکھا تھا) حضرت صفوان نے اونٹ ان کے قریب لا کر بٹھلا دیا۔ یہ اس پر پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں۔ اُنھوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر دوپہر کے وقت قافلہ میں جا ملایا۔ عبداللہ بن ابی بڑا خبیث، بد باطن اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا، اور بعض بھولے بھالے

مسلمان بھی (مثلاً مردوں میں سے حضرت حسان، حضرت مسطح اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش) منافقین کے مغویانہ پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوسناک تذکرے کرنے لگے۔ عموماً مسلمانوں کو اور خود جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قسم کے واہیات تذکروں اور شہرتوں سے سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی چرچا رہا۔ حضور م سنتے اور بغیر تحقیق[1] کچھ نہ کہتے مگر دل میں خفا رہتے۔ ایک ماہ بعد ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس شہرت کی اطلاع ہوئی۔ شدت غم سے بیتاب ہو گئیں اور بیمار پڑ گئیں۔ شب و روز روتی تھیں۔ ایک منٹ کے لیے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اسی دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے اور گفتگوئیں ہوئیں۔ جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ آخر حضرت صدیقہؓ کی براءت میں خود حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ نور کی یہ آیتیں "اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ الخ" سے دور تک نازل فرمائیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ عُصْبَةٌ مِّنْکُمْ ط لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّکُمْ ط بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ط لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ج وَ الَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ (تا ۱۴ و مابعد)	یہ بہتان لگانے والے تمہیں لوگوں میں سے ہیں۔ نبی! تم اس بات کو برا نہ سمجھو بلکہ تم سب کے لیے یہ اچھا ہی ہوا۔ ہر شخص اپنے کیے کا گناہ بھگتے گا اور ان میں سے جس نے بڑا گناہ کیا۔ اس پر سخت اور بڑا عذاب ہو گا۔

[1] یہ لفظیں شان نبوت کے شایاں نظر نہیں آتیں۔

ہم پر ذراسی بلا آپڑے تو اخلاق و مذہب دونوں کو خیر باد کہنے میں دیر نہیں کرتے سیرت رسول ؐ کا مطالعہ کیجئے تو حیرت، اعجازِ کردار اور شخصیت اور تقویٰ کا وہ درجۂ معراج نظر آئیگا۔ کہ چشم بصیرت سرمرکش عرفان ہوجائے، اللہ اللہ مشکلیں، آزمائشیں اور رکاوٹیں اپنے تیور بدلتے ہوئے سامنے تھیں اور نبی آخرالزّماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسکراتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، رحمتیں سایہ کیے تھیں۔

گھر کا یہ واقعہ کتنا سنگین تھا؟ قرآن کی آیتیں پڑھیے تو معلوم ہو کہ قدرت نے کس قدر دل دہی فرمائی۔ لوگوں کو کتنی سخت تنبیہ کی اور حضور اکرم ؐ کو اتنا سہارا دیا کہ شاید ہی کسی اور موقعہ پر یہ تیور مل سکیں۔

جنگِ احزاب

ابھی کچھ دن نہیں گزرے تھے کہ جلاوطن بنی نضیر آشوب مدینہ بن کر چھانے کی کوششوں میں سرگرم عمل ہو گئے۔ اس فساد پسند، ریشہ دوانیاں کرنے والے قبیلے کی بر محل جلاوطنی نے مدینہ کی شہری فضا کو پُر امن کر دیا تھا۔ مگر قریش کو فساد پر آمادہ کرنے کا موقع مل گیا۔

حُیّ بن اخطب۔ ابورافع بن ابی الحقیق جیسے سربر آوردہ یہودی خیبر میں مقیم ہوئے۔ ان میں سے ابوالحقیق کے دو بیٹے سلام اور کنانہ اور بنی نضیر کا معزز ترین سردار حی بن اخطب، ھوذہ بن قیس اور ابو عمارہ وائلی خیبر سے نکل کر مکّہ اور مضافاتی بستیوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے لگے۔ قریش نے مدنی یہودیوں کو دیکھ کر خوشی اور شک کی حالت میں خیر مقدم کیا۔ خوشی یہ کہ محمد مصطفےٰ کے پڑوسی ہیں۔ راز جانتے ہیں۔ قوت کا اندازہ رکھتے ہیں۔ ان کا ملنا مسیحا دخضر کا ملنا ہے۔ شک یہ تھا کہ یہود اپنے تئیں خود سردار و رہ دار سمجھتے ہیں یہ ہمارے کیوں ہونے لگے۔ اور اگر آج ہمارے ساتھ ہو بھی گئے تو کل ہم پر دانت تیز کریں گے۔ آخر سمجھدار قریشیوں نے پوچھا:

"آپ لوگ تو صاحب علم و اہل کتاب ہیں، ذرا یہ تو بتائیے کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمدؐ کا دین"؟

غرض کے مارے، عقل کے اُلٹے، دشمنی میں اندھے یہودی کہنے لگے:

"آپ لوگ مسلمانوں سے زیادہ اچھے دین کے پرستار ہیں"۔

قرآن مجید نے ان ستم ظریفوں کو دعوت دی تھی اور پیغمبر اسلام نے یہود و نصاریٰ کو اپنانا چاہا تھا:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ

اے اہل کتاب! آؤ ہمارے تمہارے درمیان ایک بات مشترک بات ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کریں۔

لیکن اس فراخ حوصلگی کے جواب کو سن کر قرآن مجید نے اہل فہم کو یوں مخاطب کیا:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ○ (۴-۱۴ی ۵۳، ۵۵)

تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب سے حص رسس دیا گیا ہے۔ اب یہ بتوں اور شیطان کے کلمہ گو بن گئے اور کافروں سے کہہ رہے ہیں کہ وہ لوگ مومنوں سے زیادہ دینِ حق پر ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ کی لعنت، اور جس پر اللہ لعنت کرتا ہے اسے کوئی مددگار نہیں ملے گا۔

قریش اس پر پھول گئے۔ یہود نے اپنا سبق بھلا دیا۔ ابوسفیان کی مراد بر آئی۔ اس نے "احابیش" دفوجی رضا کاروں کا وعدہ کر لیا۔ غرض سرداران مکہ کو تیار کر کے غطفان کے پاس گئے۔ پہلے انھیں نشیب و فراز سمجھائے۔ جب دیکھا کہ باتوں سے کام نہیں چلتا تو خیبر کے خرموں میں سے سالانہ خراج طے کیا۔ غرض بنی مُرّہ، سُلَیم، فزارہ، اشجع، بنی سعد و بنی اسد وغیرہ کو معاہدوں اور وعدوں کے ذریعے تیار کر کے لشکر کشی کا انتظام مکمل کر لیا۔

دارالندوہ میں اکابر قریش و دشمنان اسلام کا اجتماع ہوا اور فوجی قیادت اسلام کے خطرناک دشمن ابوسفیان کے سپرد ہوئی۔ بقول ابن سعد انتظام یہ ہوا کہ:

علم دار فوج قریش	عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ
زیر کمان فوج کی تعداد	تین سو گھوڑے سوار، ڈیڑھ دو ہزار شتر سوار
علم دار بنو سلیم	سفیان بن عبد شمس

فوج	سات سو سپاہی (مرّ الظہران میں ملے)
علم دار بنو اسد	طلحہ بن خویلد اسدی
تعداد	نامعلوم
علم دار بنو فزارہ و غطفان	عیینہ بن حصن

پورا قبیلہ جس میں ایک ہزار اونٹ تھے۔

علم دار اشجع	مسعود بن رخیلہ[1]
فوج	چار سو آدمی
بنی مرہ کا قائد	حارث بن عوف

حیّ بن اخطب، کنانہ بن ربیع، سلام بن ابی الحقیق، ہوذہ بن قیس والیٔ بنی نضیر و والبہ اور دوسرے یہودیوں کو لیے ہوئے بڑھے کم از کم دس ہزار کی فوج تھی جو مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے بہت نظر آ رہے تھے ——— تین ہزار اور دس ہزار

——— اکثریت کا اقلیت کو چیلنج!

سال سے زیادہ ہو چکا تھا دومۃ الجندل میں تو چھیڑ چھاڑ بھی شروع ہو چکی تھی، جہاں آنحضرتؐ نے محسوس فرما لیا تھا کہ سازش خطرناک اور دشمن تاک میں ہے، مسلمان اللہ پر بھروسہ کیے بیٹھے تھے۔ اور رسول اللہؐ جو حکم دیتے اسے بجالاتے تھے۔ متعدد موقعوں پر یہ ثابت ہو چکا تھا کہ یہودی اور مدینہ کے پڑوسی باوجود معاہدہ قابل اعتبار نہیں، یہ بھی معلوم تھا کہ منافقین اندرونی طور پر فساد کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے اب کی مرتبہ حکم دے دیا کہ شہری دفاع مضبوط کر لو۔

آنحضرتؐ چند انصار و مہاجرین کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے اور فوجی نقطۂ نظر سے ضروری اڈّوں، محفوظ مکانوں، بلند ٹیلوں کو نظر میں لے کر فیصلہ کیا گیا کہ سامانِ رسد، جانور، عورتیں اور بچے فلاں فلاں حویلی اور گڑھی میں پہنچا دیے جائیں۔ مسلمان کوہ سلع کے فلاں حصہ میں پڑاؤ ڈالیں اور

---

[1] ابن ہشام ۳/۲۲۶۔ مسعر بن رخیلہ نام لکھا ہے مگر طبری ۲/۴۴ اور ابن سعد ۲/۱ ،۴۷ میں مسعود ہے

سلمان کی رائے کے مطابق ایک حفاظتی خندق کھودی جائے۔

آنحضرتؐ کی جنگی پیش بندی

احد کے بعد یہ دوسرا موقع تھا کہ سرکارِ مدینہ نے گھاگ اور آزمودہ کار قریش کے مقابلے کے لیے پیش بندی فرمائی۔

پہلی مرتبہ "جبل رماۃ" پر نگہبان دستے کا تقرر، اور اس مرتبہ "خندق" کا مضبوط حلقہ اور ترکی انداز کا ایک کیمپ جس میں آنحضرتؐ مقیم ہوئے تھے فوجی نقطۂ نظر سے جنگ میں کامیاب ترین تجربہ بن گیا۔

شہر[1] کے جنوب میں باغوں کی کثرت تھی۔ راستہ تنگ ہونے کی بنا پر فوج صف کے بجائے قطار میں آنے پر مجبور تھی۔ اس لیے حفاظتی چوکیاں حریف کو روکنے کے لیے کافی تھیں۔ مشرق میں بنو قریظہ معاہدۂ امن و دفاع میں شریک تھے۔ شمال کا رُخ زیادہ اور مغرب کا رُخ ذرا اس سے کم خطرناک تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے شمال میں حرّہ شرقی، اور حرّہ غربی کو ملانے کے لیے ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ یہ خندق نیم دائرہ بناتی ہوئی جبل سلع کے کنارے سے آگے ملتی تھی۔ پھر مختلف قبیلوں نے اپنے اپنے محلوں کی حفاظت کے لیے جنوب میں "مسجد غمامہ/ مصلے" کے مغرب سے بڑھتے ہوئے بہت دور تک قبا کے رُخ خندق بنائی۔

مسطری نے تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ اب وادی بطحان راستہ بدل کر اس جگہ سے گذرنے لگی ہے جہاں خندق کھودی گئی تھی۔ ابن سعد و ابن ہشام و طبری نے اپنے اپنے عہد میں خندق کے نشانات بتانے کی کوشش کی ہے لیکن آج کل وہ سب مقامات تباہ ہو چکے ہیں۔ واقدی کا بیان ہے کہ قبا میں بعض قبائل نے اپنے "آطام" (گڑھیوں) کے گرد خندقیں کھودی تھیں۔

خندق کے پار جانے کے لیے راستے تھے، لیکن ان راستوں کا کوئی نشان نہیں، قیاس ہے کہ یہ راستے وہ پہاڑیاں ہوں گی جو خندق کے حلقے میں تھیں جن میں سے ایک "مسجد ذُباب[2]" آج بھی

---

[1] ملخص از عہد نبوی کے میدان جنگ .... ص ۳۶

[2] مولوی محمد عاشق الٰہی نے لکھا ہے کہ "مدینہ منورہ سے ملک شام کی راہ پر جانے والے مسافر کے داہنی جانب اس اونچی پہاڑی پر پڑتی ہے جس کا نام کوہ ذباب ہے۔" آج کل اسے مسجد ابو باب کہا جاتا ہے۔
(تاریخ اسلام ..... طبع سہارنپور ص ۱۸۹)

آج بھی باقی ہے۔ یہاں سرورِ عالم نے "ترکی وضع کا ایک کیمپ" نصب فرمایا تھا۔

خندق کی کھدائی

بنی قریظہ جیسے جمائے لوگ تھے۔ ان سے سامان لیا گیا۔ صاحب طبقات کا بیان ہے کہ قلعہ راتج (حرۂ شرقی) سے جبل ذباب تک مہاجرین اور جبل ذباب سے جبل بنی عبید و مسجد فتح تک انصار کے لیے میدان تجویز کیا گیا اور اس میں خندق کے حصے مسلمانوں میں بانٹ دیے گئے۔ ہر ایک گروہ کو تقریباً بیس بیس گز زمین کا ٹکڑا کھودنے کے لیے دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی برابر کے شریک تھے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سلمانؓ ہمارے ساتھ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے عزت افزائی فرماتے ہوئے اپنے گروہ میں داخل کیا اور اعلان فرمایا "اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ" سلمان اور ہم اہل بیت میں ہیں۔

سردی کا موسم، نئے کام سے سابقہ، قحط کا زمانہ، دشمن کی آمد، مگر مومنین کاملین کا یہ عالم کہ بغیر اجازت اپنی جگہ سے نہ ہلتے اور منافقوں کا یہ رنگ کہ لمحہ بھر بھی ٹھہرنا مشکل تھا۔

قرآن مجید میں اس موقع کا ذکر

قرآن کریم میں مسلمانوں اور منافقوں کا تذکرہ ان لفظوں میں ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰۤی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِھِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمُ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ	بلاشبہ اللہ اور رسول پر ایمان و اعتقاد رکھنے والے جب رسول کے ساتھ کسی اجتماعی حکم پر ہوتے ہیں تو بلا اجازت نبی کہیں جاتے نہیں۔ یہ اجازت لینے والے ہی اللہ اور رسول پر یقین رکھتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی اپنے کام کے لیے چھٹی مانگے تو جس کو چاہے اجازت دے دو اور ان سب کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرو۔ اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

غفور و رحیم ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا

رسول کو آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح نہ پکارو۔ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو نظر بچا کر بھاگنا چاہتے ہیں

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(تا آخر سورۃ النور)

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ کوئی بلا یا سخت عذاب ان پر نازل نہ ہو۔

مومنین پوری تن دہی سے مصروف عمل تھے۔ جوش آفرین شعر، اور پامردی کے نعرے لگا رہے تھے۔ اور رسول اللہؐ بھی ان کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔ خود ایک ایک کے پاس تشریف لے جاتے اور مدد فرماتے تھے۔

ایک چٹان پر آنحضرتؐ کی محنت پژوہی

چنانچہ انصار و مہاجرین میں سے کسی کے راستے میں ایک چٹان نکل آئی۔ بہت کوشش کی مگر کدالیں اچٹ اچٹ جاتی تھیں آنحضرتؐ کو اطلاع ہوئی تو کدال لے کر خندق کھودنے لگے پتھر چنگاریاں دے رہا تھا پسینہ پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ سرور عالمؐ ہر چنگاری پر ایک خوش خبری سناتے تھے یہاں تک کہ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آیت نے ہمت بڑھائی :

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ،

کہو ! خدایا ، تو ملک کا مالک ہے جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک واپس لے لیتا ہے ، جسے چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت۔ ہر طرح

قَدِیْرٌ ○ (آل عمران ۲۵) | اچھائیاں تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں تو ہر چیز پر قادر ہے۔

خندق کھد رہی تھی اور پیغمبر اکرمؐ کی دعائیں باب اجابت سے ٹکرا رہی تھیں:

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

خدایا آخرت کے انعام سے بڑا کوئی انعام نہیں تو انصار و مہاجرین پر رحم فرما!

اور مومنین عرض کر رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم لوگوں نے محمد مصطفےؐ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور جب تک زندہ ہیں جہاد کریں گے۔

تقریباً ایک مہینہ تک مسلمانوں نے خندق کی کھدائی کی۔

آنحضرتؐ کی سیرت اس طویل و محنت افزا وقفہ میں حضور اکرم ان محنت کشوں کے رفیق و جلیس، غمخوار و انیس تھے۔ صحابہ سے ان کے نفسائی، سپاہیوں سے آئندہ فتح، زلزلوں اور جانوں سے کامیابیوں کی باتیں کرتے تھے۔ معجز نما اخلاق سے ان کے دلوں کو ڈھارس دیتے تھے۔

بشیر بن سعد کی صاحبزادی اپنے والد کے پاس تھوڑی سی کھجوریں لے کر جا رہی تھیں۔ سراپا رحمت نبیؐ نے بچی کو بلایا اور وہ کھجوریں لے کر بشیر اور ان کے دوسرے بھائیوں کو ناشتے کے لیے بلایا۔ کھجوریں رومال پر پھیلا دیں اور فرمایا بسم اللہ، محنت سے تھکے ہوئے سپاہی کھجوریں نوش فرمانے لگے۔ خداوند عالم نے اپنے نبی کے اعزاز و اعجاز میں چند کھجوروں میں وہ برکت عطا کی کہ لوگ سیر ہو گئے۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر ایک بکری کا بچہ تھا۔ ایک دن انھوں نے اپنی اہلیہ سے فرمایا "دل چاہتا تھا یہ بچہ رسول اللہؐ کے لیے بھونتے"۔ زوجہ نے ایک دن تھوڑے سے جَو پیسے، روٹیاں پکائیں، بکری کا بچہ ذبح کر کے بھونا۔ اور شوہر سے عرض کی "آج سرکار دو عالمؐ کو زحمت دیں"

---

[1] السیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۸

جابرؓ نے حضورؐ سے درخواست کی۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ سپاہیوں کو آواز دو کہ سب جابرؓ کے یہاں کھانا کھانے چلیں۔ اب جابرؓ سوچ میں پڑ گئے مگر دل مضبوط کیا۔ شام کا وقت تھا۔ مسلمان اپنے مخدوم کے ہمرکاب جابرؓ کے یہاں رونق افروز ہوئے۔ میزبان نے دہی جو کی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت حاضر کیا۔ حضورؐ نے مع ساتھیوں کے سیر ہو کر نوش فرمایا۔ جب آپ فارغ ہو چکے تو دوسرے مسلمان آئے حضورؐ کے اعجاز اور بسم اللہ کی برکت سے سب سیر ہوئے اور کھانا پھر بھی باقی تھا (ابن ہشام ۲۲۸/۳)

اس پس منظر میں خندق کھد کر تیار ہوئی۔ بچے اور عورتیں ایک مضبوط مکان میں منتقل کر دیں گئیں۔ فوجیں پھیل گئیں۔ آنحضرتؐ بھی جبل سلع میں ایک بلند جگہ خیمہ زن ہو گئے یہاں آجکل مسجد[۱] فتح موجود ہے جبل سلع سے لیکر آگے تک مسلمان فوجوں کے دستے پھیلے ہوئے تھے۔ جن میں سے حضرت علیؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت ابوبکرؓ و عثمانؓ و ابوذر رضی اللہ عنہ کے کیمپ مسجدوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔

قرآن مجید میں دشمن کی یلغار کی حالت کا بیان

دس ہزار دشمنوں کا لشکر اپنی طاغوتی قوتوں کے ساتھ مدینے کی شمال مغربی سمت آکر خیمہ زن ہوا۔ اور وادی قناۃ و وادی عقیق کے درمیان[۲] سے گذر کر مدینہ کی پہاڑیوں میں داخل ہو گیا۔ عرب کی تاریخ میں اتنا بڑا فوجی اجتماع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ قرآن مجید نے اس یلغار کی یہ حالت بیان فرمائی ہے:

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ	جب دشمن تم پر اوپر اور نیچے سے حملہ آور ہوئے۔ جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی اور کلیجے منہ کو

---

[۱] کوہ سلع کے مغرب میں بلند سے ٹیلے پر واقع مسجد ہے آجکل اسے مسجد احزاب یا مسجد اعلیٰ کہتے ہیں یہ سب مسجدیں عمر بن عبدالعزیز اور خاطمین وغیرہ نے بنوائی تھیں۔

[۲] یہ ابن سعد کا بیان ہے۔ ابن ہشام اس مقام کا تعارف یوں کراتا ہے۔ مجتمع الاسیال "جرف و زغابہ کے درمیان" میں ۳/ ۲۳۰۔ اور بنی کنانہ اور اہل تہامہ وغیرہ احد کے قریب ذنب نقمی میں اترے۔

الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا ۝

اس وقت تم لوگ اللہ کے بارے میں عجیب و غریب بدگمانیاں کر رہے تھے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝

اس موقع پر مومن آزمائے گئے اور تم سب پوری شدت کے ساتھ ہلائے گئے۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۝ ۱۲

وہ وقت ایسا تھا کہ منافق اور دل کے غبی کہہ رہے تھے کہ اللہ اور رسولؐ نے ہم سے جھوٹے وعدے کیے تھے۔

وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ط وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ج إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝ ۱۳ (الاحزاب)

ایک گروہ تو یہ کہہ رہا تھا، "یثرب والو یہاں نہ ٹھہرو، اور نکل چلیں" اور ایک گروہ نے تو نبی سے اجازت بھی مانگی اور کہنے لگے ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ وہ تو صرف بھاگنے کی فکر میں تھے۔

ہوا یہ کہ حریف خندق کو دیکھ کر غوطے میں آ گیا۔ اور مسلمان ڈرے کہ کہیں ہماری غلطیاں عذاب نہ بن جائیں۔ منافق اپنی تاک میں تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلا کر دوستوں کے لیے راستہ ہموار کریں۔ بنی نضیر کے سربراہ اور وہ سردار حُیَیّ بن اخطب نے بنی قریظہ کو توڑنے کا ڈول ڈالا۔ اور کعب بن اسد کے گھر پہنچا۔ کعب آنے والے سے واقف تھا۔ اس لیے ملنے سے انکار کر دیا۔ حُیَیّ نے کہا — "حیف ہے تم پر، دروازہ تو کھولو"

کعب : حُیَیّ! شرم نہیں آتی؟ بڑے منحوس آدمی ہو۔ میں محمد مصطفےٰؐ سے معاہدہ کر چکا ہوں۔ محمدؐ ہمیشہ سے وفادار اور سچے ہیں۔ میں معاہدہ توڑنے کو تیار نہیں۔

حُیَیّ : اچھا دروازہ تو کھولو۔ مجھے کچھ باتیں کرنا ہیں۔

کعب : میں نہیں کھولتا۔

حُیَیّ : اچھا! تم سمجھتے ہو میں تمہارا نمک اور روغن کھانا چاہتا ہوں۔

(اب کعب مجبور تھا اسے شرم آگئی، دروازہ کھول دیا)

حُیَیّ : کعب! خبر بھی ہے، میں زمانے بھر کی طاقتیں، سمندروں کا تلاطم، اور فضاؤں کے طوفان لے کر آیا ہوں، قریش اپنے تمام سرداروں اور سربراہوں کے ساتھ "مجمع اسیالی" میں پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں ادھر احد کے پہلو میں غطفان کی چھاؤنی ہے۔ ان سب نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ جب تک محمدؐ کو ختم نہ کرلیں گے یہاں سے ہلیں گے نہیں۔

کعب : حیی! دنیا بھر کی ذلتیں، زمانے بھر کی رسوائیاں لے کر آئے ہو۔ ارے میاں یہ بلکے گرجتے چمکتے بادل ہیں، ان میں کیا رکھا ہے —— بابا —— مجھے معاف کرو مجھے تو محمد مصطفےٰ میں صدق و وفا کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ مجھ سے عہد شکنی نہ ہوگی"

(حُیَیّ بھی گھاگ تھا، وہ نشیب و فراز سمجھائے کہ کعب موم ہوگیا)

حُیَیّ : کعب! اگر قریش اور ان کے ساتھی میدان چھوڑ گئے تو میں تمہارے ساتھ اسی مکان میں بیٹھ کر تمہارے ساتھ مشکلوں میں زندگی گذاروں گا۔

کعب نے معاہدۂ قدیم چھوڑ کر نئے پیمان باندھ لیے۔

بنو قریظہ کی موقع پر بے وفائی نے خطرناک ترین ماحول پیدا کردیا، سرکار دو عالم نے سعد بن عبادہ خزرجیؓ اور سعد بن معاذ اوسیؓ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا۔ مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

قرآن مجید میں [۱] واقعہ کو مختصراً محفوظ فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْنَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ	جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کیا، اور انھوں نے ہر بار اپنا عہد توڑا۔ کیونکہ وہ ڈرتے

[۱] بدر میں بھی اور اب خندق میں بھی۔

وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝	نہیں۔
فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝	تو اب اگر انھیں لڑائی میں پا جاؤ تو ایسی سزا دو کہ ان کے پیچھے والوں کو بھاگتے ہی بن پڑے، شاید اس طرح کچھ سبق لیں۔
وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝ (الانفال)	اور اگر کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو جواب میں تم بھی ان کا معاہدہ ان کے روبرو پھینک دو۔ بلاشبہ اللہ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا۔

منافقوں کی سرگرمیوں، اور مسلمانوں کی ذہنی الجھنوں کے باوجود رسول اکرمؐ کو صبر و استقلال بنے ہوئے تھے۔ مومنین کا عالم یہ تھا کہ فتح پر یقین اور مشکلات پر صبر کر رہے تھے، چاروں طرف مایوسیاں تھیں مگر یہ لوگ خدا پر بھروسہ کیے بیٹھے تھے۔ رسول اللہؐ نے بنی غطفان کو توڑنے کے لیے بات چیت شروع کی تو عالی حوصلہ اصحاب، اور صابر سعدؓ نے عرض کی، حضورؐ ہمیں ان کے آگے جھکنے کی ضرورت نہیں[1]:

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً

اللہ کی مدد سے بہت سی چھوٹی فوجیں بڑی فوجوں پر غالب آئی ہیں

جنگی پیش قدمی

مسلمانوں کا سکون، خندق اور موسم کو دیکھ کر عمرو بن عبدوُد، عکرمہ بن ابوجہل، ہبیرہ بن وہب، ضرار بن خطاب بنی کنانہ کے کیمپ گئے، اور پکار کر کہا:

”بنی کنانہ! جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

پھر گھوڑوں کو کاوادے کر خندق پر پہنچے اور ٹھٹکے، کہنے لگے:

”عربوں نے یہ انداز جنگ تو کبھی دیکھا نہیں“

---

[1] ابن ہشام ۲/۲۲۴

اب فوجیں تیار کھڑی تھیں، مگر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن! آخر تیروں کی بارش شروع کردی بعضوں جنگ کا ڈھنگ یہی رہا کہ تیرانداز آتے اور تیر برسا کر چلے جاتے رسول اسلام، یاد خدا اور تبلیغ دین میں مصروف رہے مسلمان "حٰمٓ، لَا یُنْصَرُوْنَ ۝ کے نعرے لگا رہے تھے۔ دشمنوں کے تیر خالی نہ گئے، کئی مسلمان شہید ہوئے لیکن سعد بن معاذ کی شہادت اوس کے لیے بہت سخت تھی، تیر کے زخم گہرے تھے، علاج ہوا مگر سعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔

صفیہ رضؓ بنت عبدالمطلب کی جگرداری

فارع میں حسان بن ثابت کا (حصن) احاطہ تھا۔ کچھ بچے اور عورتیں اس احاطے میں بھی ٹھہرائی گئی تھیں، دوران محاصرہ میں ایک یہودی جاسوسی کے لیے یا کسی نقصان رسانی کی غرض سے اس احاطہ کے قریب آیا، جناب صفیہؓ نے ملاحظہ فرما کر حسان کو آواز دی۔ مگر حسان کے قدم آگے نہ بڑھے، حضرت صفیہؓ نے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک لکڑی ہاتھ آگئی وہی لیے دشمن پر حملہ کیا اور اسے وہیں ٹھنڈا کردیا (السیرۃ لابن ہشام ۲۳۹/۳) پھر حسان سے فرمایا، جاؤ اس کا سامان لے آؤ۔ مگر حسان نے معذرت کی۔ فرمایا، اچھا اس کا سر کاٹ کر دشمنوں کی طرف پھینک دو کہ انھیں اس واقعہ کی خبر ہو جائے۔ حسان نے اب بھی سکوت اختیار کیا۔ مجبوراً شہزادی نے سر کاٹ کر دشمنوں کی طرف پھینک کر مسلمانوں کی ہیبت بٹھادی (شبلی ۳۹۴/۱ بحوالہ طبرانی و رزوانی وغیرہ نیز طبری ۵۰/۲)

عمرو بن عبدوُد کی جرأت آفرینی

عمرو بن عبدوُد نوّے سال کا پرانا تجربہ کار[1]، عرب کا مشہور شہسوار اور ضرب المثل سورما تھا۔ یہ سردار، عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ، نوفل، ضرار وغیرہ کو لیے خندق کے کنارے آیا۔ اور طے کرلیا کہ آج جنگ کا فیصلہ کردیں گے۔ گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔

اور اب عمرو کی للکار فضا میں گونج رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے۔

---

[1] طبقات ۲/۱ ص ۴۷

کوئی ہے جو عمرو کے مقابلے کو جائے ——— کوئی ہے جو عمرو سے لڑے!

مگر ؏ ———

کون ہوتا ہے حریف ۔۔۔۔۔۔

علی بن ابی طالبؑ ہر مرتبہ اٹھتے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بٹھا دیتے۔ آخر جب تیسری آواز پر بھی کوئی نہ اٹھا تو حضورؐ نے بڑھ کر بھائی کے سر پر عمامہ رکھا، کمر کی تلوار درست فرمائی، دعاؤں[1] کا لشکر ساتھ کر کے فرمایا:

بَرَزَ الایمان کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ

"ایمان کل، کفر کل کے مقابلے میں جا رہا ہے"

عمرو نشۂ غرور میں مست، بادۂ شجاعت میں سرشار، علی (علیہ السلام) کو دیکھ کر خندہ زن ہوا۔

عمرو کا قول تھا کہ کوئی شخص دنیا میں اگر مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے تو ایک ضرور قبول کر دوں گا۔ حضرت علیؑ نے عمرو سے پوچھا: کیا واقعی یہ تیرا قول ہے ——— پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی:

حضرت علیؑ : میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسلام لا؟

عمرو : یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت علیؑ : لڑائی سے واپس چلا جا!

عمرو : میں خاتونان قریش کا طعنہ نہیں سن سکتا۔

حضرت علیؑ : مجھ سے معرکہ آرا ہو!

عمرو ہنسا۔ اور کہا ——— "مجھ کو امید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی؟

---

[1] طبقات ۲/۱ ۴۹

حضرت علیؑ پیادہ تھے، عمرو کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا۔ گھوڑے سے اُتر آیا اور پہلی تلوار گھوڑے کے پاؤں پر ماری کہ کونچیں کٹ گئیں۔ پھر پوچھا :

تم کون ہو ؟

آپ نے اپنا نام بتایا

اس نے کہا : میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔

آپ نے فرمایا : ہاں، لیکن میں چاہتا ہوں[1]۔

حضرت علیؑ کی بہادری

عمرو اب غصّے سے بیتاب تھا۔ پرتلے سے تلوار نکالی اور آگے بڑھ کر وار کیا، حضرت علیؑ نے سپر پر روکا۔ لیکن تلوار سپر میں نکل کر ڈوب آئی اور پیشانی پر لگی۔ گو زخم کاری نہ تھا، تاہم یہ طغرا آپ کی پیشانی پر یادرہ گیا ——— قاموس میں لکھا ہے کہ "حضرت علیؑ کو "ذوالقرنین" بھی کہتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے ایک عمرو کے ہاتھ کا، اور ایک ابن ملجم کا ——— دشمن کا وار ہو چکا، تو حضرت علیؑ نے وار کیا۔ ان کی تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اُتر آئی۔ ساتھ ہی حضرت علیؑ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ (سیرۃ النبی ۱/۲۷۴) آپ چاہتے تھے کہ سر جدا کریں کہ عمرو نے لعاب دہن سے بے ادبی کی۔ آپ سینۂ عمرو سے یہ سوچ کر اُتر آئے کہ اب قتل کرتا ہوں تو شاید نفس کی شرکت ہو جائے۔ اتر آئے اور وقفہ دیکر دوبارہ زیر کیا۔ اور سر کاٹ لیا، حاضر خدمت ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا :

ضَرْبَتُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ[2] "

" جنگِ خندق میں علی کی پُرخلوص ضربت کائنات کی عبادت سے بھاری تھی "

عمرو کی موت نے کفر کو سرنگوں کر دیا، کھائی کو پار کرنے والے عمرو کے ساتھی سراسیمہ بھاگے، نوفل کا گھوڑا ابھرا کا نورا کب مع راہوار گڑھے میں تھا۔ مسلمان دوڑے اور پتھراؤ شروع کر دیا۔ نوفل نے پکار کر کہا :

---

[1] السیرۃ لابن ہشام/ج ۳ ص ۲۳۶ [2] حیات القلوب ج ۲/ ۵۹۴ ارجح المطالب

"مردوں کی موت چاہتا ہوں"

علی بن ابی طالبؑ نے بڑھ کر اس کا بھی کام تمام کیا۔ پھر حضرتؑ عکرمہ کی طرف مڑے لیکن وہ میدان میں نہ ٹھہرا۔ امیر المومنینؑ عمرو کا سر لیے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر سرخ رُو ہوئے۔

عمرو کی بہن کو جب معلوم ہوا کہ سیر چشم و بلند ہمت قاتل نے اس کے بھائی کی قیمتی زرہ نہیں اتاری تو کہنے لگی:

"بنی عامر میں اس قاتل سے زیادہ معزز شخص نہیں دیکھا۔

لَوْ کَانَ قَاتِلُ عمرو غَیْرُ قاتلہ لَکُنْتُ اَبکی علیہ آخر الابد

لکنّ قاتلہ مَنْ لَا یعاب لہ مَنْ کان یدعٰی قدیماً "بیضة البلد"[1]

اگر عمرو کا قاتل موجودہ قاتل کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو قیامت تک روتی۔ لیکن اس کا قاتل تو وہ شخص ہے جس کو مدتوں سے "بیضۃ البلد" (نورِ شہر) کہا جاتا ہے۔

خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور دُوسرے سرداروں نے رات تیاریوں میں گذاری۔ صبح کو خطرناک حملہ کیا لیکن تیر اندازی کے علاوہ کچھ نہ کر سکے۔ تین دن تک یہی ہوتا رہا۔ انصار کا ایک فوجی دستہ عبّاد بن بشر کی نگرانی میں رات رات بھر آنحضرتؐ کے خیمہ کا پہرہ دیتا رہا۔

نعیم اشجعی کی مختلف قبائل سے ملاقاتیں

عمرو کی موت اور مسلمانوں کے استقلال نے کافروں کی ہمت توڑ دی تھی۔ مگر ابھی تک میدان نہیں چھوڑا تھا۔ اتفاقاً بنی اشجع کا ایک مسلمان سپاہی "نعیم بن مسعود" موقع نکال کر حضورِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

یا رسول اللہؐ! لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ اس وقت اسلام کی کوئی خدمت کروں بعض تدبیریں ایسی ہیں جن کی وجہ سے دشمن میں پھوٹ پڑ جائے گی ــــــــ حضرتؐ نے اجازت دے دی۔

---

[1] مناقب ۱/۱۰۸

[2] یہ جنگ بدر ثانی میں ابوسفیان کی طرف سے آن کر مسلمانوں کو کثرت دشمن سے ڈرا چکا تھا۔

نعیم رخصت ہو کر یہودی نمایندوں سے ملا۔ اور انھیں قریش کی پوزیشن بتائی، اور کہا، ان کا کیا ہے۔ یہ آج چاہیں تو اپنے وطن واپس ہو جائیں، تمھارے لیے مشکل ہے تمھیں تو یہی مسلمانوں کے پڑوس میں رہنا ہے۔ جنگ کے بعد قریش کا کچھ نہیں بگڑے گا مگر تمھاری خیر نہیں۔ میری رائے ہے کہ ان سے کچھ آدمی بطور یرغمال رکھ دو۔

ادھر ابوسفیان سے جا کر کہا یہودیوں کا خیال ہے کہ تمھارے ستر آدمی یرغمال میں رکھ کر جنگ سے الگ ہو جائیں، اور پھر ان لوگوں کو رسول اللہؐ کے حوالے کر کے سُرخروئی حاصل کریں۔

ابوسفیان شب شنبہ کو حملے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے یہودیوں کو آزمانے کے لیے اسی وقت اطلاع بھیجی کہ تیار رہو رات کو حملہ کرنا ہے۔

یہود نے جواب دیا کہ صبح کو ہفتہ ہے اور ہفتہ کے دن لڑنا حرام ہے۔ بہتر ہوتا کہ کچھ آدمی ہمارے یہاں بھیج دو کہ ہمیں ذرا اطمینان ہو جائے ہفتہ کے دوسرے دن حملے میں شریک ہو جائیں گے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح فیصلہ کن جنگ ہو جائے۔

ابوسفیان یہ جواب سُن کر خاموش ہو گیا۔ یہود سمجھے کہ قریش کی نیت بدل گئی۔

امدادِ خداوندی

ادھر خداوندِ عالم نے اپنے نبیؐ کی مدد فرمائی۔ سردی کی رات، کھلا میدان، قریش اور یہود، آگ روشن کیے اطمینان سے بیٹھے تھے کہ اچانک قیامت آفریں بادو باران نے انھیں گھیر لیا —— قرآن مجید کے لفظوں میں:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ؁ (الاحزاب)	مومنو، اللہ کی وہ اپنے اوپر نعمت بھی یاد رکھو۔ جب تم پر فوجیں حملہ آور تھیں اور ہم نے ان پر ہوا اور وہ فوجیں بھیجی تھیں جنھیں تم دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔ اور اللہ تو تمھارے اعمال کو اچھی طرح دیکھتا ہے

خیمے اُڑ گئے، چولھے اُلٹ گئے، آگ بجھ گئی، جانور بھڑکنے لگے مسلمانوں کے خوف شبخون سے لوگ کچھ ایسے حواس باختہ ہوئے کہ بھگدڑ مچادی۔

ابوسفیان، عکرمہ، خالد، عمرو عاص وغیرہ نے میٹنگ کی جس میں فیصلہ ہوا کہ مسلمان بے خبر ہیں۔ بہتر ہے کہ ابھی ابھی رخصت ہو جائیں۔

طلحہ بن خویلد نے پکار کر کہہ دیا "دوستو! چلو!"

طبقات میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا:

"قریش والو! اب یہاں تمہارا رہنا نامناسب ہے، سارا ساز و سامان تباہ ہو چکا۔ بنو قریظہ نے دغا دی۔ طوفان باد و باراں نے جو رنگ دکھایا ہے وہ تمہارے سامنے ہے، لہذا چلو[1]!

خود اٹھا اور پیر بندھے اونٹ پر سوار ہو کر اسے مارنا اور ہنکانا شروع کر دیا۔ اونٹ تین پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ مگر وہ غریب چلے تو کیسے، لوگ سردار کی جلدی دیکھ کر روانہ ہو گئے، آخر کسی نے آکر ابوسفیان کے اونٹ کی رسی کھولی۔

عمرو بن عاص اور خالد بن ولید دو سو سپاہیوں کو لے کر قافلے کے پیچھے پیچھے چلے آنحضرتؐ مصروف کار تھے۔ فراغت کے بعد کسی کو حکم دیا کہ دیکھ آؤ لشکر نکل گیا یا نہیں؟ اس نے آکر تفصیل بتائی۔ مسلمان مطمئن، مگر منافق غیر مطمئن تھے۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۝٢٠

وہ سمجھتے ہیں، اتحادی فوجیں ابھی تک نہیں گئیں۔ اور اگر کہیں وہ دستے آجائیں تو ان کی تمنا ہو گی۔ کہ جنگل کے بادیہ نشینوں میں جا رہیں۔ پھر وہاں سے تمہاری خبریں معلوم کریں اور اگر یہ تم میں ہوتے تو شاید ہی لڑتے

---

[1] طبقات ۲/۱ ص۔ السیرۃ لابن ہشام ۲۴۳/۳

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب ۲۱)	مسلمانوں تمہارے لیے تو رسول اللہ کا طریقہ و نمونہ ہی خوب ہے۔ بشرطیکہ اللہ اور آخرت کی تمنا ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ خدا کی یاد کی جائے

محمد بن سعد کے بقول ۲۳ ذی قعدہ[۱] مارچ یا اپریل ۶۲۷ء کو میدان صاف تھا۔

فریقین کے چھ چھ سات سات آدمی مارے گئے۔ لیکن کافروں میں عمرو بن ود اور مسلمانوں میں سعد بن معاذ کا سانحہ بہت سخت تھا۔

مسلمانوں کا مالی نقصان بالکل نہیں ہوا۔ قریش بہت بڑے خسارے میں آ گئے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ[۲]	اور خدا نے کافروں کو غصے میں بھرا پلٹا دیا۔ انھیں کوئی فائدہ نہ ملا۔ اور اللہ نے مومنوں کو خوں ریزی سے بچا لیا۔

غزوۂ خندق کے نتائج

مذکورہ بالا آیت میں غزوۂ خندق کا ایک فائدہ یا نتیجہ یہ بتایا گیا ہے کہ کفار ہیچ و ناب کھا کر ناکام پلٹ گئے اور انھیں معلوم ہو گیا کہ ؏

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

۲۔ مومنین کسی بڑی لشکر کشی اور خون ریزی کے اپنے وطن میں مال غنیمت و فتحمندیوں کے ساتھ مقیم رہے۔

۳۔ مشرکین و کافرین کو یقین ہو گیا کہ مسلمان ان کے قابو میں نہیں آ سکتے۔

۴۔ یہودیوں کے ہمدردوں کو معلوم ہو گیا کہ ان پر بھروسہ غلط ہے، اور مسلمانوں نے

---

[۱] ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے نہ معلوم کس بنا پر خاتمۂ جنگ شوال میں مانا ہے۔

[۲] طبقات ۲/۱ ص ۵۳

بنی قینقاع، بنی نضیر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جو کچھ گیا وہ بالکل صحیح تھا۔

ابوسفیان کا خط اور اس کا جواب

مدینے سے گھر واپس پہنچ کر ابوسفیان نے ایک خط لکھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنی شرمندگی مٹائے، خط تھا:

بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ

فَإِنِّي أَحْلِفُ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ وَإِسَافَ وَنَائِلَة وَهُبَل
لَقَدْ سِرْتُ إِلَيْكَ، فَرَأَيْتُكَ قَدْ كَرِهْتَ لِقَاءَنَا وَاعْتَصَمْتُ بِالْخَنْدَقِ وَمَا فَعَلْتَ هٰذَا إِلَّا فِرَارًا مِنْ سُيُوفِنَا

بنام خدا:

میں لات، عزّیٰ، اساف، نائلہ اور ھبل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمھاری طرف آیا تھا۔ لیکن
تم نے ہم سے جنگ میں پہلو تہی کی، خندق کی پناہ لی۔ خندق کی پناہ، ہماری تلواروں سے بچنے کے لیے تھی۔

آنحضرتؐ نے جواب دیا:

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰه إِلَىٰ صخر ابن حرب
أَمَّا بَعْد! فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ
أَمَّا مَا ذَكَرْتَ: أَنَّكَ سِرْتَ إِلَيْهِ وَأَنْتَ لَا تُرِيْدُ، حَتّٰى تَسْتَأْصِلَنَا ـــــ فَذٰلِكَ أَمْرٌ يَحُوْلُ اللّٰهُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ وَيَجْعَلُ لَنَا الْعَاقِبَةَ وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْكَ يَوْمٌ أَكْسِرُهُ فِيْهِ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى وَإِسَافَ

محمد رسول اللہؐ کی طرف سے صخر بن حرب کے نام جواب۔

تمھارا خط آیا۔ تم نے یہ جو لکھا ہے کہ لڑنے آئے تھے اور ہمیں تہس نہس کیے بغیر جانا نہیں چاہتے تھے ـــــ تو خدا تمھارا یہ ارادہ تو پورا ہونے ہی نہ دے گا ـــــ نتائج ہمارے ہی حق میں قرار دے گا۔ ہاں تمھارے اوپر وہ دن آنے والا ہے جب لات و عزّیٰ اساف و نائلہ و ھبل

ومنائلہ وھیل[۵] | توڑدوں گا۔

خندق کا محاصرہ ختم ہونے کے بعد فوج نے کمر کھولے بغیر بنی قریظہ کو سزا دینے کے لیے کوچ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام اس مہم کے قائد تھے آنحضرتؐ کے حکم سے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا گیا۔ ایک ہفتے سے اندر محاصرے کے بعد، ایک دن جناب امیر المومنین نے حملہ کیا[۱] اور پکار کر کہا "اے ایمانی لشکر" چلو آج یا حمزہؓ کا درجہ شہادت حاصل کرلیں یا اس مہم کو فتح سے بدل دیں آخر اسلام قبول کرنے والوں کے علاوہ اکثر کو تہہ تیغ کرکے بغاوت وعہد شکنی کا مزا چکھایا گیا۔

محرم ۶ھ سے ذی قعد تک قبائل کی سرکشی کچلنے کے لیے مسلمانوں کو مسلسل لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ آنحضرتؐ نے تمام معاملات میں حلم، صداقت اور للّٰہیت کا حکم دیا۔ خلق خدا کی اصلاح کے لیے عورتوں کے لیے حفظ ناموس اور پردہ کا حکم دیا۔ عورت کو جدا کرنے کے لیے طلاق کو باقاعدہ کیا گیا۔ متبنیٰ کو صلبی اولاد کے درجے سے الگ کیا۔ نماز خوف اور غسل وضو کے بدلے پانی نہ ملنے کی حالت میں تیمم کا حکم دیا۔ زنا اور اتہام زنا کی تعزیر معین ہوئی۔

حضرت زینب بنت جحش کو جنھیں آنحضرتؐ نے آزاد کردہ غلام سے بیاہ کر رسم پرستی خاندانی تفاوت وامتیاز، آزاد وغلام کی درجہ بندی ختم کی تھی اس سال زید کے طلاق دے دینے کی وجہ سے ان کے بھائی عبداللہ کی اجازت کے بعد اپنے حبالۂ عقد میں لائے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ

جب زید نے زینب کو طلاق دے دی، تو ہم نے تم (رسول) سے ان کی تزویج کردی، تاکہ مومنوں پر اپنے بچوں کی ان بیویوں سے شادی کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے جو انھیں طلاق

---

[۱] خاتم النبیین وآموزش اسلام، از عباس شوستری (تہران)، ج ا ص ۱۹۰ یہ خط اصل متن نہیں ہے بلکہ روایت مفہوم و معنے ہے۔ اس کے لیے "مجموعۃ الوثائق ......" ص ۹۰ و ۱۰۰ پر متن ماخذ کا مطالعہ فرمایئے۔ ہم نے واقدی کا حوالہ حمیداللہ کی وجہ سے نقل نہیں کیا۔

مفعُولاً (۳۳/۳۷)

دے چکے ہوں —— اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے۔

اصلاح اُمت وانسانیت کے لیے اس مبارک سیرت سے بڑھ کر اور کیا ہو گا۔ زید کی سربلندی کا یہ عالم کہ رسول کریمؐ کی پھوپھی زاد بہن کے شوہر بنے، پھر زینب کی سرفرازی یہ ہوئی کہ مادر مومنین قرار پائیں۔

صلح حدیبیہ

تقریباً دو سال تک قریش کی طرف سے براہِ راست کوئی حملہ نہیں ہوا، شام اور یمن کے راستوں اور مکہ و مدینہ کے ارد گرد آباد قبیلوں کے فسادی سزا پاتے رہے۔ اسلام کا دامن امن و سلامتی سایہ گستر ہوتا گیا، یہودی عموماً رسوا ہو چکے، راستے محفوظ اور مدینہ پر امن ہو گیا، تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے لیے تیار ہوئے۔ آپ نے مسلمانوں کو اپنا خواب سنایا:

"زیارت کعبہ کے لیے گئے ہیں، سر منڈوا لیا ہے، احرام بندھا ہے۔
خانہ کعبہ کی کنجی دست مبارک میں ہے۔"[1]

مسلمان خوشی و مسرت سے باغ باغ ہو گئے۔ لوگوں نے اسی سال حج کی جانے اور فتح مکہ کی بات چیت شروع کر دی۔ ایک روز سرکار دو عالمؐ نے مسلمانوں کو حج کے واسطے تیاری کا حکم دیتے ہوئے

---

[1] ابن ہشام ۳/۲۵۱

ارشاد فرمایا کہ اردگرد کی بستیوں میں بھی منادی کر دو، جسے چلنا ہو چلے۔ لوگ تیار ہونے لگے۔ آپؐ نے فرمایا :

خبردار! کوئی شخص ہتھیار نہ لے، صرف عام حالات میں ساتھ رہنے والی تلوار ہو اور بس

ذی قعدہ ۶ھ مارچ اپریل ۶۲۸ء کی کسی تاریخ کو چودہ سو زائرین کا قافلہ روانہ ہوا۔ مومنوں کے دل طواف کعبہ کے لیے بے چین اور مسلمان مکے کی فتح کے خواہش مند رسول اللہؐ حمد و تسبیح و تہلیل کے ساتھ منزل بہ منزل بڑھ رہے تھے، آپ کا سفر عام راستے سے ہٹ کر ہو رہا تھا کہ کہیں دشمن بری نیت لے کر جنگ کی طرح نہ ڈال دے۔

مسجد شجرہ میں احرام باندھا، اور وادی شجرہ

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدُ وَالنِّعْمَۃُ لَکَ

کی صداؤں سے گونج رہی تھی، موحدین کے والہانہ شوق نے فضا کو سرشار کر دیا۔

حج کے لیے اب تک دوست دشمن کسی پر پابندی نہ تھی۔ متحارب قبیلے اور خون کے پیاسے امن کے دنوں میں جوق در جوق کعبہ کی زیارت کو آتے تھے، مگر مسلمانوں کی خبر آمد سن کر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے طے کر دیا کہ "حج کی اجازت نہ دی جائے"۔

اس فیصلے کی تعمیل کے لیے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں ایک دستہ روانہ ہوا۔ جس وقت رسول اللہؐ عسفان کے چشمے پر پہنچے تو خالد کراع الغمیم میں تھا، فریقین ایک دوسرے کے سراغ میں تھے۔ اتفاقاً مسلمانوں نے ایک مکی مسافر بشر بن سفیان کعبی کو دیکھ لیا۔ بڑھ کر حریف کا حال پوچھا تو بشر نے بڑے زوردار و خوفناک انداز میں قریش کی تیاریوں کا ذکر کیا۔ کعب نے کہا :

"قریش آپ لوگوں کی آمد سے باخبر ہیں۔ ان کی فوجیں عورتوں بچوں سمیت

فنیر، چیتوں کی کھالیں پہنے، شیرانہ تیوروں سے ذی طوی میں اُترے وہاں

حلف اٹھایا ہے کہ آپ لوگوں کو مکے میں داخل نہ ہونے ـــــ خالد کا

ہراول دستہ کراع الغمیم میں ہے"۔

آنحضرتؐ نے بڑے جرأت مندانہ اور دکھ بھرے انداز میں فرمایا:

یا ویح قریش!
لقد اکلتهم الحرب، ماذا
علیهم لو خلوا بینی وبین سائر
العرب، فإن هم اصابونی کان
ذلک الذی ارادوا، وان اظهرنی
الله علیهم دخلوا فی الاسلام
وافرین۔ وان لم یفعلوا قاتلوا و
بهم قوة ۔۔۔ فما تظن قریش۔
فوالله لا ازال اجاهد علی الذی
بعثنی الله به حتی یظهره الله
او تنفرد هذه السالفة۔

وائے بر حال قریش!
انھیں لڑائیاں کھا گئیں ہیں۔ اگر آج یہ مجھے
عام عربوں کے ساتھ زیارت کو جانے دیتے تو
کیا نقصان ہوتا، اب اگر وہ کامیاب ہو گئے۔
تو ان کا مدعا حاصل ہے۔ اور اگر اللہ نے مجھے
کامیاب کر دیا تو ان سب کو اسلام میں داخل ہونا
پڑیگا ۔۔۔ اگر یہ لوگ آج نہ لڑیں تو ان
کے پاس قوۃ بھی پھر لیا لیتے۔
معلوم نہیں قریش کس گھمنڈ میں ہیں۔ خدا!
کی قسم! میں دین کے لیے اس وقت تک جہاد
کروں گا جب تک اللہ دین کو غلبہ نہ عطا کر دے
یا دست اجل مجھ پر قبضہ نہ کر لے

اس جامع بصیرت افروز، مستقل مزاجی، توجہ الی اللہ، انسان دوستانہ تقریر کے بعد حکم دیا، اچھا اب بے راہ چلو ۔۔۔ راستہ سخت اور پیچدار تھا، مسلمان عاجز آ گئے تو آپ نے فرمایا "نستغفر اللہ ونتوب الیہ" کہو۔ لوگوں نے تعمیل حکم کی۔ تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا بنی اسرائیل پر جب یہ وقت آیا تھا تو انھوں نے "حطۃ" کہنے سے انکار کیا تھا۔ تم پر آفرین ہے۔ راستہ ملا تو قافلہ کے نشیب "حدیبیہ" کی طرف تشریف لائے۔ ادھر قریش نے مسلمانوں کا رخ بدلتے دیکھ کر اپنا رخ بھی بدل دیا اور مکے کی طرف روانہ ہو گئے ۔۔۔ ثنیۃ المرار میں رسول اللہؐ کا ناقہ خود بخود بیٹھ گیا۔

---

[1] السیرۃ: ابن ہشام ۲/ ۳۲۲، ۳۲۳ وغیرہ۔ یہ واقعہ کربلا کے ابتدائی واقعات سے کس قدر مشابہ ہے۔

حضورؐ نے فرمایا مشیت باری یہی ہے، یہیں اترو! آج قریش، جس قسم کے بھی صلۂ رحم کی تمنا کریں گے میں اسے پورا کروں گا۔" لوگوں نے عرض کی یہاں پانی نہیں ہے — سرکار دو عالمؐ نے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا فرمایا، یہ تیر کنوئیں میں چبھونا، انشاء اللہ پانی ہی پانی ہو گا۔ چنانچہ لوگوں نے یہ معجزہ دیکھا، پانی نکلا اور اتنا کہ جب تک رہے سیر سیراب رہے۔

حُدیبیہ کا محلِ وقوع

آج "حدیبیہ" کا صحیح محل وقوع اور اس نام کی زمین کا علم نہیں، لیکن عبدالقدوس انصاری نے اپنی کتاب "تحقیق الکمنۃ فی الحجاز و تہامہ" (ص ۱۴۱) میں لکھا ہے کہ یہ آبادی آج کل "شمیسی" کے نام سے مشہور ہے، پانی اور باغات کے علاوہ بعض قبائل بھی یہاں رہتے ہیں۔ جدّے سے چوبیس کیلو میٹر، مکے سے تقریباً پندرہ میل، کا فاصلہ ہے۔

معاملات و حالاتِ حاضرہ پر بات چیت

کچھ آرام لینے کے بعد مسلمان حاضر ہوئے تو آپ نے آئندہ اقدام کے بارے میں لوگوں کا عندیہ سننا چاہا اور موضوع پر رائے طلب فرمائی۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی:

"ہم چونکہ زیارت کے لیے آئے ہیں اس لیے آگے بڑھنا چاہیے، اگر کوئی چھیڑے گا تو دیکھا جائے گا۔

حضرت مقدادؓ نے عرض کی:

یا رسول اللہؐ جو آپ پسند فرمائیں ہم اس کے لیے تیار رہیں۔

ادھر مکے سے بنی خزاعہ کے چند وفادار مسلمان حاضر خدمت ہوئے۔ بدیل بن ورقا نے عرض کیا:

حضورؐ کی تشریف آوری کا واقعی مقصد کیا ہے؟

رسول اللہؐ نے، اپنا مقصد ظاہر فرمایا، بدیل نے عرض کیا۔

اگر اجازت ہو تو قریش سے جا کر بات چیت کر کے انھیں سمجھاؤں،

رسول اللہؐ نے اجازت دی۔ بدیل قریش کے پاس آئے اور آنحضرتؐ کی تشریف آوری کا مقصد بیان کیا۔ لوگوں کو امن کے فائدے سمجھائے، لیکن قریش مطمئن نہ ہوئے۔ مکرز بن حفص بن عیف کو بلا کر تحقیق حالات کے لیے بھیجا۔ مکرز نے بھی واپس جا کر بدیل کی سی باتیں کیں مگر قریش پھر بھی مطمئن نہ ہوئے اور حُلَیس بن علقمہ کو دوبارہ بھیجا، حُلَیس احابیش کا سردار تھا، رسول اللہؐ نے حلیس کو آتے دیکھ کر فرمایا: بھئی خدا پرست قوم کا آدمی آرہا ہے قربانی کے اونٹ آگے کردو تاکہ حلیس اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

حُلَیس نے راستے میں قربانی کے نشان زدہ اونٹ جو دیکھے تو احترام زائرین و اطمینان کی وجہ سے حاضر خدمت ہوئے بغیر واپس چلا گیا ——— قریش نے جو اس کی باتیں سُنیں تو بگڑ کر بولے:

"اچھا بیٹھو تو، بھائی تم دیہاتی آدمی، یہ قصّے کیا جانو"

حُلَیس کو غصہ آ گیا، کہنے لگا:

"میں نے تم لوگوں سے اس لیے معاہدہ نہیں کیا۔ نہ یہ طے ہوا تھا کہ ان لوگوں سے لڑنا ہوگا۔ جو لوگ زیارتِ خانہ خدا کے لیے آرہے ہیں۔ تم تو انھیں روکنے کو تیار ہو جس کے ہاتھ میں حلیس کی جان ہے، یا تو تمھیں محمد (مصطفےؐ) اور زیارت کے لیے خاموش ہونا پڑیگا۔ یا ہم احابیش کو یک لخت لے کر پلٹ جائیں گے۔

قریش نے کہا:

ٹھہرو تو، غصہ کاہے کا ہے؟ ذرا ہم اطمینان بھی تو کرلیں۔

چنانچہ ایک اور نمایندے، عروہ بن مسعود ثقفی کو روانہ کیا۔ عروہ قریش کا مطالب سمجھ چکا تھا

---

[1] مکے کے قریب ایک پہاڑ حبش نامی تھا۔ یہاں کے لوگ تیراندازی میں مشہور تھے بظاہر یہ پیشہ ور سپاہی اور رضاکار تھے۔

نیت خراب تھی، جب بارگاہ خلق عظیم میں آیا تو پہلے نمایندوں کے برعکس کوشش کی کہ حضورؐ کو اپنی شخصیت سے مرعوب و متاثر کرے، چنانچہ بالکل سامنے آبیٹھا اور بڑی بداخلاقی و سخت کلامی سے باتیں شروع کیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے ڈانٹا، مگر اس کا بے ادب ہاتھ محاسن مبارک بنری تک بڑھ کر آرہا تھا، آنحضرتؐ پورے حلم و وقار سے جلوہ افروز تھے۔ انتہائی نرمی سے بات سمجھانے کی کوشش فرماتے جاتے تھے پس پشت مغیرہ بن شعبہ کھڑے تھے۔ ایک مرتبہ پھر جو اس نے یہی بے ادبی کی تو مغیرہ نے سخت لہجہ میں ڈانٹ دیا۔ عروہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟

حضرتؐ نے مسکرا کر فرمایا "مغیرہ ہیں"۔

عروہ نے جو منہ میں آیا مغیرہ کے لیے بک دیا۔

حضرتؐ نے عروہ کو مطمئن کیا اور یقین دلایا کہ فقط زیارت کی نیت ہے اور بس۔ عروہ پلٹا تو کوہ حلم و وقار، مرکز عزت و عظمت کو دیکھ کر حیران تھا، راستے بھر اس کے ذہن میں مسلمانوں کے انداز اور محمد مصطفےؐ کا اعزاز طوفان مچائے تھا۔ انجمن میں پہنچتے ہی کہنے لگا:

"بھائیو! تم جانتے ہو میں قیصر و کسریٰ و نجاشی کے ملکوں اور درباروں میں گیا ہوں، میں نے بادشاہ دیکھے، بادشاہوں کے دربار دیکھے، مگر صاحب جو شان اور عظمت یہاں دیکھی، کیا بتاؤں۔ میرا خیال ہے کہ محمد مصطفےؐ کے ساتھی کسی عالم میں بھی انھیں چھوڑ نہیں سکتے۔ اس کے بعد جو تمھاری رائے ہو اس پر غور کر لو"۔

مسلمان نمایندوں کی روانگی

مناسب یہی تھا کہ قریش کے نمایندوں کے جواب میں یہاں سے بھی نمایندے وہاں جاتے۔ وہ ہر نیت آتے تھے مسلمانوں کی تعداد اور جنگی قوت دیکھ کر جاتے تھے۔ چونکہ انھیں کے آدمی تھے اس لیے ان کی رائے کو ہموار نہیں کر سکتے تھے۔ اس بنا پر آپ نے حضرت خراش بن امیہ کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور بات چیت کریں، غلط فہمیاں دور کریں۔ خراش حضورؐ کے ثعلب نامی ناقے پر سوار ہو کر مکے پہنچے تو بدمعاشوں نے ناقے کی دم کاٹ لی اور احترام سفارت بغیر قتل کو دوڑے۔ وہ تو کہیے "احابیش" حمایت کو نکل آئے ورنہ خراش مکے ہی میں شہید ہو جاتے۔

حلم وعفو کی بہترین مثال

قریش کے کم از کم تین سفیر آچکے تھے لیکن ان کے بیانات سامنے رکھیے تو معلوم ہوگا کہ محمد مصطفےٰؐ اور ان کے اصحاب واحباب کس قدر بردبار، صابر اور پاک مقصد و متوکل علی اللہ تھے۔ اب اسی موقع پر دیکھیے کہ خراش کے پیچھے پیچھے چالیس سپاہی تھے کہ مسلمانوں کو چھیڑیں، ان سپاہیوں نے مسلمان زائروں پر تیر اندازی و سنگ باری کی، لیکن جب سب کے سب گرفتار ہو کر حضور نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے سب کو معاف فرما دیا۔

پھر حضرت عمر بن خطاب کو طلب فرما کر حکم دیا۔ "تم بھی جاؤ اور ان قریش کو سمجھاؤ۔"

حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہؐ مکے میں بنی عدی ایک تو ہیں ہی کیا پھر قریش میری سختی سے واقف ہیں، وہاں میرا کوئی مددگار نہیں۔ البتہ عثمانؓ کو بھیجیے وہ مجھ سے زیادہ معززؔ ہیں۔[1]

آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر فرمایا:

"عثمان! ابوسفیان و سرداران سے ملو، اور کہو کہ ہم جنگ کی نیت نہیں رکھتے۔ صرف زیارت کی تمنا ہے۔"

مکے میں داخل ہوتے ہوتے ابان بن سعید بن عاص نے دیکھ لیا۔ فوراً اپنے گھر لے گئے اور پناہ دے دی۔ حضرت عثمان بن عفان یہاں سرداروں سے ملے اور صورت معاملہ سے باخبر کیا۔ ان لوگوں نے کہا:

"اگر تم خود زیارت وطواف کرنا چاہتے ہو تو شوق سے فراغت کر لو۔"

حضرت عثمانؓ نے "رسول اللہؐ کے بغیر مناسک کی انجام دہی مسترد کر دی، مگر عثمانؓ کو شہر سے باہر جانے سے روک دیا، یہاں مسلمان یہ سن کر پریشان ہو گئے کہ "عثمان مارے گئے"

بیعۃ الرضوان

رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی پریشانی اور قریش کی کارستانی ملاحظہ فرما کر فیصلہ کیا کہ اب رویہ بدل دیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں میں منادی کر دی گئی۔ کہ "فلاں ببول کے درخت تلے تمام مسلمان جمع ہو جائیں" ——— چنانچہ اعلان کے مطابق

---

[1] ابن ہشام ۳۲۹/۲، طبری ۷۷/۲

لوگ جمع ہوئے، حضورؐ نے فرمایا :

"میں چاہتا ہوں کہ سب لوگ ثابت قدمی اور جان نثاری پر بیعت کریں۔"

حکم سنتے ہی لوگوں نے جوق در جوق بیعت کرنا شروع کی ہزار بارہ سو آدمیوں کا تجدیدِ عہد کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، قریش نے جو سُنا تو گھبرا اُٹھے۔

صلح کی پیشکش

اکابرِ قریش نے بدلے ہوئے حالات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا کہ کچھ لوگوں کو تحقیق کے لیے بھیجا جائے۔ پچاس آدمی منتخب ہوئے اور حدیبیہ کی طرف روانہ کیے گئے۔ مسلمانوں نے پچاس کے پچاس آدمی گرفتار کر لیے اور کہا کہ جب تک عثمان رہا نہ ہوں گے تم بھی یہیں رہو گے۔ اس خبر نے ابوسفیان کو اس رائے پر مجبور کیا کہ اب صلح ہی بہتر ہے۔ چنانچہ سہیل بن عمرو کو ایک وفد کے ساتھ خدمتِ رسولؐ میں بھیجا۔

سہیل غالباً سلجھا ہوا آدمی اور عرب کا مشہور خطیب تھا۔ سرکارِ مدینہؐ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا :

"اس آدمی کے بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ قریش صلح کے لیے تیار ہو گئے۔"

یہی ہوا، سہیل نے صلح کا پیغام دیا، اور صلح نامے پر گفتگو شروع ہو گئی۔ قریش کا یہ ارادہ بتاتا ہے کہ انھوں نے کھلم کھلا شکست مان لی۔ ورنہ پیش کش ان کی طرف سے ہونا کیا معنی؟ — غرض معاملات و اصول طے ہو گئے۔ سہیل نے اپنے آدمی بھیج کر عثمانؓ کو بلوا لیا اور مسلمانوں نے قریش کے قیدی رہا کر دیے۔ سہیل نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارے خیال میں اس سال آپ لوگوں کا شہر میں داخل ہونا ہماری شکست ہے۔ لوگ کہیں گے محمدؐ بہ جبر شہر میں داخل ہو گئے۔ اس لیے آیندہ سال مکے میں داخلے کی صورت ممکن ہے۔ اب صرف عہد نامہ قلمبند ہونے کی دیر تھی، اتنے میں حضرت عمرؓ نے مداخلت کی اور صاف صاف کہہ دیا :

"جب ہم مسلمان ہیں تو اس ذلت کا کیا مطلب ؟"

رسول اللہؐ نے سمجھایا :

"میں رسول خدا ہوں، اللہ کے حکم سے سرتابی میرے لیے ناممکن ہے"[1]۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو طلب فرمایا اور حکم دیا لکھو:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

سہیل : ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ لکھوائیے

"باسمک اللّٰھم"

اس پر مسلمانوں نے مخالفت کی، لیکن رسول اللہؐ نے حکم دیا :

"اچھا یہی سہی"

دوسرا جملہ تھا "من محمد رسول اللہ"

سہیل نے پھر اختلاف کیا، اور کہا :

اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے ہوتے تو جھگڑا ہی کیا تھا ؟

لکھیے "من محمد بن عبد اللہ"۔

اس ترمیم پر دوبارہ اختلاف شروع ہوا، غرض بات بات پر جھگڑا اور اختلاف ہوتا رہا، آخر کار مندرجہ ذیل عبارت پر اتفاق ہو گیا :

عہد نامۂ صلح

باسمک اللّٰھم	بنام خدا !

[1] حضرت عمر کہا کرتے تھے زندگی بھر نماز روزہ بجا لایا، غلام آزاد کیے اور امید وار رہا کہ شاید اب وہ بدی نیکی بن جائے — ابن ہشام ۳/۳۳۱ یعقوبی ۱/۴۷ میں ہے کہ "وَ دَاخَلَ اَکْثَرَ النَّاسِ الرَّیْبَ"۔

هٰذَا مَا صَالَحَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو

محمد بن عبد اللہ (ص) اور سہیل بن عمرو ان باتوں پر صلح کر رہے ہیں:

(۱) وَاصْطَلَحَا عَلٰى وَضْعِ الْحَرْبِ عَنِ النَّاسِ عَشْرَ سِنِيْنَ يَأْمَنُ فِيْهِنَّ النَّاسُ وَيَكُفُّ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ

(۱) یہ طے ہوا ہے کہ دس[۲] سال تک لوگ جنگ سے سبک دوش کر دیے گئے، ایک دوسرے سے مطمئن رہے گا۔

(۲) عَلٰى اَنَّهٗ مَنْ قَدِمَ مَكَّةَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ يَبْتَغِيْ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ فَهُوَ آمِنٌ عَلٰى دَمِهٖ وَمَالِهٖ

(۲) محمد (ص) کے ساتھیوں میں جو شخص حج کرنے، عمرہ بجا لانے یا تجارت کرنے کے لیے مکے آئے اس کا مال، جان، آبرو محفوظ رہے۔

(۳) عَلٰى اَنَّهٗ مَنْ اَتٰى مُحَمَّدًا مِنْ قُرَيْشٍ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهٖ رَدَّهٗ عَلَيْهِمْ وَمَنْ جَاءَ قُرَيْشًا مِمَّنْ مَعَ مُحَمَّدٍ لَمْ يَرُدُّوْهُ عَلَيْهِ

(۳) قریش کا کوئی آدمی اگر اپنے سردار کی اجازت بغیر محمدؐ کے پاس آجائے تو اُسے واپس کرنا ہوگا لیکن اگر محمدؐ کا کوئی ساتھی ان کی اجازت بلا اجازت قریش کے پاس آجائے گا تو وہ واپس[۳] نہیں ہوگا۔

---

[۱] باوجود اختلاف قریش نے آنحضرتؐ کی شخصیت اتنی تو مان لی کہ مصالحت میں انھیں ایک اقتدار کا مالک مانا جبکہ کل تک وہ انھیں کچھ نہیں مانتے تھے۔ اور اول بآخر نبتے دارو کے طور پر مشرکین کو ماننا پڑا کہ جسے ہم پہلے صادق و امین مانتے تھے آج اسے صاحب عزت مان رہے ہیں کل رسول خدا مان لیں گے [۲] واقدی اور الیعقوبی نے دو سال کی مدت لکھی ہے۔ نقوی

[۳] بظاہر یہ دفعہ کمزوری کی دلیل ہے، لیکن درحقیقت یہ "سکینہ" کی ایک تشریح کہی جا سکتی ہے کیونکہ قریش کے آدمی کو روک کر ایک تو مدینہ میں خلفشار اور قیدی کی وجہ سے بدامنی اور منافقوں سے ساز باز کا خطرہ ہوتا دوسرے وہ راز ہائے اہل اسلام سے واقف ہو کر دشمنوں کو خبردار کر سکتا تھا۔ نیز دشمن کے لیے اشتعال کا ایک سبب ہوتا "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" اور مسلمان مفرور یا قیدی کا مطالبہ اس لیے بیکار تھا کہ اول تو مسلمان مدینہ کو وہاں جانا بے معنی ہے دوسرے مسلمان کا مکے میں رہنا اشاعت اسلام کا باعث پھر یہ بھی ہے کہ خدا اپنے پرستاروں کا ولی ہے وهو نعم المولٰى ونعم النصير۔ مرتضیٰ

(۴) وَاَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوفَةً لَا اِسْلَالَ وَلَا اِغْلَالَ۔

(۴) ہمارے آپس کے اختلافات دلوں میں دفن کر دیے گئے اب کوئی کانا پھوسی یا خیانت نہ ہوگی

(۵) وَاَنَّهٗ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَدْخُلَ فِيْ عَقْدِ قُرَيْشٍ وَعَهْدِهِمْ دَخَلَ فِيْهِ۔

(۵) جو قریش سے معاہدہ کرنا چاہے وہ آزاد ہے۔

(۶) وَاَنَّكَ تَرْجِعُ عَنَّا عَامَكَ هٰذَا، فَلَا تَدْخُلُ عَلَيْنَا مَكَّةَ وَاَنَّهٗ اِذَا كَانَ عَامُ قَابِلٍ خَرَجْنَا عَنْكَ فَدَخَلْتَهَا بِاَصْحَابِكَ فَاَقَمْتَ بِهَا ثَلَاثًا، مَعَكَ سِلَاحُ الرَّاكِبِ السُّيُوفُ فِي الْقُرُبِ وَلَا تَدْخُلُهَا بِغَيْرِهَا

(۶) اس سال آپ کو واپس جانا ہوگا، ہم مکے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ ہاں اگلے سال ہم تین دن کے لیے شہر چھوڑ دیں گے۔ آپ اور آپ کے ساتھی تین دن تک شہر میں قیام کریں گے مگر تلواروں کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ ہو اور تلواریں بھی نیام میں ہوں گی۔

(۷) وَعَلٰى اَنَّ هٰذَا الْهَدْيَ حَيْثُ مَا جِئْنَاهُ وَمَحَلَّهٗ، فَلَا تَقْدَمْهُ عَلَيْنَا۔

(۷) قربانی کے جانور جہاں ہیں وہیں ذبح کیے جائیں ہم انھیں مکے میں لے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔

(مجموعۃ الوثائق ...... ص ۱۳، ابن ہشام ۳/۳۳۲۔ ابن سعد ۲/۷۰، ۷۱ وغیرہ)

عہد نامے کی دو نقلیں تھیں۔ ایک قریش کے لیے ایک مسلمانوں کے لیے۔ دونوں پر فریقین کے گواہوں نے دستخط کیے تھے۔

اثنائے معاہدہ میں جہاں اور بہت سے اختلافات و توضیحات بحث میں آئے وہاں دفعہ پانچ پر بنی خزاعہ کا یہ اعلان بھی سنا گیا ــــــــ "ہم محمدؐ کے حلیف ہیں" ــــــــ اور بنو بکر کا اعلان بھی ــــــــ ہم قریش کے حلیف ہیں ــــــــ

آزمائش در آزمائش مسلمانوں میں ہیجان

ابھی عہد نامے کی روشنائی بھی نہ سوکھی ہوگی کہ ابو جندل سہیل کا فرزند قریش کی قید سے بھاگ کر مسلمان کیمپ میں آ گیا۔ ستم بالائے

ابو جندل کو دیکھ کر چیخ اٹھا۔ اس نے بآواز بلند کہا "ہمارا عہد نامہ مکمل ہو چکا اس لیے ہمارا قیدی ہمیں واپس کیا جائے"۔

ہو رہے ہیں ظلم ہفت افلاک کے
امتحاں ہیں ایک مشتِ خاک کے

ابو جندل کھڑا فریاد کر رہا تھا، مسلمان چیخ رہے تھے، سہیل اپنے مسلمان بیٹے کی گردن پکڑے ہوئے تھا، مسلمان ابو جندل کو ظلم کے طمانچوں اور ظالم کے ستم کا نشانہ دیکھ رہے تھے کہ زبانِ وحی ترجمان نے صبر و سکون کی تلقین دیتے ہوئے فرمایا:

"ابو جندل، جاؤ، صبر کرو، ہمارا کام ہی صبر ہے"

مشرکین کی واپسی کے بعد سرکار دو عالم نے مناسک کی ادائیگی میں سر کے بال منڈوائے ستر اونٹ قربانی میں ذبح فرمائے۔ اس کے بعد مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔

سورۂ فتح اور قرآن میں حدیبیہ کا تذکرہ

رسول مقبول ؐ صجنان[1] میں تھے کہ جبریل حاضر خدمت ہوئے۔ تسلیم و تہنیت کے بعد ۲۹، آیتیں پڑھ کر سنائیں جن میں کامیابی کی مبارکباد، کفار پر غضب کا ذکر، مسلمانوں کی مدح، بیعت کا تذکرہ اور صلح کی یادیں ہیں۔ ہم تاریخ کی تصدیق اور آیات سمجھنے کے لیے مختصراً اس سورۂ مبارکہ کے چند حصے نقل کرتے ہیں۔

دیکھیے قرآن مجید واقعات کے بیان میں کس اسلوب کو اپناتا ہے۔

فتح کی بشارت اور رسول کی مدح

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾	ہم نے تم کو کھلم کھلا اور واضح فتح عطا کی تاکہ تمہارے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادے اور تم پر اپنی نعمت تمام کردے اور سیدھا راستہ دکھادے اور اللہ تمہیں شاندار اور باعزت مدد سے

---

[1] طبقات ۲/۱ ص ۷۱

وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝

سرفراز کرے گا۔

پھر مسلمانوں کے لیے ارشاد ہوا :

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اس اللہ ہی نے

اس اللہ ہی نے مومنوں کے دلوں کو سکون عطا فرمایا کہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو، اور اللہ کے قبضۂ قدرت میں آسمان اور زمین کے تمام لشکر ہیں اور اللہ ہمیشہ سے علیم و حکیم ہے۔

منافقین کے لیے ہے :

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝

اور اللہ منافق مردوں اور عورتوں، مشرک مردوں اور عورتوں پر عذاب فرمائے گا انھوں نے اللہ کے بارے میں برُے خیالات رکھے یہ مصیبتوں کے چکّر میں پھنسیں اور ان پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہو ان کے لیے جہنّم تیار ہے ان کی بازگشت بہت برُی ہوگی۔

بیعت شجرہ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

بلاشبہ جو لوگ تمھاری بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کی قوت تو ہر قوت پر غالب ہے اور جو اس بیعت کو توڑتا ہے اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ اور جس نے عہد خدا کو پورا کیا اسے بہت جلد بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔

اس کے بعد آیت ۱۱ سے ۱۷ تک حدیبیہ کے سفر میں شریک نہ ہونے والوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اٹھارھویں آیت میں ہے :

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ أَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

پھر اللہ جانتا تھا کہ ان کے دلوں کا کیا عالم ہے، اس لیے ان پر سکون و اطمینان طاری کیا۔ اور اس کے عوض جلدی ہی فتح عنایت فرمائی اور بہت سی غنیمت میں حاصل شدہ دولت جسے وہ حاصل کریں گے اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔

مسلمان بیعت کرتے ہوئے بے چین تھے کہ دو دو ہاتھ کر لیں۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّ أُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ ۲۱

اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ بہت زیادہ مال غنیمت حاصل کرو گے مگر تم کو جلدی تھی اور سب کچھ یہیں (حدیبیہ) چاہتے تھے، حالانکہ خدا نے لوگوں کی دست درازی تم سے روک دی۔ یہ اس لیے ہوا کہ مومنوں کو قدرت کی نشانی مل جائے اور تم سب کو راہ راست بتا دے اور ایک فتح اور ہے جو تمھارے بس میں نہیں اللہ کے بس میں ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

کفار فوجی لحاظ سے کمزور تھے

وَ لَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ ۲۲ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ

اور اگر کفار تم سے لڑتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے پھر انھیں نہ کوئی سربراہ ملتا نہ مددگار۔

یہ اللہ کا دستور ہے، اور دستور

مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۲۳

خدا میں ہرگز تبدیلی نہیں پا سکتے۔

پھر ان پچاس آدمیوں کا تذکرہ ہے جنھیں مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا اس کے بعد ارشاد ہوا:

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

یہی لوگ کافر ہیں اور تمھیں مسجد حرام سے روکتے ہیں اور قربانی کے جانور بھی قربانگاہ جانے سے رُکے ہوئے ہیں (رکے ہیں) اور اگر وہ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے تو ان کے قتل کی وجہ سے انجان حالت میں سخت مصیبت آپڑتی (لہذا جنگ کی اجازت نہ دی گئی) تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے اور اگر (وہ دل سے مسلمان) کئی الگ ہو جاتے تو کافروں پر سخت عذاب نازل کرتے۔

کیونکہ مکے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی سے زیادہ تھی جو دل سے ایمان لا چکے تھے لیکن حالات کی نزاکت اور ماحول کی سختیوں سے مجبور ہو کر عقائد کے اعلان میں احتیاط و تقیہ اختیار کیے ہوئے تھے اور فرصت و وقت اعلان کے منتظر تھے۔

عہد نامے کی عبارت میں ترمیم کی منظوری

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد ٹھان لی تھی اور ضد بھی جاہلیت کی سی، تو خدا نے اپنے اور مومنین رسول کے دلوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور یہ لوگ اسی کے سزاوار

۱؎ صلح امام حسن علیہ السلام کا پس منظر کچھ اسی پس منظر سے ملتا جلتا ہے دیکھیے ہماری کتاب "صلح امام حسن" طبع کراچی

اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اور اہل بھی تھے۔ اور خدا تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پر اختلاف جاہلیت کی ضد اور خون ریز فساد کی تمہید تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروقت حالات کو قابو میں رکھ کر خداوند عالم کی عطا کردہ تسکین کو عام کر دیا۔

فتح کی پیشین گوئی اور مسلمانوں کو بشارت

صلح کے وقت مسلمان کہنے لگے، رسول اللہ ص نے تو خواب دیکھا تھا کہ ہم حج کے لیے مکے میں جا رہے ہیں۔ سر منڈوائے جا رہے ہیں قربانیاں ہو رہی ہیں، کلید کعبہ آپ کے دست مبارک میں ہے؟

نفسیاتی طور پر واقعہ پریشان کن اور دولت طلب سپاہیوں کے لیے خالی ہاتھ جانا شک کا سبب ہو سکتا تھا، اس لیے ارشاد اقدس الٰہی ہوا:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۲۷

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا مطابق واقعہ خواب دکھایا تھا کہ تم لوگ انشاءاللہ مسجد الحرام میں اپنے سر منڈوا کر اور اپنے تھوڑے سے بال کتروا کر بہت امن و اطمینان سے داخل ہو گے اور کسی طرح کا خوف نہ کرو گے تو جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی تو اس نے فتح مکہ سے پہلے ہی بہت جلد فتح خیبر عطا کی۔

حضرت رسالت مآب اور پاک دل مسلمانوں کی تعریف

واقعات و تاثرات، عقائد اور تصورات کا بیان فرمانے کا یہ معجزانہ اسلوب چاہتا تھا کہ ان بھیانک، صبر آزما، امتحانی واقعے میں مردانہ قیادت اور ثابت قدم مجاہدوں کی تعریف و ہمت افزائی کی جاتی چنانچہ

سورۂ مبارکہ اسی بیان پر ختم ہو رہی ہے۔ مگر قابل تعریف افراد کے زندہ جاوید صفات کو بیان کر کے سمجھایا ہے کہ عبادت، برمحل اقدام، آپس میں محبت کے مظاہرے ہی خدا کے نزدیک لائق صد ستائش ہیں:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ۲۸ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۲۹

اللہ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت و دین حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب رکھے اور گواہی کے لیے تو بس خدا ہی کافی ہے۔

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اسی کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں۔ کثرت سجود سے ان کے ماتھوں پر نشان پڑے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف توریت و انجیل میں ہیں۔ ان کی مثال اس کھیت کے مانند ہے جس نے پہلے اپنی سوئی نکالی، پھر اجزاء زمین کو غذا بنا کر اسی سوئی کو مضبوط کیا تو وہ موٹی ہو کر اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور اپنی تازگی سے کسانوں کو خوش کرنے لگی اور اتنی جلدی ترقی اس لیے دی تاکہ اس طرح کافروں کو پیچ و تاب دلائے۔

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے خدا نے ان سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

صلح حدیبیہ نتائج کی روشنی میں

دعوتِ اسلام کو سولہ سال ہو چکے تھے۔ مکے کے باشندے، چھ سال سے بے وطن نہتے مسلمان ابھی تک اطمینان سے کہیں نہ بیٹھ سکے تھے خونی بادل، غلط فہمیوں کی فضا اتنی جیا تک ہو چکی تھی کہ سنجیدہ لوگوں کو سوچنے کے لیے موقع نہ ملتا تھا ——— مکے میں قریش اور مدینے میں یہودیوں کی دشمنی جاہلیت کے کینوں سے بدل رہی تھی۔ اللہ نے چاہا کہ ابراہیم کا آباد کیا ہوا شہر، مشرکوں کی بستی، بت پرستی کے بجائے خدا پرستی کا مرکز بن جائے۔

صلح ہو گئی ——— یعنی

۱۔ سال آیندہ مسلمان اپنے قبیلے اور مرکز عقیدت کا طواف کریں گے۔ گویا اصولی طور پر خدا پرستوں کا حق مان لیا گیا۔

۲۔ قریش کی صلح طلبی یہود کی موت کا اعلان تھا۔

۳۔ مکے اور دوسرے مقامات کے دبے ہوئے مسلمانوں کو اطمینان کے ساتھ اپنے مذہب کے اعلان کا موقعہ مل گیا۔

۴۔ قریش اور دوسرے حریفوں کو یقین ہو گیا کہ مسلمان امن پسند ہیں اور اپنے اعمال و عقائد کی ترویج و تکمیل کے لیے جنگ نہیں کرتے۔

۵۔ جزئیات اسلام، احکام دین، اعمال و عقائد کی تعلیم و تلقین کے مواقع فراہم ہو گئے

۶۔ ایران، روم، حبشہ اور اطراف و جوانب کے متمدن شہروں اور ریاستوں سے تبلیغی روابط پیدا کیے گئے تاکہ پیغام الٰہی دنیا بھر میں پہنچ سکے۔

مسلمان عورتوں کی مکّے سے ہجرت :

معاہدے کی تیسری دفعہ سے مدینہ کے مسلمان تو حکم رسول سُن کر خاموش ہو گئے تھے لیکن مکے والے کلمہ گو اصل حالات سے بے خبر ہونے کی بنا پر صحیح اثر نہ معلوم کر سکے، چنانچہ انھوں نے کوشش کی کہ جلد از جلد یہاں سے نکل جائیں۔ مہاجرین کے اس طبقے میں بعض مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔

ام کلثوم، عقبہ بن ابی معیط اسلام لا چکی تھیں لیکن باپ کی ریاست اور مکے والوں کی وجہ سے اب تک مکے ہی میں نظر بند تھیں۔ اب جو موقع ملا تو مدینے ہجرت کر گئیں۔ عمارہ اور ولید بن عقبہ دونوں بھائی چاہتے تھے کہ زبردستی بہن کو لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو روک دیا۔ اور فرمایا۔ صلح نامے کی پابندی دونوں پر فرض ہے صلح نامے میں عورتوں کے لیے تصریح نہیں لہذا ان کی واپسی کا مطالبہ غلط ہے ——— قرآن مجید نے تصریح کی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ
الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ط
اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ج فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ
مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ط
لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ
لَهُنَّ ط وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا ط
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ
إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ط
وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا
مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ط
ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ط يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ط

(۱) ایمان لانے والو، جب مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو انھیں آزما لو۔ اللہ ان کے ایمان سے اچھی طرح واقف ہے۔ اگر وہ مومن ثابت ہو جائیں تو پھر کافروں کے حوالے نہ کرو۔ (۲) نہ وہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں نہ وہ مرد مسلمان عورتوں کے لیے (۳) کافر شوہروں کو ان کا دین مہر واپس کر دو (۴) تمہارے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ان عورتوں کا مہر ادا کر کے ان سے نکاح کر لو۔ اور تم بھی کافر عورتوں کو نہ رکو۔ اور تم نے جو کچھ مہر میں خرچ کیا ہے وہ ان سے مانگ لو۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○	تمہارے درمیان جاری کرتا ہے اور اللہ
(ممتحنہ ی ۱۰)	علیم و حکیم ہے ۔

اس وضاحت کے بعد غیر شادی شدہ ام کلثوم زید بن حارثہ سے بیاہ دی گئیں اور سبیعہ بنت حرث شادی شدہ تھیں عمر بن خطاب نے شرائط پورے کیے اور ان سے نکاح کر لیا۔

صحابہ میں سے حضرت عمر اور دوسرے حضرات نے کافر بیویوں کو طلاق دے دی۔ اس طرح سرکار دو عالم نے پھر پیغمبرانہ کردار کا مظاہرہ فرمایا۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ آپ مسلمان اور کافر دونوں عورتوں کو روک سکتے تھے۔ قانون و اخلاق میں آپ کی گرفت کرنے والا کون تھا۔

ایک ناخوشگوار واقعہ مکے کے مسلمان مدینے سے بڑی حد تک بے تعلق اور مصائب کے ہاتھوں جان بلب تھے انھیں تازہ اسلام ہونے کی وجہ سے جوش بھی تھا اور پیغمبر اکرمؐ سے دور ہونے کی بنا پر اخلاق و ضوابط سے ناواقفیت بھی چنانچہ انھی لوگوں میں ابو بصیر عتبہ بن اسید نامی ایک شخص مکے سے نکل کر مدینے آ گیا۔ قریش نے تعاقب میں دو آدمی بھیجے۔ دونوں نے خدمت نبوی میں مفرور کو طلب کرنے کی درخواست کی حضرت نے بطیب خاطر ابو بصیر کو واپس جانے کا حکم دیا۔ ابو بصیر مجبور ہو کر دونوں آدمیوں کے ساتھ ہو لیے لیکن مکے سے باہر نکل کر ایک غلام کو قتل کر دیا اور بھاگ گئے۔ معاملہ دوبارہ خدمت بابرکت نبوی میں پیش ہوا آپ نے تنبیہ فرمائی اور جواب طلب کیا۔ ابو بصیر نے عرض کی :

"آپ نے مجھے حسب قانون واپس فرما دیا۔ میں نے احترام قانون میں شہر چھوڑ دیا۔ رہا قتل کا معاملہ تو اس سے سرکار کا کوئی سروکار نہیں ۔"

ابو بصیر عتبہ، شام سے راستے میں ساحل کے قریب "عیص" میں خیمہ زن ہو گئے اور قریش کے تجارتی قافلوں کو چھیڑنا شروع کیا یہ خبر مکے پہنچی تو ابو جندل اپنے ساتھی لیکر وہاں پہنچے جب معاملے نے طول کھینچا تو ابو سفیان نے منت کی اور آنحضرتؐ سے درخواست کی "دفعہ نمبر ۳ ہم واپس لیتے ہیں آپ اُن مسلمانوں کو مدینہ واپس بلا لیں" ۔ چنانچہ حضورؐ نے ان لوگوں کو امان دیدی اور معاملات استوار ہو گئے

دعوت ناموں اور مبلغوں کا پروگرام

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (ومن یقنت ۲۲۔ السبا ۳۴۔ آیت ۲۸)

(ترجمہ) ہم نے تمہیں تمام بنی آدم کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں ——— (قرآن مجید)

قریش سے پوری طرح اطمینان کے بعد اصلاح و تبلیغ کے دوسرے مہتم بالشان پروگرام شروع کیے گئے:

۱۔ کافر و کافرہ کے نکاحوں کی حرمت

۲۔ شراب نوشی کی ممانعت

۳۔ تجارتی اور دینی قافلوں کی روانگی

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام" کا بنیادی تصور چاہتا تھا کہ تمام روئے زمین پیغام خداوندی سن لے۔ دعوت الٰہی کے لیے غیر معمولی، فوق فطرت، سروش غیبی استعمال نہیں ہو سکتی عام روزمرہ کے وسائل میں اس وقت اتنی وسعت نہ تھی کہ ہوائی جہاز یا بین الاقوامی معاہدے کے ذریعے ایک آواز پہچانے کی کوشش ہوتی، اس وقت یہی ممکن تھا کہ ممکن ذرائع سے باہوش و عقل افراد کے خصوصی نمایندوں کو دعوت سے آشنا کیا جاتا، اب یہ ان کا فرض تھا کہ وہ اس سنے ہوئے پیغام کو عام کرتے۔

آنحضرتؐ نے اسی وجہ سے تمام عرب قبیلوں کو دعوت دی۔ ان سلاطین کو پیغام بھیجے جہاں ان کے پڑوسی ملکوں تک آواز پہنچ سکتی۔ تاریخ۔ ہمیں سفارتی مہموں کے پورے

تفصیلات نہیں ملتی۔ پیغام رسانوں کے سفرنامے اور دوسرے ملکوں کے حالات بھی آج محفوظ نہیں کہ ہم کوئی مکمل فہرست بنا سکتے۔ سردست تقریباً دس سفارتوں کا ذکر محفوظ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ چین، ہند اور دوسرے متمدن ملکوں میں پیغام رسانی کا فرض انجام نہیں دیا گیا۔ ممکن و قرین قیاس ہے کہ ہندوستان کے وہ قافلے جو جدّے کے ساحل سے مکے آتے تھے رسول اللہؐ نے ان کے ہاتھوں ہندیوں کو پیغام بھیجا ہو اور جس رسول نے چین کی علمی حیثیت کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ "اطلبوا العلم و لو کان بالصین" علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے۔ اس پیغمبر نے چین کے آنے جانے والوں، یا ایران و روم کے تاجروں اور قافلوں کے ذریعے انھیں اپنی دعوت سے نہ مطلع کیا ہو۔ پیغمبروں کے لیے تبلیغ میں صرف "بلاغ" فرض ہے۔

"وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ" ——— اس زمانے میں خط لکھنے اور قاصد بھیجنے کا تصوّر بھی کار اہم تھا — چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن، بحرین، مصر، حبشہ، ایران، روم جیسی کلیدی اور بین الاقوامی اہمیت رکھنے والی ریاستوں کو مرکز دعوت قرار دیا۔

شہنشاہِ روم کے نام خط اور سفارت

روم کی تاریخی عظمت، یورپ و ایران وغیرہ سے اس کے تعلقات، عربوں کی اس کے سامنے ممنونیت و کمتری سامنے رکھیے۔ پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہاد ملاحظہ فرمایئے کہ ھرقل (HERACLIAS) جو ۶۱۰ء سے ۶۴۱ء تک روم کا طاقت ور فرمان روا رہا، جس نے فاتح کسریٰ کو شکست دے کر صلیب واپس لے لی تھی۔ عرب جس کے رحم و کرم پر تھا اس کا سکہ قلمرو عرب میں چلتا تھا:
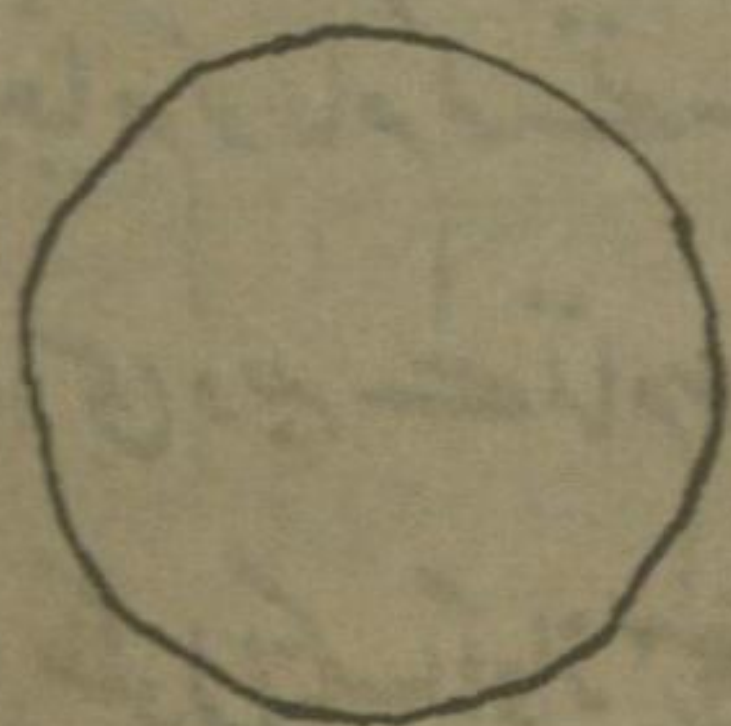
تصویر سکۂ ہرقل

اس نازک مزاج شہنشاہ کے سامنے دحیہ کلبی درباری آداب و رسوم سے ناواقف عرب کے ریگ زار سے نکل کر توقیع اقدس نبوی لے کر پہنچے۔ اراکین سلطنت کے سامنے خط پڑھا گیا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ
اِلٰی ھِرَقْلِ عظیم الرُّوْم
سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی
اَمَّا بَعْد فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَۃِ
الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِکَ
اللّٰہُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ۔ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ
فَعَلَیْکَ الْاَرِیْسِیِّیْنَ۔
و "یَا اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی
کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ
اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا
یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ
اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ" [1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بندہ و رسول خدا کا خط عظیم روم ہرقل
کے نام۔
ہدایت کی راہ چلنے والے پر سلام۔
میں آپ کو دعوتِ اسلام دیتا ہوں۔
اسلام لے آئیں تو سلامت رہیں گے۔
خدا دوگنا اجر دے گا۔ اور اگر انکار کیا تو ساری
مملکت کا گناہ آپ کے سر ہو گا۔
اور ـــ اے اہل کتاب، آؤ ایسی بات پر جمع
ہو جائیں جو ہم سب میں مسلّم ہے کہ اللہ کے علاوہ
کسی کی پرستش نہ کریں۔ نہ اس کا شریک مانیں
نہ خدا کو چھوڑ کر کسی کو پروردگار بنائیں ـــــ
اگر اس کے بعد بھی لوگ روگردانی کریں تو مسلمانو
کہہ دو گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں۔

قریش کا سپہ سالار اعظم، اور مسلمان و تحریک اسلام کا سخت ترین مخالف ابوسفیان بھی روم میں تھا، کہتے ہیں، وہ خط سے پہلے سفارت کے بارے میں ایک ملاقات میں بادشاہ کے سوالات

---

[1] بخاری، کتاب الجہاد ـــ باب دعوۃ الیہود والنصاری کی ایک روایت ہے کہ اسی خط کے لیے چاندی کی مہر تیار کرائی تھی جس کا نقش تھا ـــــ محمد رسول اللہ ـــــ

کا جواب دے چکا تھا۔ مگر خط کی سادگی اور خلوص دعوت کا اثر یہ تھا کہ ہرقل، دحیہ کلبی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا اور حبشہ کی طرح قریش کے نمایندے یہاں بھی ناکام ہوئے۔

ہرقل نے اس خط کا جواب بڑے احترام سے لکھوایا:

إلى أحمد رسول الله الذي بشر به عيسى، من قيصر ملك الروم۔ أنه جاءني كتابك مع رسولك وأني أشهد أنك رسول الله نجدك عندنا في الإنجيل بشرنا بك عيسى ابن مريم ـــ وأني دعوت الروم إلى أن يؤمنوا بك فأبوا ولو أطاعوني لكان خيرا لهم۔ ولو وددت أني عندك فأخدمك و أغسل قدميك"	احمد مجتبیٰ، رسول خدا کے نام قیصر شہنشاہ روم کا خط۔ آپ وہی رسول ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ دے چکے ہیں آپ کا قاصد مکتوب گرامی لایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی رسول خدا ہیں جسے ہم نے انجیل کی بشارت عیسوی میں پڑھا ہے میں نے روم کو دعوت دی کہ آپ کو رسول مانیں۔ مگر وہ نہیں مانتے۔ اگر مان لیتے تو انھیں کے لیے مفید ہوتا۔ میری تمنا ہے کہ آپ کے پاس ہوتا، خدمت کرتا اور آپ کے قدم دھوتا۔[1]

گویا ہرقل نے ارکین سلطنت و مذہب[2] سے حمایت اسلام میں گفتگو بھی کی اور اس دین کو سمجھا بھی۔ یقیناً دحیہؓ نے بادشاہ سے ملاقاتیں کی ہوں گی اور حقیقت سے آگاہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ہو گی ـــ ع

صدائیں ایک دن اللہ اکبر کی بلند ہو نگی

ایران میں سفارت اسلام کی روانگی

ایران ہمیشہ عربوں کے ساتھ حاکمانہ انداز سے پیش آتا تھا۔ اس عہد میں ایرانی دربار چین، ہندوستان اور عالمی سفارتوں کا مرکز تھا۔ طہمورث و نوشیروان کی سرزمین، زردشت کی تحریک و مذہب پر دل و جان

---

[1] یعقوبی ۶۲/۲ [2] طبری ۸۷/۲ بعض مفید تفصیلات

سے شیدا تھی۔ بدھ مذہب کے ماننے والے اس وقت کے ایشیائی ملکوں میں پھیلے ہوئے تھے، ایران اور اس کے مضافاتی علاقے بدھ مت رکھتے تھے۔ ایران کا بادشاہ خسرو پرویز، عرب کے زرخیز حصے یمن کا فاتح تھا۔ رسول اللہؐ کا مقصد تھا کہ میری آواز بدھ کے پرستاروں سے لیکر زردشت کے پیرووں اور ایران سے بڑھ کر ہند و چین کے باشندوں تک پہنچ جائے۔

عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ سفیر نامزد ہوئے اور انھیں یہ مکتوب اقدس دیا گیا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی کِسْرٰی عَظِیْمِ فَارِس

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَآمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَشَھِدَ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً ——— "لِیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکَافِرِیْنَ"

فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ

فَاِنْ اَبَیْتَ فَعَلَیْکَ اِثْمُ الْمَجُوْسِ "

(یعقوبی ۲/۶۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول خدا محمد مصطفےٰؐ کا پیغام عظیم فارس کسریٰ کے نام۔

ہدایت کی شاہراہ پر چلنے والوں پر سلام اور اس پر سلام جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اللہ وحدہٗ لا شریک کو مانے اور یہ سمجھے کہ محمدؐ بندہ و رسول خدا ہیں جنھیں تمام انسانوں کے لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ ہر زندہ کو ڈرا دے اب اللہ کا حکم کافروں پر نافذ ہو چکا ———

اسلام لاؤ گے بچ جاؤ گے

اور اگر نہ مانا تو پھر سارے کافر مجوسیوں کے گناہ تمھارے سر ہوں گے۔"

کسریٰ نے خط پڑھا بھی یا نہیں؟ سفارت کو بہر حال ٹھکرایا اور توقیع مبارک کی توہین کی۔[1] اور جواب میں ایک خط لکھا جسے ریشم کی تھیلی میں مشک و عنبر سے معطر کر کے بند کیا اور آنحضرتؐ

---

[1] طبری ۲/۹۰

کی خدمت میں روانہ کیا، جسے حضورؐ نے پڑھے بغیر واپس فرمادیا۔ قاصد سے ارشاد کیا: "مجھے معلوم ہے اس میں کیا لکھا ہے۔"

مظلوموں کی آہ رائگان نہیں جاتی۔ رسول سے ٹکر لینے والی پہلی طاقت ابوسفیان و ابوجہل کی فوج دریاموج تھی مگر سراب بن کر رہ گئی۔ مدائن کے ایوان اور دجلے کا پانی گواہ ہے کہ چند دن میں تخت تختہ بن گیا اور اسلام اسی ایران کے راستے چین و جزائر ہند، سندھ اور ہند، چین پہنچا۔

فرمانروائے حبشہ کے نام منشور مبارک

اصحمہ بن اَبجر نجاشی، حبشے کا فرماں روا، مدبر بادشاہ اور اسلام سے ہمدردی رکھنے والا تاجدار تھا۔ مسلمانوں نے پہلی ہجرت اسی کے ملک میں کی ۔مسلمانوں کو اس نے بڑے احترام سے رکھا۔ ان کے مقاصد سے ہمدردی ظاہر کی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ غیر ملکی تبلیغوں میں اس کے ملک کا نام سرفہرست ہے۔

دعوت اسلام کا پیغام عمرو بن امیہ ضمیری کے سپرد کیا گیا۔ عمرو حبشے پہنچے اور نجاشی کو مراسلۂ نبوی پیش کیا۔ خط میں تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اِلَی النَّجَاشِیِّ عَظِیْمِ الْحَبْشَۃِ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محمدؐ رسول خدا کا مکتوب نجاشی عظیم حبشہ کے نام۔

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

ہدایت قبول کرنے والے پر سلام

اَمَّا بَعْد:

فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ۔

میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ وہ ملک و قدوس و سلام و مومن و مہیمن ہے

وَاَشْهَدُ اَنَّ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ رُوْحُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ الْبَتُوْلِ الطَّیِّبَۃِ الْحَصِیْنَۃِ فَحَمَلَتْ بِعِیْسٰیؑ مِنْ رُوْحِہٖ وَنَفْخِہٖ کَمَا خَلَقَ آدَمَ بِیَدِہٖ ۔	اور میں اقرار کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریمؑ روح اللہ وکلمۃ اللہ تھے جن کو اللہ نے مریم پاک وبے شوہر کے سپرد فرمایا۔ اور عیسےٰ متولد ہوئے جیسے اس نے آدم کو اپنے دست قدرت سے خلق فرمایا۔
وَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ اِلَی اللّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَالْمُوَالَاۃِ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَاَنْ تَتَّبِعَنِیْ وَتُؤْمِنَ بِالَّذِیْ جَاءَنِیْ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔	میں تمھیں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف بلاتا ہوں۔ اس کی فرمانبرداری کرو۔ میرا کہا مانو۔ جو میں لایا ہوں اس پر ایمان لاؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔
وَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ وَجُنُوْدَکَ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِیْحَتِیْ ۔	میں تمھیں اور تمھاری فوجوں کو اللہ عزّ و جل کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ میں حق تبلیغ وخلوص ادا کرچکا میری نصیحت و پرخلوص بات مانو۔
وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی[1]	ہدایت پرستوں پہ سلام ۔

نجاشی اسلام کے بارے میں پوری طرح باخبر تھا، جعفرؓ اور ان کے ساتھی دارالسلطنت میں موجود تھے۔ نجاشی نے اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دے دی۔ تاریخ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے اس کی وفات پر دعائے خیر بھی فرمائی تھی۔ طبری (۲/۸۹) نے نجاشی کا ارادتمندانہ جواب اور قبولیت اسلام پر مشتمل عریضۂ عقاید کو نقل کیا ہے۔

---

[1] میں نے مجموعۂ توقیعات نبوی میں نجاشی کے نام اس خط کا متن "صبح الاعشیٰ" سے نقل کیا ہے محمد حمید اللہ صاحب نے اس متن کے علاوہ ڈاکٹر ڈنلوپ کے مرسلہ متن کو بھی نقل کیا ہے میں نے وہ روایت یہاں نقل کی ہے کہ مستشرق مذکور اسے اصل مکتوب اقدس سے نقل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(مجموعۃ الوثائق ص ۲۵)

نجاشی نے اپنے لڑکے "اَرھا" کو خدمت بابرکت میں بھیج کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں خود حاضر ہو جاؤں۔

عزیزِ مصر کے نام فرمان واجب الاذعان

ہرقل کا وزیر، اسکندریہ کا شیخ النصاریٰ[1] اور مصر کا گورنر جنرل فیرس[2] نامی تھا جسے عرب مُقوقِس کہتے تھے۔ حضور کریمؐ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو یہ خط دے کر بھیجا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

اِلَی الْمُقَوْقَسِ عَظِیْمِ الْقِبْطِ

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

اَمَّا بَعْد

فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَۃِ الْاِسْلَامِ

اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ

مَرَّتَیْنِ۔ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلَیْکَ

اِثْمُ الْقِبْطِ ــــ

"یَا اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا

اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا

نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا

وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ

بنام خدائے رحمٰن و رحیم

محمد بن عبد اللہ و رسول خدا کی طرف سے

عظیم قبط مقوقس کے نام ــــ

ہدایت کے پرستاروں پر سلامتیاں

میں تمہیں دعوت اسلام کے لیے بلاتا ہوں۔ اسلام لاؤ گے امان پاؤ گے۔ اللہ دوہرا اجر دے گا اور اگر انکار کرو گے تو خون و گناہ قبط تمہاری گردن پر ہوگا۔

اے اہل کتاب۔ آؤ

ہمارے تمہارے درمیان ایک مشترک نصب العین ہے کہ "ہم اللہ کے علاوہ نہ کسی کی عبادت کریں نہ اللہ کا کسی کو شریک مانیں نہ

---

[1] یعقوبی ۲/۶۲۔ المنجد فی العلوم والآداب ص ۵۰۸ [2] خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری نے جریج بن متی لکھا ہے (" اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ" ج اول ص ۱۳۹)

دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ" ـــــ

(علامۃ الختم)

اللّٰہ
رسول
محمد

اللہ کے مقابلے میں ایک دوسرے کو رب سمجھیں" اگر اس میں بھی تم ہمارے ساتھ نہیں تو تم سب کہہ دو کہ سب گواہ رہو۔ ہم مسلمان ہیں۔

(اس خط کی تصویر عام اور اصل کتب خانہ قسطنطنیہ میں ہے)

۵۔ بحرین کا والی منذر بن ساوی ایران کا باجگذار تھا۔ آنحضرتؐ نے علاء بن حضرمی کے ہاتھ خط بھیجا۔

منذر نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بحرین کے غیر مسلموں پر جزیہ بھی لگا دیا۔ طبری ۱۰۲/۲)
کی رائے میں یہ خط ۸ھ میں بھیجا گیا۔

۶۔ عمان میں جیفر و عباد بن جلندی[۱] کے پاس عمرو بن عاص خط لے کر گئے۔

۷۔ یمامہ کے امیر ہوذہ کو سلیط بن عمرو نے خط پہنچایا۔

۸۔ غسان (حدود شام) میں شجاع بن وہب اسدی نے جا کر "حارث بن ابی شمر غسانی کو رسول اللہؐ کا گرامی نامہ دیا۔

۹۔ بصریٰ۔ سرحد شام پر مدینہ کا شمالی شہر تھا۔ سرکار دو عالمؐ نے شرجیل غسانی کے نام حارث بن عمر کو اپنا خط دے کر بھیجا۔ شرجیل نے حارث کو قتل کرا دیا۔

۱۰۔ یمن کے رئیس کے پاس مہاجر بن امیہ مخزومی کو خط دے کر بھیجا۔ قبائل عرب کے نام مکاتیب وقاصدان مخلص کو الگ الگ بھیج کر اسلام کی تبلیغ کے لیے لازوال کارنامہ انجام دیا[۲]

ـــــــ :۰۰:(ختم):۰۰: ـــــــ

---

[۱] یعقوبی ۶۲/۲ عام ماخذ میں عبد ہے طبری ۱۰۳/۲ واقعات ۸ھ

[۲] موضوع کی اہمیت چاہتی تھی کہ باقاعدہ لکھا جائے لیکن "سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے"

یہودیوں کی آخری ٹکر

غزوۂ خیبر

تاریخ اقوام و ملل میں یہودیوں کی تاریخ جس قدر حیرت خیز و عبرت ناک ہے شاید ہی اس کی مثال کہیں مل سکے۔ یہ سمجھ دار، تجارت پیشہ، بخیل، سود خور، کینہ دوز، ظالم اور نا سمجھ لوگ عموماً بے گھر بے در رہے۔ جب حاکم ہوئے تو ظلم ڈھایا اور جب محکوم ہوئے تو ظلم اٹھائے مگر شرارت سے باز نہ آئے۔ فلسطین کے ارد گرد ان کی نسلیں پھرتی رہیں اور ہر ایک کو ستایا۔

تاریخ خیبر جندب بن رخب[1] کی اولاد فلسطین کی یہود آبادی کے تباہ ہونے پر مدینہ کے شمال میں آ بسے۔ خیبر عبرانی لفظ ہے اور قلعوں کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ قبل اسلام خیبر یہودیوں کا فوجی اور تجارتی مستقر تھا۔ اس کے ارد گرد بنو نضیر، بنو قریظہ، اور غطفان کی بستیاں تھیں۔ اسلام کے دور آغاز میں خیبر مدینہ سے تقریباً بانوے (۹۲) میل شمال کی طرف آباد تھا۔ اور اس کے قلعے تین حلقوں میں بٹے ہوئے تھے۔

الف: حلقۂ نطاۃ۔ جس میں چار قلعے تھے۔ ناعم[1] نطاۃ[2] صعب[3] بن معاذ اور قلعۃ الزبیر۔

ب۔ تین قلعے: حصن شق۔ حصن البر۔ حصن ابی

ج: حلقۂ کتیبہ: قموص، وطیح۔ سلالم

---

[1] خاتم النبیین ... ص ۲۴۸ و ماقبل۔ سیرۃ النبی ۱/۴۷۵ و مابعد۔ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ ۱/۱۵۰ و مابعد

نخلستان کی اس سرسبز زمین پر پرانے کھنڈروں کے نشانات اب بھی باقی ہیں۔

جنگ کے اسباب

بنی نضیر اپنے غیر قانونی اقدامات اور بد اخلاق کرتوتوں کی وجہ سے اپنے وطن اور قصبہ کو چھوڑنے پر مجبور کیے گئے تھے۔ اس وقت ان کے اکثر بڑے بڑے آدمی خیبر آ گئے اور یہاں پیر جمانے کے بعد اسلام کے مقابلے میں ایک خطرناک فوج لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مگر خندق میں منہ کی کھا کر پریشان ہوئے۔ مگر چین سے بیٹھنے کی تو قسم کھائی تھی اب دفاعی انتظام اور قومی مہم کو تیز تر کرنے میں مصروف ہو گئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد انھیں قریش سے مایوسی ہوئی اور یہ طے کرنے پر مجبور ہو گئے کہ آیندہ خود ہی میدان آزمائی کر کے دیکھیں۔ مسلمانوں کی شہر نشین جنگ اور خندق کی تدبیر نے مضبوط چار دیواریوں میں محصور رہنے کا اشارہ کیا۔

اسلحہ کی فراوانی، رسد سے بے فکری، پچاس ہزار سپاہیوں کی تعداد، روپے پیسے کی ریل پیل اور اپنے مذہب خود ساختہ پر بھروسہ کر کے کمر باندھ لی۔

آنحضرت صلعم کو یہودیوں کے سرغنہ فسادیوں کو قرار واقعی سزا دیتے وقت مسلمانوں کو یہ تجربہ کر اچکے تھے کہ اس بغلی گھونسہ مارنے والی قوم کو مارنا کوئی مشکل کام نہیں۔ مدینے کے منافقین کی شہ کا علاج ہی یہ ہے کہ ان کا مرکز بالکل تباہ کر دیا جائے۔

خیبر والوں نے آنحضرت صلعم کی غیبت مدینہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ یہودی قبیلوں کو ابھارا، دوسرے قبیلوں سے معاہدے کی کوشش کی۔ سرکار مدینہ، حدیبیہ سے جو واپس آئے تو اہل خیبر کے منصوبے کی طرف متوجہ ہوئے۔

آغازِ جنگ

بیس بائیس دن تک مدینہ میں رہ کر حالات سمجھائے اور اعلانِ عام فرما دیا کہ

"یہود خیبر سے جنگ کے لیے وہی لوگ جائیں گے جو حدیبیہ میں ساتھ تھے۔"

منافقین نے بڑی معذرت کی، بڑی کوشش کی، مگر حضورؐ نے شرکت جنگ کی اجازت نہ دی۔

محرم ۷ھ مئی ۶۲۸ء کو ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کا قافلہ خیبر کی طرف بڑھا ابو رافع سلاّم بن ابی الحقیق اور سلاّم بن مشکم جیسے اکابر نے خبر سُنی تو دوستوں کو جمع کیا، حالات کی اطلاع دی اور کہا:

میری رائے میں ہمیں میدان میں مقابلہ کرنا چاہیے۔

مگر اکثریت رائے اس کے خلاف تھی۔ لہذا قلعے کو مزید مضبوط کر کے دروازے بند کر لیے اور مطمئن ہو گئے۔

تین دن بعد مسلمانوں کا قافلہ خیبر کے نخلستان میں اس وقت پہنچا جب یہودی آمد شب اور رات کی تاریکی کا انتظار کر رہے تھے۔ رسول اللہؐ نے خیمے لگوائے اور تھکے قافلے نے آرام وعبادت، تیاری جنگ میں وقت گذارنا شروع کیا۔

مناجاتِ رسول مقبولؐ

سامنے خیبر کی آبادی تھی اور پہلو میں سپاہ اسلام مگر حضورؐ کا رُخ آسمان کی طرف تھا۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہے تھے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَ
رَبَّ الْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ۔ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ
وَمَا اَضْلَلْنَ۔

اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا
وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا"

پروردگار، اے ساتوں آسمانوں اور ان کے نیچے بسنے والوں کے مالک! اے ساتوں زمینوں اور ان پر رہنے والوں کے مالک! اے شیطانوں اور ان کے گمراہ کردہ لوگوں کے مالک!

میں اس بستی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس میں بہتری چاہتا ہوں۔ میں اس بستی اور اس کے رہنے والوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں[1]"

غطفان کی خیبر میں بے تعلقی ــــ اور حملہ

کنانہ بن ابی الحقیق اور ہودہ بن قیس بنی غطفان سے جنگ میں شرکت کا وعدہ لے آئے مگر رسول اللہ ؐ نے وہ راستہ اختیار کیا کہ دونوں آبادیوں میں آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا۔

نتیجۂ دعا اور کامیابی تدبیر و امداد خدا کا اثر یہ ہوا کہ صبح جو ہوئی تو قلعہ محصور تھا۔ بیرونی امداد ناممکن تھی۔ اچانک محاصرہ دیکھ کر ناعم والے دل توڑ بیٹھے۔ ادہر رسول اللہ ؐ نے پہلے سمجھایا۔ جب یہودی نصیحت سننے پر آمادہ نہ ہوئے تو آپ نے مسلمانوں کو وعظ فرمانے کے بعد حکم جہاد دیا۔ مسلمانوں نے بے جگری سے حملہ کیا۔ پھر کیا تھا، آج ناعم گیا، کل نطاۃ کی خبر تھی سلام بن مشکم نفری بیماری کے باوجود کمان لینے آیا مگر کیا ہوتا ؟

قموص میں مرحب رہتا تھا۔ دفاعی و فوجی نقطہ نظر سے یہ قلعہ اتنا مضبوط تھا کہ مسلمانوں کو کئی دن تک مقابلہ کرنا پڑا۔ بقول ابن ہشام بالفاظ علامہ شبلی :

"اس مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضہ کو بھیجا لیکن ناکام واپس آئے۔"

آخر حضور علیہ السلام نے شام کو اعلان کیا :

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا كَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ	اب کل علم اس کرار و غیر فرار مرد کو دیا جائے گا جو اللہ و رسول کو چاہتا ہے اور اللہ و رسول اسے محبوب رکھتے ہیں اللہ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا۔

[1] مناقب ۱/۱۱۱

صبح ہوئی تو لوگ شوقِ حصولِ اعزاز کے شوق میں آگے بڑھے مگر آنحضرتؐ نے علی بن ابی طالبؑ کو پکارا، ابوذر رضؓ علیؑ کو لیے حاضرِ خدمت ہوئے آپؐ نے آنکھوں میں لعابِ دہن لگا کر ہمیشہ ہمیش کے لیے مرض دور کر دیا۔ پھر علمِ فوج مرحمت فرمایا۔ علی علیہ السلام سرورِ اعزاز، و کیفِ نصرتِ دین میں سرشار چلے، لوگ پیچھے پیچھے جا رہے تھے کہ آپ دروازۂ قلعہ پر تھے، علمِ رسولؐ ایک سخت پتھر پر نصب کیا۔ اہلِ قلعہ نے جو دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا:

تم کون؟

علیؑ!

یہودی:۔ عَلَوْتُمْ، وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُوْسٰی! توریت کی قسم! غالب آ گئے۔[1] مقابلے میں بڑے بڑے سورما آئے مگر سب مارے گئے اور یداللہ نے کسی کو سر بلند نہ ہونے دیا۔ مرحب عرب کا مشہور پہلوان اور یہودیوں کا سب سے بڑا سادنت تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان سردار ہمارے بھائیوں کو کھیرا ککڑی بنائے ہوئے ہے جو جاتا ہے واپس نہیں آتا۔ غصّے میں دندناتا نکلا۔ سر پہ یمنی رنگ کا مغفر اور اس کے اوپر پتھر کا خود، زرہ بکتر پہنے، لوہے میں ڈوبا ہوا میدان میں آن کر للکارا:

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٗ

شَاکِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٗ

سارے خیبر کو معلوم ہے —— میں مرحب ہوں۔ سلاح پوش ہوں، دلیر ہوں اور تجربہ کار ہوں۔

خندق میں عمرو بھی یک جہاں غرور اور یک عالم تجربہ پر نازاں لے کر آیا تھا مگر نبیؐ کی دعا، علیؑ کے عزم اور خدا کی امداد نے تکبر کا قلعہ خاک میں ملا دیا تھا، آج مرحب کے رجز کا

---

[1] ابن ہشام ۳/۳۴۹۔ تمام محققین و مورخین نے اسے مانا ہے لیکن شبلی نے اپنے سوفیانہ لہجے میں سب کا منہ بنایا ہے۔

جواب ہی بتا رہا تھا کہ مشرکوں کا نمایندہ، اور یہودیوں کا سرغنہ علیؑ کی نظر میں یکساں ہے۔
آپ نے فرمایا:

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہ
کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَہ

"سُن میری والدہ نے میرا نام "حیدر" (شیر) رکھا تھا۔ میں شیر نیستان
کی طرح مہیب و بارُعب ہوں"

رسول اللہؐ نے رخصت کرتے وقت فرمایا تھا:
"علیؑ! ان کے سامنے اسلام پیش کرنا"

مگر یہودی کب مانتا تھا — اس نے بات کا جواب تلوار سے دیا۔ سچ ہے ع

مردِ ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

شیرِ خدا بھی جھپٹے اور ایک بھرپور ہاتھ نے قیامت ڈھا دی۔

جب وار چل گیا، سپر آہنیں کٹی
دستانہ کٹ کے ہاتھ کٹا، آستیں کٹی
مغفر کٹا، دو نیم ہوا سر، جبیں کٹی
سینے کو لے کے زیں سے جو اُتری زمین کٹی

جو رنگ تھا فرس تو دو پارہ پڑا تھا   اللہ رے منہ کو تیغ نے جانا خیار تھا

مرحب بن حارث پہاڑ کی طرح گرا۔ خیبری دہل گئے۔ دل کہ اٹھے بولا مگر در خیبر دستِ حق پرست
حیدر کرار میں تھا۔ فتح نے بڑھ کر قدم چومے اور دنیا کو ماننا پڑا

"لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار"

لوگ کہتے ہیں مرحب، حارث، یاسر، غسشر چار شمشیر زن فقط ایک تلوار اور ایک ہاتھ سے

۱؎ ابن ہشام ۳/۳۵۰

اُڑے ہیں۔ ظاہر ہے محافظین یہودیت کے بعد کس کے قدم جم سکتے تھے۔ امیرالمومنینؑ نے وہ پتھر کا دروازہ پھینک دیا اور مسلمان قلعے کے اندر مال غنیمت لوٹنے سمیٹنے لگے۔

ابورافع رضؓ آزاد کردہ رسالت مآبؐ نے اپنے ساتھیوں سے کہا آؤ ذرا دیکھیں تو یہ دروازہ ہے کتنا بھاری۔ سات آدمی دوڑے مگر پتھر جوم سے پلٹ آئے (ابن ہشام ۳/۳۵۰) اس جنگ میں بیس سے کم مسلمان اور سو یہود مارے گئے۔

جناب جعفرؑ کی واپسی

کتنا مبارک تھا یہ دن کہ ادھر علیؑ فاتح یہودیت بن کر حاضر خدمت پیغمبری تھے، ادھر جعفر فاتح عیسائیت جلشے سے واپس آئے۔ پیغمبر خدا باغ باغ تھے کہ ابوطالبؓ کے دو لعل ایک دن مسرت بکنار بغل گیر ہوئے۔ آپؐ فرما رہے تھے:

وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ بِاَیِّہِمَا اَنَا اَشَدُّ سُرُوْرًا بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرَ۔ (یعقوبی ۲/۴۲)	خدا کی قسم فیصلہ نہیں کر سکتے کہ خوشی کس کی زیادہ ہے، فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا آمد جعفر کی۔

فتح خیبر کے نتائج

یہودیوں کی شکست نے دعویٰ دورانِ قوت و دولت کو عرب میں ہمیشہ کے لیے سرنگوں کر کے، فساد کی جڑ اکھیڑ دی۔

۲۔ منافقین مدینہ اور مشرکین مکہ کو اسلام کی حقانیت ماننے پر مجبور ہونا پڑا۔

۳۔ مسلمانوں کو اسلحہ اور جنگی سامان کا بہت بڑا ذخیرہ مل گیا۔

۴۔ غلے کے انبار اور زراعت و باغات کا زرخیز علاقہ ہاتھ آیا جس کے بعد مسلمانوں کی معاشی اور غذائی اُلجھن ختم ہو گئی۔

۵۔ اہل فدک نے مرکز کی شکست کے بعد پورا علاقہ رسول اللہ کے سپرد کر دیا۔ جو آنحضرتؐ کا خالصہ قرار پایا[1]۔

---

[1] خواجہ محمد لطیف تاریخ ۱/۱۵۹ بحوالہ البخاری ۲/۶۰۹ طبع دہلی اصح المطابع

خیبر کی غنیمت میں خمس کی رقم بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کو دینے کے بعد جو، گیہوں روپیہ، کھجوریں، ہتھیار تمام مسلمانوں میں تقسیم فرما کر

کاشتکاروں کو زمین پر حق کاشت دے کر مسلمانوں کو مالک اور بٹائی کا حق دیا

عبداللہؓ بن عمر کہا کرتے تھے، ہم نے فتح خیبر کے بعد شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ فرماتی تھیں :

ہم نے فتح خیبر کے بعد پیٹ بھر کے کھجوریں کھائیں[1]

سیرت نبیؐ اس پورے واقعے میں حضرت رسالت مآبؐ کی سیرت و نفسیات کے بارے میں تین چار واقعے یاد رکھنے کے قابل ہیں ۔

۱۔ دوران جنگ میں غذائی کمی کی وجہ سے آپ نے اپنے ستوّ بھی مسلمانوں میں تقسیم فرما دیے کہ کوئی سپاہی دل شکستہ نہ ہو۔

۲۔ علیؑ پر پورا پورا بھروسہ تھا، اور آپ اس وقت میدان میں علیؑ کا انتخاب فرماتے تھے جب اکابر اسلام ناکام ہو رہے تھے۔

۳۔ غنیمت خیبر میں بنی ہاشم کو خصوصی حصہ دے کر بتایا کہ خاندانِ نبوت بشرط ایمان دوسروں پر برتری رکھتا ہے۔

قرآن مجید نے صاف صاف حکم دیا ہے :

وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ۔ (س ۸ ی ۱۲)	یاد رکھو، جب کچھ غنیمت کا مال ملے تو اس کا خمس اللہ، رسول اور ذوی القربیٰ، یتیم اور مسافروں کے لیے ہے اگر تم اللہ پہ ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] طبری ۲/۹۵ ابن ہشام ۲/۳۵۲ کی عبارت ہے "مال خیبر مسلمانوں میں بطور فیٔ تقسیم ہوا اور فدک خالصہ قرار پایا۔"

۴- آپ نے آغاز جنگ ہی میں مسلمانوں کو اصول تبلیغ و حکم و صبر و اخلاق کے بارے میں ہدایات دے دی تھیں۔

۵- زمانہ جاہلیت میں ایک حبشی غلام بکریوں کا گلہ لیے جا رہا تھا۔ آپ نے اس کو اسلام کی خوبیاں بتائیں۔ وہ مسلمان ہو گیا اور پوچھا کہ ان بکریوں کو کیا کروں؟ یہ فلاں کی امانت ہیں۔ آپ نے فرمایا انھیں لوٹا دو کہ امانت میں خیانت کا دھبہ نہ لگے۔ یہ حبشی اسی میدان میں شہید ہوا تو حضورؐ نے خود اُسے جا کر دیکھا اپنی ردا اُڑھائی (ابن ہشام ۳/۲۵۹)

۶- مال خیبر سے کچھ سامان خوراک مکے والوں کو صرف اس لیے بھیجا کہ محمد مصطفیٰؐ روحی لہ الفدا کو معلوم ہوا تھا کہ لوگ قحط سے پریشان ہیں۔

۷- فتح کے بعد جب اسیران یہود حاضر خدمت ہوئے تو صفیہ بنت حی بن اخطب دوسری عورتوں کے ساتھ تھی۔ رسول اللہؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ عورتیں تباہ حال ہیں۔ بلالؓ سے جواب طلب کیا:

جب سُنا کہ بلال انھیں قتل گاہ کی طرف سے لائے ہیں تو آپؐ نے سخت تنبیہ فرمائی۔ بلال، یہ قساوت قلب قابل سزا ہے۔ کہیں عورتوں کو وارثوں کی قتل گاہ سے لاتے ہیں۔

پھر صفیہ کو تسلی دی اور وہ اعزاز بخشا کہ "مادر مومنین" قرار پائیں۔

زہر خورانی کی کوشش

شاید انہی اسیروں میں زینب بنت حارث، مرحب کی بہن بھی تھی اس نے آنحضرتؐ کی خدمت میں زہر آلود بکری کی بھنی ہوئی ایک دست پیش کی۔ حضورؐ کے ساتھ بشر بن براء بن معرور بھی تھے۔ زہر اتنا تیز تھا کہ نوش فرمانے کے بعد ہی نبی اکرمؐ پر قربان ہو گئے۔ لیکن خدا نے حضرت رسالت مآبؐ کو فوری نقصان سے محفوظ رکھا۔ حضورؐ نے باوجود اس بیوفائی وجسارت کے زینب کو معاف فرما دیا[۱]۔

---

[۱] یعقوبی ۲/۴۲۔ طبری ۲/۹۵۔ ابن ہشام ۳/۳۵۲

مکّے میں خبرِ فتح خیبر

خیبر کے نومسلموں میں حجاج بن علاط اسلمی کا کچھ مال مکے میں تھا۔ حجاج نے رسول اللہ ص سے اجازت طلب کی کہ اپنا مال لے آئیں۔ اجازت حاصل کر کے حجاج مکے آئے۔ ابوسفیان نے استقبال کیا۔ حجاج سے خیبر کی خبر پوچھی۔ انھوں نے واقعات اس طرح بیان کیے کہ قریش میں عید اور مسلمانوں میں محرم ہو گیا۔

جناب عباس رض تحقیق واقعہ کے لیے نکلے، تو حجاج اپنا سامان لے کر شہر سے باہر آتے ہوئے ملے۔ عباس نے روک کر تصدیق کی۔

حجاج نے کہا:

الحمد للہ۔ اسلام کو فتح ہوئی۔ خیبر کا مال مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ ابن ابی الحقیق قتل ہو چکا۔ حی بن اخطب کی لڑکی سے سرکار ص نے عقد فرما لیا۔

عباس نے واپس آکر خبر فتح سنائی۔ مکے میں کہرام مچ گیا۔ حجاج اپنی بیوی کو کافرہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ گئے۔ قریش کی عورتیں اسے تعزیت دینے کے لیے جمع ہوئیں۔ ابوسفیان نے غصّے میں آکر مسلمانوں کو تنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ (الیعقوبی ۲/۴۳ و ابن ہشام ۳/۳۶۱)

صفر ۷ھ میں خیبر سے واپس تشریف لائے لیکن امن کی بحالی کے لیے مختلف سفر کرنے پڑے یہود، منافقین اور بعض مشرکین کی مفسدانہ سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لیے ہوازن، بنی مرہ، مَیفعہ، یُمن وغیرہ میں سپاہی بھیج کر شریروں کو سزا دی۔

———:(ص):———

حج یا عمرۃ الصلح

ذی قعدہ ۷ھ / ۶۲۹ء کو مہاجرین مکہ اور ساکنین مدینہ مسلمانوں کا عظیم الشان قافلہ تسبیح و تکبیر و تہلیل کے ساتھ خانہ خدا کی طرف والہانہ عشق و معرفت میں بڑھا۔ مدتوں سے کعبہ کی سرزمین نجس زبانوں کے بتوں کے بھجن سن رہی تھی۔ سات سال سے محمد مصطفےٰ صلعم روحی لہ الفداء مسجد الحرام میں سجدوں کے لیے بے چین تھے۔ وادی غیر ذی ذرع کا مالک، امین و صادق و رسول فرزند اسماعیل خلوص معرفت و کمال عبودیت کے جذبات نذر کرنے کو حدود مکہ میں داخل ہوا تو شہر کے اراکین و شیوخ اس جلوس کو نہ دیکھنے کی نیت سے شہر چھوڑ کر کوہ ابو قبیس کے سامنے والے پہاڑ قیقعان پر چلے گئے۔ مسلمانان مکہ نے مہمان بھائیوں کا خیر مقدم کیا۔ پورا شہر نورانی جلووں سے چمک اٹھا۔

ہوا نے مسلمانوں کے موحدانہ جملے، لبیک اللھم لبیک کے فلک شگاف نعرے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے کانوں میں پہنچا کہ جلنے والوں کو اور جلایا۔ بلال نے اذان دی جس سے لوگوں کے دل دہل گئے۔

مدینے کی فضا خراب تھی۔ مکّے والوں نے خبر اڑادی کہ مسلمان بیمار ہیں یہ حج کیا کرسکیں گے۔ رسول اللہ صلعم نے حکم دے دیا کہ طواف میں ذرا قدم اٹھائے رہنا۔ خالد بن ولید جیسے کافروں نے ان پاک حاجیوں کی سرگرمی دیکھی تو چکرا گئے۔

تین دن تک مسلمان مناسک حج ادا کرنے میں مصروف رہے اور دشمن کانٹوں پر لوٹتے رہے۔ ابھی تیسرا دن ختم بھی نہ ہوا تھا کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے پاس پیغام آنے لگے کہ میعاد قیام کے بعد شہر چھوڑ دو۔ اپنے بھائی سے کہو مزید قیام نہ فرمائیں۔ مسلمان شہیدوں کے پس ماندگان،

محصورین کے جذبات، چاہنے والوں کی تمنا پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ سرورِ دو عالمؐ خانہ کعبہ کو الوداع کہہ کر باہر تشریف لے آئے۔

دخترِ حمزہؓ کی حاضری

جو مسلمان مرد و زن، خورد و کلاں، وارث و لاوارث حاضرِ خدمت ہو گئے ان میں ایک دلی و دو نہ ملاقات حضرت حمزہ کی یتیم صاحبزادی امامہ کی ملاقات تھی۔ بچی نے جو سُنا کہ چچا حاضر ہوئے ہیں تو دوڑتی ہوئی آئی۔ نہ معلوم رحمۃ للعالمین اور بچی میں کیا باتیں ہوئیں مگر اتنا معلوم ہے کہ حضورؐ نے علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ بچی کو اپنی حمایت و نگرانی میں لے لیں۔ جب مدینہ آئے تو شہزادی کو اس کی خالہ کے سپرد کر دیا۔

عقدِ میمونہؓ

اسی دوران میں حضرت میمونہؓ سے عقد فرمایا تھا۔ اس لیے ولیمہ کے واسطے سردارانِ قریش کو دعوت دی مگر ان لوگوں نے شہر میں دعوت اور شرکت ولیمہ دونوں کو نامنظور کیا۔ چنانچہ مکہ سے آگے بڑھ کر تقریباً وسطِ راہ "سرف" میں آپ نے قیام فرمایا۔ اتفاق دیکھیے کہ ۶۳ھ میں جناب میمونہؓ نے اسی "سرف" میں وفات پائی اور یہیں روضۂ مبارک تعمیر ہوا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا

تَخَافُوْنَ ط

(سورۃ الفتح آیت ۲۷ پ ۲۶)

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا۔

"یقیناً تم لوگ مسجد الحرام میں جاؤ گے۔ انشاء اللہ۔ کچھ سر منڈواؤ گے اور کچھ ترشوائے ہوئے۔ اس وقت تمھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔

مکّے میں اسلام کی فتح آنحضرتؐ ناقۂ قصواء پر جلوہ افروز، عبداللہ بن رواحہ مہار پکڑے دو ہزار مسلمان جلو میں لیے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے اور مکے میں نئے قسم کے حج اور نئی طرح کے حاجیوں پر چہ میگوئیاں بڑھتے بڑھتے تحقیق تک پہنچیں۔

خالد بن ولید، ابوسفیان، عمرو بن عاصؓ اور کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ نے آہستہ آہستہ اعلان اسلام شروع کر دیا۔

تعمیر منبر ۸ھ میں خطبہ کے لیے منبر کی ضرورت محسوس کی گئی۔ گویا اب حاضرین مسجد کی تعداد اتنی بڑھ گئی تھی کہ آخری صفوں کو مخاطب کرنے کے لیے کسی بلند زینے کا ہونا ضروری ہو گیا۔

شام میں تبلیغی مہم ذات اطلاح (طلح) میں دعوت و تبلیغ کی ضرورت تھی اس لیے پندرہ مسلمان عمرو بن کعب غفاری کی سرکردگی میں بھیجے، یہ مسافر مبلّغ اثنائے تبلیغ میں شہید کر دیے گئے۔

شرجیل بن عمرو غسانی حاکم بُصریٰ نے بھی زیادتی کی تھی، حارث بن عمیرؓ سرکار دو عالمؐ کا منشور مبارک لے کر پہنچے تو ظالم نے حارث کو شہید کر دیا۔

جنگ مُوتہ بیزنطینی حکومت غسانیوں اور شامیوں کی حامی تھی۔ اس لیے ان حاکموں کے اشارے پر فوجی نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ رسول اللہؐ نے بھی ان عیسائی طاغوتوں کو سزا دینے کی طرف توجہ فرمائی۔ جمادی الاولیٰ ۸ھ / ۶۲۹ء میں تین ہزار مسلمان سپاہی کمربستہ ہو کر میدان میں خیمہ زن ہوئے تو آپؐ نے فوج کو بصیرت افروز و انسانیت نواز ہدایتیں فرمائیں:

"دیکھو، اللہ کا نام لے کر جہاد کرنا، عورتوں، بچوں، ضعیف العمر اور اندھے آدمیوں کو قتل نہ کرنا۔ مکان نہ گرانا۔ درخت نہ کاٹنا،

اللہ تم کو کامیاب و تندرست واپس لائے اور تمھاری مدد کرے۔

لے طبری ۲/۳/۱۰۲ "عمرو عاص حبشے میں مسلمان ہوئے اور صفر ۸ھ میں مدینہ آئے۔ مرتضیٰ

مسلمان معان پہنچے تو شرجیل کی فوجیں آرہی تھیں ۔ ہرقل بااس کا نمائندہ مؤاب پہنچا دس

مُونہ کا محل وقوع

ہزار کا لشکر مدینے سے میلوں کے فاصلے پر بحیرۂ لوط کے جنوب مشرقی ساحل موجودہ سلطنت اردن کے حدود میں مُوتہ نامی مقام پہ دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔

عبداللہ بن رواحہؓ سردار فوج نے مسلمانوں کو مخاطب کیا :

" دوستو ! یہ تمھاری گھبراہٹ بھی کتنی عجیب ہے ، وطن سے چلے تھے نصرت دین وشہادت کے لیئے تو اٹھو اور شہادت یا کامیابی حاصل کرو ۔ ہمیں قلت وکثرت کا کیا غم ، اللہ نے ہمیں عزت جاودان دی ہے ——— چلو ، بسم اللہ ! "

گھمسان کا رن پڑا ۔ مجاہدوں نے بڑھ بڑھ کر جان دینا شروع کی ۔ دشمن اپنے وطن کے قریب ، بیت المقدس کے ہمسائے میں تھے ، مسلمان وطن سے دور ، امداد خدا پر تکیہ کیے بڑھ رہے تھے ۔

عبداللہ بن رواحہ نے شہادت پائی تو زید بن حارثہ نے علم اٹھا لیا ، وہ بھی جان بحق ہوئے تو جعفر بن ابوطالب قائد ہوئے ، وہ بھی میدان میں کھیت رہے ۔ غرض پانچ علم برداران کی شہادت اور حیرت ناک جنگ کے بعد خالد بن ولید کی سرکردگی میں مسلمان واپس آئے ، تو

استقبال مجاہدین

رسول اللہ ؐ نے خود سواری پر جلوہ افروز ہو کر فوج کا استقبال فرمایا ۔ فوج مدینے میں آئی تو کہرام مچ گیا ۔ بچے اپنے بزرگوں عورتیں اپنے وارثوں اور فوج اپنے ساتھیوں کو رو رہی تھی ۔

سرکار مدینہ ؐ ایک ایک کو تسلی دیتے تلقین صبر فرماتے ہوئے واپس تشریف لائے فوج[1]

---

[1] ابن ہشام ۲/۲۴

کی بلانتیجہ واپسی پر عوام کے ہیجان کو فرو کیا۔ اور اس واپسی کو فتح کی تمہید قرار دیا۔

جناب جعفرؓ کا ماتم

ادھر مدینہ میں فاتح حبشہ کی شہادت نے قیامت خیز منظر برپا کر دیا۔ جعفر کی جاذب دل شخصیت، اسلامی خدمت اور اعزاز کے پیش نظر دوستوں اور عزیزوں نے دل بھر کے دیکھا بھی نہ تھا کہ اچانک سب کو داغ فراق دے گئے۔

فوج کی واپسی والے روز ان کی اہلیہ نے بچوں کو آراستہ کیا۔ گھر کو سجایا اور شوہر کی آمد میں ہمہ تن چشم انتظار تھیں کہ رسالت مآبؐ کی آواز مبارک کانوں میں آئی "بچوں کو لاؤ"۔

اسماء بنت عمیس خثعمیہ نے بچوں کو بلایا۔ آپؐ نے یتیموں کو سینے سے لگایا، سر پہ دستِ شفقت رکھا۔ اسماء نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میرے بچے یتیم ہو گئے؟

یہ کہہ کر "واویلاہ، واسیداہ" کے نعرے مار مار کر رونے لگیں۔ رسول اللہؐ نے تسلی دی۔ فرمایا ویل وحرب کے علاوہ جو کہتی ہو سچ کہتی ہو۔

اب اسماء "واجعفراہ" کہہ کہہ کر رو رہی تھیں۔ محلے میں آواز پہنچی تو عورتیں بے قرار ہو کر نکل آئیں۔ جناب جعفر کا دولت کدہ ماتم سرا بن گیا۔

سیدۂ عالمؑ کی تشریف آوری

حضرت فاطمہ زہراؑ نے سنا تو فوراً خانۂ جعفر پہنچیں اور "وا ابن عماہ" کہہ کر بین فرماتی اور روتی تھیں۔

رسول اللہؐ باہر تشریف لائے تو عبا زمین خط دے رہی تھی چشمہائے مبارک سے آنسو رواں تھے۔ چہرۂ اقدس اُترا ہوا تھا اور فرماتے جاتے تھے "عَلٰی جَعْفَرٍ فَلْتَبْكِ الْبَوَاكِیْ" جعفرؓ پر رونے والیوں کو رونا چاہیے — پھر صاحب زادی کو حکم دیا: "فاطمہ! ان لوگوں کے لیے کھانے کا انتظام کرو"۔

فاطمہ زہراؑ نے تین دن تک کھانا پکا کر بھیجا[1]۔

صحابہ نے دیکھا کہ آپ جعفرؓ کے غم میں مسلسل غمگین اور دوسرے شہداء کے غم میں سوگ نشین رہے۔ صحابہ نے بہت دنوں بعد حضورؐ کو مسکراتے دیکھا[2]۔

---

[1] یعقوبی ۲/۵۰ [2] طبقات ۱/۲ ص ۹۴

فتح مبین

اسلام کی بے مثال کامیابی

رسول اللہؐ کا اخلاقی معجزہ!

فتح مکّہ

رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ء

صلح حدیبیہ کو دو سال گذر رہے تھے اس مدت میں یہودیوں اور منافقوں کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں۔ بہت سے قبیلے مسلمان ہوگئے۔ مہاجرین صاحب دولت واملاک ہوگئے مبلغین اسلام اور سفیروں نے قرب وجوار، دور دراز ریاستوں، آزاد سرداروں اور طاقتور حاکموں کو اسلام سے روشناس کرادیا۔

مدینے کے مدرسۂ دین واخلاق نے کلمہ پڑھنے والوں کو مثالی انسان بنانے میں یادگار کامیابی حاصل کی۔ جاہل عرب اب ترقی یافتہ فکر ونظر کے مالک تھے ان کے اعمال واخلاق دل کش ودل نواز تھے۔ وہ افراد جو کل تک رسولِ خدا کو دیکھ کر کہتے تھے:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلُ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ !	اس رسول کو تو دیکھو، یہ تو ہماری طرح کھاتا پیتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔

اب یہ عالم تھا کہ "فَلَا تَسْمَعُ هَمْسًا" بلند آواز کانوں تک پہنچتی نہ تھی۔ لوگ سراپا عجز ونیاز بنے کھڑے تھے۔ فرش زمین پر توحید پرستوں کا جھرمٹ جان نثار پروانوں کی طرح گھیرے ہے۔ ایک اشارہ چشم پر جان نذر کرنے والے وفادار اس تیور میں حاضر تھے کہ دیکھنے والے بے ساختہ ایمان لانے پر مجبور ہو ہو گئے۔

ادھر قریش کا یہ عالم ہوگیا کہ ان کے معاون یہودی کچل چکے تھے۔ مصر وشام کے تجارتی راستے جو ینبوع سے ہو کر گذرتے تھے معاہدوں کی وجہ سے بند ہو گئے۔ عراق کی راہیں بھی مسلمانوں کی نگرانی میں آگئیں۔ لے دے کے طائف ویمن کی سڑکیں آمد ورفت کے کام آسکتی تھیں، مگر کجا

"رحلۃ الشتاء والصیف" کی وہ ہمہ گیری، کجا مجبوریوں اور خطروں کا یہ عالم، جو نفع کماتے وہ جنگ کی نذر کر دیتے تھے۔

معاہدۂ حدیبیہ سے جنگی خطرے ٹلے اور بڑے مقابلوں سے اطمینان ہوا تو آئے دن کے قحط اور قبائلی جھگڑے شروع ہو گئے۔ ان جھگڑوں میں خزاعہ اور بنی بکر میں جھپٹ ہو گئی۔ بنی بکر قریش کے حلیف تھے اس جنگ میں شکست کھائی تو قریش کو پکارنے لگے۔ قریش اپنے زعم میں سردار و معزز و طاقت ور تھے۔ بنی بکر کو سمجھانے کے بجائے خود آگ میں کود پڑے۔ خزاعہ کے آدمیوں کو حرم کعبہ میں قتل کر دیا گیا۔ چاروں طرف سے یلغار کر کے انھیں کچلنے کی ٹھان لی۔ ان کے لیے جب کوئی چارۂ کار نہ رہا تو اپنے حلیف مسلمانوں کے پاس آئے اور رسولؐ اللہ سے فریاد کی۔

سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، مکرز بن حفص جیسے سردار آدمی نقاب ڈال ڈال کر خزاعہ کے خلاف جنگ آزما تھے اور گویا معاہدۂ حدیبیہ کو ختم کرنے کا اعلان کر چکے تھے۔

خزاعہ کے چالیس نمایندے مدینہ آئے اور واقعات بیان کیے۔ آنحضرتؐ اخلاقی و قانونی لحاظ سے ان کی مدد پر مجبور تھے۔ سہیل و عکرمہ جیسے سرداروں کی عہد شکنی کے بعد آپ کو پیش قدمی سے روکنے والی کوئی چیز نہ تھی، مگر اللہ کا رسولؐ دین کا مبلغ اور سیرت و کردار کا معجزہ، وہاں پیش قدمی میں غصہ اور جنگ میں ذاتیات کا سوال ہی نہ تھا۔ آپؐ نے ارکان وفد کو سمجھایا اور قریش کے پاس آدمی بھیجے کہ ان سے پوچھا جائے آخر یہ کیا معاملہ ہے۔ اب بھی خیر ہے۔ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ تین باتیں پیش کی جاتی ہیں ان پر غور کر لو۔

۱۔ خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دے دیا جائے۔

۲۔ بنو بکر کی امداد نہ کی جائے۔

۳۔ حدیبیہ کا معاہدہ ختم کر دیا جائے۔

قریش سمجھے کہ جس طرح بنو خزاعہ کو دبا لیا ہے اسی طرح لشکر اسلام کو کچل دیں گے لہٰذا فیصلہ کر دیا کہ "معاہدہ منسوخ" ——

ابوسفیان نے کوشش کی، مدینہ آیا۔ لوگوں سے ملا۔ حد یہ ہے کہ جناب سیدہؑ، علی مرتضیٰؑ سے سفارش چاہی۔ امام حسنؑ کو شفیع بنایا اور کہا "اگر یہ بچہ صرف یہ کہہ دے کہ میں نے دو فریقوں میں بیچ بچاؤ کر وا دیا تو آج سے عرب کا سردار کہلایا جائے"[1] مقصد یہ تھا کہ کسی طرح معاہدہ کی میعاد بڑھا دی جائے مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ ذمہ داروں کی نیتیں ظاہر تھیں۔ ایک ابوسفیان اور اس کی پوری زندگی کا عمل، قوم کا انداز سب کے سامنے تھا۔ تجدید معاہدہ کا کیا موقع تھا —— ابوسفیان ناکام گیا ——

آپؐ نے تمام حلیف قبائل کو تیاری کا حکم دے دیا۔ مدینے میں لوگ کمر باندھے اشارے کے منتظر تھے۔ اعلان کر دیا گیا کہ خبردار کوئی شخص ان تیاریوں کی خبر مکے والوں کو نہ دے۔ بدقسمتی سے حاطب بن بلتعہ صحابی نے ایک عورت کو خط دیا اور کہا جس طرح ہو سکے جلد از جلد مکے پہنچ کر ذمہ دار افراد کو فوج اسلام کے ارادے سے مطلع کر دے۔ سارہ مدینے سے ابھی کچھ ہی دور گئی تھی کہ امیر المومنینؑ بموجب حکم پیغمبرؐ دو ایک آدمیوں کو ساتھ لے کر تعاقب کو چلے اور اسے گرفتار کر لائے۔ حاطب پکڑے گئے لیکن حضورؐ نے معاف فرما دیا۔ سورۂ ممتحنہ اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

———

[1] سیرۃ النبی بحوالہ زرقانی - طبری ۳ ص ۱۱۲

قبل فتح کا پس منظر

قرآن مجید کے الفاظ میں

حاطب کی اس حرکت نے بعض مسلمانوں کی ذہنی الجھنوں کو نمایاں کر دیا، اس لیے وحی نازل ہوئی اور رسول اللہؐ نے اعلان فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ
وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ
بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ
مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ
اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ط
اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ
وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ
بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ
وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۞
اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ
اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ
وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ
تَكْفُرُوْنَ ۞ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ

اے مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو
دوست نہ بناؤ۔ تم انھیں دوستانہ خط بھیجتے ہو
حالانکہ وہ تمھارے پاس آئے ہوئے حق و
ایمان کے منکر ہیں۔ وہ تمھیں اور رسول کو اس
بات پر شہر سے نکال چکے ہیں کہ تم اپنے پروردگار
پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم میری راہ اور میری خوشنودی
کے لیے جہاد کرنے کے واسطے نکلے ہو تو پھر یہ
چھپ چھپ کر محبتانہ مراسلت کیسی؟ اور
میں تمھارے مافی الضمیر و علانیہ منصوبوں سے واقف
ہوں اور تم میں سے جو بھی یہ کام کرتا ہے وہ راہ راست
سے دور رہے۔ اگر تم ان کے قابو میں آجاؤ تو یہ تمھارے
دشمن ہو جائیں تم پر دست درازی کریں اور مذمت
میں لب کشا بن جائیں وہ تو چاہتے ہیں تم بھی
کافر ہو جاؤ ـــــ ان سے کہو۔ تمھارے رشتے

وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳

اور اولادیں تمھارے کام نہ آئیں گی اور اللہ تمھارے کرتوتوں کو دیکھتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کا کردار یاد دلا کر مسلمانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ ایسے ہی پختہ عمل و موحّد کامل بنو۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

جو لوگ تم سے مذہب کے لیے جنگ آزما نہیں ہوئے یا جن لوگوں نے تمھیں دلیس نکالا نہیں دیا۔ ان سے نیکی اور عدل کرنے کی ممانعت نہیں، اللہ تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الممتحنۃ)

اللہ تمھیں ان لوگوں سے تعلقات رکھنے سے روکتا ہے جنھوں نے دین کی بنیاد پر جنگ کی تمھیں گھروں سے نکالا یا تمھارے شہر بدر کرنے والوں کی مدد کی۔ جو لوگ ایسے اشخاص سے محبت کریں گے وہ ظالم سمجھے جائیں گے۔

یہ احکام قطع تعلق مستقل نہیں۔ یاس دل شکن چیز ہے۔ خداوند عالم نے کبھی ناجائز توقع نہیں کی۔ اس موقع پر بھی اطمینان دلایا، ہمت بڑھائی اور فرمایا :

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ تمھارے اور جن سے آج دشمنی ہے ان کے درمیان محبت کے راستے ہموار کر دے گا اللہ بڑی قدرتوں کا مالک بھی ہے اور غفور الرحیم بھی۔

حاطب بن بلتعہ کی پیدا کردہ مشکل پر قابو حاصل کرنے کے بعد فوجیں کمربستہ ہوئیں۔ اور ۲ رمضان کو کوچ بول دیا گیا۔ شاہ راہ عام سے بچ کر راستہ اختیار کیا گیا۔

دس ہزار کی فوج ظفر موج اور مسلمانوں کا فاتح قافلہ اپنے جلو میں اسلم، غفار، مزینہ، جہینہ، اشجع، سلیم کے قبیلے لیے قدید پہنچے تو سرداروں کو پرچم دیے گئے مرّ الظہران میں اترے تو حکم ملا:

ہر شخص آگ جلائے۔

دس ہزار آگ کے الاؤ نے میدان کو بقعۂ روشنی بنا دیا، عرب میں دروازے پر آگ سخاوت، مہمان نوازی و اطمینان کی علامت تھی۔ بے خبر قریش جاسوسی کے لیے جو نکلے تو اوسان خطا ہو گئے۔ دوڑے ہوئے ابوسفیان کے پاس آئے۔ اس کی منت کی اور درخواست امان دے کر بھیجا۔ ابوسفیان حکیم بن حزام اور بُدیل بن ورقاء کو لے کر مکے سے باہر آیا۔ تو سر ہی سر دکھائی دیے۔ اسی اثناء میں عباس بن عبدالمطلب نے آواز پہچان کر پکارا:

ابو حنظلہ!

ابوسفیان: لبیک، جی، کیا خبر ہے؟

عباس: رسول اللہؐ دس ہزار سپاہی لیے آرہے ہیں۔ خیریت اسی میں ہے کہ اسلام قبول کر لو۔ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَعَشِيرَتُكَ [1]

غرض ابوسفیان نے بطور قہر درویش بر جان درویش کلمہ پڑھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے وَمَا اَسْلَمُوْا وَلٰكِنِ اسْتَسْلَمُوْا "یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے ہاں ظاہر یہی کیا تھا کہ مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے حکم دیا، ابھی اسے جانے نہ دینا[2]، ذرا یہ فوجوں کی شان تو دیکھ لے۔ عباسؓ ابوسفیان کو لے کر راستے میں کھڑے ہو گئے اور فوجیں مارچ کرتی ہوئی چلیں۔

---

[1] طبقات ۹۸ [2] ابن ہشام ج ۴ ص ۴۶۔

ابوسفیان کہنے لگا :

عباس! اب تو تمھارے بھائی بہت بڑے بادشاہ ہو گئے۔

عبّاس : ابوسفیان، یہ ملوکیت نہیں۔ نبوۃ ہے۔

"مکہ معظمہ ایک وادی میں واقع ہے جس کے ہر طرف اونچے اور دشوار گذار پہاڑ ہیں۔ صرف ایک بڑا راستہ ہے جو شمالاً جنوباً شہر میں سے گذرتا ہے اور دو ذیلی راستے ہیں جو اس بڑے راستے میں آکر مل جاتے ہیں یعنی طریق حجون اور طریق کداء۔

فوج کا بڑا حصہ جناب رسالت مآبؐ کے ساتھ عام شمالی راستے یعنی مُعَلات کی طرف سے بڑھنے لگا۔ کچھ فوج زبیرؓ بن العوام کے تحت طریق کداء سے بڑھائی گئی تاکہ وادی فاطمہ کی راہ ساحل کی طرف جانے والی گذرگاہ کھلی نہ رہے۔

ایک اور مضبوط دستہ کو سیف اللہ خالد بن الولید کو دے کر جنوبی راستے یعنی مسفلہ کی راہ لیط کی طرف سے شہر میں بڑھنے کا حکم دیا۔ ایک اور فوج حجون کے راستے سے بڑھائی گئی ادھر سے ایک راستہ جدّہ جاتا ہے اور ایک شاہ راہ جنوب میں یمن کی طرف جاتی ہے"

(عہد نبوی ...... ص ۴۶)

اعلان عام

مکے میں داخل ہوتے وقت حضرتؐ سیاہ عمامہ پہنے[1] ہوئے تھے۔ حضورؐ نے پہلے ہی اعلان فرمادیا تھا :

خبردار قتل وغارت نہ کرنا، دس آدمیوں کے علاوہ کسی سے تعارض نہ کرنا۔

بے مثال معافی

دیکھو، مکے والوں میں جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کو امان ہے۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ بھی امان میں ہوگا۔

---

[1] طبقات ۲/۱ ص ۱۰۱۔

عفو عام کا یہ نقشہ کس آنکھ نے دیکھا؟ رحمۃ للعالمین کی شان کرم پہ قربان، خطرناک ترین دشمنوں کو وہ اعزاز بخشا کہ دنیا انگشت بدندان ہے۔

"اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً"

ملوک و سلاطین جب کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

حضور اکرمؐ نے معززین مکہ اور عام شہریوں کی عزت افزائی فرما کر بتا دیا، ملوکیت و نبوت میں کتنا فرق ہے؟

حضرت علیؓ کی خواہر محترمہ ام ہانی کے یہاں تشریف لے گئے، غسل فرمایا اور پھر حرم میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کا آباد کردہ شہر بلال کی اذان سے گونج گیا۔ آنحضرتؐ کی تلوار اسی طرح صاف و بے داغ تھی۔ خالد بن ولید سے قریش نے الجھنے کی کوشش ناکام کی اور کچھ نہ ہو سکا تیرہ کافر اور دو تین مسلمان کام آئے۔ آنحضرتؐ نے شہر میں داخل ہو کر نہ اپنے مکان پر قبضہ فرمایا، نہ بزرگوں کی املاک کا جائزہ لیا۔ سیدھے درِ خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر دروازے کی کنجی طلب فرمائی۔

سب سے بڑا اعزاز

خانہ کعبہ کا طواف فرمایا۔ چاروں طرف بُت تھے انھیں گرایا اور بار بار فرمایا:

"جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"

حق آیا۔ باطل گیا اور باطل تو مٹنے ہی کے لیے تھا —"

عثمان بن طلحہ اور اس کی ماں سُلافہ نے کنجی دینے میں تامل کیا لیکن آخر کار کلید بدست حاضر خدمت ہوا آپؐ نے اسی سے قفل کھلوایا، خلیل اللہؑ کے پاک ہاتھوں سے بنایا ہوا طیّب و طاہر خانۂ مقدس بتوں کی نجاست سے آلودہ دیکھ کر دل بھر آیا۔ پہلے نیچے کے بتوں کو گرایا، پھر

حضرت امیر المومنینؑ کو کاندھوں پر بلند فرمایا حضرت علیؑ نے سر چڑھے ہوئے پتھروں کو ایک ایک کر کے گرا دیا۔ دیواروں کی تصویریں مٹا دی گئیں۔

اللہ اللہ ایک دن ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو حکم ہوا تھا " اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ " ——— دونوں اس گھر کو طواف، اعتکاف رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر دو ———

سنگ پرستوں نے معصوم پیغمبروں کے پاک کیے ہوئے خانۂ خدا کو نجس کر دیا تھا پچیس برس سے زیادہ عرصے تک رسول اللہؐ کو کشمکش فرمانے کے بعد آج اسمٰعیلؑ کے بجائے پروردہ آغوشِ قوتِ بازو علی بن ابی طالب کو لیے ہوئے پھر وہی منظر پیش فرما رہے تھے۔

عباسؓ نے عرض کی: سقایت کا انتظام میرے ہاتھ میں ہے اگر مناسب ہو۔ تو کلید برداری کا منصب بھی عطا فرمائیے۔

حضرتؐ نے شانِ امانت و نبوت کے پیش نظر فرمایا:

اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ امانتیں مالکوں تک پہنچا دو۔ اور جب فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ۔ خدا تمہیں بہترین نصیحت فرماتا ہے۔ اللہ سمیع و بصیر ہے۔ (۴/۶۱)	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

دستِ مبارک کی برکت دیکھیے کہ آج تک کلید برداری کا منصب عثمان بن طلحہ ہی کی اولاد میں چلا آ رہا ہے۔

اسے زندہ معجزہ ما نبے با برکت عطائے پیغمبر ع

کہ صد شاہی فدائے یک غلامی

خطابِ عام

رمضان کا مہینہ، اللہ کا گھر، وطن کی سرزمین، آٹھ سال بعد وہ در و دیوار

دیکھے جہاں ابو طالب، عبدالمطلب، خدیجہؓ، فاطمہ بنت اسد محبتوں سے پیش آتے تھے لیکن یہاں نہ عام انسانی جوش تھا نہ ادنیٰ دبدبے کا تصور، نہ خیال انتقام تھا نہ جذبۂ آفرین طلبی۔ طواف و سجدہ ریزی، مناجات و شکر گزاری کے بعد ملاحظہ فرمایا۔ شیریں بیانی کے مشتاق، ہمہ تن چشم و گوش بنے بیٹھے ہیں۔

خطیب قرآن گوہر فشاں ہوئے:

اس اللہ کی حمد۔ جو وحدہٗ لاشریک ہے، اس کے وعدے سچے، اس کا بندہ کامیاب، اس کے اشارے نے اتحادیوں کو شکست دی، ملک و حمد کا وہی مالک ہے۔

آپ نے اپنی تقریر دل پذیر میں فرمایا:

حاضرین! آپ کی دین پرستی قبول اسلام نے جاہلیت کو فنا کر دیا۔ آج کے بعد اپنے خاندان و اجداد کے ذریعے فخر نہ کیا جائے۔ ہم سب اولاد آدم اور آدم خاک کی مخلوق تھے۔

تمہارے سابقہ خون، دشمنیاں آج سے ختم، تمہارا مال غنیمت آج تمہارے ہی لیے ہے ہم آج لوٹنے نہیں آئے ہیں۔ کلید برداری و سقائی کعبہ کے دونوں عہدے بحال رہیں گے۔

یاد رہے! کہ تم میں معزز وہ ہے جو پرہیزگار و خوش اخلاق ہے۔

لوگو! خدا نے اس سرزمین کو مقدس قرار دیا ہے، خبردار! یہاں خون ریزی نہ کرنا۔ اس مقام کا سابقہ احترام باقی رہے گا۔ اس وقت جو ذرا دیر کے لیے تلوار چلی اسے دفاعی ضرورت کی بنا پر مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ اس کے درخت نہیں کاٹے جائیں گے، اس کے شکار نہیں ہنکائے جائیں گے۔ یہاں کی اُفتادہ چیز صرف وہی اٹھا سکتا ہے

جس کی ملکیت ہے قتل شبہ عمد میں دیت مغلظ ہے بشتبہ بچہ اصل باپ
کا ہوگا زانی کا نہیں۔

ہائے کیسے بُرے ہمسائے تھے تم لوگ[1]

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَ
جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد و زن سے پیدا کیا، تمھیں شعبوں
اور قبیلوں میں بانٹا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ
کے نزدیک تم میں سے معزز ترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی
ہے۔ بلاشبہ اللہ صاحب علم و خبر ہے[2] —— (الحجرات ۱۳)

تم لوگ کیا کہنا چاہتے ہو؟ تمھارا خیال کیا ہے؟

سہیل نے کہا:

ہم آپ کے بارے میں اچھی رائے اور اچھا خیال رکھتے ہیں آپ
کریم و معزز بھائی اور شریف و محترم بھائی کے فرزند ہیں ——
آج ہمارے فاتح ہیں۔

حضورؐ، مجمع کا منظر، سہیل کا جواب، قدرت خدا کی بالادستی
دیکھ کر خاموش ہوئے، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے، شفقت و کرم
سے لبریز لہجے میں فرمایا:

اچھا میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے

---

[1] یعقوبی ۳/۸۵ [2] طبری ۳ × ۱۲

فرمایا تھا :

"لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْم" —— آج تمہیں بُرا

نہیں کہا جائے گا ——

اِذْهَبُوْا وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ —— جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کو نصیحتیں فرمائیں اور کہا : ع

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا، کسی کو دُوسرے کے اعمال کا ذمہ دار

نہیں بنایا گیا ہے۔

نماز کا وقت آیا تو بلالؓ کی ایمان افروز آواز سطح کعبہ سے بلند ہو کر در و دیوار مکہ سے ٹکرائی۔ گونج اور صدا کے عالم نے دلوں کو ہیبت الٰہی سے لبریز کر دیا۔ مشرکوں کے دل سے ہوک اٹھی اور لوگوں نے سنا عتاب کہہ رہا تھا :

"میرے باپ کی تو عزت رہ گئی۔ اچھا ہوا کہ اس آواز کو سننے

سے پہلے دنیا سے اُٹھ گئے۔"

ایک اور آواز آئی :

"اب جینا بے کار ہے۔"

بیعتِ عام | نماز سے فارغ ہو کر کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ ایک بلند جگہ جلوہ افروز ہوئے۔ لوگ جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔ آپ کریمانہ اخلاق معجز نمایانہ گفتار اور دل کش کردار سے بیعت لیتے جاتے تھے۔ مردوں کے بعد عورتوں کی باری تھی۔

آپ حسنِ اخلاق و اصول اسلام بیان فرماتے جاتے تھے اور ان سے عہد و وعدہ لے لے کر ایک ایسے پانی بھرے پیالے میں ہاتھ ڈلواتے تھے جس میں آپ اپنا دستِ مبارک ڈال چکے تھے —— سرداران عرب کی عورتیں باری باری آئیں اور خاموشی

سے بیعت کر کے چلی گئیں۔ اب ایک نقاب پوش عورت کی باری تھی۔ آپ نے شرائط بیعت بیان فرمائے :

اے پیغمبرؐ۔ جب ایمان لانے والیاں بیعت کرنے آئیں تو ان سے یہ منوائیے کہ اللہ کا کسی کو شریک نہ مانیں گی۔ چوری، زنا، اور قتل اولاد سے باز رہیں گی اور آگے پیچھے کوئی بہتان وافترا نہ کریں گی (یعنی زنا زادہ بچوں کو غلط طریقے سے شوہروں کے نہ قرار دیں گی) دستور نیکی میں تمہارے حکم کی مخالفت نہ کریں گی۔	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ (الممتحنہ)

آنحضرتؐ ایک ایک شرط لیتے جاتے تھے اور وہ عورت دستور کے خلاف کہہ رہی تھی ——آپ نے مردوں سے تو یہ شرط نہیں منوائی تھی —— ہیں نے اپنے شوہر کے مال سے کچھ ضرور لیا ہے۔ وہ بہت کنجوس ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ وہ مال میرے لیے جائز بھی تھا ؟ اس جواب پر ابوسفیان بول اٹھا اور کہنے لگا —— جو مال تم نے اب تک لیا ہے۔ وہ حلال تھا ——

رسول اللہؐ : تم ہند بنت عتبہ ہو ؟

ہندہ : ہاں میں وہی ہوں، جو ہو چکا اسے معاف فرما دیں۔

رسول اللہ : زنا نہ کرنا۔

ہندہ : کہیں آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں ؟

آنحضرتؐ : اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہندہ : ہاں ! ہم نے اپنے بچوں کو کم سنی میں پالا پوسا، مگر آپ نے بدر میں ان ایں

سے حنظلہ) کو قتل کیا۔ اب وہ جانیں اور آپ۔

حضرت عمرؓ نے اس جواب پر ایک قہقہہ مارا۔

آنحضرتؐ : اچھا، کسی معاملے میں بہتان نہ کرنا۔

ہند : بہتان تراشی بری بات ہے۔ مگر بعض موقعوں پر درگذر ہی اچھا ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ : کسی دستور اور اچھی بات میں مخالفت نہ کرنا۔

ہند : اس نشست میں ہم مخالفت کا ارادہ چھوڑ کر آئے ہیں (طبری ۳/۲۲۱)

غرض عورتوں سے بیعت لی گئی۔ لیکن آپ نے کسی نامحرم سے نہ ہاتھ مس فرمایا نہ کسی سے بے حجاب باتیں کیں۔

دُوسرے روز مکے کے باہر قبائلی بُت کدوں کی مسماری کا حکم فرمایا۔ چنانچہ بڑے بڑے بُت اور ان کے مندر گرائے گئے۔

اشتہاری افراد کی معافی

عبداللہ بن ابی سرح حضرت عثمان کے عزیز اور کبھی کاتب وحی تھے۔ یہ مرتد ہو کر کہا کرتے تھے کہ میں نے وحی میں ترمیمیں کی ہیں۔ حضرت عثمان کی سفارش پر بری کیے گئے۔

عکرمہ شہر کو چھوڑ کے چلا تھا۔ لیکن اس کی بیوی ام حکیم نے آپ کی شفقت کو دیکھ کر شوہر کو واپس بلا لیا۔ حضورؐ نے اسے بھی معاف فرما دیا، یونہی صفوان کی خطا معاف ہوئی۔ [۱]

رحم و کرم کو اوج دیا ہے حضورؐ نے

بتوں کی حکومت اور جاہلیت کا دور دورہ ختم ہوا۔ پتھروں کو پوجنے والی گردنیں حضور خداوندی میں جھکیں۔ جو کل تک گردن زدنی تھے آج سرفراز ہوئے۔ جن کے ہاتھوں میں مسلمانوں کے خلاف برہنہ تلواریں تھیں آج دست بستہ کھڑے تھے۔ آزادوں کو اقتدار کے زعم

---

[۱] ابن ہشام ج ۴ ص ۲۶

ہیں غلام بنانے والے خود غلام تھے مگر آزاد کر دیے گئے۔ ابوسفیان و ابوجہل اور ان کی اولاد نہ شہر بدر ہوئی نہ قبروں سے ان کی لاشیں نکالی گئیں۔ نہ املاک ضبط ہوئی۔ اسیروں کو فقیر کر دینے والے انتقام کے بجائے انعام و بخشش سے نہال ہوئے۔ سچ ہے : ع

جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتح زمانہ

پندرہ دن تک قیام فرمانے کے بعد مدینے آنے لگے تو معاذ بن جبل کو معلم اسلام کی حیثیت سے یہیں چھوڑ دیا کہ ان جاہلوں کو اخلاق و مذہب کے تعلیمات سے بہرہ ور[1] فرمائیں ؁

---

[1] طبقات ج ۲/۱ ص ۹۶

جنگِ حُنین

فتح مکہ کے بعد فوری ردعمل، یا رقص بسمل، یا آخری جھٹکا ہوازن و ثقیف کا تھا یہ نامور و قوی، جمعیت و قوت سے سرشار، جنگ آزما خاندان آندھی کی طرح اُٹھے اور غبار کی طرح چھا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان لوگوں کی پیش قدمی کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے بھی مدینے کے مجاہد اور مکے کے سورما ہمرکاب لیے۔

حُنین کا محلِ وقوع مکے سے تین راتوں کی مسافت (طبقات) پر ایک ناہموار وادی ہیں اوطاس نامی آبادی کے نزدیک حنین کا علاقہ تھا۔ آج اس کا سُراغ نہیں ملتا۔ خیال ہے کہ طائف کے قریب ہی ہوگا۔[۱]

اس کے میدان میں شریک ہونے والے سپاہی بیس ہزار کے قریب مسلح و غیر مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر پھولے نہ سما رہے تھے۔ قرآن مجید نے اس پس منظر کو واقعے کے اجمالی خاکے میں یوں سمویا ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى

---

[۱] مولانا شبلی نے یہاں پھر دہی مغالطہ انگیز عبارت لکھی ہے جس کا "مطلب" سلیمان صاحب نے حاشیہ پر لکھنے کی کوشش کی ہے مگر ناتمام۔ دیکھیے ص ۵۳۰ سیرۃ النبی

الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۲۷ (سُوْرَةُ التَّوْبَة پ ۱۰)

(ترجمہ) اللہ تمھاری مدد بہت سے میدانوں میں کر چکا ہے۔ جن میں سے ایک ——— حنین ——— بھی ہے جب تمھیں اپنی کثرت پر گھمنڈ تھا، لیکن وہ جمِ غفیر تمھارے کام نہ آیا اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی ——— نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اس کے بعد تم پیٹھ دکھا کر میدان سے ہٹ گئے۔

اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین اتاری اور وہ فوجیں بھیجیں جنھیں تم نے نہیں دیکھا۔ اور کافروں کو سزا دی۔ خیر کافروں کا بدلہ تو یہی ہے۔

اللہ تو غفور الرحیم ہے۔ اب جسے بھی وہ چاہے اس کی توبہ قبول فرمائے گا ———"

جنگ حُنین مولانا شبیر احمد عثمانی کے الفاظ میں

غزوۂ حنین کا واقعہ تو آپ صریح اور عجیب و غریب نشان آسمانی نصرت و امداد کا ہے جس کا اقرار سخت معاند دشمنوں کو کرنا پڑا ہے۔

فتح مکہ کے بعد فوراً آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن و ثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکر جرار تیار کر کے بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ دس ہزار مہاجرین و انصار کی فوج کو ساتھ لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لیے مدینے

سے ہمراہ آئی تھی طائف کی طرف کوچ کر دیا دو ہزار طلقا بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان جہاد میں نکلے۔ یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اُٹھے کہ (جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت ہمیشہ غالب رہے تو) آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں۔

یہ جملہ مردان توحید کی زبان سے نکلنا بارگاہ احدیت میں ناپسند ہوا، ابھی مکے سے تھوڑی دُور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔

فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر کو کفن باندھ کر اور سب عورتوں بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ گھوڑے، مواشی اور گھروں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی کر کے اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔

ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادی حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ صحیحین[1] میں براء بن عازب کی روایت ہے کہ پہلے معرکے میں کفار کو ہزیمت ہوئی وہ بہت سامال چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ اس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ آن واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ اول طلقاء میں بھاگڑ پڑی

---

[1] عام تاریخوں اور آیت کے مفہوم سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ "اول وہلہ" (شبلی) ہی میں میدان خالی تھا۔ (ابن ہشام ۸۶/۴)

آخر سب کے پاؤں اکھڑ گئے زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی۔ حضور پر نور صلعم مع چند رفقا کے دشمنوں کے نرغے میں تھے۔ ابو بکرؓ، عمرؓ، عباسؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تقریباً ستر یا اسّی صحابہ بلکہ بعض اہل سیر کی تصریح کے مطابق کل دس نفوس قدسیہ اعشرہ کاملہ میدان جنگ میں باقی رہ گئے جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔

آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ عباسؓ ایک رکاب اور ابو سفیان بن الحارثؓ دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے۔ ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ ساتھی منتشر ہو چکے ہیں۔ مگر رفیق اعلیٰ آپ کے ساتھ ہے۔ ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ پر اور آپ کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچتا ہے۔ جدھر سے ہوازن و ثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ کی سواری کا منہ اس وقت بھی اسی طرف ہے اور اُدھر ہی آگے بڑھنے کے لیے مہمیز کر رہے ہیں۔ دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغناء و اطمینان کے ساتھ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب ‌ ‌ ‌ ‌ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

جاری ہے۔ یعنی

بے شک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبد المطلب کی اولاد ہوں۔

اسی حالت میں آپ نے صحابہ کو آواز دی۔

لہ ابن سعد ج ۴ ص ۸۶

"اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَیَّ —— اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ"

"خدا کے بندو ادھر آؤ! یہاں آؤ! کہ میں خدا کا رسول ہوں"

پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباسؓ نے (جو نہایت جہیر الصوت تھے) اصحابِ سُمرہ کو پکارا جنھوں نے درخت کے نیچے حضور کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔ آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ بھاگنے والوں نے سواریوں کا رخ میدانِ جنگ کی طرف پھیر دیا۔ جس کے اونٹ نے رُخ بدلنے میں دیر کی وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کود پڑا اور سواری چھوڑ کر حضور کی طرف لوٹا۔

اسی اثنا میں حضور نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر لشکرِ کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑیں۔ ادھر حق تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں جن کا نزول غیر مرئی طور پر مسلمانوں کی تقویت وہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا۔ پھر کیا تھا کفار کنکریوں کے اثر سے آنکھیں ملتے رہے۔ جو مسلمان قریب تھے انھوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ آناً فاناً میں مطلع صاف ہو گیا۔ بہت سے بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر حضور کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ لڑائی ختم ہو چکی۔ ہزاروں قیدی آپ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں اور مالِ غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔[1]

"فَسُبْحَانَ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ"

اس طرح کافروں کو دنیا میں سزا دی گئی"۔

(ص ۲۴۶ : ۲۴۷)

---

[1] ابن سعد ج ۴ ص ۸۶

حضرت مولانا فرمان علی مرحوم نے آیت پر تفسیری خلاصہ لکھا ہے

"مکہ اور طائف کے درمیان ایک میدان کا نام حنین ہے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت رسولؐ کو یہ خبر ملی کہ ہوازن و ثقیف کے عرب کفار مسلمانوں سے لڑنے کے واسطے حنین میں لشکر جمع کر رہے ہیں آپ نے بھی دس ہزار مہاجرین و انصار اور دو ہزار مکے کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر ان پر چڑھائی کی کفار کی طرف عورتوں بچوں، اسباب جانوروں کے علاوہ لڑنے والے چار ہزار آدمی تھے اور ان کا سردار مالک بن عوف نصری تھا، حضرت ابوبکر کو اپنی کثرت، کفار کی قلت پر بڑا غرہ تھا کہ یہاں توکل کے خلاف خدا کو برا معلوم ہوا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ جب دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا تو کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمان لوٹ میں مشغول ہوئے اس پر کفار کو غیرت آئی۔ ایک نے دوسرے کو کہا جاتے کہاں ہو۔ تمہاری عورتوں کو مسلمان قید کر رہے ہیں اور پھر کبھی نہ چھوڑیں گے۔ بس کہ سب کے سب ایکبارگی پلٹ پڑے مسلمان لوٹ میں مشغول تھے اچانک جو ان پر حملہ ہو گیا تو گھبرا گئے اور سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے صرف دس آدمی حضرت رسولؐ کے پاس رہ گئے تھے:

حضرت علیؑ، عباسؓ، ابوسفیانؓ[1]، نوفل، فضل بن عباسؓ، ربیعہ، عبداللہ بن زبیر، عتبہ، معتب پسران ابولہب[2]۔ اس میں حضرت علیؑ حضرت رسولؐ کے آگے علم لیے جہاد کر رہے تھے اور فضل و عباس داہنے بائیں تھے۔

رسول اللہؐ نے بھاگنے والوں کو بہتیرا پکارا مگر کسی نے ایک نہ سنی

---

[1] ابوسفیان کہہ رہا تھا اب یہ مسلمان سمندر تک نہ رکتے نہیں۔ ابن سعد ج ۴ ص ۸۲ ۔ یہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب تھے نہ کہ ابوسفیان بن حرب [2] یعقوبی ۲/۴۷

آخر حضرت عباس جو ایک بہت بلند آواز آدمی تھے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے اور حکم رسول سے آواز دینے لگے۔

اے خدا کے بندو! ارے اے بیعت رضوان کرنے والے، اے سورۂ بقر کے اصحابو! ارے کہاں جاتے ہو؟ رسول اللہ صؐ یہاں تنہا ہیں۔ پلٹو، پھرو۔ جان نہ چراؤ کچھ تو بیعت کا خیال کرو۔ غرض یہ آواز سنتے ہی سب کے سب پلٹے اور دوبارہ کفار پر حملہ آور ہوئے۔

آنحضرتؐ نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی اور ان پر بددعا کی فرشتے بھی مدد کو آموجود ہوئے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ چھ ہزار عورتیں بچے اور مرد قیدی بنائے۔ ۲۴ ہزار اونٹ، چار ہزار گائیں اور ۴۰ ہزار سے زیادہ بکریاں اور دنبے غنیمت میں ہاتھ لگے۔"

(ص ۳۰۲)

حنین کی جنگ تفصیل طلب ہے لیکن مذکورہ بالا بیانات اپنی جامعیت کی بنا پر بڑی حد تک کافی ہیں۔ صرف دو تین باتیں تسلسل کے لیے لکھنا ہیں۔

مسلمانوں کا آخری حملہ تاریخی حملہ تھا۔ دشمن کی کامیابی ناکامی سے بدل گئی، درید بن صمہ جیسے مشہور شاعر و معمر مشیر کی بات ٹھیک نکلی عورتیں اور بچے وبال بن گئے، لوگ بھاگے مگر اوطاس میں پھر رک گئے۔ آسمانی امداد اور رسول اللہ کی ہمت نے وہاں بھی فتح پائی۔ درید سو برس کا بوڑھا مارا گیا۔

جنگِ طائف

فوج کا سپہ سالار اعظم مالک بن عوف نصری وہاں سے بھاگ کر طائف میں قلعہ بند ہوا، قلعۂ طائف رسد، مضبوطی اور جنگی لحاظ سے محفوظ ترین مقام تھا۔ اہل طائف قلعہ شکن آلات کے جواب جانتے تھے۔ لشکر اسلام نے قلعہ شکن آلات لیے۔

لہ ابن ہشام ۴/۱۳۶ بھی مالک بعد میں مکے میں پہنچ کر اسلام لایا۔

لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ رسول اللہؐ نے اعلان فرمادیا کہ قلعہ نشینوں میں سے جو غلام ہمارے یہاں آجائے گا وہ آزاد ہوگا! اعلان کے نتیجہ میں بیس غلام بھاگ آئے ان مفرورین کی وجہ سے بہت سے راز فاش ہوئے۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو شہر کے بیرونی مندروں اور بتوں کی تباہی کا حکم دے دیا۔ ثقیف وہوازن کے جو افراد قلعہ سے باہر تھے وہ مسلمان ہوگئے رسانھیوں کی نیتیں خراب تھیں۔ محصورین کے مسلمان ہونے کا یقین تھا، اس لیے محاصرہ اٹھالیا اور جعرانہ میں آکر فقراء و مساکین کے علاوہ نومسلم مکیوں کو مال غنیمت سے مالامال فرمادیا۔ یہ نومسلم اور مذبذب افراد مولفۃ القلوب کہلائے کہ اس بہانے ان لوگوں کی ریشہ دوانیاں ختم ہوجائیں۔[1]

انصار نے مہاجرین کو مالامال دیکھا۔ جنگ کی زحمتوں کا دبا دی صلہ غیروں کو ملا، نوجوانوں نے چہ می گوئیاں کیں، رسول اللہؐ نے انصار کو جمع کیا۔ بزرگوں نے شرمندگی و معذرت کی۔ آپ نے محبتانہ انداز میں آفرین کہی اور فرمایا:

سوچو! تم گمراہ تھے میری وجہ سے ہدایت پائی۔ تم فقیر تھے۔ اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں دولت مند کیا۔ تم آپس میں دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں کو محبت کے رشتوں سے استوار کیا؟

لوگ گردنیں جھکائے بیٹھے تھے اور ہر بات کے جواب میں اقرار کرتے جاتے تھے ــــ

آپؐ نے پھر فرمایا:

تمہیں حق ہے، کہو!

آپ ہمارے شہر میں آئے تھے تو آپ کی قوم آپ کو جھٹلا رہی تھی، ہم نے تصدیق کی۔ جب لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اس وقت ہم نے آپ کی مدد کی آپ بے وطن تھے ہم نے آپ کو پناہ دی!

---

[1] بدو عرب اور آپ کے ساتھیوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ بڑی بے ادبی کی اور صرف مال غنیمت سے پیے دیکھو ابن ہشام ۴/۱۳۷

یہ جملے ابھی تمام نہیں ہوئے تھے کہ مجمع سے گریہ و بکا کا ہنگامہ برپا ہو گیا ــــــ لوگ تڑپ تڑپ کر معافیاں مانگ رہے تھے۔ ہر ایک عرض کرتا تھا "یا رسول اللہؐ ہم آپ کے ہر فیصلے پر راضی ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا: ہاں ہاں میں مانتا ہوں، مجھے[1] معلوم ہے کہ تم مجھے چاہتے ہو۔"

اس کے بعد یہ فرمایا: اچھا یہ کہو! تم اس پر خوش ہو کہ مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ یا نہیں دیکھو، یہ لوگ مال لے کر جائیں گے اور تم محمدؐ کو۔

انصار کی باچھیں کھل گئیں، آنسو پونچھ گئے آپ نے سب کو دعا دی اور مجمع منتشر ہو گیا۔

ابوسفیان کا حصہ

مال غنیمت کے حصہ داروں کی تفصیل تو ابن ہشام[2] و طبری نے لکھی ہی ہے مولانا شبلی نے بھی ایک گوشوارہ دیا ہے جس میں سب سے بڑا حصہ ابوسفیان کے نام ہے یعنی اس کے سب ملا کر تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی (ایک اوقیہ تقریباً ساڑھے دس تولے کا)۔

قیدیوں کی رہائی

زمانۂ جنگ میں جو عورتیں قید ہوئی تھیں ان میں سے ایک عورت نے مسلمان سپاہی سے کہا۔

"میں تمہارے نبی کی بہن ہوں"

وہ مسلمان کانپ گیا۔ اس معظمہ کو آنحضرتؐ کے حضور میں لایا۔ حضرتؐ نے تفصیلی بیان لیا تو معلوم ہوا کہ ہاں یہ حلیمہ کی صاحبزادی شیما ہیں۔ شیما نے کہا۔

> یہ محبوس و اسیر عورتیں آپ کی خالائیں، بہنیں اور پھوپھیاں ہیں، خدا کی قسم اگر کسی عرب بادشاہ نے ہماری کسی عورت کا دودھ پیا ہوتا تو ہم نہال ہو جاتے مگر آج بھی ہم ناامید نہیں ہیں۔"

حضورؐ نے بڑھ کر اپنی ردائے مبارک بچھا دی۔ فرمایا ــــ شیما گھبراؤ نہیں، اولاد عبدالمطلب

---

[1] ابن ہشام ۴/۱۴۲ [2] ابن ہشام ۴/۱۳۷

کا حصہ نہیں دے دیا گیا ہے ــــــ

ظہر کی نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں سے خود درخواست فرمائی۔ اشارے کی دیر تھی

کہ ہزاروں قیدی آزاد تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

تاریخ عالم گواہ ہے، بے شمار فاتح گذرے، ان گنت قیدی غلام بنائے گئے۔ بہت سے دریا دل،

فراخ حوصلہ بادشاہوں نے اسیروں کو رہا بھی کیا ہے مگر اس بابرکت آزادی کی مثال کہاں؟

شیما نے دودھ پلائی کا عوض نہیں مانگا۔ شیما نے دیکھا تھا کہ ان کی ماں حلیمہ کو عبدالمطلب نے

اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر انعام دیا۔ دنیا کا کوئی بادشاہ، عرب کا کوئی سردار اپنے خلاف بغاوت کے

الزام میں گرفتار شدہ آدمیوں کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ آنحضرتؐ نے خلاف دستور ان کو معاف ہی نہیں

کیا بلکہ ان کے صدقے میں دوسروں کو بھی آزاد کرا کے آزادی و انسان نوازی کا عظیم کارنامہ انجام

دے کر فتح مکہ و فتح حنین کو تاریخ عالم کا ایک مثالی باب بنا دیا:

زمانے کا فاتح مدینے کا ساکن

سُنا کر خدا کا پیام آ رہا ہے

ولادت گاہ، و پرورش کدہ، مکہ و طائف کو مسلمان کر کے مرکز دعوت و تبلیغ میں واپس تشریف

لائے۔ مدینے کی فضا تین مہینے کے بعد پھر جمال جہاں آرائے نبوت سے رشک جنت بنی۔ انصار نے

حق نصرت ادا کیا اور خدا کی امانت کو پھر اپنی سرزمین پر لے آئے۔

جبرئیل نے آکر مژدہ دیا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ

فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ

كَانَ تَوَّابًا ۝

حضرت ابراہیم کی ولادت و وفات

ذی الحجہ ۸ھ مئی ۶۳۰ء ماریہ قبطیہ (مشربۂ ابراہیم) میں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن مبارک سے ایک فرزند متولد ہوئے۔ ابورافع کی اہلیہ نے ابتدائی خدمت انجام دی۔ ابورافع نے مژدۂ ولادت سنایا اور ایک غلام انعام میں حاصل کیا۔ جن کا نام حضرت خلیل اللہ کے نام پر ابراہیم رکھا تاکہ فتح مکہ کی یادگار رہے۔ ساتویں دن عقیقہ فرمایا۔ بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ دی لیکن خدا کی مرضی یہ تھی کہ نسل پیغمبر فاطمہ زہرا ہی کی نسل مبارک قرار پائے۔ چنانچہ ابراہیم سال سوا سال کے بعد ۲۹۔ شوال ۱۰ھ (۶۳۱ء) میں وفات پا گئے۔

نزع کی حالت میں سرکار دوعالم[1] نے بے چین ہو کر بچے کو آغوش میں لے لیا۔ جب ابراہیم جان بحق ہوئے تو آنحضرت روئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا۔ "ہاں اولاد کا غم آنسوؤں ہی سے رلاتا ہے اس پر روکنا کیسا؟"

فضل بن عباس اور اسامہ نے قبر میں اتارا۔ عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس قبر بنی۔ آنحضرتؐ نے دفن کے وقت سرہانے کھڑے ہو کر اشک افشانی فرمائی اور حکم دیا کہ قبر پر پانی چھڑکو ——!

وفات کے روز آسمان کے سب سے زیادہ روشن سیارۂ عالم کو تابناک کرنے والے ستارے آفتاب جہاں تاب نے سیاہ لباس پہن کر گہن کی حالت اختیار کر لی (انڈین کلنڈر از سیول مطبوعہ لندن ۱۸۹۶ء سے اس کی تصدیق ہوتی ہے) حضرت ابراہیم کی وفات نے آنحضرتؐ کو بے حد غمگین کیا۔ مدتوں سوگ نشین رہے بعض مردوں اور عورتوں نے ولی عہد نبی کی وفات پر کسی قدر اطمینان بھی حاصل کیا۔

---

[1] دیکھیے سیرۃ قرآنیہ سیدنا رسول عربی م از محمد اجمل خان طبع دہلی ۱۹۵۶ء ص ۵۲۲ خصوصاً ص ۲۲۴ نیز یعقوبی ۷۰، حیاۃ محمد ترجمہ ابویحییٰ ۶۶۷

اسلام اور عیسائی

مشرکین یہود اور نصرانی ہی تین بڑے مذہب تھے جن سے اسلامی دعوت کا مقابلہ تھا۔ آپؐ نے دس سال تک مشرکین کے ساتھ رہ کر سمجھا دیا کہ ان کی عقلوں پر پتھر پڑے ہیں۔ دین سے بے بہرہ اخلاق سے بیگانہ، دستور افہام وتفہیم سے اجنبی ہیں۔ یہ لوگ نہ کوئی منطقی اصول مانتے ہیں نہ انسانی ضابطوں کے قائل ہیں۔

مدینے اور اس کے آس پاس یہودی آبادیاں تھیں۔ ہجرت کے بعد توقع تھی کہ شاید یہ لوگ استدلال واصول سے بات کریں گے مگر وہ ان سے زیادہ خستہ٘ بیز ستم نکلے۔ آخر تلوار اٹھانا پڑی۔ مشرکوں نے زور بازو آزمالیا۔ یہودیوں نے سازشوں اور سرمائے کی طاقتوں کا حشر دیکھ لیا۔

عیسائی رومی حکومت کی طاقت، ہمسایہ ریاستوں کے بل بوتے پر فساد کر سکتے تھے مگر سیرت وتاریخ میں ان کے فساد پسند افراد کی وہ داستانیں نہیں ملتیں جن سے بنی نصیر و بنی امیہ و قریش کی تاریخ رنگین ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنی دعوت میں کسی مذہب کو خصوصی نشانہ نہیں بنایا۔ کسی مذہب کے مزعومات کا مذاق نہیں اڑایا۔ صرف خصوصیات توحید بیان کیے۔ یہود ونصاریٰ سے کہا :

"تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ"

آؤ ہم تم اس مشترک نقطۂ توحید پر متفق ہو جائیں اور اللہ کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کریں۔"

یہود نے بات سننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کی تاریخ دُہرائی۔ پرانی سزائیں یاد دلائیں مگر سب بے سُود تھا۔ خیبر کی لڑائی کے بعد انھیں آرام مل گیا۔

عیسائی اپنی دینی تعلیمات، تہذیب اور اخلاق کی وجہ سے ذرا نرم مزاج تھے۔ اس مذہب کے پرستار، فلسطین و شام سے لے کر افغانستان و ایران، جنوب میں ہند و چین تک پھیلے ہوئے تھے۔ عرب میں نجران اور یمن ان کے مضبوط مرکز تھے۔ حیرہ کے غسانی امیر بھی عیسائی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان سب مرکزوں کے پیشوا، تجرد پسند، تارک الدنیا گوشہ نشین ہوا کرتے تھے لیکن اقتدار بہر حال اقتدار ہے۔ آپس کے تصادم، درمیانی اختلافات، تعلیم دین کے مختلف اصولوں نے انھیں وہم و رسم و رواج کا اسیر کر رکھا تھا۔

اسلام نے ان کے عقیدہ تثلیث، فرزندی عیسیٰ، روح اللہ کو سولی دیے جانے کے عقیدے کی رد کی مگر انھیں دور کرنے کے بجائے گلے لگایا، اور کہا:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (۸۲ پ ۶)	یہودیوں اور مشرکوں کو مومنوں کا سب سے بڑا دشمن پاؤ گے۔ اور ایمان لانے والوں سے محبت کے لیے پیش دستی کرنے والوں میں وہ لوگ زیادہ آگے ہیں جو اپنے تئیں "نصاریٰ" کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے یہاں "قسیس" "رہبان" ہیں اور یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

بسا اوقات قرآن کی آیات سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ہیں:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ — رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ	اور جب رسول پر نازل شدہ وحی سنتے ہیں تو ان کی آنکھیں اشک افشانی کرتی نظر آتی ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچانا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں — پروردگارا ہم ایمان لے آئے۔ ہمیں اپنے گواہوں میں شامل کر لے اور آخر اللہ اور اپنے پاس آئے ہوئے

الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (سورۃ المائدہ)	پیغام حق پر ایمان کیوں نہ لائیں ہم تو نیک عمل لوگوں میں شامل ہونے کی تمنا رکھتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے سب سے پہلے حبش کے عیسائیوں کو دعوت دی تھی۔ مسلمانوں کا پہلا مہاجر دستہ نصرانیوں کا مہمان ہوا تھا۔ حاکم حبشہ نے ان بے وطنوں کی پذیرائی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ مسلمان داعی نے دربار عام میں کہا تھا:

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ (النساء ۱۷۱)	عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور کلمۂ الٰہی ہیں۔ اللہ نے آپ کو مریم کے سپرد کیا۔ وہ روح اللہ تھے اس لیے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور تثلیث کہنا چھوڑ دو۔

حبشہ میں مسلمانوں کے خیر مقدم کے بعد، پادریوں نے مخالفانہ سرگرمی شروع کر دیں۔ ادھر ۶۱۴ء کے بعد رومیوں کو شام و مصر وغیرہ میں شکست ہوئی۔ عربوں نے اس فتح کو اسلام کی شکست کا پیش خیمہ سمجھا۔ لوگ سمجھ رہے تھے مسلمان عیسائیوں کے دوست ہیں۔ رومیوں کی شکست سے انھیں دکھ ہوا ہوگا۔ مشرکین مکہ کھلم کھلا مسلمانوں کو طعنے دینے لگے تو قرآن مجید نے کہا:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ (پ ۲۱، سورۃ الروم)	رومی قریب ترین علاقے میں شکست کھا گئے۔ لیکن اس کے چند ہی سال بعد انھیں فتح ہو گی۔ سارے معاملات اول و آخر اللہ ہی کے قبضے میں ہیں ــ اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد پر۔ وہ صاحب قدرت رحم ہے جس کی چاہے مدد کرتا ہے۔

خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیشین گوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گذرنے پر) عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین پر فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے مجوسیوں پر غالب فرمایا" —— (حاشیہ شبیر احمد عثمانی ص ۵۲۴)

ہجرت سے پہلے نجران کے چند نصرانی اسلام لا چکے تھے اور اب تک اہل نجران نے کوئی فساد انگیزی بھی نہیں کی۔ ۶ھ میں جو آنحضرتؐ نے سفارتی پیغام بھیجے ان میں حاکم مصر، حاکم حبشہ، ہرکلیوس (ہرقل)، قیصر روم کے نام بھی الگ الگ منشور امن و دعوت نامہ ہائے ایمان روانہ ہوئے تھے۔ تینوں جگہ کی سفارتیں کامیاب ہوئیں۔

ہرقل نے دحیہ کلبیؓ کی واپسی کے بعد شاہانہ اقتدار پرستی سے متاثر ہو کر فاتح ایران ہونے کی حیثیت میں عرب کی سلطنت کا اضافہ چاہا۔ ہوس اقتدار نے ہرکلیوس کو اندھا کر دیا۔

غسّانیوں کا مذہب بھی نصرانیت تھا۔ رومیوں سے نیاز مندانہ روابط، عربوں سے حاکمانہ روابط بھی تھے۔ بہرا، وائل، بکر، لخم، جذام و عاملہ کے قبیلے ان کے فرماں بردار تھے۔ غسّانی سرداروں نے محسوس کیا موقع ہاتھ سے نکل رہا ہے اسی وقت ان لوگوں کا مقابلہ کر لینا چاہیے کہیں یہ نہ ہو کہ اسلام کا بڑھتا وقار ہمارے مذہب کی لُٹیا ڈبو دے۔

آنحضرتؐ نے حارث بن عمیر ازدی کو حاکم بصریٰ کے یہاں سفارت و پیغام رسانی کے لیے بھیجا تھا۔ حارث موتہ میں پہنچے تو شرجیل بن عمرو غسانی نے گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ جاہ پرستی کی انتہا تھی۔ اخلاق شکنی کا یہ مظاہرہ ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ مسلمان سر بکف میدان میں آئے اور دشمن کو میدان چھوڑنا پڑا۔ معرکۂ موتہ کے بعد بیزنطینیوں کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ مدینہ میں روز خبریں آتی تھیں رُومی آ گئے، بیزنطینی مدینے پر حملے کے لیے تلے بیٹھے ہیں۔

جنگ تبوک

قحط کے دن، طائف کی تھکی ہُوئی فوجیں، گرمی کا زمانہ، رومیوں سے مقابلہ، خالی ہاتھ انصار، گومگو کی حالت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

تیاری کا حکم دے دیا۔ منافقوں نے خفیہ سازشوں کا جال بچھا دیا۔ مخلص جان نثاروں نے جو ہو سکتا تھا اخراجات جنگ کے لیے نذر کر دیا۔ عورتوں نے اپنے زیور اتار اتار کر حاضر کیے، بے سواری مسلمانوں نے پیدل دستے میں نام لکھوا دیے۔ حضورؐ نے سفر و مشکلات کے پیش نظر فرمایا۔

"پیدل سپاہی مدینہ ہی میں رہیں گے"

شوق جہاد سے بے چین مسلمان مایوس و اشک افشاں بارگاہ سے اٹھ کر چلے، جبرئیل نے عرش چھوڑا آیت اتری :

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ۝٩٢ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝٩٣

(التوبہ)

ان لوگوں پر بھی کوئی الزام نہیں جو تم سے سواری کا سوال کرنے آئے تھے اور تم نے کہا میرے پاس تمہاری سواری کا انتظام نہیں یہ لوگ واپس ہوئے تو تہی مائگی سے مجبور و غمگین روتے ہوئے پلٹ گئے۔ مجرم تو وہ لوگ ہیں جو ہیں تو صاحب ثروت مگر میدان میں جانے سے معذرت کر رہے ہیں انہیں مقیم عورتوں کے ساتھ رہنا ہی پسند ہے ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے کوئی بات نہیں جانتے۔

آیت سن کر بعض لوگوں نے کچھ سامان اور سواریاں پیش کیں۔ تاکہ حسرت زدہ دل مسوس کر نہ رہ جائیں۔

کچھ لوگ آئے اور "لَا تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ" ـــــ گرمی میں نہ نکلو ـــــ سن کر نئی بات عرض کی :

"حضور، سفر طولانی ہے اگر ہم مہم پر چلے جائیں تو کمبخت بنی طے ہمارا سب کچھ لوٹ لے جائیں گے۔ اگر اس مرتبہ معاف فرما دیں

تو بہتر ہے"

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کچھ صحرا نشین معذرت کے لیے آئے بعض لوگ جو منکر خدا و رسول تھے وہ یونہی بیٹھ گئے ان کافروں پر تو بہت سخت عذاب ہو گا۔ کمزور، مریض اور اخراجات سفر نہ رکھنے والوں پر کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ اللہ و رسول سے خلوص رکھتے ہیں۔ یونہی احسان کرنے والے بھی معاف ہیں اور اللہ تو ہے ہی غفور و رحیم۔

کچھ لوگوں نے کہا، حضور سامان کم ہے۔ مقابلہ میں تجربہ کار فوجیں اور عظیم الشان سلطنت ہے۔ ہماری مالی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے، وحی ہوئی:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ الخ ۴۱

نہتے اور بے سروسامان ہو یا مسلح، بہرحال آگے بڑھو اپنے مال و جان سے راہ خدا میں جہاد کرو اگر تمھاری سمجھ میں آجائے تو یہی بہتر ہے

اگر کوئی فوری فائدہ اور قریب کا سفر ہوتا تو یہ لوگ تمھارے پیچھے ہو لیتے لیکن انھیں یہ طولانی سفر کھل رہا ہے۔ اب قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں سکت ہوتی تو تمھارے ساتھ ضرور چلتے۔ قسمیں کھا کر بلا سبب اپنی جان پر کھیل رہے ہیں، اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔" ۴۲

آپ نے بہت سے لوگوں کو صاف صاف منع فرما دیا۔ تمھارے جانے کی ضرورت نہیں بہتر

یہی ہے کہ مدینہ میں رہو۔ دیکھیں تو تمہارے ارادے کیا ہیں! قرآن مجید نے اس اجازت کو برمحل قرار دیا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۴۳

خدا تم سے درگزر فرمائے، انھیں تم نے مدینے میں رہنے کی اجازت ہی کیوں دے دی ذرا ان میں سچے جھوٹے تو کھلتے۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝۴۴

اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے آپ سے اس بات کی اجازت لینے نہیں آئیں گے کہ اپنے جان مال سے (خدمت دین) جہاد کریں۔ اللہ متقی لوگوں سے باخبر ہے۔

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝۴۵

جو لوگ اجازت مانگنے آتے ہیں وہ نہ اللہ پر ایمان لائے ہیں نہ قیامت پر۔ ان کے دل شک میں مبتلا اور یہ لوگ اپنے وہم ہی اُلجھے ہوئے ہیں۔

بڑی حیص بیص، عجیب وغریب سوال و جواب، نئی نئی بحثوں کے بعد تقریباً تیس ہزار کا قافلہ تیار ہوا۔ حضور خود بہ نفس نفیس سفر کے لیے کمربستہ تھے۔

موسیٰ ؑ و ہارونؑ، محمدؐ و علیؑ

آپ نے خلاف دستور تمام ازواج کو مدینے میں رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔ ایک طرف منافقوں کا خطرہ، دوسری طرف ازواج گرامی کا قیام، تقریباً بالکل وہی حالات تھے جو ہجرت مکہ کے وقت تھے۔ اس لیے قوت بازو، پروردۂ آغوش مجاہد اول وغازی بے مثال، جانشین حقیقی علیؑ کو طلب فرمایا۔ شہر اور شہر والوں کے بارے میں ضروری باتیں کہہ کر رخصت ہوئے۔

علی بن ابی طالب کے لیے یہ پہلی جنگ تھی جس میں رسول اللہؐ نے آپ کو روکا، آنحضرتؐ

نے چہرے کا رنگ دیکھ کر فرمایا :

علی! تم تو میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ" ہاں میرے بعد نبی نہ ہوگا۔ گویا جس طرح موسیٰؑ کے بعد ہارون ہادی اُمت تھے اسی طرح میرے بعد تم رہنمائے عالم ہو گے ۔

رحمتؐ عالم کی رہنمائی، اسلامی پرچم کے سایے میں لشکر بحر بے پایاں کی شکل میں رواں ہوا۔ جدا جدا قبیلے، الگ الگ سردار، کوئی جوش جہاد میں مدہوش، کوئی قیادت رسالت مآبؐ پر نازاں، راستے میں عبرت خیز مقامات آئے۔ الحجر میں ثمود کے کھنڈر دیکھے۔ حکم تھا کہ یہاں نہ پانی پینا نہ وضو کرنا۔ خبردار کوئی تنہا نہ نکلے۔ گویا لشکر طالوت کا واقعہ دہرایا گیا :

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ : إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا	جب طالوت لشکر لے کر روانہ ہوئے تو فرمایا: اللہ تمھیں ایک نہر سے آزمائے گا جس نے اس سے پانی پی لیا وہ میرا ساتھی نہیں اور جس نے نہ پیا وہ میرا ساتھی ہے ہاں اس کی اجازت ہے کہ ایک چلّو بھر لو۔ لیکن سوائے چند آدمیوں کے سب نے پانی پی لیا ۔

حضرت ابوذرؓ کا کمال ایمان

قبیلۂ غفار کا نوجوان ابوذرؓ بھی ہم رکاب تھا۔ قافلہ منزل کر کے جو آگے بڑھا تو کسی نے عرض کی "یا رسول اللہؐ ابوذر پیچھے رہ گئے۔ ان کا اونٹ آگے نہیں بڑھتا" —— آپ نے اظہار شان ابوذر کے لیے فرمایا۔ "رہنے دو، اگر صاحب خلوص ہے تو آ جائے گا"

ابوذر کا یہ عالم کہ بے چین ہو ہو کر اونٹ کو ہنکاتے تھے، جب دیکھا کہ ناقہ قابو میں نہیں آتا تو سامان اتارا، خود اٹھائے، ضروری چیزیں کاندھے پر رکھ اور پیدل چل کھڑے ہوئے،

لہ بخاری ذکر تبوک

یہاں قافلے کی دوسری منزل تھی۔ کسی نے دیکھا، گرد کے دامن میں ایک شخص دوڑتا چلا آتا ہے، حضورؐ سے عرض کیا:

یا رسول اللہ، اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلُ یَمْشِیْ عَلَی الطَّرِیْقِ وَحْدَہٗ

یا رسول اللہ! کوئی آدمی اکیلا چلا آ رہا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا:

کُنْ اَبَا ذَرٍّ :

خدا کرے ابوذر ہو۔

لوگوں نے غور سے دیکھا تو چیخ اٹھے، وہ ابوذر آ گئے۔

آپ نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا ذَرٍّ یَمْشِیْ وَحْدَہٗ، وَیَمُوْتُ وَحْدَہٗ۔ وَیُبْعَثُ وَحْدَہٗ[1]

اللہ ابوذر پر رحمت فرمائے اکیلے سفر کر رہے ہیں، اکیلے وفات پائیں گے اکیلے اٹھائے جائیں گے۔

ایک مجاہد کا یہ عالم اور دوسرا منظر یہ ہے کہ بنی اشجع اور ان کے ساتھی آپس میں کہہ رہے تھے:

"کیا غضب کیا ہے، کم بخت رومی عربوں کی طرح نہیں لڑتے
کل ہم سب گرفتار و پابند سلاسل ہوں گے، دُرّے کھائیں گے۔"

رسول اللہؐ نے عمار بن یاسر کو بھیجا۔ عمارؓ انہیں پکڑ کر خدمتِ نبوی میں لائے تو کہنے لگے،

"ہم آپس میں یونہی باتیں کر رہے تھے۔"

وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ، لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ ۝۶۵ (التوبہ)

اب اگر ان سے پوچھو تو کہیں گے ہم تو باتیں اور مذاق کر رہے تھے۔

تم کہو! کیا اللہ، اس کی آیتوں اور رسول خدا کا مذاق اڑا رہے تھے۔ (پ ۱۰)

---

[1] ابن ہشام ۴/۱۶۷

تبوک؟ راستہ ختم ہوا۔ اور آخری منزل درب الحج کے ایک مشہور مقام "تبوک" پر نزدل اجلال ہوا۔ یاقوت حموی کہتا ہے — الحجر سے یہاں کا فاصلہ چار دن اور مدینے سے بارہ دن کا راستہ ہے" اس وقت بلاد عرب کے شمال سرحد کے واقع تھا، اس سے آگے بڑھیں تو بیزنطینی حکومت کی حد شروع ہوتی تھی۔ آج کل اس شہر میں دمشق و مدینہ کا درمیانی اسٹیشن ہے۔[1] رومی فوجوں نے میدان خالی کر رکھا تھا۔ حضورؐ نے دشمن کی غیر حاضری کو فال نیک سمجھا۔ کچھ دن قیام فرمایا۔ دوران قیام میں جرباء، اذرح کے سرداروں نے جزیہ منظور کیا۔ ایلہ کا حاکم حاضر دربار نبوی ہوا، معذرت کی، جزیہ قبول کیا اور یہ تحریر لے کر واپس ہوا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذِهٖ اَمَنَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِيُحَنَّةَ بْنِ رُؤْبَةَ وَاَهْلِ اَيْلَةَ

سُفُنُهُمْ وَسَيَّارَتُهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ: لَهُمْ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ

وَمَنْ كَانَ مَعَهُمْ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَاَهْلِ الْيَمَنِ، وَاَهْلِ الْبَحْرِ

فَمَنْ اَحْدَثَ مِنْهُمْ حَدَثًا فَاِنَّهٗ لَا يَحُوْلُ مَالُهٗ دُوْنَ نَفْسِهٖ وَاِنَّهٗ طَيِّبٌ لِمَنْ اَخَذَهٗ مِنَ النَّاسِ۔

بنام خدائے رحمان و رحیم

یہ امان نامہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے یُحنہ بن روبہ اور اہل ایلہ کو دیا گیا ہے۔

(۱) ان لوگوں کے جہاز اور سمندری یا میدانی قافلے اللہ اور محمد مصطفیٰؐ نبی اللہ کی حفاظت و حمایت میں ہوں گے۔

(۲) ان کے ساتھیوں میں شام، یمن اور بحیرہ احمر کے سب لوگ شامل ہیں۔

(۳) جو شخص ان سے پرخاش کرے گا وہ دولت کے ذریعے اپنی جان نہ بچا سکے گا۔

(۴) یہ لوگ عام آدمیوں سے جو ٹیکس وغیرہ لیں ان کا حق ہے۔

---

[1] دائرہ معارف اسلامی بر موقع ص ۱۳۱، جلد ۷ کراسہ ۲

"وَاَنَّهٗ لَا یَحِلُّ اَنْ یُّمْنَعُوْا مَآءً یَّرِدُوْنَهٗ وَلَا طَرِیْقًا یُّرِیْدُوْنَهٗ مِنْ بَرٍّ اَوْ بَحْرٍ" [1]

(۵) کسی چشمہ پر اترنے اور کسی شاہراہ پر چلنے سے انھیں روکا نہ جائے گا۔

ایلہ کا محلِ وقوع

بحیرۂ احمر کے کنارے مصر و وسطی عرب کا مرکزی و تجارتی شہر "ایلہ" اپنی عظمت کے لحاظ سے اس زمانے میں بنیادی شہر تھا۔ اس معاہدۂ امن و منشورِ دوستی کے بعد مشرکین و یہود و نصاریٰ کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔

دومۃ الجندل سے معاہدہ

اُکیدر بن عبدالملک، کندہ کا آدمی، دومہ کا حاکم اور قیصرِ روم کا تابع تھا۔ لیکن اسے بھی یہاں آکر جبین سائی کرنا پڑی۔

اب عیسائی طاقتیں ہتھیار ڈال چکی تھیں۔ نبطی و رومی سرحدیں بالکل مضبوط ہو گئیں یوحنّا کے نام کا منشور آنحضرت ﷺ کی گرم گستری و بلند نگاہی کا ایک ثبوت ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کے سر پر منڈلانے والے قبائل، سردار، علاقے، حکومتیں اور مذاہب اسلام و پیغمبرِ اسلام کی عظمت، حقانیت، قوت اور اعجاز کو مان چکے تھے۔

سرکارِ دوعالم نے کم و بیش دو ہفتے تبوک میں قیام فرمایا۔ دنیا کی عظیم سلطنت کی سرحد پر بیٹھ کر خداوندِ عالم کی توحید، دینِ حنیف کی تعلیمات، انسان دوستی، پیغاماتِ الٰہی کے اعلان فرما کر بیت الشرف کی طرف عنان توجہ موڑی۔

—————— (۵) ——————

اسلام کے ابتدائی عہد کی مسجدیں

اور مسجد ضرار کا انہدام

ہجرت کے وقت جب آنحضرتؐ محلہ بنی عوف میں تشریف فرما تھے تو نماز بھی یہیں ادا فرماتے تھے۔ حضورؐ کے مدینے جانے کے بعد مسلمانوں نے "قبا" میں مسجد تعمیر کر لی تھی۔ سرکار دو عالمؐ عموماً ہفتے کے دن یہاں تشریف لاتے اور نماز ادا فرما کر ان مخلصین کی ہمت و عزت افزائی فرماتے تھے۔ یہ اعزاز مسجد تبوک[1]۔ مسجد ثنیۃ مدران[2]۔ مسجد محلہ ذات الزراب[3]۔ مسجد اخضر[4]۔ مسجد ذات الخطمی[5]۔ مسجد بالاء[6]۔ مسجد طرف بتراء[7]۔ مسجد شق[8]۔ مسجد صعید[9]۔ مسجد وادی القری[10]۔ مسجد ذی الجیفہ[11]۔ مسجد صدر حوضی[12]۔ مسجد حجر[13]۔ مسجد مغعہ[14]۔ مسجد ذی مروہ[15]۔ مسجد فیفاء[16]۔ مسجد ذی خشب[17] کو حاصل ہوا۔

مسجد ضرار | بارہ تیرہ آدمیوں نے ابو عامر راہب خزرجی کے مشورے سے ایک اور مسجد بنا لی۔ ابو عامر آنحضرتؐ کی ہجرت سے پہلے خزرج میں معزز راہب کی حیثیت سے محترم سمجھا جاتا تھا۔ جب سرکار مدینہ یہاں تشریف لائے تو اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے بڑی بڑی بحثیں کیں۔ ایک دن ایسا زچ ہوا کہ حضور سے کہنے لگا:

"ہم میں جو شخص جھوٹا ہو، خدا اُسے غربت کی موت مارے"

حضورؐ نے "آمین" فرمایا:

اس کے بعد خزرج اور مدینے کے لوگوں کو ورغلانا چاہا۔ لیکن سچے مسلمان اس کے قابو میں نہ آئے۔ تو مکے چلا گیا۔ اور مشرکین مکہ کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ احد میں اسی کی شرارت سے حضورؐ کو زخم چشم پہنچا۔ اسی نے راستے میں گڑھے کھدوائے تھے جن میں حضورؐ کے

دندان مبارک شہید ہوئے۔ حنین کے بعد یہ سیاہ بخت شام چلا گیا اور وہاں سے منافقین مدینہ کو اکساتا رہا۔ آخر میں لکھا کہ میں قیصر روم کی فوجیں لے کر آ رہا ہوں۔ تم اس اس طرح مسجد تیار کرو۔ تبوک جاتے ہوئے "ذی اوان" میں حضورؐ نے نزول اجلاس فرمایا تو بانیان مسجد حاضر خدمت ہوئے اور مسجد میں تشریف لے چلنے کی درخواست کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مسافروں، اپاہجوں اور معذور لوگوں کے لیے یہ مسجد تعمیر کی ہے۔ حضورؐ نے مصروفیت کا عذر کر کے جانے سے انکار کر دیا۔ تبوک کا مسئلہ درپیش تھا آپ کے نزدیک اس وقت ان سے الجھنا تضیع اوقات تھا۔ واپس تشریف لائے تو حکم الٰہی ہوا۔ میرے نبی:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ

وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۰۷

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝۱۰۸

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا

جن لوگوں نے فقط ضد کفر اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور خدا اور رسول سے لڑنے والے کے لیے گھات کی غرض سے مسجد کی تعمیر کی ہے۔

وہ قسمیں کھا کر اپنی نیک نیتی جتلاتے ہیں خدا تو دیکھ رہا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

اس میں ہرگز نہ ٹھہرنا۔ جو مسجد روز اول ہی سے تقوے کی بنیادوں پر تعمیر ہوئی وہ تمہارے ٹھہرنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ اس میں طہارت پسند لوگ ہیں اور اللہ پاکیزہ لوگوں ہی سے محبت فرماتا ہے۔

بھلا جس کی تعمیر اللہ کے خوف اور رضا پر ہو وہ بہتر ہے یا وہ جس کی نیو ہی گرنے والی جگہ پر ہو کہ اس تعمیر کو جہنم کی آگ میں گرا دے اور اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں فرمائے گا۔

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۹ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّا اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۱۰

ان لوگوں کی یہ تعمیر اس وقت تک انھیں کھٹکتی رہے گی جب تک ان کے کلیجے نہ پھٹ جائیں اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

مشیت شناس پیغمبر نے اشارہ قدرت سے اس مکان کو گرانے کا حکم دے دیا۔ مالک بن دخشم اور معن بن عدی نے تعمیل حکم کر کے دشمنوں کے منصوبے خاک میں ملا دیے۔ ادھر ابو عامر قنسرین (شام)[1] میں غربت و تنہائی کی موت مر گیا۔

---

[1] حاشیہ شبیر احمد ص ۲۶۴ - السیرۃ: ابن ہشام ۴/ ۱۷۴

پرستارانِ رُوح اللہ کا مقابلہ

کعبہ عیسائیت کا وفد

نجرانیوں کا رُوحانی بھرم کھُل گیا

قرآن مجید نے عموماً نصرانیوں کو اچھے لفظوں سے یاد کیا ہے۔ ان کے مجموعی رجحانات اور اسلام سے ان کا رویہ مشرکین و یہود سے بہتر تھا۔ حبشہ سے یمن تک اور تبوک سے دومۃ الجندل تک کے پُرامن و خونی واقعات نے رُوح اللہ کے پرستاروں کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا قائل کر دیا تھا لیکن پاپائیت اور کلیسائی بالادستی کے تصوّر برتری نے نجرانیوں کو چھیڑا "اَنَا وَ لَا غَیرِی" اور "ہم چنیں ما دیگرے نیست" کے نشانہ سے اپنی رُوحانی عظمت اور علمی شان دکھانے کے لیے میدان میں آ گئے۔

نجران کی مذہبی و تاریخی اہمیت

مشرکوں نے خانہ کعبہ، یہودیوں نے قلعہ خیبر اور نصرانیوں نے کعبۂ نجران میں اپنے اڈے جما رکھے تھے۔ مذہبی جماعتوں کے ان مرکزوں کی وجہ سے حجاز میں کسی نئے مذہب کی کامیابی اسی وقت ممکن ہو سکتی تھی کہ یہ تینوں مرکز شکست کھا جاتے۔ فتح مکہ اور شکست خیبر کے بعد جہاں لات و منات کی بلندیاں خاک ہو گئیں وہاں اسرائیلی حقانیت کا دم نکل گیا۔

عیسائی رہنمایان مذہب نے دُور رہ کر یہ تماشہ دیکھے مگر اب وہ بھی لرزہ براندام تھے نجران عیسائیوں کا ایک قدیمی مسکن تھا، ۵۶۰ء میں "اصحاب اخدود" (سورۃ البروج) والے واقعہ میں ان

لوگوں کی ثابت قدمی نے عقیدتوں پر قبضہ کر لیا۔

کعبۂ نجران "مونوفیسیہ" فرقے[1] کے لوگوں نے بہت عرصہ پہلے یہاں ایک منتظم بالشان عمارت بنا کر کعبہ نام رکھ لیا تھا۔ یہ کعبہ تین سو کھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا اور بیت اللہ مکہ کی طرح اپنے حدود میں داخل ہونے والوں کے لیے حرم تھا۔ دو لاکھ سالانہ[2] کی دقفی آمدنی اور زائروں کے چڑھاوے اس کی جلالت کی ساکھ جمانے کے لیے کافی تھے۔

اعشٰے راس عہد کا شہرۂ آفاق شاعر) اسی معبد کے لیے بھجن لکھتا اور گاتا تھا۔ اسلامی عہد آغاز میں یہاں دینی مدرسے بھی تھے جن کا مدرس اعلیٰ اسقف اعظم ابوالحارثہ تھا۔ (طبقات ج ۱ ص ۸۴)

مکے سے سترا سی ۷۰/۸۰ میل دور، یمن کے راستے پر عیسائیوں کا یہ شہر کھنڈروں کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔

آغاز اسلام میں رومی سلطنت اس علاقے کی نگران تھی اور ابو حارثہ قیصر روم کی طرف سے یہاں کا لارڈ بشپ تھا۔ عبد المسیح، کوز، قیس، سید عاقب، ایہم نامی مذہبی علما تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	بنام خدائے رحمان و رحیم
مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اسقف نجران وَ اَهْلِ نجران	رسول خدا، محمدؐ کی طرف سے نجران کے بشپ اور شہریوں کے نام
اِنْ اَسْلَمْتُمْ۔ فَاِنِّیْٓ اَحْمَدُ اِلَیْكُمُ اللّٰهَ اِلٰهَ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ	اگر تم لوگ ہمارے ہم نوا ہو۔ تو میں تمہارے سامنے خدائے ابراہیم و اسحٰق و یعقوب (علیہم السلام) کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔
اَمَّا بَعْدُ: فَاِنِّیْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ۔ وَ اَدْعُوْكُمْ اِلٰی وِلَایَةِ اللّٰهِ مِنْ وِلَایَةِ	بندوں کی غلامی کے عوض عبادت خدا کے لیے دعوت دیتا ہوں اور انسانوں کی سرپرستی کے بدلے سرپرستی خدا کی طرف بلاتا

[1] طبیعت واحدہ کا قائل مسیحی۔ المنجد فی العلوم والادب ص ۲۲ ہ

[2] سیرۃ النبی حصہ اول مجلد دوم طبع ۱۳۷۵ھ ص ۹۴

العباد -

فَاِنْ اَبَیْتُمْ فَالْجِزْیَۃُ، فَاِنْ اَبَیْتُمْ فَقَدْ آذَنْتُکُمْ بِحَرْبٍ

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْہَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

(خاتم النبیین ص ۳۲۶ - الصبح الاعشی ج ۶ ص ۳۸۰)

ہوں۔

اگر تم اسے منظور نہ کرو تو "جزیہ" اور اگر یہ بھی ناقابل قبول ہے تو جنگ۔

آؤ، ہم سب اس مشترک بات پر جمع ہو جائیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو خدا نہ بنائیں گے ---- اگر اس سے بھی روگردانی کریں، تو کہہ دو گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں۔

خط پڑھ کر لوگوں نے مشورہ کیا اور طے پایا۔ چلیں چل کر کچھ بحث مباحثہ کریں ---- چنانچہ ابو حارثہ کی قیادت میں عاقب، سید، عبدالمسیح، کوز، قیس، ایہم۔ چھے آدمی زرق برق کپڑے پہنے، امارت کی شان اور عظمت کے پرچم اڑاتے مدینے پہنچے۔ حریر و دیبا کے جبّے، ان پر صلیبیں لٹکی ہوئی، سادہ مزاج مسلمانوں کو مرعوب کرنے کا تیور لیے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حبیبؐ خدا نے انتہائی بے تاثری ظاہر کرتے ہوئے ملاقات فرمائی۔

گفتگو شروع ہوئی تو وحی کے معجزانہ استدلال و توضیحات نے لاجواب کر دیا۔

ابو حارثہ سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی توضیح

آل عمران کے چوتھے پانچویں رکوع میں آنحضرتؐ کا پورا بیان موجود ہے۔ جس میں آپ نے ایک تمہید کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اسلامی عقیدے کی توضیح فرمائی:

"دیکھو! اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ اللہ

تم سے محبت کرے گا تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔ وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔
اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو .... اللہ نے آدم، نوح، اولادِ
آدم، نوح اولاد ابراہیم و اولاد عمران کو سارے جہان میں منتخب فرمایا ہے۔

... ...

ایک مرتبہ عمران کی اہلیہ نے کہا تھا: پروردگارا! میں نذر مانتی ہوں
کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اسے تیری راہ میں آزاد کروں گی۔ میری نذر
قبول فرما، کہ تو سمیع و علیم ہے۔

ولادت ہوئی تو انھوں نے پھر عرض کی:

پروردگارا، میرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی .... اور لڑکا لڑکی
جیسا نہیں ہوتا۔ میں نے اس کا نام مریمؑ رکھا ہے۔ اسے اور اس کی ذریت
کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ——

اللہ نے اس کو بہترین انداز میں قبول فرمایا۔ بہترین طریقے سے اسے
پروان چڑھایا۔ اور زکریاؑ نے اس کی تربیت کی۔

جب بھی زکریا محراب میں آئے تو ان کے پاس رزق رکھے دیکھتے۔
اور پوچھتے —— مریم! یہ کہاں سے آیا؟
مریم کہتی تھیں: —— اللہ کے یہاں سے۔ وہ جسے چاہتا ہے
بے حساب دیتا ہے۔

وہیں زکریاؑ نے دعا کی:

پالنے والے! اپنی بارگاہ سے مجھے بھی پاکیزہ اولاد مرحمت فرما۔
تو دعاؤں کو سنتا ہے۔

فرشتوں نے انھیں پکار کر کہا —— زکریا کھڑے نماز پڑھ رہے

تجھے —— بلاشبہ اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کی تصدیق کرے گا سردار اور تجرد پسند[1] ہوگا۔ صالحین میں سے نبی ہوگا۔"

زکریا نے عرض کی :

—— پروردگارا! میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ میری بیوی تو بانجھ ہے —— ارشاد ہوا :

ہاں جب اللہ چاہتا ہے تو یونہی ہوا کرتا ہے۔"

زکریا نے عرض کی :

"بار الہا! تو کوئی علامت و آیت بھی مجھے مرحمت فرما"

حکم ہوا :

تیرے لیے یہی آیت ہے کہ تین دن تک اشاروں کے علاوہ بات نہ کرنا اور اپنے پروردگار کو صبح و شام زیادہ سے زیادہ یاد کرتے رہنا۔

دوسرا واقعہ

ایک مرتبہ ملائکہ نے کہا :

اے مریم! اللہ نے تمہیں منتخب فرمایا، پاک قرار دیا اور سارے جہان کی عورتوں میں پسند فرمایا ہے۔ مریم! اپنے رب کی عبادت اور اس کے لیے سجدے اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔

یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کے انداز میں تمہارے پاس بھیجتے ہیں ورنہ تم اس وقت کہاں تھے جب کفالت مریم کے لیے قرعہ اندازی ہو رہی تھی یا جس وقت وہ آپس میں جھگڑا کر رہے تھے۔

---

[1] مریم کی غیر ازدواجی زندگی کے مقابلے میں حضرت یحییٰ کا مجرد رہنا معصوموں کے ایک تقابلی مطالعے کا بہترین اشارہ تھا۔ پھر بانجھ عورت کے بطن سے ولادت کا ذکر کر کے ایک دوسری قدرت خدا کو یاد دلایا گیا ہے۔ سبحان ربی العظیم وبحمدہ۔

اصل مسئلہ ملائکہ نے مریمؑ سے کہا :

اللہ تمہیں اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا - وہ دنیا و آخرت میں باوجاہت اور مقربین بارگاہِ خدا ہوگا -

وہ آغوش مادر اور بڑا ہونے پر لوگوں سے کلام کرے گا - اور صالحین سے ہوگا -

مریم نے کہا :

رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ

پالنے والے ! میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ مجھے کسی بشر نے ہاتھ بھی نہیں لگایا؟

قَالَ —— کہا :

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

اللہ جسے چاہتا ہے یونہی پیدا کرتا ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے "ہو جا" کہتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے -

اس کے بعد گیارہ آیتوں میں حضرت عیسیٰ کے فضائل انصارِ عیسیٰ کے حالات، روح اللہ کے صعود آسمان کا تذکرہ ہے - اور فیصلہ کن انداز میں ارشاد ہوا :

آخری بات اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۵۹ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا

اللہ کے لیے آدم کی مثال، آدمؑ کی سی ہے، کہ انھیں بھی مٹی سے پیدا کیا - اور کن کہا، آدم زندہ ہو گئے - حق تمہارے پروردگار کی بات ہے اس لیے

مِمَّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝	شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔
چیلنج فَمَنْ حَاجَّكَ	اس یقینی بات کے بعد اگر اس
فِيْهِ مِنْ بَعْدِ جَآءَكَ	سلسلے میں کوئی بحث و حجت کرے
مِنَ الْعِلْمِ ــــــ	تو کہہ دو ۔
فَقُلْ ــــ تَعَالَوْا	آؤ، ہم اور تم اپنے فرزندوں،
نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَ نَا	عورتوں اور جانوں کو لے آئیں۔
وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَ نَا وَ	پھر آپس میں ایک دوسرے کے
اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ	لیے بددعا کریں۔ اور جھوٹوں پر
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ	اللہ سے لعنت کی درخواست
اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝	کریں۔

مباہلہ روحانیت و صداقت، دین داری و حقانیت و خالص دینی زعامت و ریاست خدا پر اعتقاد اور غیر حق کی پرستاری معلوم کرنے کے لیے مباہلہ کا چیلنج صحیح طریق کار تھا:

ہجوم سادہ لوحی، پنبۂ گوش حریفاں ہے
وگرنہ خواب کی مضمر ہیں افسانے میں، تعبیریں (غالب)

یہودیوں کا دستور تھا کہ جب دو آدمیوں میں کسی بات پر اختلاف ہو جاتا، یا دو آدمی اپنی اپنی بات کو حق ثابت کرنا چاہتے تھے تو عزیز و گراں بہا چیز کی قربانی پیش کرتے تھے۔ اس قربانی کو قبولیت و عدم قبولیت کا فیصلہ ربی و کشیش کے ہاتھوں میں تھا۔

نصرانیوں کا عقیدہ تھا کہ نفرین، لعنت یا مذہبی پیشواؤں کی بددعا سے بچنا ضروری ہے ان کی بددعا پڑے نہیں پڑتی۔

لعنت و بددعا" سے خود کفار و مشرکین عرب بھی بچا کرتے تھے چنانچہ حضرت خبیب رض

کو مکیوں نے سولی دینا چاہی تو آپ نے ان پر لعنت کی۔ حاضرین نے بھاگنا شروع کیا جو باقی رہے انھوں نے ڈر کے مارے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ ابو سفیان نے اپنے بیٹے معاویہ کو زمین پر لٹا دیا تاکہ اس پر لعنت کا اثر نہ ہو[1]۔

قرآن مجید میں اسی بنا پر کافروں، منکروں، جھوٹوں پر بار بار "لعنت" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جب عام حالات میں "ملاعنہ" اتنی خطرناک بات تھی تو دعوی داران دیانت و ذمہ داران قیادت کے مباہلہ کا کیا نقشہ رہا ہوگا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں[2]:

"دعوتِ مباہلہ" سن کر وفد نجران نے مہلت لی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ آخر مجلس مشاورت میں ان کے ہوشمند تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا کہ اے گروہ انصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمدؐ نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیح کے متعلق انھوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں۔ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، کچھ بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں، پس ایک نبی سے مباہلہ و ملاعنہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ ان کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت یا عذاب الٰہی سے نہ بچے۔ اور پیغمبر کی لعنت کا اثر نسلوں تک پہنچ کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت ہم میں نہیں۔"

یہی تجویز پاس کر کے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔

اراکین مباہلہ

آپؐ حضرت حسنؓ و حسینؓ، فاطمہؓ، علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیے باہر تشریف لائے تھے یہ نورانی صورتیں دیکھ کر ان کے لاٹ پادری نے کہا کہ:

---

[1] آموزش اسلام ص ۳۲۷

[2] تفسیر و ترجمہ قرآن مجید ص ۷۴، ۷۵ مطابق تفسیر خازن طبع مصر ۱۳۴۵ھ ج ۱ ص ۲۱۶

ہیں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دُعا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے سرکا سکتی ہے ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو ورنہ ایک نصرانی زمین پر باقی نہ رہے گا۔

اسلام کی فتح

آخر انھوں نے مقابلہ چھوڑ کر جزیہ دینا قبول کیا، اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔

حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ

"اگر مباہلہ کرتے تو وادی آگ بن کر ان پر برستی اور خدا تعالیٰ نجران کا بالکل استیصال کر دیتا۔ ایک سال کے اندر اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے"

مولانا فرمان علی مرحوم نے آنحضرتؐ کی تشریف آوری کا نقشہ جلالین و بیضاوی کی روایت سے یوں قلمبند فرمایا ہے :

"آپ نے تڑکے حضرت سلمانؓ کو ایک سُرخ کمل اور چار لکڑیاں دے کر اس میدان میں ایک چھوٹا سا سائبان کھڑا کرنے کو روانہ کیا اور خود اس شان سے برآمد ہوئے کہ امام حسینؑ کو بغل (گود) میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ تھاما اور جناب سیدہ کو اپنے پیچھے لیا اور حضرت علی کو ان کے پیچھے —— خلاصہ یہ کہ اپنے بیٹوں کی جگہ اپنے نواسوں اور عورتوں کی جگہ اپنی صاحبزادی جناب فاطمہؑ کو اور اپنی جان کی جگہ حضرت علی کو لیا اور دعا کی کہ خداوندا ہر نبی کے اہل بیت ہوتے ہیں۔ یہ میرے اہل بیت ہیں ان کو ہر برائی سے دُور اور پاک و پاکیزہ رکھ"[۱] (ترجمہ و حاشیہ ص ۹۰)

یعقوبی[۲] نے لکھا ہے کہ جس طرح آنحضرت اہل بیت کو لے کر تشریف لائے تھے اسی طرح عاقب، سید ابو حارثہ بھی اپنے دو بچے زیور و جواہرات سے آراستہ کر کے میدان میں لائے۔ آنحضرتؐ کو دیکھ کر پوچھا : یہ

---

[۱] مزید تفصیلات کے لیے صحاح و تفاسیر صحیح مسلم ۲/۲۷۸ نیز حیات القلوب ج ۲ ص ۵۹۴ ملاحظہ ہو۔

[۲] تاریخ ج ۲ ص ۶۶

کون ہیں۹ لوگوں نے بتلایا کہ ان میں سے ایک آنحضرتؐ کے ابن عم اور دونوں بچے آپ کے نواسے اور مخدرۂ علیا آپ کی صاحبزادی ہیں۔

آنحضرتؐ جب تشریف فرما ہوئے تو گھٹنوں کے بل بیٹھے اور رکوع فرمایا۔

یہ منظر دیکھ کر ابو حارثہ گھبرا گیا اور پکارا :

جَثَا وَاللّٰهِ كَمَا تَجْثُوا النَّبِيُّوْنَ لِلْمُبَاهِلَةِ	یہ تو خدا کی قسم اسی طرح بیٹھے ہیں جیسے انبیا مباہلہ کے لیے بیٹھا کرتے ہیں۔

صلح نامہ

۲۴ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ / سنہ ۶۳۱ء کو آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ امان نامہ لکھیں :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هذا كتابٌ مِنَ النَّبِي محمّد رسول الله لِنَجْرَان وَحَاشِيَتِهَا اذ كان له عَلَيْهِـم حكمه فى كُلِّ بيضاءَ وَصفراء وثمرةٍ وَرَقِيق كان افضل ذٰلِكَ كُلّه لهم غير الفى حلّه مِن حلل الاواقى	محمدؐ نبی و رسول خدا کی یہ تحریر نجران و متعلقات نجران کے لیے ہے۔ کیونکہ وہ اس آبادی کے فاتح ہیں۔ اس علاقے کی آمدنی، پیداوار، غلام سب یہاں والوں کی ملکیت ہیں رہیں گے ۔
قِيْمَة كُلّ حُلّةٍ اربعون دِرهمًا فَمَا زاد اَو نقص فعلى هذا الحساب الف فى صفر والف فى رجب	۱۔ ہاں دو ہزار اواقی حلّے جن میں سے ہر ایک کی قیمت کم و بیش چالیس درہم ہوگی۔ یہ حلّے صفر اور رجب میں ایک ایک ہزار کی قسط سے دینا ہونگے ۔
(۲) وَعَلَيْهِم ثلاثون دينارًا مثواة رسلى شهرًا فما فوق	(۲) ہمارے قاصدوں کے لیے تیس دینار ماہانہ سے زیادہ روپیہ ادا کرنا ہوگا ۔
(۳) وَعَلَيْهِمْ فِى كُلِّ حرب كانت باليمن درع عاريةٌ مضمونةٌ	(۳) یمن میں اگر جنگ کرنا پڑی تو انھیں زرہیں بطور عاریتی ادا کرکے دینا ہوں گی ۔

لَهُمْ بِذَالِكَ جَوارُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ ــــــــــــ	ان شرطوں پر اللہ اور محمدؐ کی ذمہ داری ہو گی۔
(۴) فَمَنْ اَكَلَ الرِّبَا مِنْهُمْ عَامَهُمْ هٰذَا فَذِمَّتِيْ مِنْهُ بَرِيْئَةٌ	(۴) اس سال کے بعد ان میں سے اگر کسی نے سود لیا تو میں بری الذمہ ہوں گا۔

عاقب نے عرض کی، کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسروں کی غلطی سے ہم مجرم قرار پائیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر یہ عبارت لکھوائی :

"وَلَا يُؤْخَذُ اَحَدٌ بِجِنَايَةِ غَيْرِهٖ" (تاریخ یعقوبی ۲/۶۷)	کسی دوسرے کے جرم میں دوسرے کو ماخوذ نہ کیا جائے گا۔

چند دنوں کے بعد سید و عاقب مدینے آئے آنحضرتؐ نے ابو ایوبؓ کے گھر میں مہمان کیا دونوں آدمی بخوشی اسلام سے مشرف ہو کر سرفراز ہوئے۔[1]

نجران کی فتح تاریخ عالم کی یادگار فتح ہے مذہبی لڑائیاں عموماً خون ریزی سے شروع ہو کر شمشیر زنی پر ختم ہوا کی ہیں مشرکوں اور یہودیوں نے یہی کیا۔ مگر قدرت نے اب کی عنوان بدل دیا۔ فرشتوں کے بجائے معصوم اور سپاہ و لشکر کے بجائے چار رضاکار، تیر و تلوار کے بجائے دعا، فوج کشی کے بدلے صداقت و کرامت کے ابر صفات کردار میدان میں آئے اور بلا زحمت حرکت لب، ملک، دین اور دلوں کی فتح نصیب ہوئی۔

---

[1] طبقات قسم اول جز ثانی ص ۸۵

پہلا اسلامی حج

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ

اِنَّ اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (۲ التوبہ)

حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کا اعلان عام ہے کہ خدا اور

رسول دونوں مشرکوں سے بیزار ہیں۔"

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد حج کا زمانہ آگیا۔ مکہ مسلمان ہو چکا تھا، ضرورت تھی کہ خانہ کعبہ کی صحیح عظمت بحال کی جائے۔ رقص عریاں جسے مشرکوں نے حج کا ایک رکن فرض کر لیا تھا، ختم ہو، کعبہ جیسے محترم و پاکیزہ مقام پر بت پرست جیسے نجس العین لوگوں کے داخلے پر پابندی عاید کر دی جائے۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو حاجیوں کے قافلے کا سالار بنا کر اجازت حج مرحمت فرمائی اور اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کے ہمراہ کیے۔ حضرت ابوبکرؓ ابھی جعرانہ ہی تک پہنچے تھے کہ حضرت علیؑ اعلان خداوندی لے کر قافلے سے آملے۔

ذی الحجہ ۹ھ میں سورہ براءت نازل ہوئی۔ حکم خدا تھا کہ اب کی سال حج کے موقع پر اپنی پالیسی اور اسلام کے احکام واضح طور پر بیان کر دیے جائیں۔ حضرت رسالت مآبؐ نے امیر المومنینؑ کو بلا کر اپنا ناقۂ خاص عضباء سواری کے لیے اور سورۂ براءت کی آیتیں مرحمت فرمائیں تو لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے لیے سفارش کی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا:

لَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ۔

یہ اعلان فقط میرے اہل بیت کا آدمی ہی کر سکتا ہے۔
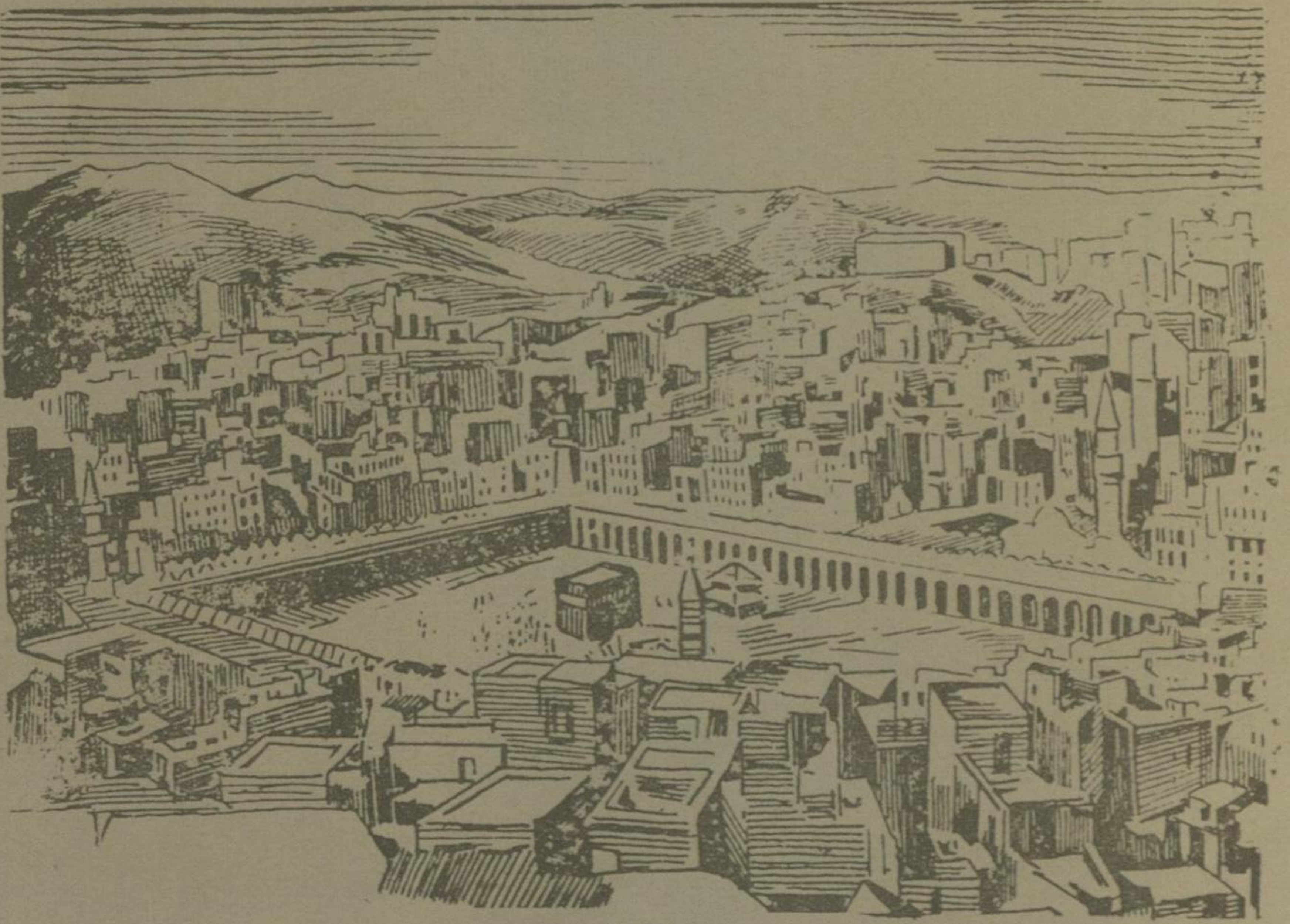
مکہ معظّمہ اور حرم (ابی قبیس کے رُخ سے)

حوالہ صفحہ نمبر ۴۳۲

مسجدِ نبویؐ کا پچیس ۲۵ سال پہلے کا پس منظر
سُلطان سلیمان کی تعمیر ۹۰۸ھ

حوالہ صفحہ نمبر ۸۲۳

ھارونِ پیغمبر، دامادِ نبی، محسن اسلام، نیابت رسول سے سرفراز ہو کر جعرانہ سے حضرت ابوبکرؓ کو لیے ہوئے مکے میں تشریف لائے۔ حج شروع ہوا تو قربانی کے روز مجمع کے بیچ میں کھڑے ہو کر حکم رسولؐ کے مطابق اعلان فرمایا:

"لوگو! جنت میں کافر کا گذر نہ ہو سکے گا۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا۔ برہنہ طواف ممنوع ہے۔ قریش کا معاہدہ چار مہینے کے بعد کالعدم ہو گا۔ پھر سورۂ براۃ کی چالیس آیتیں تلاوت فرمائیں:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ۱ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ ۲

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ۳

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ

جن مشرکوں سے تم نے معاہدہ کیا تھا، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے صاف صاف جواب ہے اب چار مہینے (ذی الحجہ، محرم[1]، صفر، ربیع الاول) تک آزادی سے زمین پر چل پھر لو، اور یاد رکھو تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے اور یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرے گا۔

حج اکبر کے دن اللہ و رسول کی طرف سے اعلان عام ہے کہ اللہ و رسول مشرکوں سے بیزار ہے اس کے بعد اگر تم نے توبہ کر لی تو تمھارے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر گمرو دن کشی تو سمجھ لو کہ تم خدا کو تھکا نہ سکو گے اور کافروں کو تکلیف دہ عذاب سے باخبر کر دو۔

ہاں جن معاہد مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا اور انھوں نے نہ کسی بات میں کوتاہی کی

[1] طبری ۳/۱۵۴ بیس دن ذی حجہ کے، محرم، صفر، ربیع الاول تین اور دس دن ربیع الثانی کے چار

يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِمْ
عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ
فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ
وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَ
اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ج فَاِنْ
تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا
الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ط اِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ
اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ط ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ع كَيْفَ
يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ
اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ اِلَّا الَّذِيْنَ
عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ج
فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ط
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا
فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ط يُرْضُوْنَكُمْ

کیا تھا۔ اور انھوں نے نہ کسی بات میں کوتاہی
کی نہ تمھارے خلاف کسی وقت دشمن کی مدد
کی۔ ان کے عہد کی مدت پوری کر دو۔ بلاشبہ
اللہ پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے جب محترم
مہینے ختم ہو جائیں تو جہاں مشرک ملیں۔
وہیں انھیں مارو۔ انھیں پکڑ لو، ان کا
محاصرہ کر لو، اور ہر گھات میں ان کے
لیے نگران چوکیاں بٹھا دو۔ لیکن اگر توبہ
کر لیں، نماز پڑھیں تو انھیں آزاد چھوڑ
دو۔ بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے۔

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ
مانگے تو اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ خدا کا
کلام سُن لے پھر اسے اس کی اس جگہ واپس
پہنچا دو یہ اس وجہ سے کہ یہ لوگ نادان ہیں۔
اب ان مشرکوں کا کوئی عہد خدا و رسول کے
نزدیک کوئی حیثیت رکھتا ہے؟ ہاں جن
لوگوں نے تم سے خانہ کعبہ کے پاس معاہدہ
کیا تھا۔ اگر وہ لوگ اپنا عہد تم سے قائم رکھنا
چاہیں تو تم بھی ان سے اپنا عہد قائم رکھو۔
بے شک خدا بدعہدی سے پرہیز کرنے والوں کو
پسند کرتا ہے! ان کا عہد کیونکر رہ سکتا ہے جب

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ج وَ
اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ
سَبِيْلِهٖ ط اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا
ذِمَّةً ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ ۱۰
فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي
الدِّيْنِ ط وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ۝ ۱۱
وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ
عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ لا اِنَّهُمْ لَآ
اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ ۱۲
اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا
اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ
الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ
مَرَّةٍ ط اَتَخْشَوْنَهُمْ ج فَاللّٰهُ اَحَقُّ
اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۱۳
قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ
بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ

ان کی حالت یہ ہے کہ اگر تم پر غالب آجائیں تو
تمھارے بارے میں نہ رشتے ناطے کا لحاظ کریں گے
نہ اپنے قول وقرار کا یہ لوگ تمھیں اپنی زبانی جمع خرچ
سے خوش کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کے دل نہیں
مانتے اور ان میں کے اکثر لوگ بدچلن ہیں اور ان لوگوں
نے خدا کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے (دنیاوی
فائدے) حاصل کرکے لوگوں کو راہ خدا سے روک لیا۔
بے شک یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے تھے وہ بہت ہی برا
ہے یہ لوگ کسی مومن کے بارے میں نہ تو رشتے
ناطے ہی کا لحاظ کرتے ہیں نہ قول وقرار کا اور واقعی
یہ لوگ زیادتی کرتے ہیں۔۔ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں نماز
قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تمھارے دینی بھائی ہیں
ہم اپنی آیتیں واقف کاروں کے لیے تفصیلاً بیان کرتے
ہیں اور اگر یہ لوگ عہد کرنے کے بعد بھی اپنی قسمیں توڑ
دیں تمھارے دین میں طعن کریں تو کافروں کے رہنماؤں
سے جنگ کرو کہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔
اس طرح یہ لوگ باز رہیں گے۔ تم لوگ ان سے کیوں
نہیں لڑتے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑیں رسول کو
نکالنے کا ارادہ کیا۔ پھر پہل بھی انھوں نے ہی کی کیا
ان سے ڈر گئے؟ یاد رہے کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ ہر چیز سے
زیادہ قابل خوف ہے۔ ان سے لڑو خدا تمھارے ہاتھوں

عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٤
وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ط
وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝١٥
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا
يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ
وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا
رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ط
وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١٦
مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا
مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
بِالْكُفْرِ ط اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝١٧
اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ
يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ
اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝١٨
اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ
عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ 13

ان پر عذاب کرے گا اور ان کو رسوا کرے گا تمہیں ان
پر فتح دے کر مومنوں کے دلوں کو سکون بخشے گا۔
اور مومنوں کے دل کی کدورتیں جو کفار کی طرف سے
ہیں ختم کر دے گا اللہ جس کی چاہتا ہے توبہ قبول
کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا
ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی تک تو خدا
نے ان لوگوں کو ممتاز ہی نہیں کیا جو تم میں کے
راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور خدا اور اس کے
رسول اور مومنین کے سوا کسی کو اپنا رازدار دوست نہیں بناتے
اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے مشرکوں کا یہ
کام نہیں کہ جب وہ اپنے کفر کا خود اقرار کرتے ہیں تو خدا
کی مسجدوں کو جا کر آباد کریں یہی وہ لوگ ہیں جن کا کیا کرایا
سب اکارت ہے اور یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔
خدا کی مسجدیں وہی آباد کر سکتے ہیں جو خدا اور روزِ قیامت
پر ایمان لائے اور نماز پڑھا کرے اور زکوٰۃ دیتا رہے
اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے یہ لوگ بہت جلد ہدایت
یافتہ اشخاص میں شمار ہوں گے۔

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا مسجد الحرام کی آباد
کاری کو اس شخص کی حیثیت کے برابر بنا دیا ہے
جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝٢٠ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝٢١ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٢٢ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٣ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى

گیا۔ خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں ہیں۔ اور خدا ظالموں کی ہدایت نہیں کرتا۔

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور راہِ خدا میں ہجرت کی اور اپنی جان و مال سے فی سبیل اللہ جہاد کیا۔ وہ خدا کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور خوشنودی اور ایسے ہرے بھرے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے دائمی عیش ہوگا اور یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ابدالآباد تک رہیں گے بے شک خدا کے پاس تو بڑا اور زیادہ اجر ہے۔ اے ایمان دارو! اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بہن بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو ترجیح دیتے ہوں تو تم ان کو اپنا خیر خواہ نہ سمجھو اور تم میں جو شخص ان سے الفت رکھے گا تو وہی ظالموں میں شمار ہوگا۔

اے رسول آپ کہہ دیں کہ تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی بند اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے والے اور وہ مال جو تم نے کما کے رکھ چھوڑے ہیں اور وہ تجارت کہ جس کے مند پڑ جانے کا تمھیں خطرہ ہے اور وہ مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو اور تمھیں خدا و رسول خدا اور جہاد فی سبیل اللہ

یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۲۴

تذکرہ حنین

۲۵، ۲۶، ۲۷

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا
اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا ج وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖٓ اِنْ شَآءَ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۲۵

سے زیادہ عزیز ہیں تو تم ذرا ٹھہرو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم عذاب لائے، اور اللہ بدکاروں کو ہدایت نہیں کرتا۔

آیت ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ - میں جنگ حنین کا ذکر ہے

پھر

ایمان دارو! بلاشبہ مشرک نجس ہیں انھیں اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے دو۔ اور اگر تم اس سے معاشی بدحالی کا خوف محسوس کرتے ہو، تو انشاءاللہ، اللہ بہت جلد تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ بلاشبہ اللہ علیم و حکیم ہے۔

حج ختم ہوا، مشرکوں نے اپنی ناکامی کی انتہا دیکھی، اسلام اپنے تمام تر حقائق کے ساتھ سامنے آگیا ملتِ ابراہیم، شہرِ ابراہیم میں مرکز بنا چکی ، بے آب و گیاہ سرزمین پر سروِ مذہب و شجرِ دین خوب پھلا پھولا اور سدابہار بن کر سروں پر سایہ فگن ہوگیا۔ کافروں نے وہ دن یاد کیا۔ جب علیؑ بستر پر آرام کر رہے تھے اور تلواریں سر پر تھیں، اور آج وہی علیؑ اسی مکے میں دوستوں کے حلقے اور دشمنوں کے مجمع میں کھڑے آیاتِ ربانی کی ترجمانی فرما رہے تھے یا وہ عالم کہ

بے کسی پر اشکِ حسرت تھے رواں

یا خدا نے وہ دن دکھایا کہ ؎

ہاتھ میں مولا کے تھا فرمانِ حق

---

[1] افسوس ہے کہ آیات کی موجودہ ترتیب اور آیاتِ اعلان کی ترتیب کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ اس لیے ہم انھی آیتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ پوری سورۃ میں متفرق آیات میں اعلان و احکام کے انداز ملتے ہیں۔

اور لب معجز بیان تھے درفشاں
دشمنانِ حق کو رُسوائی ہُوئی
چھا گیا عالم پہ نورِ جاوداں

پورے اعلان کا خلاصہ یہ تھا:

۱- مشرکوں کو کعبہ میں آنے اور حج کرنے کی اجازت نہیں۔

۲- برہنہ طواف موقوف۔

۳- مناسک حج اسلامی طریقے پر ہوں گے۔

۴- جن کافروں سے معاہدہ برقرار ہے وہ مدت عہد ختم ہو جانے کے بعد اصول اسلامی پر حج کے لیے آئیں گے۔

۵- غیر حلیف مشرک، یا خلاف معاہدہ اقدامات کرنے والے حلیف چار مہینے کے بعد غیر محفوظ ہوں گے۔ صرف قبول اسلام ہی ان کے راہ مفر ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے مزید تاکید و توسیع اطلاع کے لیے مکے کے ایک ایک محلّے اور شہر کے باہر مقیم قبیلوں کو اعلانِ خداوندی سے باخبر کیا۔ اور لوگوں کو بار بار یہ آیتیں سنائیں کہ ؏

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہُوئی

قبائلی وفود کی آمد

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

ہجرت حبشہ و مدینہ نے اسلامی تبلیغ کا دائرہ پھیلا دیا تھا اگر مشرکوں کی چھیڑ چھاڑ، یہودیوں کی سازشیں اور کافروں کی پیش بندیاں نہ ہوتیں تو آنحضرتؐ کی ہمت آفرین کوششوں سے ایک دنیا تکبیر کی آواز سے گونج چکی ہوتی۔ آخر حریفوں کی سعی ناکام ختم ہوئی اور اسلام کا پیامبر اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گیا۔

شکست خیبر، فتح مکہ، عاجزی نصاریٰ نجران نے ان مذہبوں کی رہی سہی ساکھ بھی ختم کر دی۔ رسول خدا فاتح عرب تھے مگر زندگی، مزاج اور حالات کی سادگی، صبر و استقلال، خدمت خلق، امانت و عبادت کا جو عالم پہلے تھا وہی اب دیکھ کر لوگ مطمئن ہو گئے۔ ہر شخص رکاوٹوں کے اٹھنے سے براہِ راست آپ سے مل سکتا تھا۔ جو پہلے ہی سے اسلام لانے کے لیے تیار تھے وہ بھی اب ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ظلم و ستم سے بے فکر تھے۔ گذشتہ و پیوستہ سال مختلف قبیلوں کے نام پیغامات نے اور بھی راستہ ہموار کر دیا تھا۔ اس لیے دُور و قریب کے قبیلوں، سرداروں اور آبادیوں کے لوگ جوق در جوق وفد بنا بنا کر آنے لگے۔ محمد بن سعد کاتب واقدی اور اس کے بعد دوسروں نے اس سال کو "سنہ وفود" نام دیا ہے۔ کیونکہ ان مہمانوں کی آمد سے ایک تو آنحضرتؐ کی خصوصی مصروفیت اجنبیوں سے ملاقاتوں کے کام میں اضافہ ہوا دوسرے سب سے بڑی بات معززین کی قبولیت دعوت نے اسلامی نشر و اشاعت میں بے حد سہارا دیا۔

لوگ نہ معلوم کیا کیا خیالات لے کر آتے تھے، مدینے پہنچ کر وہ مسلمانوں کو دیکھتے تھے، ان کی سادہ زندگی، للّٰہیت، رسول اللہ کی تعلیم کا اثر، آنحضرتؐ کے اخلاق و کردار کا مطالعہ کرتے، سراپا اعجاز، مجسم

عظمت و صداقت کی صحبت سے نکھر کر ولی ہو کر نورانی اور ہیرے کی طرح جگمگا اٹھتے تھے۔

ابن سعد[1] نے اختصاراً اور دوسروں نے اس سے کم و زیادہ وفدوں کے حالات لکھے ہیں، اور کہا ہے کہ جو وفد مزینہ کے نمائندوں نے سنہ ۵ھ میں بھیجا تھا، ان کے بعد جو وفد مختلف اوقات میں آئے ان میں اکثر اسلام لائے اور واپس جا کر اپنے قبائل کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوئے۔ فتح مکہ کے وقت ان نو مسلم قبائل نے اسلامی فوج کی تعداد میں بہت کافی اضافہ کیا۔ ان وفود کا مختصر سا خاکہ ملاحظہ ہو:

۱ - وفد مزینہ	۴۰۰ - افراد	رجب سنہ ۵ھ
۲ - وفد اسد	۱۰ - افراد	آغاز سنہ ۹ھ
۳ - وفد تمیم	؟	سنہ ۹ھ (طبری ۴/۱۵۰)
۴ - وفد عبس	۹ - افراد	سنہ ۱۰ھ
۵ - وفد فزارہ	۱۰ سے کچھ زیادہ	سنہ ۹ھ
۶ - وفد مرہ	۱۳ - افراد	سنہ ۹ھ
۷ - وفد ثعلبہ	۴ - افراد	سنہ ۸ھ (طبری سنہ ۹ھ)
۸ - وفد محارب	۱۰ - افراد	سنہ ۱۰ھ
۹ - وفد سعد بن بکر	ضمام بن ثعلبہ	رجب سنہ ۵ھ
۱۰ - وفد کلاب	۲ - افراد	سنہ ۹ھ
۱۱ - وفد رواس بن کلاب	ایک شخص	———
۱۲ - وفد عقیل بن کعب	۳ - آدمی	———
۱۳ - وفد جعدہ	ایک آدمی	———
۱۴ - وفد قشیر بن کعب	۱ -	بعد حنین قبل حج وداع

---

[1] طبقات ج ۱ قسم ثانی ص ۳۸ - ابن ہشام السیرۃ ۴/۲۰۵ مجید - تاریخ ابن واضح یعقوبی ۲/۹۳

وفد	افراد	سنہ
۱۵ - وفد بنی البکاء	۳ - افراد	سنہ ۹ھ
۱۶ - وفد کنانہ		قبل تبوک سنہ ۹ھ
۱۷ - وفد اشجع	۱۰۰ - افراد	سنہ ۷ھ
۱۸ - وفد باہلہ	۱ - فرد	
۱۹ - وفد سُلیم	۱ - فرد	سنہ ۸ھ
۲۰ - وفد ہلال بن عامر		
۲۱ - وفد عامر بن صعصعہ	کئی مرتبہ	سنہ ۱۰ھ طبری ۳/۱۲۵
۲۲ - وفد ثقیف	دس سے زیادہ افراد	سنہ ۹ھ (طبری ۳/۱۴۰)
۲۳ - وفد عبد القیس	۲۰ - افراد	سنہ ۷ھ (طبری ۳/۱۶۱ سنہ ۱۰ھ)
۲۴ - وفد بکر بن وائل	پانچ - چھ آدمی	
۲۵ - وفد تغلب	۱۶، آدمی	
۲۶ - وفد حنیفہ	۱۰ سے زیادہ	سنہ ۱۰ھ
۲۷ - وفد شیبان		
۲۸ - وفد طی (یمن)	۱۵ - افراد	سنہ ۹ھ
۲۹ - وفد تجیب	۱۳ - افراد	سنہ ۹ھ
۳۰ - وفد خولان	۱۰ - افراد	شعبان سنہ ۱۰ھ
۳۱ - وفد جعفی	۲ یا ۳، افراد	
۳۲ - وفد صداء	۱۵ - آدمی	
۳۳ - وفد مراد	فروہ بن مسیک المرادی	
۳۴ - وفد زبید	۱۵ - آدمی	سنہ ۱۰ھ
۳۵ - وفد کندہ	دس سے کچھ زیادہ آدمی	سنہ ۱۰ھ (طبری ۳/۱۶۲)

وفد	تعداد	سنہ
۳۶ - وفد صدف	دس سے کچھ زیادہ آدمی	سنہ ۱۰ھ (طبری ۱۶۲/۳)
۳۷ - وفد خشین	آٹھ آدمی	سنہ ۷ھ
۳۸ - وفد سعد هذیم		سنہ ۹ھ (طبری)
۳۹ - وفد بلی	۹	ربیع الاول سنہ ۹ھ
۴۰ - وفد بهراء (یمن)	۱۳- آدمی	سنہ ۹ھ
۴۱ - وفد عذره	۱۲- آدمی	صفر سنہ ۹ھ
۴۲ - وفد سلامان	۷- آدمی	شوال سنہ ۱۰ھ
۴۳ - وفد جهینه	۲ و ۳- آدمی	سنہ ۸ھ
۴۴ - وفد کلب		
۴۵ - وفد جرم	۲- آدمی	سنہ ۹ھ
۴۶ - وفد ازد	دس سے زیادہ افراد	سنہ ۱۰ھ (طبری)
۴۷ - وفد غسان	۳، آدمی	رمضان سنہ ۱۰ھ
۴۸ - وفد حارث بن کعب	۷، آدمی	شوال سنہ ۱۰ھ
۴۹ - وفد همدان	تین چار آدمی	سنہ ۹ھ (ابن هشام ص ۲۴۴)
۵۰ - سعد العشیره		
۵۱ - وفد عنس	ایک آدمی	
۵۲ - وفد الداریین	دس افراد	سنہ ۹ھ
۵۳ - وفد رهاویین (مذحج)	۱۵- افراد	سنہ ۱۰ھ
۵۴ - وفد غامد	دس افراد	رمضان سنہ ۱۰ھ
۵۵ - وفد بجیله	برادری جریر بن عبداللہ بجلی ڈیڑھ سو آدمی	سنہ ۱۰ھ

وفد	افراد	سنہ
۵۶ - وفد خثعم	۲، آدمی	سنہ ۱۰ھ
۵۷ - وفد الاشعریین	پچاس آدمی	قبل خیبر سنہ ۷ھ
۵۸ - وفد حضرموت	——	سنہ ۹ھ
۵۹ - وفد ازد عمّان	——	——
۶۰ - غافِق	چند آدمی	——
۶۱ - وفد بارق	——	——
۶۲ - وفد دوس	۷۰ و ۸۰ - آدمی	سنہ ۷ھ
۶۳ - وفد ثماله وحُدّان	——	بعد فتح مکہ
۶۴ - وفد اسلم	——	——
۶۵ - وفد جُذام	——	سنہ ۸ھ
۶۶ - وفد همره	——	——
۶۷ - وفد حمیر	——	سنہ ۹ھ (طبری)
۶۸ - وفد نجران	۱۴ - آدمی	سنہ ۱۰ھ (طبری)
۶۹ - وفد جیشان	چند افراد	——

۷۰ - وفد نخع - پہلی مرتبہ دو آدمی سنہ ۸ھ میں آئے پھر محرم سنہ ۱۱ھ میں دو سو آدمی آئے اور اسلام لائے - یہی آخری وفد[1] تھا -

قرآن مجید میں وفود کے بارے میں چند تصریحات	سنہ ۹ھ و سنہ ۱۰ھ دو سال مختلف احکام کی تشریح رنگارنگ قوموں سے طرح طرح کے مسائل پر بات چیت مکہ و مدینہ کے مسلمانوں کی تربیت اخلاق، ملحقہ و مفتوحہ

[1] ابن سعد نے اسے ۵۱ نمبر پر لکھا ہے - اور اکثر نے اس وفد "صباع" قرار دیا ہے

علاقوں کے ضبط و نظم، معلمین و مبلغین و محصلین زکوٰۃ و جذیہ کے اطلاعات و احکامات کا انتظام غرض بے انتہا کام اور بے اندازہ مصروفیت کا زمانہ ہے۔

وفدوں کا سلسلہ اس پر مستزاد تھا، آنحضرت بہ نفس نفیس ایک ایک سے ملاقات فرماتے تھے۔ انھیں مطمئن کرتے تھے بعض بداخلاق اپنی رفتار و گفتار سے دل آزاری کرتے تھے کج بحثی، ہٹ دھرمی کے ذریعے مرعوب کرنا چاہتے تھے۔ بعض لوگ اپنے ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے پر احسان جتاتے تھے مگر سراپا اخلاق ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے۔ ان کی مہمانداری، قیام و طعام، خیر مقدم و رخصت کا انتظام کرتے تھے۔ پھر یہ اہتمام تھا کہ اکثر وفد باقاعدہ تحفے، جاگیریں اور منصب اور معلموں کے ساتھ رخصت کیے جاتے تھے۔

قرآن مجید میں ان جزئیات کا بیان نہیں ملتا لیکن مجموعی طور سے چند تاثرات کے پیش نظر مجموعی اور کلیاتی باتیں بیان کی گئی ہیں کہ وحی کا فائدہ جاودانی ہے۔ الحجرات (قرآن مجید کا ۴۹ واں سورہ) کی بعض آیتیں ارباب سیرۃ و صاحبان تفسیر کے بقول بنی تمیم و بنی اسد سے متعلق ہیں لیکن آپ ان آیات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ سرکار رسالت مآب نے وحی کے ذریعے ان اجنبی آنے والوں کی آمد سے پیدا شدہ حالات کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو ایک درس اخلاق اور جماعتوں کو تعلیم فلسفہ و تمدن سے باخبر کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝	مومنو! اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو، اللہ سے ڈرو، اللہ سمیع و علیم ہے۔
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ	مومنو! نبی کی آواز پر اپنی آواز نہ بلند کیا کرو، اور جیسے آپس میں ہر ایک دوسرے سے چیخ چیخ کر باتیں کرتے ہو اس طرح نبی سے بات نہ کرو کہیں

لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۲	تمہاری بے خبری میں تمہارے اعمال رائگان نہ ہو جائیں۔

لوگ مومنین و مخلصین کے ادب و اخلاق، حضورؐ کے سامنے فروتنی و عاجزی کے اظہار سے چیں بہ جبیں ہوتے ہوں گے، کچھ لوگ تعجب کرتے ہوں گے۔ قرآن نے ان کی تعریف فرمائی ہے اور رہتی دنیا تک لوگوں کو یہ تبلایا کہ نبی تمہاری طرح کا ایک عام آدمی نہیں، احترام پیغمبر کا یہی انداز ہونا چاہیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۳	جو لوگ بارگاہ رسول میں اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیے ہیں ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

اب بنی تمیم کی آمد کا ذکر ہے کہ یہ لوگ دروازے پر کھڑے ہونے کے بجائے پشت مکان سے پکارتے ہیں۔ نبی باہر تشریف لانے والے ہیں مگر انھیں انتظار شاق ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۵	جو لوگ تمھیں حجروں (مکانوں) کے پیچھے سے آوازیں دیتے ہیں ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں۔ اور اگر یہ ذرا ٹھہر جاتے تو رسول خود ہی باہر تشریف لے آتے تو یہ بات ان لوگوں کے لیے اچھی ہوتی اور اللہ غفور رحیم ہے۔

کس قدر رحیم ہے ہمارا پروردگار کہ ان لوگوں کے سوءِ ادب پر سزا کا خوف دلانے کے بجائے عفو و کرم کا اطمینان دلا کر ان سخت دلوں کو رام اور اپنے نبی کریمؐ کے صبر و تحمل کی داد دی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا	ایمان لانے والو، اگر تمہارے پاس کوئی بدکار کوئی خبر لائے تو ذرا تحقیق کر لو۔ کہیں غفلت میں

اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

میں کسی قوم کو نقصان پہنچا کر اپنے کیے پر پچھتانا نہ پڑے۔

ولید بن عقبہ نے بنی مصطلق کے خلاف گمراہ کن واقعات بیان کر دیے۔ ادھر ان کا وفد آیا اور رسول اللہ نے تحقیق کی تو معاملہ برعکس نکلا فرمان علیؒ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ

یہ سمجھ لو کہ تم میں رسول اللہ موجود ہیں۔ اگر وہ تمھاری بہت سی مانیں مان لیں تو تمھارے ہی لیے مشکلیں پیدا ہو جائیں گی اور اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو پسند بھی فرمایا ہے۔ اور تمھارے دلوں میں اسے حسین بھی بنا دیا ہے۔ اور کفر و بدکاری اور گنہ گاری کو تمھارے لیے ناپسند فرمایا ہے یہی لوگ نیک راہ پر ہیں۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے۔ اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو۔ لیکن اس کے بعد بھی اگر ایک سرکشی کرے تو تم سب مل کر اس سرکش سے مقابلہ کرو یہاں تک کہ اس کا حکم بحال ہو جائے اور جب حکم خدا (امن پسندی) بحال ہو جائے تو عدل و انصاف کے ساتھ دونوں میں صلح کرا دو۔ اللہ منصفوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اپنے دو بھائیوں

فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ع

میں صلح کراؤ۔ اور اللہ سے ڈرو، یقین ہے تم پر رحم کیا جائے گا۔

ایک عالمگیر معاشرتی اصول، اور امن کا راز بتایا جاتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ج وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ج وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ایمان دارو! ایک گروہ دوسرے گروہ سے مذاق (تمسخر) نہ کرے۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ تم سے بہتر ہوں۔ نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ ممکن ہے وہ ان سے اچھی ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔ نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے نامزد کرو۔ ایمان کے بعد بدکاروں کے سے نام برے ہیں جو لوگ باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝

ایمان والو! اکثر گمان (بد) سے بچو۔ کیونکہ اکثر (برے) خیالات گناہ ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کی ٹوہ نہ لگاؤ، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تم اسے ناپسند کرو گے۔ اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت بڑا مہربان ہے۔

مختلف قبیلوں کے اجتماع میں خاندانی برتری، نسلی امتیازات کی باتیں روک دی گئیں تقویٰ اور ایمان کا تذکرہ کر کے مومنوں کی ہمت افزائی کی گئی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ

لوگو! ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا

ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

کیا اور تمھیں خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو اس میں شک نہیں کہ تم میں سے خدا کے نزدیک معزز ترین آدمی وہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔ یقیناً اللہ علیم وخبیر ہے۔

ذیل کی آیتوں میں وفد بنی اسد کا تذکرہ ہے:-

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

یہ صحرائی عرب کہتے ہیں "ہم مومن ہیں" کہہ دو۔ تم ایمان نہیں لائے۔ ایمان کا تو ابھی تمھارے دلوں میں گزر تک نہیں ہوا ہے —— اگر تم خدا و رسول کی پیروی کروگے تو وہ تمھارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

مومن وغیر مومن کی عام پہچان،

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر اعتقاد کامل رکھتے ہیں۔ انھیں کبھی شک نہیں ہوا۔ انھوں نے جان و مال سے راہ خدا میں جہاد بھی کیا۔ وہی لوگ سچے ہیں۔

بنی اسد (یا ان جیسے لوگوں کی) بے ادبی کا جواب، خدا یا رسول سے یہ کہنا کہ ایمان لائے اور ہماری یہ حالت، اس قدر تباہ حالی و کس مپرسی ؟

قُلْ

کہہ دو،

أَتُعَلِّمُونَ اللّٰهَ بِدِينِكُمْ ط
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
مَا فِي الْأَرْضِ ط
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝١٦

کیا تم اللہ کو اپنا دین جتاتے ہو؟
اللہ تو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے
اُس سے باخبر ہے۔
اور اللہ ہر شے کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہے۔

قُلْ

کہہ دو۔

لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ج
بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ
هَدٰكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِينَ ۝١٧

ہم پر اپنا اسلام نہ جتاؤ۔ بل اللہ نے
تم پر احسان کیا کہ ایمان کی طرف رہنمائی
فرمائی ـــــ اگر تم سچے ہو (تو یہ احسان
مانو)

إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط وَاللّٰهُ
بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝١٨

بلاشبہ اللہ زمین و آسمان کے
راز جانتا ہے۔ اور اللہ تمھارے اعمال
کو اچھی طرح دیکھتا ہے۔

اپنے مرکز کی طرف

رمضان و شوال کے مہینے وفدوں سے ملاقاتوں کے علاوہ ایک سنگین واقعہ سے الم انگیز ہو گئے۔ آپ کا ہنستا کھیلتا ولی عہد، چاند سا فرزند، بولتی ہوئی تصویر حضرت ابراہیمؑ ۲۹۔ شوال کو جان بحق ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے اکلوتے صاحبزادے کی موت جس قدر بھی روح فرسا، صبر آزما ہوئی اس کے لیے احادیث سے امداد مقصود نہیں لیکن صرف اتنا کافی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا :

"یَدْمَعُ الْعَیْنَ وَیَحْزَنُ الْقَلبُ"

اب اشک افشانی ہے آنکھوں سے تو دل میں درد ہے

ذی قعد کا چاند ایک نیا پیغام لایا۔ مکے کی دلکش سرزمین اور خانۂ کعبہ کی کشش پر حکم حق کی تعمیل کا جذبہ اُبھر آیا۔ مسلمانوں کو عملاً حج کر کے دکھانے اور نومسلموں کو حج بیت اللہ سے سرفراز کرنے کے لیے اعلان عام کر دیا گیا کہ

"جسے حجِّ اکبر کا شرف حاصل کرنا ہو،
وُہ تیار ہو جائے۔"

زائرین ہر سال آیا کرتے تھے، حاجی مدّتوں سے جمع ہوتے تھے۔ کعبہ کے گرد ہمیشہ ہجوم رہتا تھا، مگر خلیلِ خدا کے بعد، تطہیر کعبہ کی طرح صحیح اور واقعی حج اکبر اب ہونے والا تھا۔ خوش نصیب کلمہ گو "یَاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ" کی تفسیر بنے اطراف و جوانب سے کھنچے چلے آتے تھے، مدینہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ دلوں میں شوق حج، سروں میں سودائے دیدارِ حرم الٰہی۔

آنحضرتؐ کے انداز سے لوگ سمجھ رہے ہیں کہ شاید یہ آخری سفر ہو۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ پورا عرب طوائف الملوکی، قبائلی سرداروں کی کشمکش سیادت کے ہنگاموں سے گونجتا ہوا خطہ بے نظم و انتظام ایک رُوحانی پیشوا کی قیادت میں منظم تھا۔ ایک اللہ کے رسول کا کلمہ پڑھنے والے وحدت عقیدہ میں منسلک ستاروں سے لیکر پتھروں تک کے پجاری خدائے وحدہٗ لاشریک کے تسبیح خوان ہو گئے، سرکار دو عالمؐ نے وحدت قریش، وحدت عرب، وحدت نوع انسانی کی تبلیغ کے تدریجی منازل ختم کر لیے! اخلاق کی ابجد سے مذہب خداپرستی کے فلسفے تک کے نظری و عملی مسائل تک سمجھا ئے۔ انفرادی جتھہ بندی کو اسلامی پرچم کے تلے فنا کر کے عالم پر چھا جانے کی قوت دے دی۔

مکے سے اکیلا آنے والا نبی پورا شہر مدینہ لے کر مکے تشریف لے جانے والا ہے چشم فلک قلب ارض پر تھی۔ گوش ملائکہ مسلمانوں کے لبوں پر تھے۔ دل کی دھڑکنوں سے تکبیر کی صداؤں تک ——— اللہ ——— اور محمد مصطفٰےؐ کا نام تھا۔

ایک دن لوگوں نے دیکھا ——— آنحضرتؐ غسل فرمائے، سر مبارک میں شانہ کیے، محاسن مقدسہ میں وسمہ، جسم انور میں عطر لگائے۔ نبوت سرا سے خانہ خدا کی طرف آ رہے ہیں۔ مجمع سمٹ کر صفوں میں ہو گیا۔ مسجد نمازیوں سے بھر گئی۔ ظہر کی نماز جماعت تاریخ مذاہب کی لاجواب عبادت تھی۔ جزیرہ نمائے عرب میں پھیلے ہوئے اسلامی عمال و مبلغین کو اطلاع دیدی گئی کہ جو آنا چاہے وہ آ جائے۔

۲۵ ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ / فروری سنہ ۶۳۲ء کو تقریباً ایک لاکھ کا قافلہ شہر سے روانہ ہوا۔ امہات المومنین، صحابۂ کبار، اسلامیان وفا شعار آپ کے جلو میں تھے۔ مدینہ سے ذوالحلیفہ تک چھ میل کا راستہ طے ہوا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر اشارۂ رسولؐ پا کر ناقے بٹھا دیے گئے۔ خیمے نصب ہوئے آنحضرتؐ نے نزول اجلال فرمایا ؂

رفعت کا اس کی فرش سے غل عرش تک گیا ——— لو آج خاک کا بھی ستارہ چمک گیا

احرام باندھا گیا، سلطان دوسرا سے گدا سے بے نوا تک دو چادروں میں ملبوس تھے۔ سب سراپا عبودیت، مجسمہ خلوص، تصویر بندگی بنے ہوئے منتظر صدائے پیغمبر تھے، حضرت رسالت مآبؐ نے بہ آواز بلند تلبیہ فرمایا:

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ وَالشُّکْرَ لَکَ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ،

لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔

پروردگارا! حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں،

بے شک حمد و شکر و نعمت تیری ہی ہے، حاضر ہوا، حاضر ہوا،

حاضر ہو رہا ہوں اے لاشریک معبود حاضر ہوں!

پورے قافلے نے یک زبان ہو کر جملے دہرائے، فضا معمور ہو گئی۔ پہاڑیوں میں صدا گونجی تو زمین و آسمان سے ایک ہی صدا آرہی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک باربرداری کا اونٹ پیش کیا۔ حضورؐ نے حکم دیا، جاؤ کچھ ستّو اور کھجوریں بار کرا دو۔ کوچ کا نقارہ بجا۔ قافلہ روانہ ہو گیا۔ ایک منزل پر پڑاؤ ہوا۔ حضرتؐ نے غذا طلب فرمائی تو باربردار اونٹ نہ ملا۔ بنی سلیم نے روغن و خرما کا مرکب پیش کیا، نذر قبول ہوئی۔ منزلیں طے ہو رہی تھیں۔ راستے میں جہاں جہاں مسجدیں تعمیر ہوئی تھیں وہاں نماز ادا فرماتے تھے۔ وہاں کی آبادیوں سے لوگ آ آ کر شرف ہمرکابی حاصل کر رہے تھے کہ خبر سنی ——— ابوموسیٰ اشعری، یمن سے آ گئے پھر دیکھا تو حضرت علیؑ[1] نجران کا محصول اور چونتیس شتر قربانی لیے ہوئے آستان بوس ہوئے۔

---

[1] آموزش اسلام ص ۳۸۵۔ طبری ۳/۱۶۸، ابن ہشام ۴/۲۴۹، میں ہے کہ امیرالمومنینؑ مکے میں حاضر ہوئے لیکن ہدی کے لیے اونٹ نہ تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ احرام باندھے رہو۔ میں تمہاری اپنی شرکت میں قربانی کروں گا۔

چار ذی حجہ کو صبح کے وقت کداء کی طرف سے مکے میں داخل ہوئے۔ شہریوں نے استقبال کا اہتمام کیا تھا۔ چاہنے والے ہاشمی بچے فرط محبت سے دوڑتے دیکھ کر رحم و محبت مجسم نے ان بچوں کو اپنے ناقے پر بٹھا لیا۔ اب بنی شیبہ تک پہنچے تو بیت اللہ پر نظر پڑی اور بے ساختہ یہ الفاظ زبان پر آئے :

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّمَھَابَةً وَّبِرًّا ۔ وَزِدْ مِنْ شَرَفِهٖ وَکَرَمِهٖ مِمَّنْ عَظَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ وَاعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَةً وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا ۔

پروردگارا، اس بیت مقدس کے شرف و عظمت و جلال و خوبی میں اضافہ فرما — جو اس گھر کی تعظیم کرے، حج و عمرہ بجائے اس کے کرم و احترام و جلال میں اضافہ فرما !

قافلہ آیا، طواف و مناسک حج کی انجام دہی شروع ہو گئی۔ مشرکوں کے کافرانہ رواسم کے خلاف خدائے وحدہٗ لاشریک کے احکام کے مطابق طواف و نماز، سعی و قیام کے فرائض انجام پائے مرضاۃ الٰہی میں ڈوبے ہوئے نبی، خوشنودی معبود میں سرگرم عبادت حاجی عرفات میں تھے کہ بعد دوپہر آفتاب رسالتؐ، عماری ناقۂ قصواء پر طالع ہوا۔ حاجی سمٹ کر جمع ہو گئے اور آپ نے بعد حمدِ خدا ایک جامع خطبۂ معجز نما ارشاد فرمایا جس کا مختصر مفہوم متعدد روایات میں متعدد الفاظ سے ملتا ہے۔ ابن ہشام نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں :

~~~:(۵):~~~
~~~

عظیم الشان اجتماع میں بے مثال تقریر

منیٰ میں آپؐ کا خطبہ

اَیُّھَا النَّاسُ ! اِسْمَعُوْا قَوْلِیْ
فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاکُمْ
بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا بِھٰذَا الْمَوْقِفِ
اَبَدًا ۔

اَیُّھَا النَّاسُ ! اِنَّ دِمَآءَکُمْ
وَ اَمْوَالَکُمْ عَلَیْکُمْ اِلٰی اَنْ تَلْقَوْا
رَبَّکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ۔
وَکَحُرْمَۃِ شَھْرِکُمْ ھٰذَا ۔ وَ
اَنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ
فَیَسْئَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ ——
—— وَقَدْ بَلَّغْتُ ——

۲ ۔ فَمَنْ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَانَۃٌ
فَلْیُؤَدِّھَا اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَہٗ
عَلَیْھَا

لوگو! میری بات سنو!

زندگی کا کیا بھروسہ۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد یہاں تم سے ملاقات ہو یا نہ ہو۔

آدمیت احترام آدمی ست لوگو! تمہاری جان و مال مرتے دم تک محترم ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے آج کے دن، یا آج کے مہینے کا احترام —— تمہیں حضور الٰہی میں حاضر ہونا ہے اور وہاں تمہارے اعمال کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

—— کیوں میں نے تبلیغ احکام میں کوئی کمی تو نہیں کی —— ؟

امانت ۲۔ جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو۔ وہ اسے واپس کر دے۔

۳- وَاِنَّ كُلَّ رِبًا مَوْضُوعٌ، وَلٰكِنْ لَكُمْ رُؤُسُ اَمْوَالِكُمْ، لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۔ قَضَى اللّٰهُ اَنَّهُ لَا رِبَا وَ اِنَّ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ ۔

سُود حرام ہے

۳- ہر سود معاف ہے۔ ہاں تم لوگ اپنا اصل روپیہ بغیر ظلم کیے اور ظلم اٹھائے لے سکتے ہو۔

سابقہ سودی معاملہ ختم

اللہ کا فیصلہ ہے کہ ربا غلط ہے اور عباس بن عبدالمطلب کا (قابل وصول) سود آج معاف کرتا ہوں۔

۴- وَاِنَّ كُلَّ دَمٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّهُ مَوْضُوعٌ وَاِنَّ اَوَّلَ دِمَائِكُمْ اَضَعُ ـــــ دَمُ رَبِيْعَةَ بْنِ حَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

اسلام سے پہلے کا خون معاف

۴- جاہلیت کا ہر خون معاف کرتا ہوں۔ اور ان میں سے سب سے پہلا خون ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے جو معاف ہے۔

قانونی نظیر میں اپنے گھر کے خلاف فیصلہ

دونوں باتوں کا تعلق بنی ہاشم سے تھا، عباس کا تجارتی کاروبار تو تھا ہی، مگر سود کا پھیلاؤ بھی کم نہ تھا۔ شاید اسی مجبوری کی وجہ سے وہ مکہ نہیں چھوڑ سکے۔ ربیعہ بن حارث کا دودھ پیتا بچہ، بنی لیث کی کھلائی کے یہاں دودھ پیتا تھا۔ ھذیلیوں نے بنی لیث کے یہاں جاکر اُسے قتل کردیا۔

۵- اَمَّا بَعْدُ، اَيُّهَا النَّاسُ! فَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ مِنْ اَنْ يُعْبَدَ بِاَرْضِكُمْ هٰذِهٖ اَبَدًا - وَ لٰكِنَّهُ اِنْ يُطَعْ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَقَدْ رَضِيَ بِهٖ مِمَّا تَحْقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ ـــــ

شرک کا خاتمہ

۵- لوگو! تمھاری زمین پر شیطان اپنی پرستش سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے۔ لیکن تم اپنے نزدیک چھوٹے چھوٹے معاملات میں اس کی اطاعت کروگے اور وہ اس پر خوش ہے۔ دکھو دین کے بارے میں شیطان سے ڈرو ـــــ لوگو!

فَاحْذَرُوْهُ عَلٰی دِیْنِکُمْ!

اَیُّھَا النَّاسُ!

۶- اِنَّ النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ وَیُحَرِّمُوْا مَا اَحَلَّ اللّٰہُ وَاِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ - وَاِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا - مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ: ثَلَاثَۃٌ مُّتَوَالِیَۃٌ وَرَجَبُ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ

اَمَّا بَعْدُ،

۷- اَیُّھَا النَّاسُ! فَاِنَّ لَکُمْ عَلٰی نِسَآئِکُمْ حَقًّا، وَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ حَقًّا، لَکُمْ عَلَیْھِنَّ اَنْ لَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ اَحَدًا تَکْرَھُوْنَہٗ، وَعَلَیْھِنَّ اَنْ لَّا یَاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذِنَ لَکُمْ اَنْ تَھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ

"نسی" کفر کی ایک زیادتی (قانونی) ہے اس سے کافر گمراہ ہوا کرتے تھے۔ یہ لوگ

جنتری اور اسلامی سال کے لیے حکم

ایک ہی مہینے کو ایک سال حلال اور دوسرے سال حرام کر دیتے تھے۔ خدا نے نسی کو حرام کر کے اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی حیثیت برابر کر دی اب یہ لوگ اللہ کے حرام کو حلال اور اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حرام کہتے ہیں

دنیا اپنی اس سابقہ حالت میں آ گئی جس میں زمین و آسمان کی پیدائش کے دن تھی اور اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ انہی میں چار حرام ہیں۔ تین مسلسل (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) اور ایک مضری سال کا رجب جو جمادی الثانی و شعبان کے درمیان میں آتا ہے۔

عورت کی اہمیت
فرائض و سفارشات

لوگو! عورتوں پر تمہارے اور ان کے تم مردوں پر کچھ حقوق ہیں۔ ان پر یہ فرض ہے کہ تمہاری آرام گاہ میں وہ کسی ایسے شخص کو نہ بٹھائیں جنھیں تم ناپسند کرو۔ کوئی عمل غلط کاری نہ کریں اگر ایسا کریں تو اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے کہ

۱- ان کے ساتھ ترک ربط و استراحت

وَتَضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَاِنِ انْتَهَيْنَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

کر لو۔ ۲۔ معمولی قسم کی ضرب وسزا دے دو۔ اگر باز آ جائیں تو حسب دستور انھیں نان ونفقہ دو۔

وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَاِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ لَا يَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا، وَاِنَّكُمْ اِنَّمَا اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ، وَ اسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ۔ فَاعْقِلُوْا اَيُّهَا النَّاسُ قَوْلِيْ فَاِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُ!

دیکھو، عورتوں کا احترام کرو نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ وہ تمھاری اسیر ہیں۔ وہ اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتیں۔ تم نے انھیں امانت کے طور پر لیا ہے اور احکام خدا" قانونی الفاظ" کے ذریعے ان کی عفت کو لیا ہے — میری بات اچھی طرح سمجھ لو — میں حق تبلیغ ادا کر چکا۔

۸۔ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا۔ (اَمْرًا بَيِّنًا؟)[1] كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ ۔

میرے بعد میں اپنے بعد کے لیے تم میں قرآن و سنت چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک ان دونوں کا ساتھ دیتے رہوگے ہر گز ہر گز گمراہ نہ ہوگے۔

گویا فقط پیغام رسانی و تبلیغ پر اکتفا نہیں فرمانا چاہتے تھے، اُمت سے محبت اور فلاح و نجات انسان کی تمنا، معاشرہ و ترقی کی آرزو دل میں مچل رہی تھی کہ اپنے بعد کے لیے ایک رہنما، والی وسربراہ چھوڑ جائیں۔ جو امت کا کفیل، انسانیت کا رہنما، مشکلات میں گرہ کشا ہو، اس لیے فرمایا — اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ

---

[1] یہ جملہ بے جوڑ سا ہے اور طبری میں نہیں ہے۔ غالباً طباعت کی غلطی ہے۔ اکثر ماخذ اولیہ میں ہے "کتاب اللّٰه وعترتی اَهْلَ بَيْتِيْ" کتاب اللہ کے بعد بظاہر سنتی یا سنتہ نبیہ کا جملہ کہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ کتاب اللہ میں "سنت نبی" کی اہمیت و اتباع کا خود حکم موجود ہے۔

——— یا بالفاظ یعقوبی

لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا مُضِلِّيْنَ يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ۔	دیکھو، میرے بعد کافر و گمراہ نہ ہو جانا یہ نہ ہو کہ ایک دوسرے پر حکومت کی فکر کرنے لگو۔
اِنِّیْ خَلَّفْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ ۔	میں تم میں قرآن اور اپنی عترت ——— اہلبیت چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک ان سے وابستہ رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔
اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟	کیوں میں نے فرض تبلیغ ادا کیا ؟

لوگوں نے کہا :

جی ہاں !

فرمایا : ———

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ——— پروردگار! گواہ رہنا۔

ابن ہشام نے خطبے کے آخری فقرے یہ لکھے ہیں :

(۱) اَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا قَوْلِیْ وَاعْقِلُوْهُ !	حضرات! میری بات سنو، اور اسے اچھی طرح سمجھ لو،
تَعَلَّمُنَّ اَنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ اَخٌ لِلْمُسْلِمِ، وَاَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْوَةٌ ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ مِنْ اَخِيْهِ اِلَّا مَا اَعْطَاهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ فَلَا تَظْلِمُنَّ اَنْفُسَكُمْ ،	**اسلامی برادری** اچھی طرح سمجھ رکھو، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان ایک برادری ہیں ——— اس لیے کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ بلا رضامندی و خوشنودی کے کسی کا مال لے خبردار اپنے اوپر ظلم نہ کرنا ———
اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ؟	کیوں ؟ میں نے پیغام پہنچا دیا ؟

فرمایا ——————— اللّٰھمّ اشھد

یہ بھی اعلان کیا گیا کہ اس تقریر کو تمام اسلامی آبادیوں اور با فہم بستیوں تک پہنچا دیا جائے کہ جہاں میں نہ پہنچ سکوں وہاں میری آواز پہنچ جائے۔ اس کے بعد قربانی کے جانور آئے۔ قربانی کے بعد مناسک حج انجام دیے۔ رمی جمرات، طواف وغیرہ کے مسائل سمجھائے اور حج سے فارغ ہو گئے۔ ایک آدھ دن قیام فرما کر مدینے کے لیے تیار ہوئے۔ ہزارہا حاجیوں کا مجمع خوشی و غم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ہمرکابی میں حاضر تھا۔ قافلہ رواں تھا، کہ جبریل وحی لے کر حاضر ہوئے :

غدیر خم میں تاریخی اجتماع

آنحضرتؐ کا آخری خطاب

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝

۱۸ ذی حجہ کو جحفہ کی منزل سامنے تھی، یہاں سے راستے پھٹتے اور قافلے بٹتے تھے، دھوپ کی شدت سے زمین تانبا اور آسمان توا، فضا تنور ہو رہی تھی۔ اشارہ شناس نبیؐ نے قافلوں کو رکوایا۔ قریب ہی "غدیر خم" نامی مقام پر حاجیوں نے پالان کھول دیے۔ ناقے بٹھا دیے گئے۔ نماز ظہر کا اعلان ہوا۔ ظہر کے بعد آنحضرتؐ نے پالان شتر کا ممبر بنوایا۔ اب فضا ہی کچھ اور تھی۔ گلشن اسلام پر بہار کا شباب، نسیم انفاس پیغمبر سے دلوں میں ٹھنڈک، اور جمال جہاں آرا کی زیارت سے

آنکھیں خنک تھیں، چشم براہ مجمع آنحضرتؐ کو ممبر پر دیکھ کر ہمہ تن گوش ہو گیا۔ لوگ سمٹ سمٹ کر یکجا ہو گئے۔ رسول اللہ کی آخری تقریر، اجتماع عام میں آخری زیارت کا وقت تھا، آوازیں خاموش اور فضا میں سناٹا تھا —— لب وحی ترجمان، عنبر فشاں تھے

غدیر خم کا خطبہ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَنَستَعِینُہٗ وَ نُومِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیہِ، وَ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرُورِ اَنفُسِنَا وَمِن سَیِّئَاتِ اَعمَالِنَا۔ اَلَّذِی لَا ھَادِیَ لِمَن ضَلَّ وَ لَا مُضِلَّ لِمَن ھَدیٰ۔

وَاَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ۔

اَمَّا بَعدُ:

اَیُّھَا النَّاسُ! قَد نَبَّأَنِیَ اللَّطِیفُ الخَبِیرُ اَنَّہٗ لَم یُعَمَّر نَبِیٌّ اِلَّا مِثلَ نِصفِ عُمرِ الَّذِی قَبلَہٗ، وَاِنِّی اُوشِکُ اَن اُدعیٰ فَاُجِیبَ۔ وَاِنِّی مَسئُولٌ وَ اَنتُم مَسئُولُونَ فَمَاذَا اَنتُم

اللہ کی حمد، اسی سے طلب گار اعانت ہوں، اس پر ایمان و بھروسہ ہے۔ اپنے نفس و اعمال کی کوتاہیوں سے خدا کی پناہ، کہ جس سے وہ توفیق ہدایت لے لے، اسے کوئی ہدایت، اور جسے وہ توفیق ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور محمدؐ اس کے عبد خاص و رسول ہیں۔

اَمَّا بَعدُ:

لوگو! مجھے لطیف و خبیر نے وحی کی ہے کسی نبی کو اس کے ماقبل کی نصف عمر سے زیادہ عمر نہیں ملی۔ مجھے خیال ہے ندائے غیب آنے والی ہے اور میں اسے لبیک کہہ رہا ہوں۔

—— مجھ سے بھی سوال ہوگا، تم سے

قَائِلُوْنَ ؟

پوچھا جائے گا۔ بتاؤ تم کیا کہو گے ؟

لوگوں نے عرض کی :

یا رسول اللہ ؐ آپ نے تبلیغ و نصیحت و اصلاح میں کوئی کمی نہیں فرمائی خدا آپ کو جزائے خیر و رحمت فرمائے ——— آپ نے فرمایا :

اَلَسْتُمْ تَشْهَدُوْنَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاَنَّ جَنَّتَهٗ حَقٌّ - وَنَارَهٗ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ؟

کیا تم یہ گواہی نہیں دیتے کہ اللہ ایک اور وحدہٗ لاشریک، محمد عبد خدا و رسول ہیں ؟ اور جنت دوزخ، موت، قیامت، حشر و نشر کے قائل نہیں ہو ؟

لوگوں نے ——— اقرار کیا۔

فرمایا ——— خداوند گواہ رہنا

اچھی طرح سن رہے ہو ؟

لوگوں نے کہا ——— جی ہاں

فرمایا :

فَاِنِّيْ فَرَطٌ عَلَى الْحَوْضِ وَاَنْتُمْ وَارِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ، وَاِنَّ عَرْضَهٗ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَبُصْرٰى فِيْهِ اَقْدَاحٌ عَدَدَ النُّجُوْمِ مِنْ فِضَّةٍ -

فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ

میں حوض پر آؤں گا! اور تم بھی میرے پاس آؤ گے، حوض (کوثر) کا طول و عرض جیسے صنعاء اور بصری (مشرق و مغرب) کے برابر ہے، اس پر ستاروں کی تعداد میں پیالے رکھے ہوں گے۔

دیکھو، ثقلین (دونوں قیمتی چیزوں) کے

فِی الثَّقَلَیْنِ ؟

بارے میں تم ہوشیار رہنا۔

لوگوں نے پوچھا :

ثقلین کیا ہے ؟

فرمایا :

کِتَابُ اللّٰہِ طَرَفٌ بِیَدِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَطَرَفٌ بِاَیْدِیْکُمْ فَتَمَسَّکُوْا بِہٖ لَا تَضِلُّوْا۔ وَالْاٰخَرُ الْاَصْغَرُ عِتْرَتِیْ

۱۔ کتاب خدا جس کا ایک رُخ دستِ قدرت میں اور دُوسرا رُخ تمہارے پاس اس سے وابستہ رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔

۲۔ دوسرا ثقل اصغر میرے اہلِ بیت ہیں۔

وَاَنَّ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ نَبَّاَنِیْ اَنَّھُمَا لَنْ یَتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ فَسَاَلْتُ ذٰلِکَ لَھُمَا رَبِّیْ، فَلَا تَقَدَّمُوْھَا فَتَھْلِکُوْا، وَلَا تَقْصُرُوْا عَنْھُمَا فَتَھْلِکُوْا۔

لطیف و خبیر نے مجھ پر وحی کی ہے کہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے تا اینکہ حوضِ کوثر پر پہنچیں۔ میں نے دونوں کے لیے خدا سے دعا کی تھی۔ دیکھو دونوں کے بارے میں افراط تفریط نہ کرنا۔ ورنہ ہلاک و تباہ ہو جاؤ گے۔

اتنی گفتگو کے بعد بڑھ کر علی بن ابی طالبؑ کے بازو پکڑے اور اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل مبارک نمایاں ہو گئی۔ تمام لوگوں نے علیؑ کو دیکھا۔ پھر فرمایا :

اَیُّھَا النَّاسُ! مَنْ اَوْلَی النَّاسِ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ ؟

حضرات! مومنوں سے بہتر کون ہے ؟

لوگوں نے عرض کی

اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے

زجی کیوں نہیں ،

فرمایا :

اِنَّ اللّٰہَ مَوْلَایَ وَاَنَا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنَا اَوْلٰی بِہِمْ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔	اللہ میرا مولیٰ، اور میں مومنوں کا مولیٰ اور ان سے بہتر ہوں ان کی جانوں کا مالک ہوں۔
فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ	اور جس کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کے مولا ہیں۔

تین بار (بقول احمد بن حنبل) چار مرتبہ یہ جملہ دہرانے کے بعد ارشاد ہوا۔

"خداوندا! جو علی سے محبت کرے تو بھی اسے پسند فرما، جو ان سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ جو اسے ناکام چھوڑے تو بھی اسے چھوڑ دے، حق کو علیؑ کے ساتھ گردش دے۔

حاضرین غیر حاضر افراد تک یہ پیغام ضرور پہنچا دیں۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ آیت ۳)

آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل اور تمہارے اوپر نعمتوں کو تمام اور تمہارے لیے اسلام کو پسندیدہ دین قرار دے دیا ———— !

بڑے بڑے صحابی، مخلص ترین کلمہ گو، معززین و حاضرین نے اس اعلان کے بعد حضرت علیؑ کو مبارکباد دی۔ شاعر رسالت مآبؐ حسان بن ثابت نے قصیدہ پڑھا۔ اور خدا کے آخری رسولؐ نے شکر خدا ادا کیا۔[1]

---

[1] حوالے اور مستند ترین استناد کے لیے دیکھیے الغدیر ۱/۱۰ طبع طہران ۱۳۷۲ھ نیز شبلی سیرۃ النبی حصہ دوم ص ۱۷۰ طبع ۱۳۷۵ھ ص ۱۶۸۔ یعقوبی ۲/۹۳۔ علامہ طبرسیؒ نے کتاب الاحتجاج طبع نجف ۱۳۵۰ھ ص ۳۵ پر یہ خطبہ بڑی تفصیل سے درج کیا ہے۔

قافلے اپنے اپنے شہروں، بستیوں آبادیوں کی طرف مڑ گئے۔ عقیدت مند موحدوں نے خداحافظ کہا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے کی طرف بڑھے۔

جاگے نصیب شہر مدینہ چمک گیا

ذی حجہ کا آخری عشرہ، صبح کی نسیم نے شہر کے در و دیوار آمد آمد سواری سلطان مدینہ و شہنشاہ دوسرا کی خبر دی، آفتاب افق سے سر اُٹھائے دیکھ رہا تھا کہ آنحضرتؐ مع مسافرین محترم برج شریف میں داخل ہوئے۔ حمد خدا میں رطب اللسان پیغمبرؐ سواری سے اُترے تو آسمان نے جھک کر بسم اللہ اور زمین نے بڑھ کر قدم مبارک آنکھوں پر لیے۔

* * *

حضوری کی تیاری

عمرِ مقدس کے باسٹھ سال پورے ہو چکے تھے۔ دعوت و تبلیغ کے فرائض بہترین انداز میں مکمّل فرما چکے تھے۔ رفیقِ اعلیٰ، وصالِ مقدس، حضوری بارگاہِ ذوالجلال کا وقت تھا۔ محرم کا مہینہ عام مصروفیات میں گذر گیا۔ رومیوں کی دراز دستیاں، فلسطینیوں کی شرارتیں، روز افزوں تھیں۔ تبوک کا واقعہ دہرانے کی تمنائیں شامی سرحدوں پر طوفانی لہریں ابھر رہی تھیں اس لیے حضور نے اسامہ بن زید نوعمر کو سپہ سالاری سے سرفراز فرما کر تمام مدینے والوں کو حکم دیا کہ شام پر حملہ کر دو۔ لوگوں نے نوجوان سپہ سالار کی سرکردگی میں جانے پر تامّل کیا تو آپ نے شرکت نہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور اپنی سنت سے ظاہر کیا کہ دینی منصب کے لیے چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں اس مہم کے سرانجام دینے میں صفر کا مہینہ آخر ہو گیا جس کے بعد اسامہ رخصت ہوئے۔

آپ اکثر قبرستان میں تشریف لے جایا کرتے تھے، شہدائے احد کی قبروں پر قدم رنجہ فرمانا عام عادت تھی۔ اب کی مرتبہ بقیع سے جو دولت سرا آئے تو مزاج ناساز تھا۔ کچھ دن صاحبِ فراش رہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ

ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن ۲۶، ۲۷)

حضرت ام المومنین عائشہ کا حجرہ زیارت کدہ و عبادت گاہ بن گیا، سرکارِ دو عالم انسان دوستی، یتیم پروری، خوش اخلاقی، خدا ترسی، عمل صالح کی وصیتیں فرماتے تھے، لوگ روتے تھے تمام اموال و حقوق ادا فرمائے۔ تمام متعلقین کو مطمئن فرمایا۔ ایک دن حکم دیا کہ قلم دوات و کاغذ

لاؤ تو میں ایک ایسی بات لکھوا دوں کہ کبھی گمراہ نہ ہو[۱]۔ بدقسمتی سے لوگوں نے تعمیل حکم نہ کی سرکارؐ نے سب کو اٹھا دیا۔

۲۸ صفر[۲]، یا یکم یا دوم ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ مئی سنہ ۶۳۲ء کو آغوش علیؑ میں فرق مقدس تھا۔ ازواج و اہل بیت اداس تھے۔ یکایک کہرام برپا ہو گیا۔ پیغمبر آخر الزمانؐ خدا کو پیارے ہوئے۔ محبوب الٰہی حضورِ خداوندی میں تشریف لے گئے۔ مدینہ ویران، یتیم لاوارث، صحابہ بے بنی اور سیدۂ عالمیہ بے والد ہو گئیں۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

---

[۱] طبری ۳/۱۹۳

[۲] مزید بحث و تحقیق کے لیے دیکھیے سیرۃ النبیؐ ۲/۱۷۲ حاشیہ رحمۃ للعالمین

الوداع اے شاہِ شاہاں الوداع

مدینے کے محلّے گریہ و بُکا، مجمع و انبوہ سے بھرے ہوئے تھے، لوگ جوق در جوق آستانۂ نبوت پر حاضر ہو رہے تھے۔

حضرت علیؑ اہتمام غسل و کفن میں مصروف ہوئے اور وصیت کے مطابق آخری خدمت کی سعادت حاصل کرنے لگے کہ اچانک مسلمانوں کا مجمع سقیفۂ بنی ساعدہ چلا گیا۔

ملائکۂ آسمان و قدسیین زمین، ارواحِ انبیاء حاضر تھے، غسل ہوا، نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حجرے ہی میں قبر کھودی گئی۔ یہ شرف ابوطلحہ کی قسمت میں تھا۔

شقران، عباس، فضل، اسامہ بن زید، حضرت علیؑ کی مدد کر رہے تھے۔ دو صحاری اور ایک حبری چادر کا کفن دیا۔

علیؑ قبر میں اُترے ساتھیوں نے سہارا دیا۔ راہِ خدا میں زحمتیں اٹھانے والا نبیؐ ابدی آرام گاہ میں تشریف لایا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ !

~~~~~~:(۴):~~~~~~
~~~~~~

ایک تاریخی تعزیت نامہ

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ !

لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَالَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ

مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَآءِ وَاَخْبَارِ السَّمَآءِ

خَصَصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیًا عَمَّنْ سِوَاکَ -

وَعَمَمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ فِیْکَ سَوَاءً -

وَلَوْ لَا اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَیْتَ

عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَیْکَ مَآءَ الشُّئُوْنِ -

وَلَکَانَ الدَّآءُ مُمَاطِلًا وَالْکَمَدُ مُحَالِفًا - وَ

قَلَّالَکَ -

وَلٰکِنَّہٗ مَالَا یُمْلَکُ رَدُّہٗ وَلَا یُسْتَطَاعُ

دَفْعُہٗ -

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ !

اُذْکُرْنَا عِنْدَ رَبِّکَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِکَ

(نہج البلاغۃ)

میرے ماں باپ نثار!

آپ کی وفات سے وہ وہ باتیں ختم ہو گئیں جو اور کسی کی

موت سے ختم نہ ہوئی تھیں —— نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا

غیب کی خبریں بند ہوگئیں آسمانی پیام رُک گئے۔
آپؐ نے خصوصیت اختیار فرمائی کہ دوسرے غموں سے تسلی ہوگئی۔
اور عمومیت اختیار کی۔ اب ہر شخص اس غم میں برابر ہے۔
اگر آپ نے صبر کا حکم اور جزع فزع سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم
آنکھوں کے چشمے خالی کر دیتے۔ یہ مرض زمین گیر اور جان لیوا ہوتا۔
اس کے بعد بھی کچھ نہ تھا ــــ
لیکن موت کا ہٹانا، ناممکن ہے۔
میرے ماں باپ فدا،
اپنے پروردگار کے یہاں ہمیں یاد رکھیے گا اور فراموش نہ فرمایئے گا۔
فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کیا تھا:

نَفۡسِی عَلیٰ زَفَرَاتِہَا مَحۡبُوسَۃ ۔۔۔ یَالَیۡتَہَا خَرَجَت مَعَ الزَّفَرَاتِ
لَاخَیۡرَ بَعۡدَکَ فِی الحَیَاۃِ وَاِنَّمَا ۔۔۔ اَبۡکِی مَخَافَۃَ اَنۡ تَطُولَ حَیَاتِ

آہوں نے سانسوں کو اُلجھا دیا ہے۔ کاش یہ سانس آہوں کے ساتھ نکل جاتی ــــ
آپ کے بعد زندگی میں کوئی خوبی نہیں، میں روتی ہوں کہ کہیں زندگی طولانی نہ ہو جائے

(۲)

مَاذَا عَلیٰ مَنۡ شَمَّ تُرۡبَۃَ اَحۡمَدَ ۔۔۔ اَنۡ لَایَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا
صُبَّتۡ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوۡ اَنَّہَا ۔۔۔ صُبَّتۡ عَلَی الۡاَیَّامِ صِرۡنَ لَیَالِیَا

جو مزار احمد مجتبیٰؐ پر ہو آئے اُسے عطر و مشک سونگھنے کی کیا ضرورت ہے ــــ
بابا! میرے اوپر تو وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو رات ہو جاتے۔

صورت و سیرت

میانہ قد، موزوں اندام، رنگ نگاہوں میں کھبنے والا سُرخ و سفید۔ میدہ شہاب، چوڑی پیشانی۔ پلکیں بڑی بڑی، چشمہائے مبارک سیاہ و سرگین بڑی بڑی، پیوستہ ابرو، لمبی ستواں ناک، کشادہ دہانہ، ذرا کھلے کھلے دُر دنداں، چہرہ مبارک نہ پتلا نہ پُر گوش، گردن بلند اور شفاف، سر مبارک بڑا اور شاندار، موئے مبارک ہلکے اور چھدرے ہوئے۔ گھنی ریش مبارک جس پر مہندی کا خضاب۔ شانہ پُر گوشت۔ چوڑے مونڈھے، جن پر پشت کی طرف مہر نبوت اُبھری ہوئی نظر آتی تھی۔ کشادہ سینہ جس پر ناف تک بالوں کا ہلکا خط، چوڑی بھری بھری ہتھیلیاں، لمبی کلائی۔ پائے مبارک خوشنما سڈول۔ ایڑیاں نازک، پاؤں کے تلوے بیچ سے ذرا خالی۔ کہ پانی نکل جائے ——— مجمع میں کھڑے ہوتے تو سب میں نمایاں ہوتے۔ غرضیکہ سراپا نور جس کی نظر پڑتی وہ ٹھہر جاتا تھا۔

امام حسینؑ نے نانا کا ناک نقشہ پایا تھا۔ لوگ تصویر نبیؐ کہا کرتے تھے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝

ن۔ قلم اور دفتر تحریر کی قسم! اے پیغمبر تم اپنے پروردگار کی نعمتوں سے دیوانے نہیں ہو۔ تمھیں اجر جاوداں ملے گا، اور

تم صاحب اخلاق عظیم ہو

(سورۃ القلم پ ۲۹)

لے مناقب ۲/۸۸ ترمذی وغیرہ

خدا کی اس سند اور سوانح کے واقعات گواہ ہیں کہ "رحمۃ للعالمین" شاہراہ انسانیت کے لیے شمع اور منزل فلاح و نجات کے واسطے مینار نور ہیں۔

استقلال، صبر، حسن اخلاق، حسن معاملہ، عدل و سخاوت، ایثار و رحم، خوش مزاجی، سادگی و بے تکلفی، غریب دوستی و غربت پسندی، مساوات و تواضع، شرم و محنت، جفاکشی، بہادری، و امانت داری، عفو و بردباری، حسن سلوک و محبت، رقیق القلبی و حساسی کے عادات و خصائل معاملات و واقعات اتنے ہیں کہ ع

سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

بچوں، عورتوں، غلاموں، آزادوں، دوستوں اور دشمنوں کے لیے جو کچھ کیا اس کی مثال تاریخ انسانیت کا کیا ذکر تاریخ انبیا میں ملنا مشکل ہے ختم نبوت کے ساتھ، خاتمیت مثالی کردار کے لیے قرآن نے اعلان کر دیا ——— ملاحظہ ہو الاحزاب

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لیے رسول اللہ کا عمل ایک بہترین نمونہ تھا۔

لِمَنْ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝ ۲۱

مگر خدا اور روز آخرت اور اللہ کی زیادہ یاد کرنے والا ہونا چاہیے

اس سے زیادہ کسی کے کردار، رفتار، و گفتار کا کمال کیا ہوگا کہ جو لعینہ و بیسا بن گیا وہ امت کا امام کہلایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

اللہ نے مومنوں پر یہ احسان کیا کہ ان میں ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا۔ جو تلاوت آیات تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب و حکمت فرماتا ہے حالانکہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(پ ۴ س ۳ ی ۱۶۴)

ازواج و اولاد

اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ (الاحزاب ۶)	نبی مومنوں کی جانوں سے بھی بڑھ کر حق رکھتا ہے اور نبیؐ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں

نبی اکرمؐ کا یہ انتہائے احترام ہے کہ آپ کی ازواج امت کی مائیں اور انسان کے لیے حد درجہ قابل احترام قرار پائیں۔ خود آنحضرتؐ ہمیشہ ان کی دل جوئی، خیر طلبی کی کامیاب کوششیں فرماتے رہے اور خدا نے ازواج کے احترامات کو امت پر فرض کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مومنین نے رسول اللہ اور اسلام کے لیے اپنی زندگیاں قربان فرمائیں اور زندہ جاودان قرار پائیں:

۱۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

۲۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ

۳۔ حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمر بن خطاب رضؓ

۴۔ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضؓ

۵۔ حضرت ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضؓ

۶۔ حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضؓ

۷۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضؓ

۸۔ حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضؓ

۹۔ حضرت ام المومنین ام حبیبہ بنت ابو سفیانؓ

۱۰- حضرت ام المومنین صفیہ بنت حی بن اخطب رضؓ

۱۱- حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث رضؓ

ہر ایک سے آنحضرتؐ کا یکساں سلوک اور یکساں ادائیگی حقوق رہی جو آپ کی زندگی کا اہم ترین سبق ہے۔

گھریلو زندگی میں دو عورتوں کا وجود ثقہ سے ثقہ مرد معتبر کو مزاج، طبیعت اور حالات بدلنے پر مجبور کرتا ہے لیکن یہ اعجاز ہے کہ مختلف خاندانوں، مختلف مزاجوں، مختلف عمروں کی عورتوں میں آپ کا مزاج، روزمرہ طرز معاشرت، ادائیگی فرائض و حقوق میں رتی بھر فرق نہ آیا۔ ہر بیوی خوش، ہر زوجہ شادمان و مطمئن تھیں۔

اولاد میں حضرت ام المومنین خدیجہ رضؓ کا یہ شرف ہے کہ آنحضرتؐ کی تمام اولادیں آپ ہی کے (فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ذریعہ) سبب بقائے نسل محمدی قرار پائیں یا حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ کا اعزاز تھا کہ خداوند عالم نے ابراہیم سا فرزند عطا کر کے شاد کام کیا۔

۸ھ تک آپ کے گھر میں کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، صرف امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام تھے جنھیں فرزندی کا درجہ اور اولادی کا رتبہ ملا اور آپ نے بھی گویا چار فرزندوں کو یکساں نظر سے دیکھا۔

—— فاطمہ زہراؑ ——— علی مرتضیٰؑ (- بھائی = داماد)

—— حسنؑ ——————— حسینؑ (نواسے)

———— ※ ————

مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ
تَصْدِيْقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ
رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

یہ قرآن کوئی ایسی بات نہیں جو خواہ مخواہ
گڑھ لی جائے بلکہ جو آسمانی کتابیں اس کے پہلے
موجود ہیں ان کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل
اور ایمانداروں کے واسطے ہدایت و رحمت ہے

(پ ۱۳ سورہ الرعد)

کتابیات

۱- مولانا محمود حسن وشبیر احمد عثمانی : ترجمہ وتفسیر قرآن مجید
طبع مدینہ پریس بجنور انڈیا ۱۹۵۰ء/۱۳۶۹ھ

۲- مولانا حافظ فرمان علی : ترجمہ وحواشی قرآن مجید
طبع نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۳۷ء/۱۳۵۶ھ

۳- محمد بن سعد واقدی ۲۶۰ھ : کتاب الطبقات الکبیر
طبع لندن ۱۹۱۹ء/۱۳۳۰ھ (ماقبل وابعد)

۴- ابن ہشام ۲۱۸ھ : السیرۃ النبویہ
طبع - المصطفےٰ البابی - مصر ۱۹۳۶ء/۱۳۵۵ھ

۵- احمد بن ابی یعقوب م بعد ۲۶۸ھ : تاریخ الیعقوبی
طبع الغرمی - نجف ۱۹۳۹ء/۱۳۵۸ھ

۶- محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ : تاریخ الامم والملوک
طبع مصر، حسینیہ

۷- محمد حمید اللہ : عہد نبوی کے میدان جنگ
طبع انتظامی پریس حیدر آباد دکن ۱۹۴۵ء/۱۳۶۶ھ

۸- نہج امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ۴۰ھ : خطب نہج البلاغہ
طبع، علمی پریس لاہور ۱۹۵۷ء/۱۳۷۷ھ

۹- شبلی نعمانی : سیرۃ النبی جلد اول حصہ اول
طبع اعظم گڈھ، طبع پنجم
(ب) جلد اول حصہ دوم
طبع پنجم ۱۹۵۵ء/ ۱۳۷۵ھ

۱۰- میر محمد ابراہیم سیالکوٹی : سیرۃ المصطفیٰ
جلد اول طبع دوم لاہور- جلد دوم طبع اول لاہور

۱۱- ۔۔۔۔۔ ؟ : کتاب مقدس - پرانا اور نیا عہد نامہ
طبع لاہور سنہ ؟

۱۲- محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی : مناقب آل ابی طالب
طبع علمی محلاتی حائری - بمبئی سنہ ؟

۱۳- عباس شوستری : خاتم النبیینؐ و آموزش اسلام
طبع برقی پریس - معسکر بنگلور سنہ ۱۹۴۰ء/ سنہ ۱۳ھ

۱۴- محمد باقر مجلسی : حیات القلوب
طبع نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۹۱۶ء/ سنہ ۱۳۳۴ھ

۱۵- محمد اجمل خان : سیرۂ قرآنیہ، سیدنا رسول عربیؐ
طبع دہلی سنہ ۱۹۵۶ء/ سنہ ۱۳۷۵ھ

۱۶- سید علی حیدر : تاریخ ائمہ
طبع مطبع اصلاح کھجوہ ہند سنہ ۱۹۳۷ء/ سنہ ۱۳۵۶ھ

۱۷- عثمان بن جنی م سنہ ۳۹۲ھ : دیوان شیخ الاباطح
بہ تصحیح و تحشیہ سید محمد صادق آل بحر العلومؒ
طبع بغداد سنہ ۱۹۳۷ء/ سنہ ۱۳۵۶ھ

۱۸- ڈاکٹر حمید اللہ

مجموعۃ الوثائق السیاسیہ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدہ

طبع قاہرہ ۱۹۴۱ء / ۱۳۵۹ھ

۱۹- محمد حسین جناب : مقصد الطالب فی احوال اجداد النبی

طبع بمبئی دت پریس سنہ ؟

۲۰- ابن اثیر : الکامل

طبع مصر قدیم

۲۱- عبد الحمید خان، گوجرانوالہ : کلید جنت (سفر نامہ)

گوجرانوالہ - طبع دوم ۱۹۴۹ء / ۱۳۶۸ھ

۲۲- ترجمہ، ابو یحییٰ امام خان : حیات محمد

طبع ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۶ء / ۱۳۷۵ھ

۲۳- فردینان توتل : المنجد فی الادب والعلوم معجم لاعلام الشرق والمغرب

طبع بیروت ۱۹۵۶ء / ۱۳۷۶ھ

تحریر نمود: سید فاضل شاہ انور قلمکار گجرات

۲/۶۱